کفن پوش
ایم اے راحت

یادیں حیات کا سرمایہ ہوتی ہیں...... وقت کی گردش، روزگار زندگی، حالات کی مشکلیں جب وجود میں تھکن بن جائیں تو خود کو یادوں کی آغوش میں سلادو، ماں کی گود جیسا سکون دیتی ہیں...... میری زندگی کا تیسواں سال شروع ہو چکا ہے لیکن اب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے یہ تیس سال ایک لمحے میں گزر گئے۔

مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آدمی اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہوتا ہے تو اس کی پوری زندگی کی داستان لمحوں میں اس کے سامنے سے گزر جاتی ہے اور وہ سوچتا ہے کہ ابھی تو اس نے اس دنیا میں آغاز ہی کیا تھا۔

سمن آباد میں اپنا چھوٹا سا گھر، ماں کا دُکھ بھرا چہرہ اور اپنا سکول، سب کچھ قدرے کل کی بات معلوم ہوتی ہے...... آٹھویں کلاس تک میں اپنے محلے کا سب سے بزدل لڑکا تھا...... کمزوری اور بزدلی شاید میرے چہرے پر لکھی ہوئی تھی کہ جس ساتھی کا جب دل چاہتا مجھے دھنک کر رکھ دیا کرتا تھا...... میرے باپ کا انتقال بہت پہلے ہو چکا تھا...... بھرے گھر میں صرف میں تھا اور میری دکھیاری ماں تھی جس نے پڑوسیوں کے کپڑے سی سی کر مجھے پڑھایا لکھایا...... وہ نہ ہوتی تو شاید اس دُنیا سے انتقام لینے کا جذبہ مجھے آگے چل کر پنجاب کا سب سے بڑا ڈاکو بنا دیتا...... میں تیسرے ہی درجے میں تھا کہ چلتے پھرتے خواب دیکھا کرتا کہ اِدھر میں نے اپنے دُشمنوں پر چاقو کھولا اور اِدھر درجنوں لاشیں گرادیں...... پھر آٹھویں درجے میں

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

شیر محمد جو قد میں مجھ سے دوگنا بڑا تھا اور میری ہی کلاس میں پڑھتا تھا، کبھی کبھی تو وہ صرف اس لئے مجھے مار مار کر لہولہان کر دیتا تھا کہ وہ بہت دن سے کچھ سستی سی محسوس کر رہا تھا اور اپنے خون کو گرم رکھنا چاہتا تھا، لیکن میں جب سکول سے بے شمار زخم لے کر گھر واپس آ رہا ہوتا تو اپنے خیالوں میں شیر محمد کے جبڑے پر ایک ہی مکا اتنا بھرپور مارتا تھا کہ اس کے خون آلود چہرے سے سارے دانت نیچے آ پڑتے تھے اور سکول کے پھاٹک سے میں اس خیالی ایمبولینس کو دُور تک جاتے دیکھتا رہتا جس کے اندر شیر محمد اپنی آخری سانسیں لے رہا ہوتا...... یہی زمانہ تھا جب ہمارے سامنے کے گھر میں محلے کی مسجد کے پیش امام کرایہ پر آ کر رہنے لگے، ان کا لڑکا میرا ہی ہم عمر تھا، لیکن مجھ سے بہت زیادہ خوبصورت بہت زیادہ سمجھدار، میں اسے پانچوں وقت اپنے باپ کے ساتھ مسجد جاتے دیکھتا...... اس کا نام رحیم تھا...... رفتہ رفتہ وہ میرا واحد دوست بن گیا...... اس نے مجھے بتایا کہ جب تک خدا نہ چاہے کسی آدمی کے بس میں نہیں ہے کہ کسی کو مار سکے یا کسی کو بے عزت کر سکے...... اس نے کہا کہ میرے ساتھ مسجد چلا کرو اور ہر نماز کے بعد خدا سے دعا کیا کرو کہ وہ تمہیں دشمنوں سے دُور رکھے...... اللہ دعا ضرور سنتا ہے، وہ کہتا کہ دیکھ لو مجھ سے کوئی نہیں لڑتا نہ مجھے کوئی مار سکتا ہے کیونکہ میں نے خود کو اللہ کی حفاظت میں دے دیا ہے...... مجھے رحیم کی یہ باتیں بڑی عجیب لگتیں، لیکن میں نے سوچا کہ جب کوئی سہارا نہ ہو تو یہ نماز اور دعا والا چکر بھی چلا کر دیکھ لینا چاہیے، مگر چند عرصے کے بعد یہ ہوا کہ میں نماز ہی دعا مانگنے کے لئے پڑھنے لگا...... اس زمانے میں میں اس طرح رو رو کر خدا سے طاقتور ہونے کی دعا، اپنے دشمنوں پر فتح پانے کی دعا اور شیر محمد کو مار مار کر ادھ موا کر دینے کی دعا کچھ اس طرح مانگا کرتا تھا کہ دل کو یہ سکون مل جاتا تھا کہ آج نہیں تو کل اللہ مجھے اتنی طاقت ضرور دے دے گا کہ جیسے بجلی کوندتی ہے...... اس طرح ادھر میرا چاقو چلے گا اور اُدھر دس بارہ سر کٹے پڑے ہوں گے...... میں یہ تو نہیں کہتا کہ مجھے طاقت مل گئی پر اتنا ضرور ہوا کہ دل کو ایک طرح کا سکون آ گیا...... کچھ یوں محسوس ہونے لگا کہ اللہ مدد ضرور کرے گا، یہ نہیں معلوم تھا کہ کیسے کرے گا...... رحیم پہلے موچی دروازے میں کسی

سکول میں پڑھتا تھا...... سمن آباد آ جانے کے بعد اس کا داخلہ بھی ہمارے ہی سکول میں ہو گیا...... وہ بھی آٹھویں ہی درجے میں پڑھتا تھا...... شروع ہی سے اس کے مزاج میں کچھ ایسا رکھ رکھاؤ تھا کہ محلے اور سکول سب جگہ لوگ اس کی عزت کرتے تھے، اس وقت میرا خیال تھا کہ خدا سے اس کی جان پہچان مجھ سے زیادہ پرانی ہے...... میں بھی جب اتنی ہی نمازیں پڑھ لوں گا جتنی رحیم نے پڑھی ہیں تو مجھے بھی لوگ ایسی ہی عزت کی نگاہ سے دیکھا کریں گے۔

رحیم کا زیادہ وقت میرے ساتھ گزرتا تھا...... شیر محمد شاید بہت دنوں سے کچھ زیادہ سستی محسوس کرنے لگا تھا اور خون گرم کرنے کے لئے بہت عرصے سے کسی بہانے کی تلاش میں ہمارے اطراف منڈلاتا رہتا تھا، لیکن ہم دونوں کو ساتھ دیکھ کر شاید اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی، لیکن ایک دن اس نے مجھے تنہا جاتے دیکھ کر ایک سنسان راستے پر گھیر لیا...... وہ ایک گینڈے کی طرح جھومتا ہوا سامنے سے آ رہا تھا، میں نے سوچا کہ یااللہ آج عصر کی نماز میں تو میں نے تجھ سے اسی ملعون کی پناہ چاہی تھی اور اگر اب تو نے بھی پناہ نہ دی تو میں نے تجھے تو دیکھا نہیں ہے، مگر تجھ سے مجھے میرے جس ساتھی نے واقف کرایا ہے آج سے اس پر سے بھی اعتماد اُٹھ جائے گا، مگر اب میرے پاس دعا یا کچھ اور سوچنے کا وقت بھی نہیں رہ گیا تھا...... گلی میں دُور دُور تک کوئی راہ گیر بھی نظر نہیں آ رہا تھا...... شیر محمد کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ آ گئی تھی...... غصے سے اس نے اپنی مٹھیاں بند کر لی تھیں اب میرے اور اس کے درمیان صرف دس پندرہ گز کا فاصلہ رہ گیا تھا...... میرے دائیں طرف دُور تک ایک سیلی ہوئی دیوار چلی گئی تھی...... اندر کچھ درخت نظر آ رہے تھے اور بہت سے آدمیوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں...... احاطے کا ٹوٹا ہوا دروازہ میرے سامنے ہی تھا...... میں گھبرا کر دروازے کی جانب بھاگا اور یہ سمجھ کر کہ دروازہ اندر سے بند ہو گا خود کو دھڑام سے دروازے سے ٹکرا دیا...... دروازہ بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا...... نتیجہ یہ ہوا کہ میں کئی پٹخیاں کھاتا ہوا دُور جا کر گرا، کئی لوگ میری طرف دوڑے، مجھے اتنا یاد ہے کہ ایک دیو قامت

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

آدمی نے مجھے آکر اُٹھایا اور محبت سے پوچھا۔

"کیا بات ہے بیٹے کیا کوئی تمہارا پیچھا کر رہا ہے؟" میں اتنا خوفزدہ تھا کہ دروازے کی طرف انگلی اُٹھا کر صرف اتنا ہی بتا سکا کہ۔

"وہ...... وہ...... مجھے جان سے مار دے گا۔" اچانک وہ دیو دروازے کی طرف لپکا اور دوسرے ہی لمحے شیر محمد کی گردن کو ہاتھ میں دبائے وہ اس طرح میرے سامنے لا رہا تھا جیسے کوئی چوہے کو دم سے پکڑ کر اٹھا لے...... شیر محمد خوف سے بری طرح کانپ رہا تھا...... دیو نے مجھ سے صرف اتنا پوچھا کہ۔

"کیا یہ وہی ہے؟" مجھے اتنی جلدی اپنی دعاؤں کی قبولیت کی امید نہیں تھی...... شیر محمد کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور اس کا گینڈے جیسا جسم دہشت سے بالکل ساکت ہو گیا تھا...... دیو نما آدمی نے نفرت سے اسے اُٹھا کر اکھاڑے میں پھینک دیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بہت بڑا درخت جڑ سے اکھڑ کر اچانک دھم سے زمین پر آگرے اور اس وقت مجھے خیال آیا کہ میں کسی پہلوان کے اکھاڑے میں ہوں، کیونکہ وہاں بہت سے نوجوان ادھر اُدھر لنگوٹ باندھے ڈنڈ بیٹھک لگانے میں مصروف تھے اور کچھ پٹھے اکھاڑے میں زور آزمائی کر رہے تھے...... میں نے خوفزدہ نگاہوں سے اس دیو زاد آدمی کو دیکھا جو غصے کے عالم میں آہستہ آہستہ اس اکھاڑے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں شیر محمد کے گرتے ہی پٹھوں نے زور آزمائی ختم کر دی تھی...... ان میں سے دو تین گٹھے ہوئے جسم کے نوجوان اس آدمی کی طرف بڑھے اور بولے۔

"استاد کہاں تم اور کہاں یہ چوہے کا بچہ، ہمیں حکم دو ابھی اس کی ایک ایک ہڈی تمہیں پیش کر دیں گے۔" لیکن دیو نما آدمی نے اپنا اٹھا ہوا ہاتھ اس تیزی سے گھمایا کہ وہ سب لڑکھڑاتے ہوئے اکھاڑے سے باہر جا گرے اور اچانک اسی تیزی سے وہ شیر محمد کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا...... پھر ایک ہاتھ سے اس کا کالر پکڑ کر اسے اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پر اتنا زوردار تھپڑ رسید کیا کہ دوسرے ہی لمحے شیر محمد کا چہرہ خون میں ڈوب گیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے دانت غائب ہو گئے...... اس کی قوت گویائی شاید ختم ہو گئی

تھی...... اس کی آنکھوں میں حیرت بھی تھی، خوف بھی تھا اور ایک غیر یقینی کی کیفیت بھی تھی...... وہ کبھی مجھے دیکھتا اور کبھی استاد کو دیکھتا جواب بھی ایک پہاڑ کی طرح اس کے سامنے کھڑا تھا، لیکن میرا خود اپنا یہ عالم تھا کہ میں نے تمام عمر اتنی طمانیت اور اتنی بھرپور مسرت کبھی محسوس نہیں کی تھی...... اس دوران استاد نے شیر محمد کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر بدمعاش مجھے شاید تم نے پہچان لیا ہوگا...... میں استاد چھنگا ہوں، یہ میرا اکھاڑا ہے اور میں نے اپنے شہر کے بچوں کو تم جیسے درندہ صفت، غیر فطری عادتوں کے شوقین غنڈوں کو سبق پڑھانے کے لئے جسمانی ورزشوں کا یہ تربیتی سکول کھولا ہے...... بتاؤ تم اس معصوم بچے کا کیوں پیچھا کر رہے تھے؟" لیکن جواب دینے کے بجائے شیر محمد استاد چھنگا کے قدموں میں گر پڑا اور رو رو کر اس سے درخواست کرنے لگا۔

"صرف ایک بار اسے اور معاف کر دیا جائے، میں آئندہ اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا۔" استاد نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ننھے غنڈے آئندہ نوبت ہی نہیں آئے گی...... میں نے تمہیں اکھاڑے میں پھینکتے ہوئے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ تمہاری جیب میں جو قلم لگا ہوا ہے وہ ایک دیسی پستول ہے...... تمہاری کوٹ کی جیب میں چرس سے بھری ہوئی سگریٹیں رکھی ہوئی ہیں اور تمہاری پتلون کی سیدھی جانب والی جیب میں ایک چھ انچ کا چاقو موجود ہے...... اب تم یہاں سے سیدھے پولیس اسٹیشن جاؤ گے...... میرے اندازے کے مطابق تمہاری عمر انیس بیس سال ہے...... اس حساب سے تم اب قاتلانہ حملے کے سلسلے میں دس بارہ سال سے پہلے جیل سے باہر نہیں آؤ گے۔" مگر جناب شیر محمد بری طرح زخمی ہونے کے باوجود بلا کا چالاک نکلا...... اس نے جلدی جلدی اپنا پستول چاقو اور چرس کے سگریٹوں کا پیکٹ استاد کے قدموں پر نکال کر رکھ دیا...... استاد کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ اُبھری...... وہ اپنی گھنی مونچھوں کو چند لمحے اپنے ہونٹوں سے دباتا رہا، پھر اسی نرم لہجے میں بولا۔

"اچھی بات ہے ننھے غنڈے...... اس بار میں تمہیں معاف کرتا ہوں، لیکن میری ایک

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

بات ہمیشہ یاد رکھنا، اگر تم نے یا تمہارے کسی ساتھی نے یا شہر کے کسی بھی آدمی نے اس بچے پر پھر کبھی بری نظر ڈالی تو میں تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بنا کر تمہارے جسم کا لوتھڑا شہر کے کسی ایسے بازار میں پھنکوا دوں گا جہاں تم موت مانگو گے اور تمہیں موت بھی نہیں ملے گی۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا، اس نے جھپٹ کر شیر محمد کو اپنے کاندھے پر ڈالا اور دروازے کے قریب جا کر اسے وہیں سے سڑک پر اس طرح پھینکا جیسے مزدور کسی گودام میں بوری پھینک دیتے ہیں اور جب تک وہ دروازہ بند کر کے واپس آیا استاد چھنگا مجھ سے دو تین سوالوں میں یہ بات پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ میں وہ بدنصیب لڑکا ہوں جسے کمزور سمجھ کر ہر غنڈے کا جی چاہتا ہے کہ وہ میری ٹھکائی کر کے اپنے ہاتھ پیروں کو گرم رکھے...... استاد نے ہنستے ہوئے میری پیٹھ پر ایک دھپ لگایا اور کہنے لگا۔

" بیٹے کل سے روزانہ ہر شام کو تم یہاں آیا کرو گے اور پھر میں دیکھوں گا کہ اس شہر میں کتنے غنڈے ہیں۔"

اس دن مغرب کے بعد جب میں گھر پہنچا تو رحیم میرے دروازے کی سیڑھیوں پر بیٹھا بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا، وہ مجھ سے سخت ناراض تھا کہ اسے بتائے بغیر میں کہاں چلا گیا تھا...... میں نے جان بوجھ کر آج اس سے پہلی بار جھوٹ بولا کہ۔

" آج میں نے سوچا کہ داتا صاحب کے مزار میں نماز پڑھوں...... وہیں مجھے اتنی دیر ہو گئی۔" مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے اسے شیر محمد اور استاد چھنگا کا واقعہ سنا دیا تو وہ ترجمہ کے ساتھ بے شمار آیتیں اور حدیثیں سنا دے گا، جن میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے دشمن کو معاف کر دو اور اگر اس کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو گے تو وہ بہت انصاف کرنے والا اور تمام باتوں کا سننے اور جاننے والا ہے...... اس میں کوئی شک نہیں کہ رحیم کے ساتھ رہتے ہوئے میرا یہ ایمان پختہ ہو چکا تھا کہ خدا عادل ہے اور مظلوموں کا ساتھ دیتا ہے، لیکن اگر میں اسے یہ سمجھانے کی کوشش کرتا کہ خدا ہی نے استاد چھنگا سے میری مدد کروائی اور اب خدا ہی نے یہ راستہ مجھے دکھایا ہے کہ استاد چھنگا کی شاگردی میں کچھ داؤ پیچ سیکھنے اور خود میں جان پیدا کرنے کے بعد

اب مجھ پر ظلم کرنے والے کو پچھتانا پڑے گا تو رحیم کی سمجھ میں یہ بات اس لئے نہیں آتی کہ اس کے عالم و فاضل نیک دل باپ نے بچپن ہی سے یہ عقیدہ اس کے دل میں بٹھا دیا تھا کہ اللہ کسی بھی حالت میں تشدد کو پسند نہیں کرتا۔

رحیم مجھ سے عشاء کی نماز میں ملنے کا وعدہ لے کر اپنے گھر چلا گیا اور میں جلدی سے کھانا کھا کر استاد چھنگا کے مشورے کے مطابق سیدھا شیر محمد کے گھر پہنچا...... چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا...... شیر محمد کی گلی تو خاص طور پر تاریک تھی، لیکن ایک عجیب سی غیبی ہمت تھی کہ آج مجھے نہ اندھیرے سے ڈر لگ رہا تھا، نہ شیر محمد کا کوئی خوف تھا اور نہ اس بات کا کوئی ڈر تھا کہ ممکن ہے کہ استاد کے ہاتھوں اتنی زبردست ٹھکائی کے بعد اب وہ اپنے ساتھی غنڈوں کو جمع کر کے مجھے سچ مچ ہلاک کرنے کے منصوبے بنا رہا ہو...... استاد چھنگا کے الفاظ بار بار میرے کانوں میں گونج رہے تھے کہ سانپ کا پھن کچلنے کے لئے ایک لکڑی کی مار کافی نہیں ہوتی بلکہ ایک وار کے فوری بعد اس کے پھن پر دوسری بار بھرپور چوٹ مارنا ضروری ہوتا ہے اور میری ہمت دیکھئے چند گھنٹوں میں کیا سے کیا ہو گیا تھا کہ شیر محمد پر دوسرا وار کرنے کے لئے تنہا نکل کھڑا ہوا تھا...... استاد نے اس کے جانے کے دو گھنٹے بعد تک مجھے پریکٹس کرائی تھی کہ زندہ رہنا چاہتے ہو تو دشمن کو دیکھتے ہی "ہو جاؤ اُڑن" ممکن ہے آپ اس جملے کو مہمل سمجھیں یا جیسے پہلی بار جب استاد کے منہ سے یہ الفاظ سنے تھے تو مجھے ہنسی آ گئی تھی، اسی طرح اس "ہو جاؤ اُڑن" پر شاید آپ بھی مسکرا اٹھیں، لیکن پہلے پندرہ سولہ برسوں کے تجربے کے بعد آج یہ بات میں خود آپ سے پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر عزت کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اُڑن تو آپ کو بھی ہونا پڑے گا۔

اُڑن ہو جانے سے استاد کا مطلب یہ تھا کہ دُشمن کے حملہ کرنے سے پہلے خود حملہ کر دو، دوسری بات استاد نے یہ بتائی تھی کہ دشمن پر کبھی اعتماد نہ کرو...... وہ اپنی عیاری سے صلح کے لئے آئے تب بھی پہلے اُڑن ہو جاؤ، بعد کو بات کرو اور اگر دشمنی کرنے آئے تو اس وقت تک اُڑن ہوتے رہو جب تک دشمن کا ہر احساس خود اُڑن چھو نہ ہو جائے، میں نے کہا

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

استاد اڑن کیسے ہوتے ہیں، استاد چھنگا یہ سن کر اکھاڑے میں آ کھڑا ہوا...... لنگوٹ باندھا ہوا تانبے کی طرح دمکتا جسم اور قد اتنا بڑا کہ اسے دیکھتے ہی قصہ کہانیوں کے کئی دیو یاد آ گئے...... استاد نے کہا کہ اپنی جگہ سے مینڈک کی طرح اُچھلو اور چھلانگ لگا کر اپنی ٹانگیں پوری طاقت سے میرے سینے پر لگاؤ، لیکن استاد کے سینے پر تو خیر کیا اثر ہوتا دوبارہ میں کہنیوں کے بل گرا تو ایک ہاتھ میں موچ آ گئی اور ایک بار انگوٹھا زخمی ہو گیا، لیکن استاد ہر بار ہمت بندھاتا رہا...... یہاں تک کہ اس نے اتنی بار مجھے اُڑن کرایا کہ میری سانس پھولنے لگی...... استاد نے کہا کچھ دیر ستا لو، جب تک دوسرے پٹھوں کو اُڑن ہوتے دیکھتے رہو...... استاد کے اکھاڑے میں سب لوگوں کو تعجب تھا کہ اک چودہ پندرہ سال کے دبلے پتلے لڑکے کے لئے آج استاد خود بچہ کیوں بن گیا ہے، لیکن تقدیر کے راستے بہت عجیب ہوتے ہیں...... ہم کٹھ پتلیاں ہیں اور وہی کچھ کرنے پر مجبور ہیں جو کٹھ پتلی والے کے ذہن میں ہوتا ہے۔

اس شام استاد نے مجھے سکھایا کہ پیروں کی دونوں ایڑیوں کو اگر دشمن کو ایک ہی وار میں ہلاک کرنا ہو تو دل کے کسی حصے پر مارنا چاہئے اور اگر بے ہوش کرنا ہو تو ناف کے نیچے کسی حصے پر ایڑیاں پڑنی چاہئیں اور اگر دشمن کو وقتی طور پر محض گرانا ہو اور مفلوج کرنا مقصود ہو تو اس کے گھٹنوں کے کسی حصے پر چوٹ لگانا چاہئے، لیکن یہ سبق یک طرفہ نہیں تھا...... استاد نے یہ بھی بتایا کہ گرتے وقت گیند کی طرح اُچھل کر کس طرح چوٹ لگنے سے پہلے مضبوطی سے اپنی پہلی پوزیشن پر کھڑا ہونا چاہئے اور اگر دشمن زیادہ سخت جان ہو تو اس کے اُٹھنے سے پہلے کس طرح دوسری چھلانگ اس کے سر پر لگانی چاہئے...... میں احساس کمتری کا مارا ہوا تھا...... میں جوش انتقام میں تپ رہا تھا...... چنانچہ جب میں نے اس تاریک گلی میں جب شیر محمد کی کنڈی کھٹکھٹائی تو اندر سے کسی بوڑھے آدمی نے پوچھا کہ کون ہے، میں نے باہر سے چیخ کر کہا کہ شیرے کو باہر بھیجو...... چند لمحے خاموشی رہی اور یہ خاموشی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کئی برسوں پر پھیل گئی ہو...... پھر شیر محمد نے دروازے سے اپنا سوجھا ہوا منہ باہر نکالا...... میں شاید بہت زیادہ تاریکی میں کھڑا تھا اور شیر محمد ممکن ہے روشنی میں سے آ رہا ہو،

اس لئے اسے میرا چہرہ صاف دکھائی نہ دے رہا ہو...... وہ باہر نکل آیا...... میں استاد کے طریقے کے مطابق پیچھے ہٹتے ہوئے اس سے اپنا دس فٹ کا فاصلہ قائم رکھے رہا۔

"کون ہے؟" اپنے سوجھے ہوئے چہرے اور زخمی منہ کے باوجود وہ سانپ کی طرح پھنکارا، میں نے کہا۔

"شیرے اتنی جلدی مجھے بھول گیا...... میں تو اپنا قرض اتارنے آیا ہوں...... تجھے استاد کے ہاتھ سے پٹوا کر مجھے یہ شرم آئی کہ شاید آج رات تجھے اس حسرت میں نیند نہ آتی کہ تو مجھ سے تنہا نہ مل سکا۔" میں نہیں جانتا کہ یہ ہمت مجھ میں کہاں سے آ گئی تھی اور خود میرا وجود اس کا سب سے بڑا شاہد تھا...... میرا خیال ہے میرے اس لہجے سے چند سیکنڈ کے لئے شیر محمد بھی سکتے میں ضرور آ گیا ہو گا، لیکن اس کے فوری بعد مجھے گرررر سے چاقو کھلنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی شیر محمد کی گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"سکندر اچھا ہوا تجھے میری نیند کا خیال آ گیا...... سچ مچ مجھے رات بھر نیند نہ آتی کہ میں بستر پر پڑا جاگ رہا ہوں اور ادھر تو اپنے گھر میں اطمینان سے زندہ سو رہا ہو گا۔" پھر وہ یہ کہتے ہوئے آہستہ آہستہ فلموں کے خالص ولن والے انداز میں ایک ایک نپا تلا قدم آگے رکھتا آگے بڑھتا رہا اور اسی نپے تلے انداز میں میں ایک ایک قدم پیچھے ہٹتا رہا کہ میرے اندر سے آواز آئی۔

"ہو جا اڑن" دوسرے لمحے جانے میں تھا یا بجلی کا کوئی کوندا تھا کہ میں نے اپنی جگہ سے جست لگائی، میری ایڑیاں اس کے پیٹ پر پڑیں...... اس کا چاقو نالی میں جا گرا اور وہ بے آواز بیچ سڑک پر چت لیٹا ہوا تھا...... گیند کی طرح اُچھل کر میں نے دوسری جست لگائی اور اس سے پہلے کہ شیر محمد لڑکھڑاتا ہوا اُٹھے، میری ایڑیاں اس کے چہرے پر پڑیں اور وہ ایک زیر لب ایک دردناک چیخ مار کر پھر لیٹ گیا...... اندھیرے میں اس کا زخمی چہرہ مجھے بڑا بھیانک نظر آ رہا تھا...... مجھے معلوم تھا کہ اگلے کئی منٹ اب وہ ہوش میں نہیں آئے گا...... نالی میں ہاتھ ڈال کر میں نے اس کا چاقو ڈھونڈا اور جب پلٹا تو وہ لڑکھڑاتے قدموں سے ایک بار پھر کھڑا ہونے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ی کوشش کر رہا تھا، میں نے نفرت سے اس کا کالر پکڑ کر اٹھایا اور اس کے ہاتھ میں چاقو دے کر کہا۔

شیرے اس کھلونے کو سنبھال کر رکھ لے، لیکن میری ایک بات یاد رکھنا کہ آئندہ اگر میں نے تیرے پاس چاقو دیکھا تو اسے واپس کرنے کے بجائے تیرے دل میں اتار دوں گا۔"

یہ کہہ کر میں خاموشی سے گھر جانے کے لئے پلٹ گیا...... میں نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ شیر محمد دوبارہ گر پڑا یا گھر میں واپس چلا گیا، لیکن استاد نے یہ پورا یقین دلایا تھا کہ اگر ایک بار تم آدمی کی انا کو توڑ دو تو وہ تمہارے پیچھے آنے کے بجائے خودکشی کو ترجیح دے گا۔

اس رات گھر واپس آ کر میں سکون سے نہایا...... پھر میں نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر دو رکعتیں اللہ کے شکرانے کی پڑھیں کہ وہ مظلوموں کا ساتھ دیتا ہے اور پھر اطمینان سے جا کر لیٹ گیا...... شاید عمر میں اتنی خوبصورت نیند زندگی میں کبھی نہیں آئی، دوسرے دن سکول جاتے ہوئے میں نے رحیم سے اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا...... عشاء کی نماز میں نہ آنے کا میں نے کوئی بہانہ بنا دیا تھا، لیکن جب ہم سکول پہنچے تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی...... شیر محمد کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں بندھی ہوئی تھیں، اس کے ساتھ کے غنڈے اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے، لیکن مجھے اور رحیم کو دیکھ کر وہ خوفزدہ انداز میں ایک طرف ہٹ گئے، میں رحیم کو چھوڑ کر سیدھا شیر محمد کے پاس پہنچا اور اس سے بلند آواز میں پوچھا۔

"کیوں بے شیرے تیرا وہ کھلونا کہاں ہے جسے تو چاقو کہا کرتا تھا۔" ندامت سے شیرے نے اپنا چہرہ جھکا لیا اور کہا۔

"سکندر کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم آپس میں دوست ہو جائیں۔" میں نے مزید بلند آوا میں کہا۔

"دوستی بہادروں سے کی جاتی ہے شیرے تجھ جیسے چور، اٹھائی گیرے اور لفنگے سے دوستی نہیں ہو سکتی...... ہاں میں تیرے زخموں کے ٹھیک ہونے تک تیرا انتظار کر سکتا ہوں ...یہ کہتا ہوا میں واپس آیا اور رحیم کا ہاتھ پکڑ کر کلاس روم کی طرف جانے لگا...... رحیم کا چ

خوف سے پیلا پڑا ہوا تھا...... چھٹی تک اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی...... اس کا خیال تھا کہ آج سکول ختم ہونے کے بعد بدمعاشوں کا یہ ٹولا ضرور رنگ لائے گا، لیکن جب میں سکول کے باہر پہنچ کر رک گیا تو رحیم نے مجھے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھینچنا چاہا کہ جلدی سے گھر واپس چلے چلو...... میں نے اسے جواب دیا کہ رحیم تم گھر جاؤ...... آج مجھے اپنے بہت سے حساب بے باق کرنا ہیں تو وہ مجھے اس طرح دیکھنے لگا جیسے میں سچ مچ پاگل ہو گیا ہوں...... اس دوران میں نے دیکھا کہ شیر محمد کے کئی ساتھی گیٹ کی طرف آ رہے ہیں...... میں ایک عجیب شان بے نیازی سے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا، لیکن مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ ان میں شیر محمد موجود نہیں تھا، میں اب حملے کے لئے پوری طرح تیار کھڑا تھا...... مجھے پورا یقین تھا کہ اگر آج میں پٹ بھی گیا تو کل استاد چھنگا کے اشارے پر ان میں سے ایک غنڈا بھی زندہ نہیں رہے گا...... وہ لوگ بھی میرا یہ جارحانہ انداز دیکھ کر دور ہی رک گئے، مجھے اپنے نزدیک دھیمے لہجے میں رحیم کی آواز سنائی دی۔

"مجھے نہیں معلوم سکندر تم کیا کر رہے ہو اور کیوں کر رہے ہو...... تمہیں پتا ہے کہ مجھے لڑائی بھڑائی پسند نہیں ہے، لیکن اب جبکہ تم نے ارادہ کر ہی لیا ہے تو انہیں یہاں سے صرف تمہاری نہیں میری بھی لاش اٹھانی پڑے گی۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے میری طرح اپنی کتابیں بھی زمین پر رکھ دیں اور آستینیں چڑھانے لگا...... اب جبکہ میں لفظوں کے رنگوں سے اپنی پینٹنگ خود بنانے بیٹھا ہوں تو یہاں برش سے ایک سرخ رنگ کا چھینٹا پھینک رہا ہوں کہ مجھے مرتے دم تک یہ بات یاد رہے کہ رحیم جیسا دوست بھی کسی کو کیا ملے گا کہ اس نے اپنی دوستی کی خاطر اپنی خاندانی تعلیمات، اپنے آباؤ اجداد کا تقدس اور اپنا پورا مزاج ایک لمحے میں صرف میری خاطر بدل کر رکھ دیا تھا، اس اثناء میں ان میں سے سب سے گرانڈیل غنڈا جس کا نام سراج تھا دوسروں کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے ہماری جانب آیا اور دور ہی سے کہنے لگا۔

"سکندر لڑنے بھڑنے اور حملہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم نے رات شیرے کو

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

جس بری طرح تمہارا مارا ہے وہ شرمندگی کی بنا پر آج سے سکول ہی چھوڑ گیا ہے...... میں تم سے صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو ہم سکول میں اپنی تعلیم جاری رکھیں اور آئندہ تمہارے حکم کی تعمیل کریں ورنہ اس سے پہلے کہ تم ہم پر ہاتھ اٹھاؤ...... میں تم سے اپنے تمام ساتھیوں کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل سے ہم بھی سکول نہیں آئیں گے۔" لیکن میرے جواب دینے سے پہلے رحیم نے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا کہ۔

ہماری دوستی صرف ایک شرط پر ہو سکتی ہے...... وعدہ کرو کے کل سے تم سب لوگ نماز پڑھو گے، جھوٹ نہیں بولو گے اور جو وعدہ کرو گے وہ ہمیشہ پورا کرو گے...... آج رحیم کی ان شرائط پر غور کرتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ رحیم کا وہ لہجہ تھا کہ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی پوری تاریخ بول رہی تھی...... سراج اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے لگا اور پھر آ کر کہہ دیا کہ وہ کل جواب دے گا، لیکن دوسرے دن شیر محمد کی طرح وہ لوگ بھی سکول سے غائب ہو چکے تھے۔

میٹرک تک دو سال کے عرصے میں میں خود کو استاد چھنگا کا بہترین شاگرد ثابت کر چکا تھا...... اس نے ورزشیں کرا کرا کر میرے جسم میں سانپ کی سی لچک اور چیتے کی سی پھرتی بھر دی تھی...... استاد نے اس دوران میں مجھے بہت سے دیسی داؤ ایسے سکھا دیئے تھے جو اس نے اب تک اپنے کسی شاگرد کو نہیں سکھائے تھے، اس وقت تک پاکستان میں آج کی طرح جوڈو کراٹے کا اتنا چرچہ نہیں ہوا تھا، لیکن استاد چھنگا کے پاس جوڈو کراٹے سے کہیں ہولناک داؤ موجود تھے...... البتہ اس نے داتا صاحب کے مزار پر جا کر مجھ سے قسم لی تھی کہ اس مہلک مار کو میں کبھی حملہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ آخری چارہ کار کے طور پر انتہائی مجبوری کے عالم میں صرف اپنے دفاع میں استعمال کروں گا...... مثلاً مصافحہ کرتے ہوئے مجھے اپنے انگوٹھے سے ملاقاتی کی ایک رگ پر ذرا سا زور دینا پڑتا تھا اور وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر پانچ چھ گھنٹے کے لئے وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا...... مجھے گردن کے پیچھے اس پتلی سی رگ کا پتا تھا جس پر صرف انگلی رکھنے سے اسی لمحے آدمی کی جان نکل سکتی تھی...... میں دس پستولوں کے

درمیان گھرا ہوا صرف اپنے ایک بے ضرر رومال سے جس کے ایک کونے پر صرف ایک سکہ بندھا ہوا ہو نہ صرف پستول کو بیک وقت زمین پر گرا سکتا تھا بلکہ اگلے قدم پر چند منٹ میں ان کی لاشیں اسی جگہ پڑی ہو سکتی تھیں جہاں کچھ دیر پہلے وہ کھڑے ہوتے تھے، لیکن میٹرک پاس کرنے تک میں نے رحیم کو نہیں بتایا کہ تمہارا چند سال پہلے کا وہ کمزور اور بزدل سکندر سانپ سے زیادہ زہریلا اور چیتے سے کہیں زیادہ چالاک اور خونخوار ہو چکا ہے...... وہ مجھے اب بھی اپنے ذہن میں صدیوں پرانی رُوح لئے قدم قدم پر نیکی اور دیانتداری کی تلقین کرتا رہتا تھا...... مجھ میں جو ایک نئی خود اعتمادی پیدا ہوئی تھی وہ کچھ عرصے تک اس پر حیرت زدہ رہا لیکن اچانک ایک دن اسے گیان ہوا کہ مجھ میں یہ خود اعتمادی نماز، روزہ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور کیونکہ میں اسلام کی روح کو سمجھ چکا ہوں، لہٰذا اب میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا...... یوں میں اب بھی خدا پر مکمل یقین رکھتا ہوں، لیکن جو فن میں نے سیکھا تھا مجھے آج یہ لکھتے ہوئے شرمندگی ہو رہی ہے کہ اپنے اس فن پر مجھے ہر چیز سے زیادہ اعتماد تھا، یہ الگ بات ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی میں نے آج تک رحیم کے سامنے اس فن کا مظاہرہ اس لئے نہیں کیا تھا کہ مجھے اس کی دوستی اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز تھی اور یہ میری بدقسمتی تھی کہ رحیم کو اپنے اصول اپنی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھے...... مثلاً وہ معاف کر دینے والے کو اس دنیا کا سب سے جرات مند آدمی سمجھتا تھا، جبکہ میرے نزدیک معاف کر دینا بزدلی کا ایک شریفانہ رُخ تھا۔

ہمارے کالج میں چند اوباش قسم کے طلباء کا بہت زور تھا...... انہوں نے حقارت سے رحیم کا نام ملاجی رکھ دیا تھا اور رحیم نے کئی بار ان دوستوں کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ نماز پڑھنے، یا اللہ اور رسول کی باتیں کرنے سے کوئی آدمی ملا یا مولوی نہیں ہو جاتا...... میں جب تم لوگوں کو آپس میں چاقو چلاتے، شراب پیتے اور رقص و سرود کی محفلوں میں شریک ہونے سے نہیں روکتا تو تم مجھے نماز پڑھنے سے کیوں روکنا چاہتے ہو...... تم اپنے راستے پر چلتے رہو، مجھے اپنے راستے پر چلنے دو...... سفر کے آخر میں ہمیں خود معلوم ہو جائے گا

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کہ کون نفع میں رہا اور کون نقصان میں رہا، لیکن اتنے اوباش طالب علموں کے گروہ کو ایک سیاسی پارٹی کی پوری حمایت حاصل تھی...... لہٰذا وہ کالج میں کھلے عام چرس کے سگریٹ پیتے، بات بات پر پستول نکال لیتے اور یہ تو روزمرہ کا معمول بن کر رہ گیا تھا کہ جو طالب علم ان کا ہم خیال نہ ہوتا اسے مجبور ہو کر یا تو کالج چھوڑ دینا پڑتا یا پھر چند دن بعد اس کی مسخ شدہ لاش راوی کے کسی ساحل پر ملتی اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکتا کہ اس بے چارے طالب علم نے خودکشی کی یا اس کو کسی نے قتل کر کے دریا میں پھینک دیا...... پھر پتہ نہیں کہاں سے اس گروہ کو باقاعدہ پیسہ ملنے لگا...... ان کی ہمتیں اور بلند ہو گئیں اور وہ کالج کی سیدھی سادھی لڑکیوں کو بھی راکٹ اور نشے کے انجکشن استعمال کرانے لگے...... میں یہ تمام واقعات ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہا تھا، اس کی شاید یہی وجہ تھی کہ میری والدہ کے اچانک انتقال سے مجھے اپنا آبائی مکان فروخت کر کے اپنی تعلیم جاری رکھنا پڑ رہی تھی اور میرا خیال تھا کہ اگر میں کالج میں فرسٹ ڈویژن حاصل کرنے میں ناکام رہا تو آئندہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکوں گا...... لہٰذا میری تمام تر توجہ ان دنوں اپنی تعلیم پر مرکوز تھی، دوسرے جو فن میں جانتا تھا اس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ اسے محض آخری حربے کے طور پر ہی استعمال کیا جا سکتا تھا، لیکن ایک شام جب میں سمن آباد ہی میں اپنے اس کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا جو مکان فروخت کرنے کے بعد چالیس روپیہ ماہوار کرائے پر بڑی مشکل سے مجھے ملا تھا تو ادھر سے گزرتے ہوئے رحیم کے بوڑھے والد مجھے دیکھ کر اچانک رک گئے...... میں نے کھڑے ہو کر انہیں سلام کیا اور انہیں کمرے کے اندر آنے کی درخواست کی، لیکن میں نے دیکھا کہ خوف سے ان کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا...... انہوں نے کہا۔

”بیٹے خدا کا شکر ہے کہ تم یہاں زندہ سلامت بیٹھے ہو، میں تو پولیس میں رپورٹ لکھانے جا رہا تھا کہ تمہیں کالج کے کچھ لڑکوں نے اغوا کر لیا ہے اور وہ تمہیں ہوسٹل کے ایک کمرے میں بری طرح زدوکوب کر رہے ہیں۔“ میں نے حیرت سے کہا۔

”کہ آپ کو یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوئیں، میں تو رحیم کے ساتھ ہی دو بجے کالج

سے آ گیا تھا۔“

وہ کہنے لگے۔

مجھے اور رحیم کو خود اس بات پر تعجب تھا کہ تم دوبارہ کالج کیسے پہنچ گئے، مگر وہ لڑکی جو رحیم کو اطلاع دینے آئی تھی وہ اتنی گھبرائی ہوئی تھی اور اس کا لباس اتنا بے ترتیب تھا کہ اس سے کچھ زیادہ پوچھنے کا موقع نہ مل سکا...... چند منٹ ہوئے رحیم اس لڑکی کو ساتھ لے کر کالج روانہ ہو گیا ہے...... اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ تم نے کچھ بدمعاش لڑکوں سے اس لڑکی کو بچانے کی کوشش کی تھی...... اس بات پر مشتعل ہو کر انہوں نے لڑکی کو تو چھوڑ دیا لیکن تمہیں ایک کمرے میں بند کر لیا ہے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے ہیں...... میں نے رحیم کو سمجھایا بھی کہ پہلے یہاں آ کر اس بات کی تصدیق کرے کہ تم گھر پر موجود ہو بھی کہ نہیں، لیکن تمہاری وجہ سے وہ کچھ اتنا جذباتی ہو رہا تھا کہ لڑکی کے ساتھ فوراً ہی اس تانگے پر بیٹھ گیا جسے لے کر وہ لڑکی یہاں آئی تھی، لیکن اب میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ تمہارا تو محض ایک بہانہ تھا ورنہ وہ بدمعاش رحیم کو پھانسنا چاہتے تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی بھی ان سے ملی ہوئی ہے...... میں 1968ء کی بات کر رہا ہوں...... جب ہر بات ممکن تھی...... ملک بھر میں سیاسی غنڈے طالب علموں کی شکل میں حکومت کے خلاف ایک زبردست احتجاجی مہم چلا رہے تھے اور تھانوں کو آگ لگانا، سرکاری عمارتوں کو مسمار کرنا اور ہر طرح سے ملک میں انتشار پیدا کرنا ان غنڈوں کا وطیرہ بن کر رہ گیا تھا اور انہیں اس کام کے لئے خودغرض سیاست دانوں کی طرف سے کافی پیسہ مل رہا تھا...... رحیم کے باپ کو میں چچا کہتا تھا، میں نے انہیں اطمینان دلایا کہ اگر ایک گھنٹے میں رحیم کو صحیح وسالم واپس نہ لے آیا تو آئندہ آپ کو اپنا چہرہ نہیں دکھاؤں گا۔

میں صبح چار بجے اُٹھ کر سات بجے تک اب بھی پریکٹس جاری رکھے ہوئے تھا اور اس اصول پر میں آج بھی کاربند ہوں...... ان کمینوں نے رحیم کے سب سے کمزور پوائنٹ پر ہاتھ مارا تھا اور آج وہ میری خاطر ہوسٹل کے کسی بند کمرے میں جن عذابوں سے گزر رہا ہوگا

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میرے لئے یہ سوچ ہی اس وقت زندگی کا عذاب بن گئی تھی...... اس زمانے میں میرا کالج ایبٹ روڈ پر ہوا کرتا تھا...... میں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر کمرے کو یونہی کھلا چھوڑ کر اس طرح وہاں سے نکلا جیسے کمان سے تیر چھوٹتا ہے...... چند گز آگے جا کر میں نے ایک ٹیکسی روکی...... میرے اندر انتقام کی آگ دہک رہی تھی...... نجانے کس طرح میں نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کی اور اس سے پہلے کہ ٹیکسی والا باہر گردن نکال کر مجھ سے پوچھتا کہ۔

"باؤ جی کتھے چلنا اے۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آہا! چودھری صاحب ہیں...... ارے بھئی اتنے دنوں کہاں غائب رہے۔" اور یہ کہہ کر میں نے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا اور اسی لمحے میرا انگوٹھا اس کے ہاتھ کی رگ پر اپنا کام دکھا چکا تھا اور وہ بے ہوش ہو کر دوسری جانب لڑھک گیا اور میں نے جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر سٹیرنگ کو سنبھال لیا...... اب ٹیکسی سڑک پر ستر اور اسی کی رفتار پر اڑی جا رہی تھی...... ٹریفک کے کئی سپاہیوں نے سیٹیاں بجائیں...... راہ گیروں نے فٹ پاتھ پر چڑھ چڑھ کر اپنی جانیں بچائیں لیکن مجھے ہوسٹل کے ایک بند کمرے میں رحیم کے چہرے کے علاوہ اور کچھ یاد ہی نہیں آرہا تھا...... چند منٹ میں ٹیکسی ہوسٹل کے قریب پہنچ گئی...... سورج غروب ہونے میں ابھی دیر تھی...... ہوسٹل کے پیچھے درختوں کے ایک جھنڈ میں ٹیکسی کھڑی کر دی...... مجھے گروہ کے سرغنہ سعید اشرف کا نام معلوم تھا...... ہوسٹل میں حسب معمول بڑی چہل پہل تھی...... میں نے ایک تندرست نوجوان سے جس کے چہرے پر چاقوؤں کے کئی زخم تھے، سعید اشرف کے کمرے کا نمبر پوچھا تو وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا اور کہنے لگا کہ تمہیں یقین ہے کہ آج کی پارٹی میں اس نے تمہیں بھی مدعو کیا ہے...... میں نے مسکراتے ہوئے اندھیرے میں تیر چلایا کہ یار کیا تمہیں بھی اس لڑکی کا نام بتانا پڑے گا جس نے خاص طور پر مجھے پارٹی میں شرکت کی دعوت دی تھی...... اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے بے تکلفی سے میرے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"سکندر ہم نے بلایا تو صرف تمہارے ملاجی کو تھا لیکن اب جبکہ تم خود ہی آگئے ہو تو

رحیم کو یہ شکایت نہیں رہے گی کہ شکیلہ نے اس سے جھوٹ بولا تھا۔" اور دفعتاً اس حرافہ شکیلہ کا چہرہ میری نظروں میں گھوم گیا جو ننگی شاعری کرتی تھی اور اس ننگی شاعری کو پاکستان کی نئی نسل کی امنگوں اور آرزوؤں کا نام دیتی تھی اور ننگا رقص کرتی تھی اور اس رقص کو آزادی نسواں اور آرٹ و ثقافت کا سنگ میل قرار دیتی تھی...... وہ ہر رات اپنی پسند کا ایک لڑکا تلاش کرتی...... اس سے پوچھتی کہ کیا آج کی رات تم نے مجھے قبول کیا اور وہ لڑکا اگر اسے قبول کر لیتا تو وہ دونوں اس رات انسانیت کی آزادی کے نام پر اپنے ننگے جسموں کے چراغ روشن کر دیتے...... مجھے سوچ میں ڈوبا دیکھ کر اس جنگلی سانڈ نے پھر ایک بار زور سے میرے کاندھے پر ہاتھ مارا اور ہنس کر کہنے لگا۔

"کہ کس سوچ میں گم ہو گئے مسٹر سکندر...... تم سعید اشرف سے ٹکرانے آئے ہو اور میں تمہاری نہ صرف یہ خواہش بلکہ پارٹی میں پہنچ کر تمہاری آخری خواہش بھی اپنے ہاتھوں سے پوری کرنا اپنا اعزاز سمجھوں گا۔" میں نے کہا۔

"اعزاز تو میرا ہے کہ تم جیسے بہادر آدمی کی معیت کچھ دیر کے لئے مجھے نصیب ہو جائے گی، لیکن تمہاری باتوں سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ پارٹی یہاں نہیں ہو رہی ہے، ہمیں شاید دور جانا پڑے گا، جبکہ سواری میرے پاس نہیں ہے۔" ظاہر ہے میں اسے اس ٹیکسی میں تو لے جا نہیں سکتا تھا جس کی اگلی سیٹ پر میرے پرانے واقف کار چودھری صاحب کم از کم پانچ گھنٹے کے لئے مزے سے تاریک خلاؤں میں سفر کر رہے تھے...... جنگلی سانڈ نے کہا۔

"راوی کے کنارے تک تھوڑی دیر کا فی الحال سفر ہے، یہ سفر تم میری موٹر سائیکل پر میرے ساتھ آرام سے کر سکتے ہو...... میں یہاں اسی خطرے کے تحت رک گیا تھا کہ اگر کسی طرح تمہیں اطلاع ہو گئی اور تم یہاں آگئے تو تمہیں منزل تک پہنچانے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہ آئے۔" اور یہ کہہ کہ اس نے میرا ہاتھ اپنی دانست میں اس بری طرح دبانا چاہا کہ ایک طرف مجھے اس کی طاقت کا بھی احساس ہو جائے اور دوسری جانب وہ میری طاقت کا بھی تھوڑا سا اندازہ کر لے...... میں نے جان بوجھ کر ایک ہلکی سی چیخ ماری اور بوکھلائے ہوئے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

انداز میں اس سے کہا کہ۔

"تم میں تو ایک ریچھ کی طرح طاقت ہے...... تم نے دوستی میں ہاتھ ملایا لیکن میری انگلیاں تو ٹوٹ کر رہ گئیں۔" وہ شاید میری اس بات پر چونک سا گیا، اس کے چہرے پر زخم ہی کچھ ایسے تھے کہ اتنے گہرے تجربوں کے بعد آدمی کو ہر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہوتا ہے...... اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھتے بڑھتے وہ اچانک رُک گیا اور کہنے لگا۔

"سکندر میں نے تمہارے بارے میں اپنے مخصوص حلقے میں قصے تو بہت سن رکھے ہیں، لیکن تمہارے چہرے پر اس بلا کی بے وقوفی نظر آتی ہے کہ یقین نہیں آتا کہ تم میں ذرا بھی جان ہوگی، لیکن پارٹی میں جانے سے پہلے تمہارے اعصاب کا میں یہیں کیوں نہ امتحان لے لوں۔" اور اسی وقت مجھے معلوم ہو گیا جس وقت اس نے خود کو بائیں جانب ذرا سا جھکایا تھا کہ وہ پوری طاقت سے میرے بائیں رخسار پر بھرپور مکا لگانے والا ہے اور اس کا خیال تھا کہ اگر میں نے مقابلہ کیا تو وہ مجھے یہیں توڑ پھوڑ کر چلا جائے گا اور اگر میں اس جگہ اس اکیلے آدمی کا مقابلہ نہ کر سکا تو پارٹی میں جہاں اس جیسے دس پانچ اور ہوں گے میں اکیلا کیا کر سکوں گا اور جیسے ہی حملے کی نوعیت کو سمجھ کر میں نے اپنے جسم کے پورے بائیں حصے کو سانس روک کر ایک چٹان میں تبدیل کر دیا اس نے پوری طاقت سے میرے بائیں جبڑے پر اپنا مکا اس طرح مارا کہ یقیناً میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو ایک ہاتھ ہی کھانے کے بعد کئی گھنٹے تک بے ہوش پڑا رہتا...... مجھے ڈرامے کو اب آخری ایکٹ تک پہنچانا تھا مجھے نہیں معلوم کہ میری چٹان سے ٹکرا کر اس بے وقوف سانڈ پر کیا بیتی مگر خود میں اپنی جگہ پر کھڑے ہی کھڑے اس طرح ڈھیر ہو گیا جیسے کوئی چکرا کر گرتا ہے، مگر اب میں پپوٹوں کی آڑ سے اس کے پیروں پر پوری طرح نظر رکھے ہوئے تھا کیونکہ اگر وہ اس طرح اپنے بوٹ کی ٹھوکر میرے سر پر مارتا تو مجھے تھوڑا بہت نقصان بہر حال پہنچ جاتا اور رحیم جس طرح خطرے میں تھا اس کے پیش نظر میں خود کو کسی مزید تاخیر میں ڈلوانا نہیں چاہتا تھا اور نہ سانڈ کو کوئی شبہ دلانے کے حق میں تھا کیونکہ میرے نزدیک اب وہ ہی آخری امید تھا جو مجھے راوی کے اس کنارے تک پہنچا سکتا تھا، جہاں

شکیلہ کے گٹھ جوڑ سے رحیم کی پارٹی کی رسم ادا کی جا رہی تھی...... سانڈ اپنے دونوں پیر پھیلائے بالکل ساکت کھڑا تھا جیسا میرا ردعمل جاننے کی کوشش کر رہا ہو...... میں نے چند سیکنڈ بعد لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اٹھنے کی کوشش کی اور ایک بار خود کو جان بوجھ کر گرا دیا...... سانڈ کے پاس بھی شاید اب وقت نہیں تھا...... اس نے پوری طاقت سے پیچھے سے میری کالر پر ہاتھ ڈالا، مجھے کھڑا کیا اور مسکرا کر کہنے لگا۔

"یار تم بھی ایک کہانی ہی نکلے...... اپنی تو حسرت ہی رہ گئی کہ کبھی تو زندگی میں کوئی حریف ایسا ملے جو سامنے سے بچ کر نکل جائے۔" لیکن میں نے اس طرح ایکٹنگ کی جس طرح مکا لگنے کی وجہ سے میرا پورا ذہن ماؤف ہو چکا ہے اور اس کی بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے...... اس نے مجھے اٹھا کر اپنی موٹر سائیکل کی پچھلی نشست پر رکھا اور گاڑی اس تیزی سے سٹارٹ کی کہ اس بار میں واقعی گرتے گرتے بچا راستے میں اس نے مجھ سے صرف ایک سوال پوچھا کہ۔

"دوست تمہارے جبڑے شاید پتھر کے بنے ہوئے ہیں، کیونکہ میری انگلیاں اب تک درد کر رہی ہیں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا ایک دانت بھی نہیں ٹوٹا اس کی وجہ تم مجھے بتاؤ گے؟" وجہ تو میں اسے جب چاہتا اس طرح بتا سکتا تھا کہ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ جاتیں...... لیکن میں جان بوجھ کر چپ رہا، اس وجہ سے کیونکہ اس وقت خاموش رہ کر میں جلد سے جلد رحیم تک پہنچ سکتا تھا۔

✿ ✿ ✿

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

راوی کے کنارے شہر سے بہت دُور جہاں پارٹی کا انتظام کیا گیا تھا دو جیپیں کھڑ ہوئی تھیں...... شہر کا ایک مشہور غنڈہ ایک جیپ میں سٹیرنگ کے سامنے بیٹھا اپنے پستول صاف کر رہا تھا...... دُور سے آتی ہوئی موٹر سائیکل کو شاید اس نے دیکھ لیا تھا، وہ جلدی جیپ سے اترا اور پستول کا رُخ ہماری طرف کر دیا...... اسے دیکھتے ہی ساانڈ نے ہاتھ لہرا کر ایک مخصوص اشارہ کیا اور غنڈے نے اپنا پستول نیچے کر لیا، لیکن اپنی جگہ وہ اسی مستعدی سے کھ رہا...... شاید وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ساانڈ کے ساتھ وہ دوسرا آدمی کون ہے، لیکن جیسے ہی سا نے اس کے قریب پہنچ کر موٹر سائیکل روکی مجھ پر نظر پڑتے ہی غنڈے کے ہاتھ سے پستو نیچے گر گیا...... میں نے آہستہ سے اپنا ایک ہاتھ پیچھے سے ساانڈ کے کندھے پر رکھا اور اس گردن لڑھک گئی، موٹر سائیکل رُک چکی تھی، لیکن اس کا انجن اب تک چل رہا تھا...... م نے تیزی سے نیچے اُتر کر ساانڈ کو نیچے لٹایا، موٹر سائیکل کا انجن بند کیا اور غنڈے سے جسے م اچھی طرح جانتا تھا مسکرا کر پوچھا کہ۔

"بہادر خاں یہ عورتوں کی طرح تمہارے ہاتھ کب سے کانپنے لگے...... اپنا یہ کھلونا ج تم پستول کہتے ہو...... اٹھاؤ اور اپنا وہ فرض ادا کرنے کی کوشش کرو، جس کے لئے تمہیں یہا پہرہ دینے کے لئے بٹھایا گیا ہے۔" بہادر خاں میرے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا۔

"سکندر میاں آپ کے بھروسے پر تو شہر میں بادشاہی کرتے پھرتے ہیں، مگر استادوں سے نمک حرامی کرنا ہمارے پیشے میں ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے......" لیکن بہادر خاں کی خوشامدانہ باتیں سننے کا میرے پاس وقت نہیں تھا، میں یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ مجھے دھوکا دے کر پاکستان کے کسی شہر میں بھی وہ اپنی جان محفوظ نہیں رکھ سکتا تھا...... میں نے پوچھا۔

"درختوں کے اس جھنڈ میں جہاں سے قہقہے لگانے کی آواز آ رہی ہے، کتنے لوگ ہیں۔"

اس کی آواز میں ابھی تک لرزش تھی...... اسے معلوم نہیں تھا کہ آئندہ چند لمحوں میں اسے موت ملے گی یا زندگی ملے گی...... ہمارے محلے کی ایک لڑکی اس کے گروہ کے آٹھ آدمیوں نے پچھلے سال اغوا کیا تھا اور میں کھوج لگاتا ہوا جب ملتان پہنچ کر اس رڑے میں داخل ہوا تھا جہاں ہمارے محلے کی حسین ترین عزت کو یہ آٹھ آدمی ہر رات خاک میں ملا رہے تھے تو ان میں سے سات آدمیوں کو سات منٹ سے بھی کم مدت میں میں نے موت دی تھی اور صرف بہادر خاں کو اس شرط پر زندگی دی تھی کہ اگر آئندہ ہمارے علاقے سے کوئی بھی لڑکی اغوا ہوئی تو اس کے بدلے میں جو موت اسے ملے گی اذیت اس کے لئے کوئی نام نہیں ہوگا...... بہادر خاں اپنے ساتھیوں کا المناک انجام دیکھ چکا تھا اور اسے شاید ان سات آدمیوں کے انجام سے وحشت ہو رہی ہوگی جن کے ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیاں توڑ دی گئی تھیں اور بہادر خاں کو صرف اس لئے زندہ چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی کسی کے ناموس کو لٹتا ہوا دیکھے اسے ہر بار اپنی زندگی کا وہ ہولناک ترین تجربہ یاد آ جائے گا...... اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا کہ۔

"سکندر میاں وہاں صرف تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور وہ تینوں لڑکے ان ننگی لڑکیوں کے ساتھ ایک شریف طالب علم کو ننگا کر کے نئے نئے زاویوں سے تصویریں کھینچ رہے ہیں...... پہلے اس لڑکے کو زبردستی شراب بھی پلائی گئی لیکن جب وہ نہیں مانا تو اسے اتنا مارا گیا کہ اب اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا ہے اور خاموشی سے ان کے اشاروں پر عمل کر رہا

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint
www.paksociety.com

ہے۔''میں نے پوچھا۔

''تمہیں یہاں کون لایا تھا؟''اس نے ایک شوقین مزاج جاگیردار سیاست دان کا نام لیا اور کہا کہ ''انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ ان کی یہ جیپ لے کر کالج کے ہوسٹل پر پہنچ جاؤں اور وہاں سعید اشرف مجھے جو حکم دے اس کی پابندی کروں۔''لیکن اب سوال جواب کے لئے میرے پاس وقت بہت کم تھا اور جو بنیادی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا وہ مجھے مل چکی تھیں...... سانڈ اب تک اپنی موٹر سائیکل کے پاس بے ہوش پڑا تھا اور میرا خیال تھا کہ اگلے پانچ منٹ میں وہ ہوش میں آجائے گا، میں نے بہادر خاں سے کہا کہ۔

''وہ فوراً سعید اشرف کو یہ کہہ کر بلا لائے کہ جاگیردار صاحب آئے ہوئے ہیں اور فوراً آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''بہادر خاں کو شاید اتنی آسانی سے اپنی جان بچ جانے کا گمان بھی نہ تھا...... میں انڈر ورلڈ میں دہشت اور بربریت کی علامت اس لئے بن گیا تھا کہ اگر مجھے ناانصافی کا یقین ہو جاتا تھا تو میں ظالم کو تہہ خانوں سے بھی نکال کر اس کے حماتیوں کے سامنے ہی ایسی عبرتناک سزا دیتا تھا، جسے یاد کر کے ہی شاید اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہوں، میرا خیال ہے کہ جاگیردار سیاستدان کے اچانک آجانے کی خبر سن کر سعید اشرف اتنا گھبرا گیا تھا کہ وہ چند ہی منٹ میں درختوں کے جھنڈ سے ننگے پیر دوڑتا ہوا جیپ کی سمت آتا نظر آیا...... اندھیرے میں میں غور سے اسے دیکھ تو نہیں سکا تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ اپنے سامنے مجھے پا کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہوگا...... میرے دو چہرے تھے...... ایک چہرہ ایک ایسے طالب علم کا چہرہ تھا جو ہر قیمت پر فرسٹ ڈویژن حاصل کرنا چاہتا تھا اور بظاہر پڑھنے کے علاوہ اسے کوئی دوسرا کام نہیں تھا...... میرے کالج کے تمام ساتھی مجھے صرف اس چہرے سے پہچانتے تھے...... سعید اشرف نے غصے سے بہادر خاں کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

''میاں صاحب کہاں ہے دوسرے یہ چوہا کہاں سے آگیا اور اس کے بارے میں تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔''شاید وہ ایک خیال کے تحت اپنے میاں صاحب وغیرہ سب بھول گیا اور میرا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہنے لگا کہ۔

''اچھا ہوا چوہے جو تم اپنے ساتھی کی مدد کے لئے آپہنچے...... تم دونوں نے کالج میں اسلام کا چکر چلا دیا ہے، اب تمہاری تصویریں تمہارے اسلام کی منہ بولتی شہادتیں بن جائیں گی۔''اس سے پہلے کہ وہ مجھے اپنی طرف کھینچے میں نے اُلٹے ہاتھ سے اس کی گردن پر ضرب لگادی اور اسی لمحے اس کی گردن ٹوٹ کر اس کے سینے پر لٹک گئی...... بہادر خاں حیرت سے منہ پھاڑے یہ منظر دیکھ رہا تھا، میں نے اس سے کہا۔

''وقت کم ہے جلدی سے اس کے دونوں ساتھیوں کو بھی یہ کہہ کر لے آؤ کہ سعید اشرف کسی ضروری کام سے انہیں فوراً باہر بلا رہا ہے۔''بہادر خاں نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''سکندر میاں وہ تو سب مادر زاد ننگے ہیں۔''میں نے کہا۔

''یہ تمہارا کام ہے کہ کس طرح انہیں باہر لاتے ہو۔''بہادر خاں نے زمین پر گرا ہوا اپنا پستول اٹھایا اور تھوڑی ہی دیر میں ان دونوں ننگوں کو اپنی پستول کی زد میں لئے ہوئے میرے پاس لے آیا...... اگلے لمحے وہ ننگے بھی اپنے لیڈر کی طرح ٹوٹی ہوئی گردنیں لئے دو لاشوں میں تبدیل ہو چکے تھے، تب میں نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔ نشے میں جھومتی ہوئی وہ دونوں ننگی لڑکیاں بھی خوفزدہ انداز میں جیپ کی طرف آتی نظر آئیں...... میرا خیال ہے کہ اس دوران رحیم وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا ہوگا، کیونکہ وہ شریف ہی اتنا تھا کہ بداخلاقی اسے کسی بھی شکل میں گوارہ ہی نہیں تھی...... لڑکیوں کے قریب آنے پر شکیلہ کو تو میں نے پہچان لیا لیکن دوسری لڑکی شاید کوئی طوائف تھی جسے رات بھر کے کرائے پر حاصل کیا گیا ہوگا، جیپ کے قریب آکر انہیں صورت حال کا جیسے ہی اندازہ ہوا انہوں نے وہاں سے چیختے ہوئے بھاگنا چاہا لیکن میں اپنے خلاف کسی ثبوت کو فرار ہونے کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ ان لڑکیوں کی حالت بھی اپنے ساتھیوں سے مختلف نہ ہوئی اور ابھی وہ چند ہی قدم چیخ مارتے ہوئے آگے بڑھی ہوں گی کہ ان کے مردہ جسم بھی چکرا کر وہیں گر پڑے...... خوف سے بہادر خان کے دانت بج رہے تھے اور شاید وہ اتنی لاشیں دیکھ کر پاگل ہو گیا تھا...... وہ بار

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

بار میرے آگے ہاتھ جوڑتا اور ایک ہی جملہ کہے چلا جا رہا تھا۔

"سکندر میاں مجھے تو معافی مل چکی ہے نا۔" لیکن ابھی اس کے سوال کا جواب دینے میرے پاس وقت نہیں تھا...... میں نے سانڈ کی طرف اشارہ کر کے اس سے کہا کہ۔

"اس آدمی کو جلد از جلد ہوش میں لانے کی کوئی ترکیب کرے۔" بہادر خاں جیسے لوگوں کے پاس ایک ہی ترکیب ہوتی ہے...... اس نے سانڈ کے سینے پر بیٹھ کر دو چار بار ا دبایا، پھر چند ہاتھ زور زور سے اس طرح اس کے چہرے پر مارے کہ سانڈ نے پٹ سے ا آنکھیں کھول دیں، پہلے تو اس نے حیرت سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ کہاں ہے لیکن جیسے ہی اسے پہلے واقعات یاد آئے وہ بے ہوشی کی کمزوری کے باوجود اپنی جگہ اُچھل کر کھ ہو گیا اور اس سے پہلے کہ میں اس کے اگلے قدم کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکوں وہ بجلی تیزی سے مجھ پر اس طرح جھپٹا جیسے وہ مجھے ایک ہی ٹکر میں روند کر پھینک دے گا...... م تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور وہ اپنی ہی جھونک میں پوری طاقت سے جیپ سے جا ٹکرا مگر اس عالم میں بھی وہ جلدی جلدی اپنی جیب سے پستول نکالنے لگا، لیکن میرے ایک ہی نے اس کے خون آلود چہرے کو یہ یقین دلا دیا کہ بعض اوقات آتشیں ہتھیار دھرے دھرے رہ جاتے ہیں...... اب اس کا بھاری جسم اس کے ذہن کی طرح ڈول رہا تھا...... م نے آہستہ سے اس کے قریب جا کر کہا۔

"میرے بھائی کیا تم اپنی پارٹی میں شریک ہونا پسند نہیں کرو گے؟ دیکھو سامنے یہ پا لاشیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جانے کے لئے بہت بے چین ہیں...... جہاں پیپ ا خون سے بھرے ہوئے انگاروں کے پیالے تمہارے لئے تیار رکھے ہیں۔" اپنے ساتھیوں لاشوں پر شاید پہلی بار اس کی نظر پڑی تھی اور اب وہ مجھے اسی طرح دیکھ رہا تھا جیسے اسے مجھ پر یقین نہیں آ رہا ہو یا اس کا خود اپنی آنکھوں پر سے اعتماد اُٹھ گیا ہو...... وہ تیزی سے ا ساتھیوں کی طرف لپکا، جلدی جلدی ہر ایک کی نبض ٹٹول کر دیکھی اور پھر پلٹ کر ت ہوئے قدموں سے میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"تم نے اکیلے یہ سب کچھ کیسے کیا؟"

"ایسے......" میں نے جواب دیا اور اچانک پلٹ کر اس [illegible] پر جھپٹا مارا اور اس کی ایک دلدوز چیخ کے ساتھ اس کی دونوں آنکھیں میری مٹھی میں آ گئیں...... جو میں نے اچھال کر جیپ میں پھینک دیں، اس وقت میری روح میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے...... پھر میں نے اس کی انگلیاں توڑ دیں، پھر اس کے منہ پر اس طرح مکا لگایا کہ اس کی زبان کا ایک حصہ اس کے دانتوں کے ساتھ ہی باہر آ پڑا...... اب وہ ایک چلتی پھرتی لاش تھا جس سے مجھے کوئی ہمدردی باقی نہیں رہ گئی تھی...... بہادر خاں کا کام بھی ختم ہو چکا تھا...... اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ سکے میں نے اسے بھی جیپ کے شعلوں کی نذر کر دیا...... سانڈ کے ڈکرانے کی آوازیں پورے ساحلی علاقے میں گونج رہی تھیں اور ڈر تھا کہ ان آوازوں کو سن کر شاید کوئی بھولا بھٹکا راہ گیر یا کوئی کشتی ادھر آ جائے، لیکن پٹرول کی آگ نے جلد ہی اس کے جسم کے ساتھ اس کی آواز کو بھی جلا دیا...... پھر اسی وقت مجھے خیال آیا کہ رحیم پر نجانے اب تک کیا بیت گئی ہو گی...... میں سیدھا درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگا...... وہاں ایک کیمرہ شراب کی دو بوتلوں اور ایک ناشتہ دان کے سوا کچھ بھی نہ تھا...... رحیم کہاں گیا، پہلی بار میں نے خود کو بے ہوش ہوتے ہوئے محسوس کیا۔

راوی کے کنارے اس ملگجی چاندنی میں دُور دُور تک رحیم کا کوئی پتہ نہیں تھا...... میں دیوانہ وار چاروں طرف اسے آوازیں دیتا پھر رہا تھا، پھر اچانک درختوں کے جھنڈ میں سے مجھے ایک سایہ سا بھاگتا نظر آیا...... میری آنکھیں نمناک ہو گئیں...... رحیم واقعی غیرت مند اور حیادار تھا کہ جو کچھ اس پر بیت چکی تھی اس کے بعد وہ مجھ جیسے عزیز ترین دوست کو بھی اپنا چہرہ دکھانا پسند نہیں کر رہا تھا...... میں اندھا دھند اس سائے کے پیچھے بھاگا لیکن جب ان درختوں کے جھنڈ میں پہنچا...... اس وقت تک وہ اطراف میں پھیلی ہوئی جھاڑیوں میں کہیں روپوش ہو چکا تھا...... میں ابھی جھکا جھکا جھاڑیوں میں اسے تلاش ہی کر رہا تھا، جیسے پیچھے سے میرے سر پر پہاڑ پھٹ پڑا ہے...... تکلیف کی شدت سے آنکھوں کے سامنے چنگاریاں سی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اُڑتی محسوس ہوئیں اور دوسرے ہی لمحے میں ایسا گرا کہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

معلوم نہیں کتنی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے ایک جھونپڑی میں کچے فرش پر خود کو پڑا پایا...... میرے ہاتھ سختی سے ایک رسی سے بندھے ہوئے تھے اور اطراف میں ڈور ڈنگر کی آوازوں سے معلوم ہوتا تھا کہ مجھے کسی دیہی علاقے میں لا کر قید کیا گیا ہے، لیکن وہ کون تھا جس نے مجھ پر اندھیرے میں پیچھے سے آکر حملہ کیا تھا...... کیا میرے کالج کے ساتھیوں کا کوئی ساتھی جن کی لاشوں کی جلتی ہوئی بدبو نے جلد ہی پولیس کو چوکنا کر دیا ہوگا، یا وہ جو مجھے باندھ کر یہاں لایا تھا...... وہ جو کوئی بھی تھا اس نے اتنے آدمیوں کے قتل کے الزام میں مجھے پولیس کے حوالے کیوں نہیں کیا، لیکن شاید انتقام کی آگ قانون کی سست روی سے اتنی تیزی سے نہیں بجھتی جتنی بے رحمی سے ایک بندھے ہوئے جسم کی ایک ایک آنکھ نکالنے اور ایک ایک انگلی کاٹنے اور زخموں پر ایسڈ چھڑکنے سے تسکین حاصل ہو سکتی ہے۔

"تو یہ یوں ہے۔" میں نے آنکھیں بند کئے ہوئے سوچا۔

"کہ میں اپنے مقتل میں لے آیا گیا ہوں اور جلاد کو صرف میرے ہوش میں آنے ک انتظار ہے۔" اور اس دوران کوئی خاموشی سے جھونپڑی کا دروازہ کھول کر دبے پاؤں میرے پیچھے آکھڑا ہوا اس کا لانبا سایہ میرے جسم سے گزرتا ہوا دیوار تک پہنچ رہا تھا...... اس ک مطلب یہ تھا کہ سورج غروب ہونے میں صرف ایک گھنٹہ باقی تھا اور میں پوری رات اور پو دن بے ہوش رہا تھا، لیکن اس وقت مجھے اپنے سر میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو ر تھی...... البتہ ہاتھ جانے کب سے بندھے ہوئے تھے کہ خون کی گردش رُک جانے کی و سے مجھے اپنی انگلیاں اور کلائیاں بے جان محسوس ہو رہی تھیں...... میرے پیچھے جو کوئی بھ بے آواز کھڑا میرے بدن کی جنبشوں سے میرے خیالوں کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا، ا سے مجھے کوئی خوف نہیں محسوس ہو رہا تھا، میری دونوں ٹانگیں آزاد تھیں اور ایسے موقع میں استاد چھنگا کے بتائے ہوئے بہت سے ایسے داؤ آزما سکتا تھا جو میرے مرتے ہوئے حریف کو ایسی اچانک حیرت میں غرق کر دیتے تھے کہ اس پر نزع کی تکلیف کم ہو جاتی تھی...... شر

صرف اتنی تھی کہ وہ پیچھے ہی سے پستول کی گولیاں میرے سر میں نہ اتار دے۔

"بالک اگر مجھے تیرا جیون لینا ہوتا تو تیرے دشمنوں سے چھپا کر اس کٹیا میں تجھے پناہ نہ دیتا۔" اور یہ کہتا ہوا وہ دیو قامت سایہ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا...... اس کی سفید داڑھی پورے سینے پر پھیلی ہوئی تھی اور اس کے سر پر برف جیسے سفید بالوں نے اس کے چہرے کا زیادہ حصہ چھپا رکھا تھا...... پہلی نظر میں وہ مجھے کوئی پاگل آدمی معلوم ہوا لیکن اس کی آنکھیں اتنی خوبصورت تھیں اور اس بڑھاپے میں بھی ان میں اتنی روشنی تھی کہ میں نظر بھر کر ان آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا...... وہ گردن سے ٹخنوں تک ایک گیروا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا اور موٹے موٹے کالے دانوں کی ایک مالا اس کے سینے پر پڑی ہوئی تھی اور بڑا سا تلک اس کے ماتھے پر دہکتے ہوئے آگ کے شعلے کی طرح چمک رہا تھا...... میں نے سوچا کہ اس عبادت گزار سادھو کا، چاہے وہ کسی کی بھی عبادت کرتا ہو، بدمعاشوں کے اس گروہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

"بالک۔" سادھو نے جیسے میرے خیالوں کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"میرا ان لوگوں سے کوئی شمبندھ نہیں ہے...... پرنتو میں اپنی پوجا پاٹ میں کسی کا دخل پسند نہیں کرتا، اس لئے میں تجھے یہاں لے آیا...... پھر مجھے تیرے ماتھے پر دیوی کی چھایا نظر آئی اور اس سمے میں تجھے اس طرح چھوڑ کر دیوی کے چرنوں میں جا بیٹھا...... بھگوان کی لیلا بھگوان ہی جانتا ہے...... مجھے نہیں معلوم کہ دیوی تجھ پر کیوں مہربان ہے، پر مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں دیوتا سمان تمہاری خدمت کروں۔"

"مہاراج آپ کو کہیں کوئی دھوکا ہوا ہے اور میرا تمہارے دیوی دیوتاؤں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ میری کوئی خدمت کرنا ہی چاہتے ہیں تو آپ میرے ہاتھ کھول دیجئے اور مجھے جلد از جلد یہاں سے جانے کی اجازت دیجئے ان ظالموں نے میرے دوست کے ساتھ جانے کیا سلوک کیا ہوگا۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"ہاتھ...... ہاں تیرے ہاتھ اسی سے بندھے ہوئے تھے۔" سادھو نے سوچ کے انداز میں کہا پھر اچانک میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مگر اب تو تیرے ہاتھ نہیں بندھے ہیں۔" اور اس لمحے مجھے محسوس ہوا کہ کسی نے پیچھے سے میرے ہاتھوں کی رسی کھول دی ہے...... سادھو نے میرے چہرے کے تاثرات سے شاید میرے خیالوں کو پڑھ لیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں پچاس برس سے اس جنگل میں دیوی کے قدموں پر بیٹھا ہوں...... وہ اپنے غلاموں کو جب اس کی اچھا ہوتی ہے، تب اپنے سنہرے شریر کی ایک جھلک دکھا دیتی ہے اور یہی ایک جھلک گیانی دھیانی بنانے کے لئے بہت کافی ہوتی ہے...... میں نے دیوی کو دیکھا تو نہیں لیکن ابھی کچھ ایسا لگا جیسے اسنے خود آکر تیرے ہاتھ کھول دیئے ہوں تو بڑا نصیبوں والا ہے بالک۔"

یہ کہتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ جوڑے میرے قدموں پر جھک گیا اور نجانے کس زبان میں کچھ اشلوک پڑھتے ہوئے دیوانہ وار میرے پیروں کو بوسہ دینے لگا، میں نے جلدی سے اپنے پیر سمیٹ لئے اور غیر شعوری طور پر اُٹھ بیٹھا...... اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اب تک جو میں خود کو تھکا ماندا اور اندرونی چوٹوں کی دُکھن سے بے حال محسوس کر رہا تھا، وہ ساری کیفیت ختم ہو چکی ہے اور پورے جسم میں بھرپور جوانی، مسرت اور ایک عجیب قسم کے نشہ کی لہریں بجلی کی طرح دوڑ رہی ہیں۔

"دیوی کی درخواست ہے کہ ابھی آپ اس کٹیا میں قیام کریں۔" سادھو کا لہجہ بالکل مسلمانوں جیسا ہو گیا۔

"دیوی نے آپ کے قیام وطعام کا یہیں انتظام کر دیا ہے۔"

"میری طرف سے اپنی دیوی کا بہت بہت شکریہ ادا کر دینا۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس یہاں ٹھہرنے کے لئے بالکل وقت نہیں ہے، البتہ میں جانے سے پہلے تم سے یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ تم مجھے یہاں کن حالات میں لے کر آئے۔" سادھو نے ایک دروازے کی طرف اس طرح دیکھا جس طرح وہ کسی سے اجازت کا طلب گار ہو، پھر اس

نے بہت باادب ہو کر جواب دیا۔

"آپ تشریف تو رکھئے مہاراج۔" اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی، جب میں نے دیکھا کہ وہ ویران خالی کٹیا ایک عظیم الشان ڈرائنگ روم میں تبدیل ہو گئی ہے...... ایک ایسا ڈرائنگ روم جو شاید بڑے بڑے سیٹھوں کو بھی میسر نہ ہو لیکن ساتھ ہی لاشعور کی وہ داستانیں مجھے یاد آگئیں جہاں مسمریزم کے ماہر لوگوں کے ذہنوں کو اس طرح اپنے قبضے میں لیتے ہیں کہ معمول کو وہی نظر آتا ہے جو عامل اسے دکھانا چاہتا ہے، لیکن اگر وہ ان خیالی چیزوں کو چھو کر دیکھنا چاہے تو جیسے خواب میں کوئی ٹھوس مادہ ہاتھوں کی گرفت میں نہیں آتا...... اس طرح کے فریب نظر بھی اپنی کوئی حقیقی حیثیت نہیں رکھتے۔

"مہاراج۔" میں نے سنجیدگی سے سادھو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"فریب کے یہ جال اپنے پاس ہی رکھو...... میں جانتا ہوں کہ اس کی حیثیت ایک سراب سے زیادہ نہیں ہے، تم تو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ وہ کون آدمی تھا جس نے پیچھے سے میرے سر پر حملہ کر کے بے ہوش کر دیا تھا...... پھر وہ اس بے ہوشی کی حالت میں مجھے کہاں لے جانا چاہتا تھا اور تم نے کس طرح مجھے اس کے ہاتھوں سے نجات دلائی۔" سادھو نے ایک بار پھر خالی دروازے کی طرف دیکھا جیسے کسی نظر نہ آنے والے وجود سے جواب دینے کی اجازت مانگ رہا ہو، لیکن جیسے ہی اس نے دروازے کی طرف سے نگاہ اٹھائی، خوف سے اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا...... اس کے گیروے لباس سے کہیں سے ایک نیلا شعلہ چمکا اور دو تین سیکنڈ بھی نہ لگے ہوں گے کہ وہاں سادھو مہاراج کے بجائے ایک مٹھی بھر نیلی راکھ پڑی ہوئی تھی اور پھر وہ راکھ قالین سے ایک بگولے کی طرح ہوا میں تیزی سے گردش کرتا ہوا وہ بگولا انتہائی بیش قیمت ایرانی قالین پر رقص کرتا ہوا قدیم طرز کے محلات کی ایک محراب سے باہر نکل گیا۔

میں نے اپنے بچپن میں داستان امیر حمزہ پڑھی تھی...... اس طویل داستان میں بے شمار جادو کے محیر العقول کارنامے پڑھے تھے لیکن اس تھوڑے سے وقفے میں جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا تھا وہ خود مجھے بے ہوش کر دینے کے لئے کافی تھا، میں بھول گیا کہ گھر سے میں رحیم

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کی تلاش میں نکلا تھا...... مجھے یہ بھی نہ یاد رہا کہ رحیم کے بوڑھے باپ پر اس کی غیر حاضری میں کیا بیت رہی ہوگی یا اگر چھپتے چھپاتے رحیم گھر پہنچ گیا ہے تو اب میری تلاش میں اس نے نجانے بے رحم مجرموں کے کس کس اڈے پر میری خاطر کیا کیا اذیتیں نہ اٹھائی ہوں گی......

میرے سامنے اس وقت ایک جھونپڑی کے بجائے ایک طلسماتی محل تھا...... قریب ہی ہیرے جواہرات سے مرصع ایک درخت نما کرسی پڑی تھی...... فرش پر ایسے جھلملاتے خوبصورت فانوس لٹکے ہوئے تھے جن پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی...... دروازوں پر سچے موتیوں کے پردے آویزاں تھے، میری عقل حیران تھی کہ اس جادو نگری میں...... کہاں آپھنسا اور اب یہاں سے باہر نکلنے کی کیا سبیل ہوگی، میں نے فرار کا راستہ اختیار کرنے کے لئے ایک محراب سے پردہ ہٹایا تو وہاں ایسی شاندار خواب گاہ پر نظر پڑی...... جیسی تاریخی فلموں میں بادشاہوں کی خواب گاہیں دکھائی جاتی ہیں...... اندر قدم رکھتے ہی چاروں طرف سے اتنی مدہم، ایسی دل آویز موسیقی کی نرم نرم لہریں سرگوشیاں کرتی محسوس ہوئیں کہ جی چاہے ہمیں آنکھیں بند کر کے لیٹ جائیے اور مر جائیے۔

جانے وہ موسیقی کا اثر تھا یا میرے وجود کی تھکاوٹ کا اصرار تھا کہ میں اس خواب گاہ کی مسہری پر جا کر گر پڑا جس کے ہلکے نیلے پردوں پر ستارے اس طرح جھلملا رہے تھے...... جیسے میں انتہائی پرسکون لمحوں میں کھلے آسمان کے نیچے تاروں بھری رات کے نیچے لیٹا ہوا ہوں۔

پھر مجھے یقین ہو گیا کہ میں ایک طویل لیکن ناقابل یقین رنگین خواب کی کسی رہ گزر میں ہوں، کیونکہ مسہری پر لیٹے ابھی مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سفید ساڑھیوں میں ملبوس دو داسیاں آہستہ قدموں سے کمرے میں داخل ہوئیں...... داسیاں کہ غزالاں کہیں جنہیں میں شاعر نہیں ہوں لیکن ان لڑکیوں کی حشر ساماں جوانیاں اور جھکی ہوئی نظریں اور تیز چاندنی میں ڈھلے ہوئے چہرے اور پھولوں اور خوشبوؤں سے تراشے ہوئے جسم دیکھ کر دل میں ایک ہوک سی اُٹھی کہ کاش میں بھی شاعر ہوتا تو ادب کے شیدائیوں کو بتا سکتا کہ حسن کے قصیدے لکھے نہیں جاتے ہیں بلکہ سرمگیں جھکی جھکی نگاہیں خود حکم صادر کرتی ہیں

کہ ہم پر لکھو کہ الفاظ رنگ بن کر پوری کائنات پر چھا جائیں۔

لیکن وہ دونوں داسیاں غیر شعوری طور پر میرے حواس پر چھائی جا رہی تھیں...... وہ مسہری پر اس طرح آ گئیں جیسے آہستگی سے پھول شاخ سے ٹوٹ کر دامن پر آ گریں ان کی نرم و نازک انگلیاں میرے لباس پر آ کر رُک گئیں اور ان میں سے ایک نے کہا۔

مہاراج ہم آپ کو اشنان کرانے آئے ہیں...... پھر بھوجن تیار ہے، اس کے بعد دیوی نے آپ کو دربار میں طلب کیا ہے۔

"میں کہاں ہوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا......ایک آواز آئی۔

"بالک تو اسی کٹیا میں میرے سامنے ہے۔" میں نے نظر اٹھا کر دیکھا...... وہی سادھو گیروا کپڑے پہنے، آگ کے شعلوں جیسا تلک لگائے، موٹے موٹے کالے دانوں کی مالا پہنے میرے سامنے کھڑا تھا اور میں اسی طرح کٹیا میں کچی زمین پر بیٹھا، اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا جس تجربے سے میں ابھی گزرا وہ خواب تھا یا فریب نظر۔" سادھو نے جواب دیا۔

"نہ وہ خواب تھا اور نہ کوئی فریب نظر کبھی کبھی یوں ہوتا ہے، بالک کہ جنم کنڈلی آنے والے دنوں کی ایک جھلک دکھا کر بھاگ جاتی ہے تو بہت نصیب والا ہے کہ دیوی نے تجھے اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔" مجھے ہنسی آ گئی۔

"مہاراج تمہاری دیوی مجھے ایک ڈرامہ باز عورت معلوم ہوتی ہے، اس سے کہو کہ مجھ پر اس کی چھایا ہے تو اس کی یہ بڑی مہربانی ہے، لیکن مجھے آنے والے دنوں کی جھلک دیکھنے کے بجائے، اس بات سے زیادہ دلچسپی ہے کہ میرے دشمنوں سے تم مجھے کسی طرح بچا کر یہاں لے آئے۔" میری باتیں سن کر سادھو کی آنکھیں لال ہوتے ہوتے اتنی لال ہو گئیں کہ مجھے سچ مچ ڈر لگنے لگا کہ اب ان میں سے چنگاریاں نکلنے لگیں گی، لیکن جلد ہی اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"دیوی کہتی ہے۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔

"سکندر ہمارا مہمان ہے......دیوی کہتی ہے کہ ابھی سکندر نے ہمارے ناٹک دیکھے کہاں

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہیں...... دیوی یہ بھی کہتی ہے کہ ناٹک بھی ہوگا، پردہ بھی اٹھے گا اور تماشیوں کی تالیوں کی آواز سے دُور دُور تک دھرتی گونج اُٹھے گی...... پرنتو ابھی پردہ اُٹھنے کا وقت نہیں آیا ہے...... دیوی کہتی ہے کہ سکندر سے کہو کہ دھیرج رکھے...... سمے آنے پر اسے سب کچھ خود ہی معلوم ہو جائے گا۔"

"لیکن تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم مجھے یہاں کس طرح لے کر آئے۔"

"یہ بھی معلوم ہو جائے گا...... ابھی پولیس اس قاتل کی تلاش میں ہے جس نے کئی قتل کر کے لاشوں کو جیپ میں ڈال کر جلا دیا۔"

"تو کیا پولیس کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کو میں نے ہلاک کیا ہے۔"

"جس جاگیردار کی وہ جیپ تھی اس نے دیر ہو جانے کی وجہ سے خود وہاں پہنچ کر وجہ معلوم کرنا چاہی، اس وقت تک ان کا ایک ساتھی جو دوسری طرف پہرہ دے رہا تھا...... تمہیں دھوکے سے بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا...... جاگیردار جس جیپ میں آیا تھا اس میں تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ کر تمہیں وہ سیدھا پولیس اسٹیشن لئے جا رہا تھا، لیکن جب وہ پولیس اسٹیشن پہنچا تو جیپ میں ہاتھ پاؤں بندھا ہوا وہ آدمی بے ہوش پڑا تھا، جس نے تمہیں بے ہوش کیا تھا اور یہ دیوی کی مہربانی ہے کہ اس سمے جب تم غصے میں کئی آدمیوں کو ہلاک کر رہے تھے اسی سمے استاد چھنگا کے اکھاڑے میں دس پندرہ گواہوں کی موجودگی میں تم شام سے رات گئے تک استاد سے داؤ پیچ سیکھ رہے تھے۔" بات کرتے کرتے سادھو اچانک اس طرح چپ ہو گیا جیسے کسی آواز پر اس کے کان لگے ہوں...... پھر ایک مشین کی طرح اس نے بولنا شروع کر دیا۔

"دیوی کہتی ہے کہ ابھی ابھی اس آدمی نے پولیس کے سامنے اقرار کر لیا ہے کہ اصل قاتل وہ خود ہے اور اس نے جاگیردار کے کہنے پر ان سب کو قتل کیا ہے...... جاگیردار نے بھی قاتل کے لگائے ہوئے الزامات تسلیم کر لئے ہیں اور اب دیوی کہتی ہے کہ تم اطمینان سے شہر جا سکتے ہو...... پرنتو دیوی جلدی ہی تمہیں اپنے پاس طلب کر لیں گی۔" بعد میں معلوم

ہو کہ یہ مستقبل کی باتیں تھیں۔"

اس مختصر سے عرصے میں مجھے رنگ بدلتے حالات کا اتنا تجربہ ہو چکا تھا کہ اب کوئی اچنبھا میرے لئے اچنبھا نہیں رہ گیا تھا، مجھے اتنا معلوم تھا کہ اس دنیا میں لاشعور کو قبضے میں کر کے نظر بندی کے کھیل بھی ہوتے ہیں۔

اور کہیں ان کھیلوں کو جادو ٹونے کا نام دے دیا جاتا ہے اور کہیں انہیں دیوی دیوتاؤں کی غیر مرئی طاقتوں کا مظہر سمجھا جاتا ہے، البتہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ میں بیک وقت دو جگہ کیسے موجود ہو سکتا تھا...... اگر میں وہ تھا جو راوی کے کنارے رحیم کے دشمنوں سے برسرپیکار تھا تو میری جگہ وہ دوسرا کون تھا، جو استاد چھنگا کے اکھاڑے میں اس دوران استاد سے مختلف داؤ پیچ پر تبادلہ خیال کر رہا تھا، یا پھر یہ یوں بھی ہو سکتا تھا کہ یہ سادھو اپنی دیوی کا رعب ڈالنے کے لئے کچھ زیادہ ہی مبالغہ آرائی سے کام لے رہا ہو۔

لیکن نہیں یہ مبالغہ نہیں تھا...... اس لمحے میں نے خود کو دیکھا تو نہ وہ جنگل تھا، نہ وہ کٹیا تھی اور نہ کہیں سادھو نظر آ رہا تھا بلکہ اس بار میں رحیم کے مکان سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا...... وہی بعد مغرب کا وقت تھا اور رحیم مجھے دیکھتے ہی تیر کی طرح تیزی سے میری طرف بڑھا اور میرے سوال کرنے سے پہلے خود ہی پوچھنے لگا۔

"میں بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہا تھا...... تم نے مغرب کے بعد آنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن اب تو عشاء کا وقت ہو رہا ہے، لیکن بہر حال وقت کچھ بھی ہو مولوی صاحب کے جلسہ میں وعظ سننے ضرور چلنا ہے۔"

میں رحیم کو حیرت سے دیکھتا رہا...... وہ اس طرح بات کر رہا تھا جیسے شروع سے کوئی غیر معمولی واقع رونما ہوا ہی نہ ہو، اس میں شک نہیں کہ اس دن کالج سے واپسی پر ہم نے شام کو مولانا عبدالرحمان کے وعظ میں ساتھ چلنے کا وعدہ کیا تھا، لیکن اس وقت سے لے کر اب تک میرے اپنے خیال کے مطابق دو تین دن گزر چکے تھے اور اگر وہ سادھو سچ بول رہا تھا تو میرے بجائے کوئی دوسرا آدمی اعتراف جرم کرنے کے بعد کسی حوالات میں بند اپنے گناہوں سے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

توبہ کر رہا ہوگا اور اگر سادھو نے وہ سب باتیں محض اس لئے کی تھیں کہ شہر واپس آ ہوئے مجھے پولیس سے ڈر نہ لگے تو رحیم کی گفتگو تو بتا رہی تھی جیسے اس قسم کا کوئی واقعہ ر ہی نہ ہوا ہو۔

"آج کیا دن ہے رحیم۔" میں نے اپنے شک کو دُور کرنے کے لئے اس سے پوچھا۔

"بھائی۔" رحیم نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

یہ دن اور......اور......کا فلسفہ ختم کرو...... ہمیں وعظ میں پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے

اور یہ کہہ کر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر موچی گیٹ کی طرف روانہ ہو گیا، جہاں دُور دُور تک لاؤڈ لگے تھے اور وہ اژدہام تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر گر پڑ رہے تھے اور مائیکروفون پر مو عبدالرحمان کی آواز تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کا شیر دھاڑ رہا ہے۔

✿✿✿

دوسری صبح ایک عام صبح تھی، نہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں تھے اور نہ میں نے کسی کو بتایا کہ مجھ پر دُنیا کا سب سے عجیب و غریب واقعہ گزر چکا ہے...... کالج پہنچا تو گینڈا کلاس میں موجود تھا لیکن اس نے مجھے ایسے دیکھا جیسے کوئی چیونٹی کو قریب سے جاتے دیکھے بھی اور اس پر دھیان بھی نہ دے۔

"تو پھر یہ یوں تھا۔" میں نے سوچا کہ ہندو دیومالائی تصورات نے مجھے ایک طویل خواب دکھایا...... نہ میں نے کسی کو قتل کیا اور نہ کالج کی آبادی میں کوئی فرق پڑا...... ایک ایک کر کے وہ سارے کردار دوپہر تک مجھے کالج میں آتے جاتے مل گئے جنہیں میں اپنی دانست میں رحیم کا انتقام لینے کے سلسلے میں ہلاک کر چکا تھا...... ناطقہ سر بہ گریباں تھا کہ اسے کیا کہیے۔

حالات کو اب خود چھیڑتے ہوئے مجھے ڈر لگ رہا تھا...... مشیت ایزدی کے راستے ہزار ہوتے ہیں، لیکن کٹھ پتلیاں اسی راہ سے گزریں گی جس راستے سے کٹھ پتلی والا اسے گزارنا چاہے گا...... پھر بھی میرے ذہن میں اندرونی خلش تھی کہ وہ سادھو، وہ خیالوں کا محل، وہ ہار سنگھار کے پھولوں سے کہیں زیادہ نرم و نازک داسیاں اور وہ ان کی ان دیکھی دیوی...... کیا صرف خواب کی باتیں تھیں، لیکن خواب اتنے مربوط تو نہیں ہوتے کہ ان پر ایک افسانہ نگار کے مکمل ترین پلاٹ کا دھوکا ہو۔

آدمی جو سوچتا ہے اس سوچ اور فکر کی لکیریں اس کے چہرے پر نمودار ہو جاتی ہیں۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

رحیم نے مجھے فکر مند دیکھ کر ایک دن مجھ سے پوچھ ہی لیا۔

"سکندر تم دن بھر کیا سوچتے رہتے ہو...... میں کئی دن سے تمہیں کچھ پریشان سا دیکھ رہا ہوں۔" رحیم سے آج تک میں نے اپنی زندگی کا کوئی راز نہیں چھپایا تھا...... میرا دل چاہا کہ میں اپنے ذہن کے سارے الجھاوے اس کے سامنے لاڈالوں، لیکن پھر خیال آیا کہ میرے اس دیومالائی وہم کا علاج رحیم کے پاس تو ہوگا نہیں...... پھر اپنے ساتھ اسے بھی بے چین کرنے کا کیا فائدہ، لیکن کہیں نہ کہیں تو اس وہم کا کوئی علاج ہوگا۔

اور اس شام اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ راوی کے اس معرکہ رزار سے آگے بڑھ کر جنگل میں اس سادھو کی کٹیا تلاش کی جائے جس کی انگاروں جیسی دہکتی آنکھیں اب بھی مجھے اپنی روح پر چلتی محسوس ہوتی ہیں، چنانچہ اسی شام میں نے ایک دوست سے اس کی موٹر سائیکل لی اور راوی کے اس کنارے پہنچا تو سورج غروب ہو چکا تھا اور اسی دن یا اسی خواب کی طرح حد نظر تک ملگجی چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور عجیب بات ہے کہ مجھے وہ جگہ بھی نظر آئی جہاں تین گھنے درختوں کے چھتارے کے نیچے وہ جیپ کھڑی ہوئی تھی...... جسے معتدر جسموں کے ساتھ میں نے جلا کر راکھ کر دیا تھا...... اس سے ذرا آگے درختوں اور جھاڑیوں سے چھپا ہوا گناہ کا وہ اڈا بھی نظر آ رہا تھا جہاں اس رات محفل نشاط گرم تھی...... میں نے اپنی موٹر سائیکل ایک درخت کے نیچے کھڑی کر دی اور پیڑوں کے اس جھنڈ کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک بھاگتے ہوئے سائے کی جھلک مجھے نظر آئی...... میں اب صرف تسکین دل کی خاطر پیڑوں کے جھنڈ کے اس طرح ان جھاڑیوں کو دیکھنا چاہتا تھا جہاں رحیم کو تلاش کرتے ہوئے کسی نے پیچھے سے میرے سر پر لوہے کی کوئی سلاخ اس سختی سے ماری تھی کہ چند سیکنڈ میں ہی میں بے ہوش ہو گیا تھا اور پھر وہ عجیب و غریب سادھو کی کٹیا میں میری آنکھ کھلی تھی، جس نے بقول خود اس کے آنے والے رنگین زمانوں کی ایک جھلک مجھے دکھائی تھی...... آدمی بہت ہی جلد باز واقع ہوا ہے...... میں بظاہر ان مقامات کو دوبارہ دیکھنے آیا تھا، لیکن کہیں میرے لاشعور میں شاید یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ کاش میں کسی طرح پھر ایک بار اس خواب

گاہ میں پہنچ سکتا جہاں صرف قدیم ہند کے راجاؤں کی پہنچ ہی ہو سکتی تھی، لیکن اس خیال کو میں نے جلد ہی اپنے ذہن سے جھٹک دیا...... مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ ایک نیم دائرے میں اُگی ہوئی ان جھاڑیوں کی سمت میں چند ہی قدم بڑھا ہوں گا کہ اچانک حادثے کا شکار ہو گیا تھا اور جب چند قدم آگے بڑھ کر میں اس مقام تک پہنچا تو مجھے جھاڑیوں کے اندر سے کسی لڑکی کی درد اور خوف میں ڈوبی ہوئی ایک چیخ سنائی دی جسے سنتے ہی میرے جسم کے تمام اعصاب جھنجھنا اُٹھے...... وہی صدیوں پرانا قصہ، فریب و دغا کی ہزار بار کی دہرائی ہوئی کہانی، کوئی حریص بیمار ذہن کا نوجوان کسی معصوم لڑکی کو دریا کی سیر کا بہانہ کر کے یہاں تک آیا ہوگا اور پھر...... اس لڑکی کی دوسری چیخ ایسی تھی جیسے کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے قتل کرنے کے لئے کوئی چاقو وغیرہ کھول لیا ہو، کیونکہ اس چیخ میں موت کا سارا کرب موجود تھا......

میں نے بغیر سوچے جھاڑیوں کے اس حصے پر چھلانگ لگا دی جدھر سے وہ چیخ اُبھری تھی۔

جھاڑیوں پر چھلانگ لگانے کے بعد میری نظر سب سے پہلے گینڈے پر پڑی جو صرف بنیان اور پینٹ پہنے وہاں سے اس طرف اُچھل کر بھاگا جیسے اسے کوئی بھوت نظر آ گیا ہو، لیکن جب چند قدم آگے جا کر اس کے حواس کچھ بحال ہوئے تو اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا...... چاند میں اس رات حسب معمول روشنی کم تھی، لیکن اتنی بھی کم نہیں تھی کہ گینڈے کو مجھے پہچاننے میں کوئی دقت ہوئی، وہ دو من وزنی جسم کے ساتھ پوری طرح میری جانب مڑ گیا اور اس طرح آہستہ قدموں سے آگے بڑھا جیسے کوئی ارنا بھینسا اپنے شکار پر چھلانگ لگانے سے پہلے قدم ناپتا ہو...... اس بار میں اسے اس کی بداعمالیوں کی سزا دینے کے لئے اپنے جسم کو ساکت کئے اس کے متوقع حملے کا انتظار کرتا رہا کہ کہیں قریب ہی سے ایک نیم عریاں لڑکی، بھیا مجھے بچاؤ...... بھیا مجھے بچاؤ کہتی ہوئی پیچھے سے مجھ سے آ کر لپٹ گئی اور یہی لمحہ تھا جب گینڈے نے بھاگتے ہوئے اپنے سر سے میرے سینے پر بھرپور ٹکر مارنا چاہی...... مجھے پورا یقین تھا کہ وہ اپنی دانست میں میری اس بے جا مداخلت پر مجھے اذیت ناک سزا دینے کے لئے سب سے پہلی کوشش یہی کرے گا کہ پہلے مجھے زمین پر گرا دے...... یوں

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

بھی وہ گھنی جھاڑیاں اس کی نظر میں میری قبر کے لئے بہت موزوں جگہ ثابت ہو گ
تھیں...... میں نے صرف اتنا کیا کہ بہت سکون سے دو قدم بائیں جانب ہٹ گیا اور گوشہ
اور ہڈیوں کا وہ پہاڑ اپنی ہی جھونک میں خود ہی جھاڑیوں میں اوندھے منہ جا پڑا...... میں
آہستگی سے لڑکی کو اپنے جسم سے علیحدہ کیا اور اس سے بہت نرم لہجے میں کہا۔

"بہن جب تک میں اس سے بات کرتا ہوں...... تم جلدی سے اپنا لباس درس
کرلو۔" لڑکی کے جسم کا ہلکا ہلکا خوف کا رعشہ میں اپنے پورے بدن میں محسوس کر رہا تھا۔
میں نے تیزی سے کہا۔

"وقت ضائع مت کرو...... وہ ابھی تم پر توجہ نہیں دے گا...... جلدی سے اپنا لباس ٹ
کر یہیں کہیں چھپ کر چپ چاپ اس ذلیل انسان کے انجام کا تماشہ دیکھتی رہو، لیکن اگر
نے جلدی نہ کی تو وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں اب کوئی کسر باقی نہیں چھوڑے گا۔" لڑ
سہم کر مجھ سے علیحدہ ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ انتہائی تیز رفتاری سے قریب ہی جھا
میں وہ اوندھی لیٹ کر سانپ کی طرح اندر داخل ہوگئی...... اس دوران گینڈا ایک ہاتھ
اپنے چہرے کے زخم پونچھتا تیزی سے دوبارہ میری طرف آرہا تھا...... جب مجھ سے ا
فاصلہ جب صرف پانچ چھ قدم رہ گیا تو میں نے پوری قوت سے اس کے سینے پر ایک فلا
کک ماری...... وہ بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا اور سینے کی تکلیف سے چیختا ہوا پندرہ بیس قدم
جا کر گرا اور میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی ریڑھ کی ہڈی پر اپنا بایاں پیر اس طرح
کہ اس کے نالہ و شیون کے باوجود اس کی پیٹھ کی گراریاں ٹوٹنے کی چٹ چٹ آوازیں
واضح طور پر سن سکتا تھا...... گینڈا میرے ایک ہی حملہ میں اب بھاگنے، بیٹھنے یا کھڑے ہو
سے معذور ہوگیا تھا، لیکن میرا خیال تھا کہ اس کے دھاڑنے کی آوازیں اطراف میں میل
تک سنائی دے رہی ہوں گی، چنانچہ اس کی گردن پر میری دوسری لات اس طرح پڑی ک
آواز سے بھی گیا...... کم از کم اب اگلی صبح تک اسے ہوش بالکل نہیں آسکتا تھا۔

گینڈے سے فارغ ہو کر اب میں لڑکی کی طرف متوجہ ہوا...... وہ سامنے کی جھاڑ

یرے سامنے ہی داخل ہوئی تھی...... میں نے بلند آواز سے اسے پکارتے ہوئے کہا۔

"بہن اب باہر نکل آؤ...... اس غنڈے کو میں نے کم از کم صبح تک کے لئے خاموش
ردیا ہے۔" لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی جب اس جھاڑی سے لڑکی کے
جائے سعید اشرف ہمارے کالج کے غنڈوں کا بے تاج بادشاہ اپنے پستول کا رُخ میرے سینے
ں جانب کئے مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔

"کیوں چوہے کے بچے۔" اس نے میرا مضحکہ اُڑاتے ہوئے پوچھا۔

"تو اس ویرانے میں کیا اپنے دودھ کی بوتل تلاش کرنے آیا تھا۔" میں نے ہنس کر
واب دیا۔

"اشرف سعید پہلے تم مجھے بتاؤ کہ اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ اس ویرانے میں چہل
ندمی کرنے کا شوق تمہیں کب سے ہوگیا۔" اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی پستول سے کوئی کام
لے سکتا...... کلائی سے سرکتا ہوا میرا آٹومیٹک خنجر میرے ہاتھ میں آچکا تھا اور جب تک میں
نے اپنی بات ختم کی وہ خنجر اس کے پستول والے ہاتھ کے آر پار نکل چکا تھا...... مجھے اپنا یہ خنجر
س لئے زیادہ عزیز ہے کہ میرے شکار کو نہ اس کی کاٹ محسوس ہوتی ہے اور نہ کسی فوری
تکلیف کا احساس ہوتا ہے، لیکن چند لمحے بعد اپنی بے بسی پر وہ خود ہی چیخنے پر مجبور ہو جاتا ہے،
شرطیکہ اسے اتنا موقع دوں کہ وہ دوسری سانس لے سکے...... لیکن اس وقت میں سعید
شرف کو صرف اتنا بتانا چاہتا تھا کہ پستول جیسے کھلونے پر آدمی کو اس وقت بالکل بھروسہ
نہیں کرنا چاہئے، جب وہ موت کے منہ میں جا رہا ہو...... ادھر میرا خنجر اس کی کلائی پر پڑا اور
وسرے لمحے اس کا پستول زمین پر گر پڑا اور تیزی سے جھک کر جب پستول اٹھاتے ہوئے اس
ی نظر اپنے خون میں ڈوبے ہوئے ہاتھ اور خنجر کی چمکتی ہوئی دھار پر پڑی تو چند لمحے کے لئے
وں محسوس ہوا جیسے اسے سکتہ ہوگیا ہو اور یہی وقت تھا جب آگے بڑھ کر میں نے ایک ہاتھ
سے جھٹکا دے کر اس کی کلائی سے اپنا خنجر اتنی بے رحمی سے نکالا کہ لکڑی کی طرح کہنی تک
س کا ہاتھ دو حصوں میں برابر برابر کٹ گیا...... اس ہتھیلی اس کے ہاتھ کو جوڑے ہوئے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

تھی...... ساتھ ہی میرا دوسرا ہاتھ بھرپور طاقت سے اس کے جبڑے پر پڑا اور یہ وہ ہاتھ تھا جو مقابل کے سامنے کے دانت بغیر کسی ڈاکٹر کی اعانت کے پلک جھپکتے میں زمین پر گرا ہے...... خنجر کا خون میں نے اس کی قمیض ہی سے صاف کر کے دوبارہ اپنی کلائی میں فٹ کر اور دوسرے ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑ کر کھینچتا ہوا اسے بے ہوش گینڈے کے جسم تک آیا...... خوف و دہشت سے سعید اشرف کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں، اس نے کانپتی ہ آواز میں دوسرا ہاتھ میری تھوڑی پر رکھتے ہوئے کہا۔

”سکندر بھائی...... سکندر بھائی...... میں اب تک آپ کے بارے میں سخت غلط فہمی مبتلا تھا...... شہر کے کچھ بدمعاشوں نے آپ سے منسوب کر کے ضرور ناقابل یقین ہمیں سنائے تھے لیکن میں یہ سمجھا تھا کہ وہ آپ پر طنز کر رہے ہیں...... میں وعدہ کرتا ہوں سکندر بھائی جب تک زندہ رہوں گا آپ کا وفادار رہوں گا۔“

”اگر صبح تک ہوش آ جائے تو خدا اور اس کے رسول کے وفادار رہنا...... اس معص لڑکی پر جو ظلم تم دونوں نے کیا ہے اس کی سزا عاقبت میں تو نہیں ملے گی لیکن یہ بات مجھے آ رہی ہے کہ اس جنگل میں تم دونوں رات بھر پڑے رہو گے اور گیدڑ تمہارا خون چا رہیں گے۔“ یہ کہتے کہتے میں نے اس کی گردن پر ایک ترچھا ہاتھ مارا اور وہ گینڈے کے من آرام دہ گوشت پر اس طرح گر پڑا جیسے کوئی تھکا ہارا آدمی صوفے پر دھم سے آ کر گر جا

ان دونوں سے فارغ ہو کر میں پھر لڑکی کی تلاش میں نکلا، شہر سے اتنی دُور ایک لڑکی تنہا چھوڑنا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا...... میں نے ان جھاڑیوں کے اطراف اس لڑکی بہت آوازیں دیں اور پھر مجھے خیال آیا کہ کہیں میں اس لمحہ کی گرفت میں تو نہیں آ گیا ہو جب اسی طرح اسی جگہ میں رحیم کو آوازیں دیتا پھر رہا تھا اور بعد کو معلوم ہوا کہ جو کچھ دیکھ اپنی ہی توہمات کا افسانہ تھا۔

”بھائی صاحب میں آپ کا شکریہ نہیں ادا کر سکتی۔“ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہی لڑ اب ایک برقعہ پہننے میرے پیچھے کھڑی ہوئی تھی، اس نے اپنے چہرے کی نقاب اپنے سر

اُوپر ڈالی ہوئی تھی اور ایک ذرا سی دیر کے لئے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس لڑکی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہے یا آسمان پر وہ چاند جو ابر دھندلکوں سے نکل کر اپنی فیاضی سے اپنی روشن چاندنی اس ویرانے میں بکھیر رہا تھا، لیکن وہ میری منہ بولی بہن تھی...... میری نگاہیں خود بخود ہی شرم سے جھک گئیں...... شاید لڑکی نے بھی میرے چہرے سے میرے خیالوں کو پڑھ لیا تھا، اس نے آہستگی سے برقعہ کی نقاب اپنے چہرے پر ڈال لی اور سرگوشی کے لہجے میں بولی۔

”بھائی صاحب! آج جس طرح آپ نے میری آبرو بچائی ہے اللہ آپ کو اتنا آبرومند کرے کہ چاند کی طرح آپ پر انگلیاں اُٹھنے لگیں۔“ اس کی آواز ایسی دلکش تھی کہ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس سے پہلے بھی میں نے کہیں یہ آواز سنی ہے...... جب وہ موٹر سائیکل پر میرے پیچھے بیٹھ رہی تھی تو میں نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”بہن کیا اب سے پہلے بھی ہم کہیں مل چکے ہیں۔“

”جی ہاں۔“ اس نے اس طرح شرماتے ہوئے کہا جیسے وہ اعتراف گناہ کر رہی ہو۔

”ہم کہاں ملے ہیں۔“ وہ آہستہ سے ہنسی...... یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تھوڑی دیر پہلے کا ڈر اور خوف اس کے ذہن سے بالکل نکل گیا ہو۔

”تم نے جواب نہیں دیا۔“ میں نے پوری رفتار سے گاڑی شہر کی سمت لاتے ہوئے پوچھا۔

”تم سے کس جگہ میری ملاقات ہوئی تھی...... کیا تم ہمارے کالج میں پڑھتی ہو۔“ اس نے شاید جواب دینا پسند نہیں کیا...... میں نے بھی سوچا کہ کہیں اس معصوم لڑکی کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ میں اس سے خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا ہوں، چنانچہ ہم نے اپنا بقیہ سفر خاموشی سے طے کیا، رات کے گیارہ بج رہے تھے اور میں ستر اسی کی رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا...... شہر میں داخل ہو چکا تھا...... میں نے گاڑی کی رفتار کم کی اور لڑکی سے پوچھا۔

”میں آپ کو کہاں اتار دوں۔“ لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”آپ میری بات سن رہی ہیں بہن...... رات کا وقت ہے میں آپ کو آپ کے گھر اس لئے نہیں لے جا سکوں گا کہ لوگ مجھ پر شبہ کر سکتے ہیں، لہٰذا میں یہ چاہوں گا کہ کسی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

قریب ترین سڑک پر آپ کو چھوڑوں۔" میری اس بات کا بھی جب اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو مجھے شبہ ہوا کہ سچ مچ یہ کوئی آوارہ لڑکی ہی نہ ہو اور اب کیونکہ ہم شہر میں تھے، وہ ذرا دھمکا کر مجھے اس بات پر مجبور کر سکتی تھی کہ میں اسے اپنے گھر لے جاؤں اور صبح کو وہ اپنے گھر جا کر یہ بہانہ کر سکے کہ اپنی کسی سہیلی یا رشتہ دار کے ہاں وہ رات کو رک گئی تھی...... غصے سے میں نے موٹر سائیکل روک لی اور پیچھے پلٹتے ہوئے سختی سے پوچھا۔

"میں آپ سے اتنی دیر سے۔"

لیکن وہ لڑکی وہاں موجود ہی نہیں تھی اور میری زبان کو جیسے تالا سا لگ گیا...... میں جس تیزی سے موٹر سائیکل چلا رہا تھا اس رفتار پر کسی کا گاڑی پر سے کود کر نیچے اترنا ناممکن تھا...... پھر وہ کس طرح اور کہاں اتر گئی...... میں حیرت سے سڑک پر کھڑا کبھی اپنی موٹر سائیکل کو دیکھ رہا تھا اور کبھی پچھلی سیٹ کو جہاں میں اسے اپنی زندہ آنکھوں کے سامنے بٹھا کر لایا تھا اور جہاں سے میں نے اس کے واضح الفاظ بھی سنے تھے اور ہنسی بھی سنی تھی...... اگر وہ گاڑی کی تیز رفتاری کی وجہ سے راستے میں کہیں گرتی تو اس کی چیخ میں با آسانی سن سکتا تھا...... یوں بھی موٹر سائیکل کے پیچھے اگر کوئی بیٹھا ہو تو گاڑی چلانے والے کو اچھی طرح احساس رہتا ہے کہ پچھلی سیٹ پر کوئی بیٹھا ہوا ہے...... پھر وہ مجھے احساس دلائے بنا کہاں اور راستے میں کس جگہ اتر گئی اور پھر اچانک ہی مجھے خیال آیا کہ ایک بار پھر میں ہندو دیومالائی خوابوں کا شکار ہو گیا ہوں، شہر کی یہ روشنیاں، یہ موٹر سائیکل، پچھلے گزرے ہوئے تمام واقعات ایک مربوط خواب کا حصہ ہیں اور کچھ بھی نہیں ابھی میری آنکھ میرے بستر پر کھلے گی اور جو کچھ دیکھا یا سنا ایک حلقہ دام خیال کے سوا کچھ نہ ہو گا۔

مجھے نہیں معلوم کہ میں جاگ رہا تھا کہ سو رہا تھا لیکن جب میں گھر پہنچ کر اپنے بستر پر لیٹا...... تب بھی میں خود کو عالم خواب میں ہی سمجھ رہا تھا...... البتہ جب صبح ہوئی اور گرم سورج کی سنہری کرنیں دریچوں سے میرے کمرے میں داخل ہوئیں تو جسم اتنا تھکا ہوا تھا، جیسے رات میں نے بے خوابی میں بسر کی ہو، سب سے پہلے میں نیم گرم پانی سے دیر تک غسل

کرتا رہا اور تر و تازہ ہو کر جب باہر آیا تو جسم کی کسلمندی بہت حد تک دور ہو چکی تھی...... ناشتے سے فارغ ہو کر اب میں جلد سے جلد کالج پہنچ کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ رات کے میرے دونوں شکار کیا، پہلے کی طرح مجھے پہچانیں گے یا نہیں، لیکن میں ابھی ناشتہ کر ہی رہا تھا کہ رحیم نے بڑی تیزی سے میرے کمرے کا دروازہ کھولا...... اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور چہرے پر وحشت برس رہی تھی...... مجھے دیکھتے ہی وہ اس محبت سے مجھ سے آ کر لپٹ گیا، جیسے اس نے میرے بارے میں کوئی وحشت ناک خبر سنی ہو۔

"کیا بات ہے رحیم تم بہت گھبرائے ہوئے ہو؟"

"وہ...... وہ...... پولیس میرے گھر آئی تھی اور تم پر اقدام قتل کا مقدمہ ہے، وہ لوگ مجھ سے پوچھنا چاہ رہے تھے کہ تم میرے گھر میں تو نہیں چھپے ہوئے ہو۔"

"کیسا مقدمہ؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر مجھ پر کوئی مقدمہ ہے بھی تو انہیں پہلے میرے گھر آ کر میری تلاشی لینی چاہئے تھی۔"

"وہ یہاں سے صبح ہی تلاشی لیکر جا چکے ہیں، تم انہیں یہاں نہیں ملے...... پھر وہ میرے گھر پر پہنچے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ دو زخمیوں کی حالت بے حد خراب ہے...... خاص طور سے سعید اشرف کے جسم سے اتنا خون بہہ چکا ہے کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے...... گینڈے کی ریڑھ کی ہڈی جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی ہے اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کے زندہ بچنے کی صرف چند فیصد امید ہے، دونوں کو آکسیجن ٹینٹ میں رکھا گیا ہے، لیکن پولیس والے تم پر دوہرے قتل کا مقدمہ چلانے کی پوری تیاریاں کر چکے ہیں...... میں تم سے صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ موقع ملتے ہی تم میرے گھر آ جانا...... وہاں ایک ایسا تہہ خانہ ہے جہاں پولیس کی نظر تم تک نہیں پہنچ سکتی...... اس کے بعد جب یہ معاملہ ذرا ٹھنڈا پڑ جائے گا تو ہم دونوں کراچی چلے جائیں گے کہ ساٹھ ستر لاکھ کی آبادی والے اتنے بڑے شہر میں دو آدمی با آسانی بھیس بدل کر رہ سکتے ہیں۔" اور یہ سب کچھ رحیم کہہ رہا تھا جس کے یہاں جھوٹ بولنا دنیا کا

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سب سے بڑا گناہ تھا اور میری محبت میں وہ جھوٹ تک بولنے پر آمادہ ہو گیا تھا، مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ اگر پولیس صبح منہ اندھیرے مجھے یہاں تلاش کرنے آئی تھی تو مجھے گرفتار کرنے میں کون سا امر مانع تھا...... مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ رات میں نے اپنی خواب گاہ ہی میں بسر کی تھی...... اگر پولیس یہاں آتی تو میری آنکھ یقیناً کھل جاتی۔

"تمہارے گھر پولیس والے کس وقت پہنچے تھے۔"

"تقریباً صبح آٹھ بجے...... میں ان کے جاتے ہی سیدھا تمہارے پاس ہی آ رہا ہوں...... تم بھی شاید ابھی یہاں پہنچے ہو گے۔" میں اگر اسے بتا دیتا کہ میں اپنے بستر ہی پر سو رہا تھا وہ میری بات پر بالکل یقین نہیں کرتا اور اسے یہ دکھ علیحدہ ہوتا کہ میں نے اس سے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی ہے، مجھے مجبوراً اس سے جھوٹ بولنا پڑا۔

"ہاں میں ابھی گھر پہنچا ہوں۔"

"ان لوگوں سے تمہارا مقابلہ کہاں ہوا تھا؟" میں کچھ دیر خاموش رہا پھر میں نے اچانک اس سے سوال کیا۔

"رحیم کیا تم مجھ پر، میری دوستی پر، میری وفاداریوں پر پورا پورا یقین رکھتے ہو۔

رحیم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"سکندر میں تم پر یقین رکھتا ہوں کہ تمہارے لئے جان نذر کر سکتا ہوں۔"

"تو یہ سوال ابھی مجھ سے مت پوچھو...... میں خود اس وقت اتنا الجھا ہوا ہوں کہ میں واضح طور پر نہیں بتا سکتا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا اور کیوں ہوا...... یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے کوئی ایسا خواب دیکھا ہو جس کی حدیں کہیں کہیں پر حقیقت سے جا ملتی ہوں۔"

"تم مجھ سے کھل کر بات کیوں نہیں کرتے؟"

"اس لئے کہ ابھی میرے ذہن میں خود کوئی چیز واضح نہیں ہے، لیکن یقین کرو سب سے پہلے میں تمہی کو حقیقت حال بتاؤں گا...... بس ذرا سی مجھے مہلت دے دو کہ میں سوچنے سمجھنے کے قابل ہو جاؤں۔"

"ان واقعات نے تمہارے ذہن پر بڑا اثر ڈالا ہے۔" میری طرف سے بہت فکر مند دکھائی دے رہا تھا۔

"ہاں...... حالات کچھ ایسے ہیں کہ میں ان کا صحیح تجزیہ نہیں کر پا رہا ہوں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" اس نے تسلی آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"اب تم ایسا کرو کہ میں یہاں تمہارے بستر پر لیٹ جاتا ہوں اور تم گلیوں، گلیوں میں چھپتے چھپاتے...... سیدھے میرے گھر چلے جاؤ جہاں میں ساری ہدایات دے آیا ہوں...... جب تک میں نہ آ جاؤں تم تہہ خانے سے باہر نہ نکلنا۔"

"نہیں مجھے ابھی بہت سے کام انجام دینے ہیں۔" میں نے قطعی لہجے میں جواب دیا کہ

"شکور کی موٹر سائیکل میرے دروازے کے اندر کھڑی ہے، وہ موٹر سائیکل کسی طرح تم اس تک پہنچا دو اور اسے میرا یہ پیغام دے دینا کہ اگر موٹر سائیکل کے بارے میں کوئی اس سے پوچھے تو وہ یہی جواب دے کہ کل سے وہ موٹر سائیکل اس کے پاس ہے۔"

"لیکن اگر اس دوران پولیس یہاں آ گئی۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں سوال کیا۔

"اس وقت تک میں چھتوں پر سے نکلتا ہوا بہت دور نکل چکوں گا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"لیکن اگر تم نے موٹر سائیکل پہنچانے میں دیر کی تو پولیس کو خواہ مخواہ میرے خلاف ایک ثبوت مل جائے گا۔" رحیم مجھ سے محتاط رہنے کے وعدے وعید لے کر اسی وقت موٹر سائیکل لے کر روانہ ہو گیا اور اب میرے پاس وقت تھا کہ میں حالات کا عقلی تجزیہ لے سکوں...... سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ راتوں رات پولیس اس ویرانے میں کیسے جا پہنچی، کیونکہ میں نے ان دونوں کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ خود چل کر شہر آ سکیں، دوسرے وہ لڑکی کون تھی جس کی چیخ سن کر میں نے خود کو اتنے بڑے حادثے میں ملوث کر لیا تھا...... اگر کہیں سے وہ لڑکی دستیاب ہو سکے یا اس کا کہیں سے کوئی پتہ مل سکے تو وہ میری بے گناہی کی گواہی دے سکتی تھی، لیکن اس لڑکی کا تیز رفتار موٹر سائیکل سے ایک دم غائب ہو جانا خود اپنی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

جگہ ایک ناقابل یقین واقعہ تھا...... کیا اس لڑکی کا اس منحوس سادھو سے کوئی تعلق تھا...... جو اپنی آنکھوں کے ایک اشارے سے حالات کو کبھی حقیقت اور کبھی خواب بنا سکتا تھا...... میں بہت دیر تک اس مسئلہ پر غور کرتا رہا اور پھر اس نتیجہ پر پہنچا کہ شروع ہی سے مجھے اس کیس میں پھانسنے کے لئے کہیں بہت بڑی سازش کی جا رہی تھی اور وہ لڑکی اس سازش کی سب سے بڑی کڑی تھی۔

ابھی میں واقعات پر غور ہی کر رہا تھا کہ آہستہ سے میرے مکان کے بیرونی دروازے کے کھلنے کی آواز سنائی دی...... میں نے چلتے وقت رحیم کو خاص طور پر تاکید کر دی تھی کہ باہر سے تالا ڈال کر جائے، بلکہ سب سے پہلے خود اسی نے یہ تجویز پیش کی تھی...... پھر یہ آنے والا کون ہو سکتا تھا...... میں نے لپک کر اپنی خواب گاہ کو بند کر لیا اور ایک جھری سے جھانک کر دیکھنے لگا کہ آنے والا کون ہے اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی، جب موچی گیٹ کے سب سے بڑے قاتل جرے دادا کو میں نے دبے پاؤں اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا...... وہ ایک پیشہ ور قاتل تھا...... نواب کالا باغ مرحوم کے زمانے میں اسے پھانسی کی سزا دی گئی تھی، اس کے ساتھی جیل ہی میں اپیلوں پر اپیلیں دائر کر رہے تھے...... یہاں تک کہ ادھر مرحوم نواب قتل ہوئے اور اس واقعے کے چند ماہ بعد جرے دادا جس نے اٹھارہ قتل کئے تھے اور کئی سال بعد پولیس کے ہتھے چڑھا تھا، باعزت طور پر بری ہو گیا...... اب وہ بہت کم گھر سے باہر نکلتا تھا، لیکن جب کبھی ہفتے عشرے میں لوگ اسے کسی سڑک پر سے گزرتے دیکھ لیتے تو انہیں یقین ہو جاتا کہ آج اس سڑک پر یا اس سڑک سے آگے پولیس کو کہیں ایک اور لاش پڑی مل جائے گی...... قاتل اور وجہ قتل دونوں کا کبھی پتہ نہیں چلتا تھا...... میں نے جرے دادا کو کبھی اتنے قریب سے نہیں دیکھا تھا...... اس کے ہاتھ غیر معمولی طور پر لانبے تھے عمر تیس سال کے لگ بھگ ہو گی...... چہرہ ماضی کے زخموں سے مسخ ہو گیا تھا...... وہ آہستہ آہستہ ایک شاہانہ وقار سے میری خواب گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا...... یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے نہ اسے کسی قانون کا ڈر ہے اور نہ وہ کسی شے سے خوفزدہ ہونا جانتا ہے...... اس کی چال بتا رہی تھی کہ وہ

میرے پاس نہیں بلکہ اپنے مقصد کی جانب بڑھ رہا ہے۔

"اچھا جرے استاد۔" میں نے دل میں سوچا۔

"تم لاکھ کرائے کے قاتل سہی اور یہ بھی بجا ہے کہ اس وقت مجھے پولیس نے دوہرے قتل کے الزام میں ماخوذ کیا ہوا ہے، مگر جب الزام ہی عائد کرنا ٹھہرا تو یہ تیسرا الزام بھی میں اپنے اوپر لیتا ہوں۔"

یہ سوچتے ہوئے میں نے اپنی کلائی کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور میرا خنجر نیام سے نکل کر باہر آگیا اور جیسے ہی جرے دادا دروازے کے قریب آیا، میں نے دھڑام سے دروازہ اس کے منہ پر کھول دیا...... میں سمجھتا ہوں صرف پانچ انچ کا فاصلہ رہ گیا ہو گا، ورنہ کواڑ کا ایک پٹ ہی اس کے جبڑے کا قیمہ بنا کر رکھ دیتا...... جرے کو شاید امید نہیں تھی...... خوفزدہ ہو کر وہ پیچھے کو اچھلا اور اسی دوران میں اچھل کر اس کی بھینسے جیسی گردن پر اپنے دائیں ہاتھ کا ترچھا وار مار چکا تھا...... جرے دادا چند سیکنڈ تو اپنی جگہ پر کھڑا اس طرح ڈولتا رہا جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو، لیکن میری دوسری ضرب نے اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔

میں نے گریبان سے پکڑ کر اسے دیوار کے سہارے بیٹھنے پر مجبور کر دیا، وہ گردن کی نسیں مڑنے پر ایک ذبح ہوتے بیل کی طرح ڈکرا رہا تھا...... میں نے اس کے کان کے نزدیک سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

"جرے دادا بچے کی طرح شور مچانے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا، میں چاہوں تو اسی لمحے تمہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دوں، لیکن مردوں کی طرح، اگر تھوڑی سی مردانگی بھی تم میں باقی ہے تو صرف اتنا بتا دو کہ میرے قتل پر تمہیں کس نے معمور کیا ہے۔"

جرے کو صورت حال کی نزاکت کا پوری طرح اندازہ ہو چکا تھا، کیونکہ میرا خنجر اب اس کے نرخرے پر رکھا ہوا تھا اور خود بھی جانتا تھا کہ اس وقت اس کی موت اور زندگی کے درمیان صرف ایک ذرا سا دباؤ کا فاصلہ ہے اور یہ دباؤ میں اس پر کسی وقت بھی ڈال سکتا تھا۔

موت کا خوف دوسری تکلیفوں کو یوں بھی کم کر دیتا ہے، جرے نے لاہور کی ایک بڑی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

شخصیت میاں صاحب کا نام لیا جو اتفاق سے ہمارے کالج کے سرپرست بھی تھے اور ان ہی کی سرپرستی میں کالج غنڈہ گردی کا اڈا بنا ہوا تھا...... جرے نے بتایا کہ جب سے ان کے دو ساتھیوں کو تم نے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی خواہش ہے کہ تم پر قانون کا ہاتھ پڑنے سے پہلے تمہارا جسم کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ان کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

"تو ان کے دستر خوان کے لئے میرے جسم کا کون سا حصہ پسند آیا ہے؟" یہ کہتے ہوئے میں نے انگلی کے ایک جھٹکے سے اس کی ایک آنکھ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی اور اس سے پہلے کہ میری انگلی اس کی دوسری آنکھ کی طرف اٹھتی وہ چیخ پڑا۔

"بس کرو سکندر خدا کے لئے بس کرو...... میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس وقت تم نے مجھے معاف کر دیا تو ایک گھنٹے میں اس شخص کی دونوں آنکھیں تمہیں لا کر دے دوں گا۔"

"کانے جرے دادا مجھے اس کی آنکھیں نہیں چاہئیں...... مجھے بتاؤ کہ اس نے کن شرائط پر تم جیسے کرائے کے قاتل کی خدمات حاصل کی ہیں۔"

"اس نے مجھے صرف دس ہزار روپے دیئے تھے اور تمہارے جسم کے چار ٹکڑے مانگے تھے۔"

جرے نے اپنی آنکھ سے اُبلتے ہوئے خون پر ہتھیلی رکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہیں اب خدا کا واسطہ مجھے اب جانے دو۔"

"تم اس کے ڈرائنگ روم میں ہاتھوں سے دیواریں ٹٹولتے ہوئے جاتے اچھے لگو گے۔" اور یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی انگلی ٹیڑھی کر کے جھپٹا مار کر اس کی دوسری آنکھ بھی نکال لی اور وہ ایک چیخ مار کر وہیں بے ہوش ہو گیا۔

پھر میں نے آہستہ سے دروازہ بند کیا اور تیز قدموں سے گلیوں سے گزرتا ہوا استاد چھنگا کے اکھاڑے پہنچ گیا جہاں میں نے استاد کو اشرف اور گینڈے سے اپنی لڑائی اور پھر جرے دادا کی آمد کی داستان شروع سے آخر تک سنا دی، البتہ لڑکی کا ذکر میں جان بوجھ کر گول کر گیا۔ میں جیسے جیسے اسے حالات سناتا رہا تھا، استاد کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا...... جب آخر میں

میں نے اسے بتایا کہ اپنے کرائے کے قاتل کی میں نے دونوں آنکھیں نکال لی ہیں اور اب وہ میرے کمرے میں بے ہوش پڑا ہے تو استاد نے اٹھ کر مجھے اپنے گلے سے لگا لیا۔

"جیتے رہو سکندر۔" اس نے جذبات سے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"اس وقت تم نے اپنے استاد کی لاج رکھ لی۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے خاص شاگرد منگو کو آواز دی اور اسے حکم دیا کہ میرے گھر پر اس زنانے جرے کا بے ہوش جسم پڑا ہے، اسے ابھی اٹھا کر میاں صاحب کی کوٹھی میں ڈال آئے رہ گیا، میاں صاحب اور میرا معاملہ تو دو چار دن میں وہ اسے خود ہی سمجھ لے گا، پر اس وقت تو پولیس سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔" پھر وہ یکدم میری جانب پلٹ پڑا۔

"چل سکندر! پولیس اسٹیشن چلتے ہیں اور وہاں چل کر ضمانت شانت کا انتظام کرتے ہیں بعد میں جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔"

استاد چھنگا میں ساری اچھائیاں تھیں، لیکن ایک بار وہ جو کچھ طے کر لیتا تھا پھر کسی کی زبان سے اس کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتا تھا...... مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میاں صاحب کے اثر ورسوخ کی بنا پر ضمانت کا سوال تو بعد کو پیدا ہوگا، پولیس مفرور ملزم کی حیثیت سے مجھ سے اعتراف جرم کرانے کے لئے عدالت سے میرا جسمانی ریمانڈ پہلے ہی حاصل کر چکی ہوگی اور مجھے اس دوران حوالات میں جس اذیت سے گزرنا پڑے گا اس سے بھی میں بخوبی واقف تھا، لیکن اس وقت استاد چھنگا کی مخالفت کا مطلب یہ تھا کہ اس کے فیصلے میں کوئی سقم تھا اور وہ ہر چیز برداشت کر سکتا تھا، مگر اپنے کسی فیصلے میں سقم اسے کبھی منظور نہیں ہوا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

منگو استاد کا حکم بجالانے کے لئے اپنے تین چار ساتھیوں کے ساتھ پہلے ہی اکھاڑ
سے روانہ ہو چکا تھا...... دن کے گیارہ بج رہے ہوں گے...... استاد نے جلدی جلدی اپنی پگڑ
کو دو چار بل دیئے ہاتھ میں ڈنڈا لیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

"چل سکندر ذرا آج پولیس والوں سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں...... اس طرف گ
ہوئے بھی بہت دن ہو گئے ہیں۔" میں گردن جھکائے استاد کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔
ہمیں جاتا دیکھ کر استاد کے دو چار شاگردوں نے بھی جلدی جلدی کپڑے پہننا شروع کئے۔
استاد نے ایک نظر ادھر ڈالی اور باہر جاتے جاتے رُک گیا۔

"حرام خورو تم کہاں جا رہے ہو...... اے کوئی اپنے سکندر کی شادی ہو رہی ہے، ج
کے لئے سارے براتیوں کا جانا ضروری ہے...... تم لوگ جب تک مٹھائی شٹھائی کا انتظام
میں اسے لے کر ابھی واپس آتا ہوں۔" مجھے معلوم تھا کہ پولیس اسٹیشن سے واپسی نا مم
ہے، لیکن استاد کا دل رکھنے کے لئے مجھے بھی کہنا پڑا کہ۔

"گھنٹے آدھ گھنٹے کی بات ہی ہے...... ہم لوگ ابھی واپس آجائیں گے، تم سب ج
تک یہیں انتظار کرو۔" اس دوران استاد کا بھڑکیلا تانگہ اکھاڑے کے دروازے پر آکھڑا ہو
تھا...... استاد چھنگا نے سب سے پہلے تو گھوڑے کو چند غیر مہذب گالیاں دیں...... اس کی کا
پر پٹھوں پر دو چار کس کس کے ہاتھ جمائے پھر اگلی نشست پر بیٹھ کر باگیں اپنے ہاتھ

سنبھال لیں اور مجھے اپنے برابر بیٹھا کر تانگہ سرپٹ دوڑا دیا...... میں نے پوچھا۔

"استاد یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ہمیں کس تھانے میں رپورٹ درج کرنا ہے۔"

"میری جان ہر تھانہ برابر ہوتا ہے کسی بھی قریبی تھانے پر اتر جائیں گے اور وہاں سے ساری معلومات مل جائیں گی۔" انار کلی کے چوراہے پر جب ہم پہنچے تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں...... وہ جنگل والا سادھو فٹ پاتھ پر بیٹھا ہمیں دیکھتے ہوئے صدا لگا رہا تھا۔

"جہاں بھی جاؤ بھلا...... پر نتو سادھو کو ایک چائے پلا۔" میں نے استاد سے منت کی کہ اگر وہ چند منٹ کے لئے تانگہ روک لیں تو میں اس سادھو سے تھوڑی دیر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابے چمن کی اولاد بات کیا کرتا ہے...... یہ ہندو سادھو تیری چائے تھوڑی پئے گا۔ اس وقت تو رحم دل کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنی انٹی سے ایک روپیہ نکال کر مجھے دیئے ہوئے کہا۔

"جا یہ پیسے اسے دے آ...... آدمی آدمی سب برابر...... کیا پتہ سالے کو چائے اب تک سچ مچ نہ ملی ہو۔" میں استاد کے ہاتھ سے روپیہ لے کر سادھو کی طرف دوڑا، لیکن قریب پہنچنے سے پہلے ہی سادھو نے مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا...... کہنے لگا۔

"بھاگ جا...... ہسپتال بھاگ...... میاں صاحب بھی وہاں موجود ہیں اور تیرے خلاف ایس پی صاحب کی موجودگی میں دونوں زخمیوں سے بیان لکھوا رہے ہیں...... ان سے بس اپنی شناخت کروا لینا، اگر انہوں نے کہہ دیا کہ اسے تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا تو پولیس تھانے جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔" میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سادھو وہاں سے غائب تھا، اب مجھے اس کے غائب ہونے پر کوئی تعجب نہیں ہوا...... البتہ میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ استاد نے اگر سادھو مہاراج کو اس طرح غائب ہوتے دیکھ لیا ہے تو اس کا رد عمل کیا ہوگا، لیکن جب میں سڑک پار کر کے تانگہ کے قریب آیا تو استاد چھنگا بے تحاشہ قہقہے لگا رہا تھا۔

"ارے سکندر...... سکندر......" یہ کہتے ہوئے وہ اپنا پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنس رہا تھا۔

"کہ تو نے دیکھا کہ ادھر تو نے سادھو کے ہاتھ پر روپیہ رکھا اور کس بری طرح وہ

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہوٹل کی طرف بھاگا، میں کہتا ہوں سکندر ایسی عادت پر لعنت، ابے گھوڑے کی اولاد، اس سے تو اس نے ایک گلاس دودھ کے پیسے مانگے ہوتے تو تیری جان کی قسم پانچ پہر دودھ اپنے سامنے کھڑے اس سانڈ کو پلا دیتا مگر وہ تو بس ایک چائے کی پیالی کا دیوانہ ہو رہا تھا...... کہاں کم بخت نے راستہ کھوٹا کیا...... بہر حال آجا میری جان انار کلی تھانہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" میں نے تانگے پر بیٹھے ہوئے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"استاد ایک بات کہوں۔"

"اے سکندر رہے...... سکندر بن...... اتنا ڈرتے ڈرتے بات کرتا ہے...... بتا کیا بات ہے۔"

"استاد تھانے چلنے کے بجائے اگر ہم سیدھا ہسپتال پہنچیں تو آپ ان دو بد نصیبوں کو ایک نظر ضرور دیکھ لیں گے جو اپنی ہڈیاں پسلیاں تمہاری دعاؤں کے طفیل میرے ہاتھ سے تڑوا بیٹھے ہیں۔"

"کیا بات کہی ہے میرے شیر نے۔" استاد نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یہ بات چمن زادے ہمیشہ یاد رکھنا کہ جس کسی کو بھی مارو اسے دوبارہ دیکھنے ضرور جاؤ۔ دراصل اب میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں...... یہ بات مجھے پہلے ہی تجھے بتا دینا چاہئے تھی۔" یہ کہہ کر استاد نے اپنا تانگہ موڑ لیا، لیکن تانگہ موڑ کر وہ جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا...... مجھے ڈر تھا کہ کہیں استاد اپنی رائے بدل نہ دے، میں نے پھر ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"استاد کس سوچ میں پڑ گئے۔"

"ابے شیطان لاہور میں تو ہزاروں ہسپتال ہیں...... ہم ان دونوں کو کہاں تک تلاش کرتے پھریں گے۔" ابھی استاد چھنگا اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھے سوچ رہا تھا کہ کس ہسپتال کا رخ کیا جائے...... اتنے میں ایک پولیس انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ تانگے کے قریب سے گزرا...... میں نے لاکھ کوشش کی کہ وہ لوگ میرا چہرہ نہ دیکھ سکیں، لیکن انسپکٹر مجھے اچھی طرح پہچانتا تھا...... اس نے قریب آ کر کہا۔

"سکندر صاحب تانگے سے نیچے اتر آیئے...... صبح سے پورے شہر کی پولیس آپ کی تلاش میں ہے؟"

"کس جرم میں؟" استاد نے نرمی سے پوچھا...... انسپکٹر استاد چھنگا سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔

"قتل کے دو الزامات ان پر عائد ہیں...... ہم نے صبح ان کے گھر پر چھاپہ بھی مارا تھا مگر یہ گھر پر موجود نہیں تھے۔" استاد نے اسے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"یہ گھر پر تمہیں کہاں سے ملتے حوالدار جی، دو دن سے تو میں اکھاڑے میں زور کرا رہا ہوں...... کل کی پوری رات "پٹکی مار۔" سکھاتے گزاری تھی...... اب اسے ماجے کی دکان پر دودھ جلیبی کا ناشتہ کرانے لے جا رہا ہوں۔" انسپکٹر حیرانی سے استاد کا منہ دیکھ رہا تھا، لیکن استاد نے اسی نرم لہجے میں دوسرا سوال داغ دیا۔

"یہ تمہارے دو قتل رات کس وقت ہوئے جمعدار جی۔"

"مغرب کے کچھ بعد...... شاید رات آٹھ بجے کا وقت ہو گا۔"

"رات میں انہوں نے سکندر کو پہچانا کس طرح، کیا وہاں بجلی کے ہنڈے جل رہے تھے۔"

"یہ سوال تو عدالت ہی میں پوچھا جا سکتا ہے۔" انسپکٹر نے قدرے گھبراہٹ سے جواب دیا۔

"لیکن جمعدار جی ہمارا نام استاد چھنگا ہے اور ہمارے اس شہر میں ہزاروں شاگرد ہیں، وہ سب یہ گواہی دیں گے کہ اس وقت سکندر ہمارے اکھاڑے میں موجود تھا...... ویسے کیا وہ زخمی سکندر کو پہلے سے جانتے ہیں۔"

"ان کا تو کہنا یہی ہے کہ سکندر صاحب ان کے کالج کے ساتھی ہیں اور کسی بات پر پہلے سے ان کی دشمنی چل رہی تھی۔" اس دوران ایک اور جیپ پولیس والوں کی وہاں پہنچ گئی اور اس سے پہلے کہ استاد ان پر اپنا کوئی اور داؤ چلاتا انہوں نے زبردستی مجھے تانگے سے اٹھا کر اپنی جیپ میں ڈال لیا اور انسپکٹر وہیں تانگے کے پاس کھڑا استاد سے اُلجھتا رہا۔

وقت وقت کی بات ہوتی ہے، اگر وہاں رکنے کے بجائے سادھو کی ہدایت کے مطابق

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہم فوراً ہسپتال روانہ ہو جاتے تو شاید صورت حال کچھ بدلی ہوئی ہوتی لیکن اس وقت پورے طور پر اس کے رحم و کرم پر تھا اور حوالات پہنچ کر پولیس نے مجھ پر کوئی رحم نہ کیا...... انہوں نے طرح طرح کی اذیت دے کر مجھ سے یہ اعتراف کروالینا چاہا کہ میں کے ارادے سے اپنے ان دونوں ساتھیوں کو راوی پار لے گیا تھا اور اپنی دانست میں جب ان کو قتل کر چکا تو بظاہر ان کی لاشیں ان ہی جھاڑیوں میں چھوڑ کر شہر واپس آ گیا، لیکن اپنے اس بیان پر جما رہا کہ دو دن سے میں استاد چھنگا کے اکھاڑے میں تھا اور وہاں سے ا منٹ کے لئے بھی کہیں باہر نہیں گیا ہوں، لیکن میرے انکار پر میرے ننگے بدن پر کوڑ برستے رہے اور جگہ جگہ سے میری کھال پھٹ گئی، یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو گیا ہوش میں آیا تو ایک نیا الزام میرا منتظر تھا اور وہ یہ کہ جرے دادا کی میں نے آنکھیں نکال لی حالانکہ وہ میاں صاحب کے ساتھ میرے گھر صرف یہ پوچھنے آیا تھا کہ میں نے م صاحب کے دونوں آدمیوں کو کیوں قتل کرنا چاہا تھا...... میاں صاحب نے پولیس کو خو بیان دیا تھا کہ جرے دادا کی آنکھیں میں نے اپنی انگلیوں سے ان کے سامنے نکالی تھیں اور میاں صاحب موقع واردات پر اپنی گاڑی سے بھاگ نہ گئے ہوتے تو ممکن ہے کہ غصے میں انہیں بھی ہلاک کر دیتا۔

مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ حوالات سے باہر استاد چھنگا میری ضمانت حا کرنے کے لئے کیا اقدامات کر رہا ہے، لیکن ایک بات پر میرا اعتماد پکا تھا کہ پولیس والے جان سے تو مار سکتے ہیں، لیکن مجھ سے کسی قسم کا اعتراف کرانے میں انہیں کامیابی نہ ہو سکتی۔

لیکن میاں صاحب جیسے رسوخ والے اور دولت مند سیاستدان کی واضح چشم شہادت کے بعد اب پولیس کو میرے اعتراف کرنے یا نہ کرنے سے کوئی دلچسپی باقی نہیں تھی، چنانچہ دو دن کے اندر کاغذات تیار کر کے مجھے متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ک گیا...... میاں صاحب عدالت میں موجود تھے...... مجسٹریٹ نے جب ان سے دریافت کی

لیا یہ وہی مجرم ہے، جس نے جرے کی آنکھیں نکالی تھیں...... میاں صاحب نے چند لمحے یرے چہرے کو حیرت سے دیکھا، پھر انہوں نے غصے سے پولیس کے پراسیکیوٹنگ انسپکٹر و دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تو پولیس والوں کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں...... کیس کو کمزور کرنے کے لئے تم کس آدمی کو پکڑ لائے ہو...... یہ وہ سکندر نہیں ہے، جس نے میرے سامنے جرا کی نکھیں نکالی تھیں اور نہ وہ آدمی ہیں جس نے میرے دو آدمیوں کو ہلاک کرنے کی کوشش ی تھی۔" پھر انہوں نے مجسٹریٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جناب اعلیٰ! میں اس ملک کا باعزت شہری ہوں...... پولیس اصل مجرم سے مل گئی ہے ر میرے بیان کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے اب یہ لوگ ایک ایسے مجرم کو پکڑ لائے ہیں، س کا ان وارداتوں سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔" میاں صاحب کے اس بیان سے پورے رہ عدالت میں سناٹا چھا گیا...... مجھے اسی وقت رہا کر دیا گیا اور مجسٹریٹ نے پولیس انسپکٹر کو بشہ کی طرح آخری وارننگ دی کہ اس طرح کے جھوٹے کیس اگر ان کی عدالت میں پیش ے جاتے رہے تو وہ آئی جی پولیس کو یہ نوٹ لکھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ علاقے کی لیس بے گناہ لوگوں اور شہر کے باعزت آدمیوں کو خواہ مخواہ پریشان کر رہی ہے۔

آگے بڑھ کر سب سے پہلے جس آدمی نے مجھے سینے سے لگایا وہ وہی سادھو تھا جس نے ے سب سے پہلے ہسپتال جانے کی ترغیب دی تھی...... میں خود بھی کہہ رہا تھا کہ یہ جو اچانک ی الٹ گئی اس کے پیچھے سادھو کی غیر مرئی طاقتیں کار فرما ہیں، میں اس سے پہلے کچھ بھنا چاہتا تھا کہ لیکن وہ یہ کہہ کر جلدی سے علیحدہ ہو گیا۔

"گھر جا...... گھر جا...... اور وقت ضائع مت کر۔" مگر استاد چھنگا اور اس کے ساتھی مجھے اڑے لے جانے کے لئے بضد تھے...... استاد نے وہیں عدالت میں خاک چاٹ کر قسم ئی کہ وہ اس پولیس انسپکٹر کو معاف نہیں کرے گا جس نے مجھے تانگے سے اٹھا کر اپنی جیب ڈالا تھا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

لیکن یہ سب اُوپر کی باتیں تھیں...... میرے ذہن میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں
یہ سادھو آخر ہے کون؟ جو اپنی عجیب و غریب قوتوں سے کام لے کر جب چاہتا ہے حالات
اپنے رُخ پر موڑ لیتا ہے، دوسرے اس کا وہ کون سا مفاد مجھ سے وابستہ ہے، جو وہ اس طر
میری مدد کو آکھڑا ہوتا ہے...... میں استاد چھنگا اور اس کے شاگردوں میں گھرا ابھی عدا
سے باہر ہی نکلا تھا کہ ذرا فاصلے پر چالیس پچاس آدمی کا ایک ہجوم نظر آیا...... دریافت کر
پر معلوم ہوا کہ میاں صاحب غصے میں جب عدالت سے باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھ کر گو
پر جا رہے تھے تو ان کی گاڑی ایک درخت سے اس بری طرح ٹکرائی کہ آن کا ہاتھ کہیں ملا
ٹانگیں کہیں ملیں، حالانکہ جرے دادا سے انہوں نے میرے جسم کے ٹکڑے منگوائے تھے۔

"واہ سادھو جی تم بھی خوب ہو لیکن کاش مجھے اتنا معلوم ہو سکتا کہ تم یا تمہاری دیوی
سے کیا چاہتی ہیں۔" یہ بات میں دل میں سوچ رہا تھا، لیکن پیچھے سے کسی عورت کی ہنسی
دی جو سرگوشیوں میں کہہ رہی تھی۔

"سکندر صاحب مفاد کیسا...... تم پر دیوی جی کی چھایا ہے اور صدیوں میں یہ بات
انسان کو حاصل ہوتی ہے۔" آواز اس لڑکی کی تھی جو اس رات موٹر سائیکل پر میرے
بیٹھ کر شہر آئی تھی اور راستے میں کہیں غائب ہو گئی تھی...... میں نے سوچا آج یہ مجھ
نہیں بچ سکتی اور جیسے ہی میں اسے اپنی گرفت میں لینے کے لئے پیچھے مڑا، سادھو آہستہ آ
مسکراتا ہوا میرے پیچھے چل رہا تھا۔

"زیادہ نہیں سوچا کرتے بالک...... بس اب تو گھر جا۔" اس نے سرگوشی میں مجھ سے

"لیکن میرا اکھاڑے جانا ضروری ہے۔"

"بالک ہٹ چھوڑ اور گھر جا۔"

"سکندر یہ تو کیسی باتیں کر رہا ہے۔" استاد نے میرا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے کہا

میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سادھو وہاں موجود نہیں تھا...... میں نے اس سے کہا۔

"استاد میرا گھر جانا بہت ضروری ہے...... میں وہاں سے سیدھا اکھاڑے آجاؤں گا

"نہیں۔" استاد نے فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"سکندر تو اکیلا گھر پر نہیں جائے گا...... یہاں سے ہم تیرے ساتھ گھر چلیں گے اور پھر وہاں سے تیرے ساتھ اکھاڑے واپس آئیں گے، جہاں تیری رہائی کے سلسلے میں ہم تین دن تک جشن منائیں گے۔" میں استاد کو گھر لے جانے کے حق میں نہیں تھا، لیکن بظاہر استاد سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل نظر آ رہا تھا...... دراصل مجھے سب سے زیادہ فکر رحیم کی تھی۔ رحیم اس صبح موٹر سائیکل واپس کرنے میرے گھر سے نکلا تھا اور پھر آج تک میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی تھی...... اخباروں نے میرے کیس کی کافی پبلسٹی کی تھی...... یہ ناممکن بات تھی کہ رحیم مجھ سے حوالات میں ملنے نہ آتا...... میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میری وجہ سے یقیناً وہ کسی افتاد میں پڑ گیا ہے، لیکن استاد چھنگا کو میں رحیم کے معاملات سے بالکل الگ رکھنا چاہتا تھا...... رحیم خدا کی مدد کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتا تھا اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ استاد چھنگا یا کسی بدمعاش نے اس کی بازیابی کے سلسلہ میں کوئی کوشش کی ہے تو شاید عمر بھر کے لئے وہ مجھ سے اپنے تعلقات ختم کر لیتا...... اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ استاد چھنگا اور اس کے ساتھیوں کو میں کس طرح اپنے ساتھ لے جانے سے باز رکھوں، لیکن ان دنوں کچھ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری اپنی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی...... تقدیر جس راستے پر چاہتی اسی راستے پر مجھے لے جاتی تھی اور میں صحیح معنوں میں تقدیر کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا...... یوں بھی پولیس ریمانڈ میں رہ کر جسم اور روح دونوں اتنے زخمی ہو چکے تھے کہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کے قابل ہی نہیں رہ گیا تھا...... یوں محسوس ہوتا تھا کہ میں خود بے شمار کرداروں کی ایک ایسی کہانی ہوں جس کے تمام کردار اس طرح بکھر گئے ہیں کہ نہ اس کا پلاٹ سمجھ میں آ رہا ہے اور نہ کوئی کردار اپنا پورا کردار ادا کر رہا ہے، لہٰذا یہ ایک منطقی فیصلہ تھا کہ دریا کی پرشور لہروں پر ایک تنکا بہہ رہا ہے تو...... بہنے دو کہیں تو قافلہ ابر بہار ٹھہرے گا۔

اور قافلہ چند قدم چلنے کے بعد ہی ٹھہر گیا...... ابھی ہم تانگوں پر سوار ہو ہی رہے تھے کہ دو پولیس والوں نے آکر بتایا کہ...... "کہ علاقے کے ایس پی ٹھاکر داس جی نے مجھے اپنے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دفتر میں فوراً طلب کیا ہے...... استاد کے پوچھنے پر سپاہیوں نے صرف اتنا بتایا کہ سکندر صا پر ریمانڈ کے زمانے میں پولیس نے جو زیادتیاں کی ہیں ان پر انتہائی افسوس ہے اور وہ خو سے مل کر معافی مانگنا چاہتے ہیں۔" استاد چھنگا کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔

"ہاں ہاں جی کیوں نہیں۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہم پہلے ایس پی صاحب کے دفتر چلیں گے اور اس کے بعد سکندر کے گھر جائیں گے لیکن پولیس والے مجھے تنہا لے جانے پر بضد تھے...... میں نے یہ بھی موقع غنیمت اور استاد سے کہا۔

"کہ وہ اکھاڑے پہنچیں، میں ایس پی صاحب سے مل کر سیدھا وہیں پہنچوں گا۔"

"ٹھیک ہے سکندر۔" استاد نے مجھے الگ لے جاتے ہوئے کہا۔

"ایس پی صاحب سے بات کرتے ہوئے ایک بات کا خیال رکھنا کہ اگر وہ پولیس ا ممتاز کے بارے میں تم سے کوئی سوال کریں تو قطعی لاعلمی کا اظہار کرنا...... اس تخم حرا میں نے عدالت ہی سے اٹھا کر اپنے اکھاڑے کے تہہ خانے میں پھینکوا دیا ہے...... تم معلوم ہے کہ اس نے تمہاری گرفتاری کا معاوضہ میاں صاحب سے دس ہزار روپیہ لیا تھ وہ دس ہزار روپے اس شرط پر اسی وقت ادا کر دیئے گئے تھے کہ اگر اس نے حوالات تمہاری اچھی خاصی ٹھکائی کی تو یہ رقم دگنی بھی ہو سکتی ہے...... میاں صاحب کے مرنے اس کی دگنی رقم تو گئی لیکن ہم چار گنی رقم اس سے حاصل کر کے اسی تہہ خانے میں اسے د کر دیں گے۔"

استاد کی گفتگو سن کر میرا ماتھا ٹھنکا اور مجھے ایس پی کی معافی ایک اور کیس کی ابتداء آئی...... لیکن میں نے اس وقت استاد سے اس مسئلے پر بات کرنا مناسب نہ سمجھ اور چپ چا سپاہیوں کے ساتھ ایس پی ٹھاکر داس جی کے دفتر روانہ ہو گیا۔

ایس پی ٹھاکر داس اپنے وسیع و عریض کمرے میں طویل میز پر ٹانگیں رکھے ایک آہستہ آہستہ اپنی پنڈلیوں پر مار رہا تھا...... سپاہی مجھے اس کے کمرے میں چھوڑ کر باہر چلے اور انہوں نے باہر سے دروازہ بند کر دیا...... ٹھاکر نے مجھے مسکرا کر سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر اچانک کرسی سے کھڑا ہو کر بید سے برابر کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"سکندر صاحب میں نے آپ کو معافی مانگنے کے لئے طلب فرمایا تھا، لیکن یہ جگہ معافی کے لئے ذرا مناسب نہیں ہوتی، کیا آپ اس کمرے میں آنا پسند کریں گے۔" اس نے اُٹھ کر بید ہی سے کمرے پر پڑا ہوا پردہ ایک طرف کیا اور مجھ سے اندر چلنے کے لئے کہا۔

لیکن جب میں اندر داخل ہوا تو ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جہاں بیٹھنے کے لئے ایک کرسی تک موجود نہ تھی...... کرسی تو بڑی بات ہے اس جگہ تو کوئی روشن دان بھی نہ تھا...... اوپر البتہ ایک بہت بڑا کم پاور کا زرد سا بلب جل رہا تھا۔

"تو سکندر صاحب مجھے آپ سے پولیس کے رویہ کی معافی طلب کرنا ہے۔" اس نے میرے سامنے آکر کہا اور اچانک اپنا ہاتھ اتنے زور سے میرے منہ پر مارا کہ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اس کا سر یقیناً دیوار سے جا ٹکراتا اور ابھی میں اس کے پہلے حملے سے سنبھلا ہی تھا کہ اس نے مجھے اپنی ٹھوکروں کی زد میں لے لیا...... تکلیف اور درد کی شدت سے میرے آنسو نکل آئے اور مجھے محسوس ہوا کہ دو چار ٹھوکریں میرے دل یا جسم کے کسی نازک مقام پر اسی بربریت سے پڑتی رہیں تو میں اس کوٹھڑی میں چند منٹ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکوں گا، چنانچہ اپنے تحفظ کے لئے جیسے ہی اس نے میرے سینے پر دوسری ٹھوکر مارنے کے لئے اپنا پیر اٹھایا میں نے اس کا جوتا اپنی گرفت میں لے لیا اور پوری طاقت سے ایک جھٹکا ایسے دیا کہ ٹھاکر داس زمین پر آ رہا...... اب میری باری تھی...... اس ساؤنڈ پروف کمرے میں ٹھاکر کے چہرے اور سینے پر اس وقت تک ٹھوکریں مارتا رہا جب تک وہ بے ہوش نہ ہو گیا...... پھر میں اس کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر باہر اس کے دفتر میں آ گیا...... اس کا کمرہ اب تک خالی تھا...... میں نے باہر نکلنے کے لئے برآمدے کا دروازہ کھولا...... وہ دونوں سپاہی اب تک باہر کھڑے پہرہ دے رہے تھے...... میں نے ان سے کہا۔

"تمہیں ایس پی صاحب نے اندر بلایا ہے۔" وہ چپ چاپ میرے ساتھ اندر آ گئے۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

لیکن میں نے انہیں کوٹھڑی تک جانے کی مہلت نہیں دی اور دونوں کے سر اس طر ٹکرائے کہ ایک ادھر گرا اور دوسرا اُدھر گرا...... پھر میں انہیں ٹانگوں سے کھینچتے ہوئے ا کوٹھڑی میں لے گیا، جہاں ٹھاکر داس جی بے ہوش پڑے تھے اور ان کی صاف ستھری استر کی ہوئی وردی پر جگہ جگہ خون کے بڑے بڑے دھبے پڑے ہوئے تھے...... میں نے دونو سپاہیوں کو ٹھاکر کے بدن پر ڈالا اطمینان سے کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے پردہ برابر کیا۔ ٹھاکر کے آفس میں بیسن پر پہنچ کر میں نے منہ ہاتھ دھویا...... اپنے چہرے کے زخم اس سفید بے داغ تولیہ سے صاف کئے اور اس تولیہ کو بھی بے ہوش سپاہیوں پر کفن کی طرح ڈ کر اطمینان سے ٹہلتا ہوا باہر آ گیا اور چند منٹ میں ایس پی آفس سے اتنی دُور نکل آیا کہ ا اگر کوئی مجھے گرفتار کرنے بھی آتا تو آسانی سے گرفتار نہ کر سکتا...... چند قدم آگے بڑھ میں نے ایک ٹیکسی روکی، جس نے تھوڑی ہی دیر میں مجھے گھر کے دروازے پر لے جا کر ا کر دیا...... ایس پی کو مجھ سے یہ کیا عداوت تھی...... میں نے اپنے گرد آلود بستر پر خود کو گرا ہوئے سوچا۔

حقیقت یہ ہے کہ اب تک جو کچھ مجھ پر بیتی تھی اس پر خود مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ تقدیر اور حالات آدمی کی زندگی میں بڑا کردار ادا کرتے ہیں، لیکن اب ایسی بھی کیا تقدیر انجانے لوگ میرے دوست اور دشمن بن گئے تھے...... ان واقعات کی ابتداء اس اطلاع ہوئی کہ رحیم کو کالج کے غنڈوں نے اغوا کر لیا ہے، لیکن وہ پورا ڈرامہ سراب یا خواب نکلا جب کئی دن بعد اس سراب یا خواب کی تلاش میں جائے واردات پر پہنچا تو یوں محسوس جیسے میں خواب اور حقیقت کے درمیان کہیں پھنس کر رہ گیا ہوں...... وہ لڑکی ایک خوا تھی جو میری موٹر سائیکل پر بیٹھ کر آئی تھی، لیکن میرے جسم کے زخم حقیقی تھے جن درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں...... سادھو ایک سراب تھا لیکن پولیس ریمانڈ کے بھیانک دن لرزہ خیز راتوں کے مظالم میرے پورے وجود پر درد کی لہروں کی شکل میں موجود تھے اور اب بظاہر ایک ڈراپ سین کر آیا تھا...... رحیم غائب تھا اور تھوڑی دیر میں پولیس ایک با

ایس پی ٹھاکر کے سلسلے میں میرے گھر کا محاصرہ کرنے والی تھی، کیونکہ اس سے ملنے والا آخری آدمی میں ہی تھا اور جب بھی ٹھاکر کو ہوش آیا اس کی ایک ہی گواہی مجھے آٹھ دس سال کے لئے جیل بھیجنے کے لئے کافی تھی۔

میں تکیے پر سر رکھے دونوں ہاتھ پھیلائے بے سدھ بستر پر پڑا تھا اور اندر سے اس حد تک ٹوٹ چکا تھا کہ جی چاہنے کے باوجود رحیم کے گھر جا کر اصل صورت حال معلوم کرنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی...... نا امیدی اور تھکن سے میری آنکھیں رفتہ رفتہ بند ہونے لگیں، لیکن سیدھے ہاتھ پر ایک بوجھ سا تھا...... سوچا پچھلے چند دنوں سے روئی کی طرح دھنکا گیا ہوں کہ ایک ہاتھ میں کیا پورا جسم ہی روح پر ایک بوجھ محسوس ہو رہا ہے، لیکن نہیں میرے ہاتھ پر کوئی ہلکی پھلکی چیز بیٹھی ہوئی تھی جس کے وجود کی گرمی میں اپنے ٹھنڈے اعصابی ہاتھ پر محسوس کر سکتا تھا...... سانپ دفعتاً میرے ذہن میں خیال آیا اور میں نے تیزی سے اُٹھ کر ہاتھ جھٹک دیا، اسی وقت ایک کھنکتی ہوئی ہنسی کی آواز مجھے سنائی دی۔

"مجھ سے یوں دامن نہ چھڑا سکو گے سرکار۔" اور پھر میں اپنی آنکھوں کا اعتبار کھو بیٹھا...... میرے انگوٹھے کی پشت سے ٹیک لگائے تین چار انچ کی ایک بھرپور عورت ٹانگ پر ٹانگ رکھے میری جانب دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

❁❁❁

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میں اسے گڑیا ہی کہوں گا، کیونکہ وہ اتنی چھوٹی تھی کہ آرام سے پاؤں پسارے میری ہتھیلی پر انگوٹھے سے سر لگائے مسکراتے ہوئے مجھے اتنی ہی حیرت سے دیکھ رہی تھی...... جتنی حیرت سے شاید میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"اے۔" اس نے شرارت سے اپنی ایک انگلی رخسار پر رکھتے ہوئے کہا۔

"تم تو مجھے اس طرح دیکھ رہے ہو جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے پوری پی جاؤ گے۔"

"کون ہو تم؟"

"میرا تعلق تمہاری دُنیا سے نہیں ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے ناگواری سے جواب دیا۔

"تم جو کوئی بھی ہو سادھو مہاراج تک میری یہ بات پہنچا دو کہ میں دوسروں کے سہارے زندہ رہنے کا عادی نہیں ہوں...... مجھے تم سے، تمہارے سادھو مہاراج یا تمہاری دیوی سے کچھ نہیں لینا ہے۔"

"لیکن اگر مجھے تم سے کچھ لینا ہو؟" میں نے پریشان ہو کر ادھر اُدھر دیکھا اب وہ میری ہتھیلی پر نہیں تھی، لیکن اس کی آواز مجھ سے اتنی قریب تھی کہ مجھے اپنے ہی وجود کا ایک حصہ محسوس ہو رہی تھی۔

"تم کہاں سے بات کر رہی ہو۔" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"تم نے ٹھیک ہی سوچا میں تمہارے وجود ہی کا ایک حصہ ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یہ نئی آفت کہاں سے آ گئی؟" میں نے سوچا...... اس سے چھٹکارا پانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

"سنو! میرا نام آفت نہیں پشپا ہے...... تم خوش نصیب ہو کہ حالات نے ہمیں تمہیں یکجا کر دیا ہے اور آج سے سائے کی طرح تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گی۔"

"مجھے کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے غصے سے اُٹھ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا، پھر میں نے جیسے اسے منانے کے لئے کہا۔

"خدا کے سوا دُنیا کی کوئی بھی طاقت مجھ سے میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں لے سکتی۔" وہ ہنسی، دیر تک ہنستی رہی، اس کی ہنسی میں بھرپور جوانی کا نشہ جھلک جھلک پڑتا تھا۔

"اے...... اے......" وہ اچانک سنجیدہ ہو گئی...... یہ تم میرے بدن اور میری جوانی کے چکر میں کہاں پڑ گئے اور اچانک میں نے اس بار آواز کی سمت دیکھا تو وہ میرے پیچھے پلنگ کی پٹی پر پیر لٹکائے شباب سے بھرپور ایک سرو قد دوشیزہ کی طرح کھڑی تھی اور یہی موقع تھا کہ میں نے اس پر چھلانگ لگا دی...... میرا خیال تھا کہ اگر ایک بار وہ میرے قابو میں آ گئی تو اب تک سادھو اور اس کی دیوی اور اس پراسرار لڑکی کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر لوں گا جو موٹر سائیکل پر میرے ساتھ آئی تھی اور راستے ہی سے کہیں غائب ہو گئی تھی...... سادھو اور اس کی دیوی کی مہربانی مجھ پر بلاوجہ نہیں ہو سکتی تھی، پھر یہ چھلاوا جس کا قد ابھی ایک بالشت سے بھی کم تھا اور جو اس وقت بھرپور دوشیزہ کے انداز میں مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھی۔

لیکن اس دوران میں اس پر چھلانگ لگا چکا تھا مگر میرا سر بڑے زور سے پلنگ کی پٹی سے جا ٹکرایا اور پشپا اب اس جگہ کھڑی نہیں رہی تھی جہاں سے میں نے جست لگا کر اسے اپنے قابو میں کرنا چاہا تھا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"سکندر وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔" اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہارے دوست رحیم کی جان سخت خطرے میں ہے، اگر تم فوراً اس کی مدد کو نہ پہنچے تو ایس پی ٹھاکر داس کے پالتو غنڈے اسے جان سے مار چکے ہوں گے...... رہ گئی میں تو میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو...... یوں سمجھو کہ میں ایک سایہ ہوں اور ایک سایہ کو کس نے پکڑا ہے...... صرف دیوی ایک حقیقت ہے جس کے حکم پر میں یہاں موجود ہوں، تمہیں پکڑنا ہی ہے تو دیوی کو پکڑو۔" یہ کہتے ہوئے وہ پھر ہنسنے لگی

"کیسی عجیب بات ہے، سکندر کے تم دیوی کی قید میں بھی ہو لیکن دیوی نے تمہیں اپنی ایک جھلک اس لئے نہیں دکھائی کہ اس کے زندہ و تابندہ حسن کی ایک جھلک بڑے بڑے پتھر دلوں کو پاگل بنا دیتی ہے۔" مگر اب میرا ذہن دیوی یا پشپا کے بارے میں نہیں بلکہ رحیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"رحیم اس وقت کہاں ہے؟" ٹھاکر داس جی کے دفتر کے نیچے اس تہہ خانے میں جہاں سے کوئی قیدی آج تک زندہ باہر نہیں نکلا۔

"کیا وہ پولیس کی تحویل میں ہے؟"

"نہیں...... ٹھاکر داس کے اپنے تنخواہ دار غنڈے ہیں جو اس کے دشمنوں کو اذیت ناک موت دینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔"

"کیا رحیم ابھی زندہ ہے۔" اور میں جب یہ سوال کر رہا تھا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے غصے نے مجھے پاگل کر کے رکھ دیا ہو۔

"وہ مانک چند اور سردارے کے سامنے بے ہوش پڑا ہے...... اس کا چہرہ لہولہان ہے اور یہ دونوں بدمعاش اس کے دوبارہ ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"پشپا۔" میں نے عاجزی سے کہا۔

"کیا تم مجھے اس تہہ خانے کا دروازہ بتا سکتی ہو؟"

"ہا...... آآآآآ۔" اس نے شوخی سے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یہ کنیز آپ کے پاس بھیجی ہی اسی لئے گئی ہے کہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے۔ سوائے ایک بات کے اور وہ بات دیوی نے صرف اپنے لئے مخصوص کر رکھی ہے۔" وہ کیا کہہ رہی تھی میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا...... میں رحیم کی زندگی اور اس کی سلامتی کے لئے بے حد پریشان تھا...... پشپا، مانک چند اور سردارے جن بدمعاشوں کا ذکر کر رہی تھی، وہ اپنی ایذا پسندی کے لئے بہت دُور دُور تک مشہور تھے...... میں نے ان پر کئی مرتبہ ہاتھ ڈالنا چاہا تھا لیکن وہ ہر بار جل دے کر نکل جاتے تھے...... کاش میں کسی طرح ان تک پہنچ سکتا، لیکن اگر وہ تہہ خانہ ٹھاکر داس کے دفتر کے نیچے اس نے اپنے ذاتی انتقام کے لئے بنوا رکھا ہے تو پولیس سے مقابلہ کئے بغیر میں رحیم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

"پولیس کی کیوں پرواہ کرتے ہو۔" اس بار پشپا جیسے وجود کے اندر سرگوشی کر رہی تھی۔

"اگلی منزلوں تک پہنچنے کے لئے تمہیں پولیس کے سامنے اپنی پوزیشن ویسے بھی صاف کرنا ہے۔"

پھر وہ ایک پرخیال انداز میں بولی۔

"سکندر مزا تو جب آئے گا کہ ٹھاکر داس بھی تمہارے ساتھ تہہ خانے میں جائے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" میں نے جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"جب پشپا تمہارے ساتھ ہے تو ناممکن کوئی بات نہیں ہے سکندر...... ایک بات بتاؤ۔ کیا تم رحیم کے لہولہان چہرے کا واقعی ٹھاکر داس سے انتقام لینا چاہتے ہو۔"

"میں اس کا خون پی جاؤں گا۔"

"چھی چھی...... بری بات...... وہ ہنسی، کچھ دوسروں کی پیاس کا خیال بھی رکھو۔"

اچانک ہی جیسے کسی بچھو نے مجھے ڈنک مار دیا ہو، پشپا اپنی پیاس بجھانے کے لئے کہیں مجھے تو کھلونا نہیں بنا رہی ہے۔

"میں پن اور پاپ کے چکروں میں بہت کم پڑتی ہوں سکندر۔"

پشپا نے جواب دیا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"لیکن مجھ جیسی عورتوں کے بارے میں اب تک تم نے جو کچھ پڑھا یا سنا ہے اس ایک کہانی سے زیادہ اہمیت نہیں ہے...... مجھے اپنی پیاس بجھانے کے لئے کسی کے خون ضرورت نہیں پڑتی، البتہ تازہ تازہ گرم گرم خون پینے سے مجھے تھوڑا سا نشہ ضرور ہو جاتا اور یہ نشہ مجھے اچھا لگتا ہے...... مجھے یقین ہے کہ ٹھاکر داس کا خون بہت لذیذ ہو گا، کیونکہ ا میں ہوس اور ظلم کی چاشنی اتنی ہو گی کہ پھر مجھے ایک ہفتے تک نشہ کی ضرورت نہیں ہو گی۔

"وہی مطلب ہوا نہ کہ تم دوسروں کا خون پیتی ہو۔" میں نے ناگواری سے کہا۔

"ہیں میں خون کی عادی نہیں ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن جیسے بعض آدمی ہوتے ہیں کہ شراب کے عادی نہیں ہوتے لیکن کبھی کبھی ا اچھی شراب مل جائے تو تھوڑی سی پی لینے میں حرج بھی نہیں سمجھتے۔ اوہ" اس نے چو ہوئے کہا۔

"رحیم کو ہوش آ رہا ہے اور وہ اس طرف لوہے کی گرم سرخ سلاخ لے کر بڑھ ر ہیں۔"

"کیوں...... آخر کیوں۔" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"وہ رحیم کو اتنی اذیت کیوں پہنچا رہے ہیں۔"

"ٹھاکر داس اس سے صرف ایک بیان لینا چاہتا ہے کہ پولیس کے ایک کارند رحیم نے اپنے سامنے تمہیں قتل کرتے دیکھا ہے۔"

"ذرا ٹھہرو میں تہہ خانے کی سیڑھیوں پر کسی کے نیچے اترنے کی آواز سن رہی ہوں پھر چند لمحے توقف کے بعد وہ بولی۔

"میرا خیال درست ہی تھا یہ ٹھاکر داس ہے...... اس نے سر کے بال پکڑ کر رحیم زمین سے اٹھا لیا ہے اور اب غصے میں اس سے کہہ رہا ہے کہ میں تمہیں بیان پر دستخط کر کے لئے صرف پندرہ منٹ اور دے رہا ہوں اور اگر اس دوران تم نے دستخط نہ کئے تو تمہا ہڈیاں توڑ کر تمہیں یہیں دفن کر دیا جائے گا۔"

"پشپا۔" میں نے جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تمام عمر تمہارا احسان مند رہوں گا، مجھے تم کسی طرح بھی تہہ خانے تک پہنچا دو۔"

"اس احسان کے بدلے میں تم مجھے کیا دو گے۔" وہ شوخی سے پھر مسکرائی...... وہ میرے سامنے ہوتی تو میں یقیناً اس کا گلا گھونٹ دیتا...... یہ وقت شرطیں منظور کرانا نہیں تھا...... رحیم کی جان جا رہی تھی اور یہ۔

"نا نا نا...... بابا میری اتنی مجال کہاں کہ میں تم سے کوئی شرطیں منواؤں۔" اس نے جیسے میرے خیالوں کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"میں تو صرف اتنا چاہتی ہوں کہ اپنا کام نکلنے کے بعد مجھے دھتکار مت دینا، کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کروں...... چلو ٹھاکر داس کے دفتر چلتے ہیں۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ باہر سادہ کپڑوں میں پولیس والے میرے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔" میرے اس سوال پر وہ اتنی زور سے ہنسی جیسے اس سے اچھا لطیفہ اس نے پہلے کبھی سنا ہی نا ہو۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں اس لئے ہنس رہی ہوں کہ مجھے تو بتایا گیا تھا کہ تم بہت بہادر آدمی ہو، حالانکہ اس وقت پولیس کے ڈر سے باہر نکلنے میں تمہیں پسینے چھوٹ رہے ہیں۔" میں خاموش ہو گیا اور طے کر لیا کہ جادو منتروں سے پیدا شدہ اس لڑکی کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آخر اس سے پہلے بھی مجھ پر ایسے برے وقت پڑتے رہے ہیں اور اللہ نے محض مجھے اپنے کرم سے کامیاب و کامران رکھا ہے۔

"اچھا پشپا میرے پاس وقت بہت کم ہے...... میں نے کبھی غیروں سے کوئی مدد نہیں مانگی، تم جہاں سے بھی میرے پاس بھیجی گئی ہو...... وہاں جا کر بتا دو کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے میں تیزی سے دروازہ کھول کر مکان کے باہر آ گیا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

باہر نکل کر غیر شعوری طور پر میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا، کیونکہ ایسا محسوس ہور
تھا جیسے کوئی کاغذ اڑتا ہوا میرے سر پر آ پڑا ہو لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا...... میں نے تیزی سے
گلی کے دونوں طرف نظر دوڑائی...... گلی کے دونوں سروں پر کچھ سپاہی کھڑے ہوئے تھے
میں دوبارہ اپنے گھر میں چھپنے کے لئے تیزی سے واپس مڑا ہی تھا کہ سامنے کے دروازے سے
کرم داد نکلتا ہوا نظر آیا...... کرم داد کی گلی کے نکڑ ہی پر دودھ دہی کی دکان تھی اور کئی نادہ
گاہوں سے میں اس کی رقمیں دلوا چکا تھا...... یوں بھی کرم داد دوسروں کی مدد کر کے خوش
ہونے والوں میں سے تھا، میں بھاگ کر اس کے پاس پہنچا اور اس سے کہا۔

"کرم داد تمہیں معلوم ہے کہ پولیس بے قصور میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے لیکن اگر
چاہو تو میں تمہارے مکان کی چھت سے دوسری گلی میں کود کر آسانی سے یہاں سے باہر نکل
سکتا ہوں۔" لیکن میرے تعجب کی انتہا نہ رہی، جب کرم داد نے یوں ظاہر کیا جیسے اس
میری بات سنی ہی نہ ہو، بلکہ اس نے تو ایک نظر اٹھا کر میرا چہرہ تک دیکھنا گوارہ نہ کیا اور تیز
سے اپنی دکان کی طرف بڑھ گیا...... سچ ہے، میں نے سوچا بیچارے کرم داد پر کیا منحصر ہے
ایسے میں تو خود اپنا سایہ ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔

"اے سنو۔" کہیں قریب سے پشپا کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"چپ ہو جاؤ۔" غصے میں میری آواز اتنی بلند ہو گئی کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں نکڑ
کھڑے سپاہیوں نے میری آواز نہ سن لی ہو، میں نے آہستہ سے کہا۔

"پشپا تم اب مجھے پاگل کر دو گی...... تم ایشور، شیطان، اللہ جسے بھی مانتی ہو میں تمہیں
اس کی قسم دیتا ہوں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو مجھے تم سے کسی قسم کی مدد نہیں چاہئے۔"

"یہ بات تم دل سے کہہ رہے ہو۔"

"شاید اتنی دیانتداری سے میں نے آج تک کوئی دوسری بات ہی نہ کی ہو گی۔"

"چاہے تمہاری اس دیانتداری کی بدولت تمارے عزیز ترین دوست رحیم کی جا
کیوں نہ چلی جائے۔"

"ہاں میں تم سے اس کی زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گا، میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔"

پھر مجھے خیال آیا کہ گلی میں لوگ آ جا رہے ہیں، وہ مجھے اس طرح آپ ہی آپ باتیں
کرتے دیکھ کر کہیں پاگل نہ سمجھنے لگیں، لہٰذا سرگوشی میں اس سے کہا۔

"اب آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"جذباتی نہ بنو سکندر۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "میری آواز تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں
سن سکتا...... تمہاری آواز سننے کے لئے تمہاری سوچ میرے لئے کافی ہے، کیونکہ میں تمہاری
سوچ پڑھ سکتی ہوں، جس طرح تمہاری آواز سن سکتی ہوں تم جسے کچھ دیر پہلے اپنے سر پر کاغذ
کا ٹکڑا سمجھ رہے تھے وہ میں ہی ہوں اور اپنے ذہن کی آنکھ سے دیکھو تو میں تمہیں صاف نظر
آ جاؤں گی۔"

اور پھر میں نے اسے انتہائی لچر انداز میں اپنے سر پر بیٹھے ہوئے دیکھا، لیکن جب ہاتھ
سے ہٹانا چاہا تو میں اپنے بالوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"میں صرف ایک ہیولا ہوں سکندر ضرورت پڑنے پر تمہارے لئے جسم بھی بن
جاؤں گی...... جب میں چاہوں اسی وقت تم مجھے چھو سکو گے...... اس سے پہلے میں تمہارے
اور تم جیسے تمام انسانوں کے لئے ہوا کا ایک جھونکا ہوں...... البتہ مجھے اس کا بہت دنوں تک
افسوس رہے گا کہ میری جوانی نے تمہیں متاثر نہیں کیا اور میں تمہارے لئے ایک لچر اور
دلگر لڑکی ہوں۔"

"کیا تم انگریزی بھی جانتی ہو۔" اس بار میں نے اپنی سوچ میں اس سے پوچھا۔

"شاباش" وہ ہنسی...... "اب ہمارے درمیان ایک اچھا رابطہ ہوتا جا رہا ہے، تم جب چاہو
اپنی سوچ کے ذریعے اس طرح مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"لیکن تم جو معاف کرنا اتنی بے حیائی اور ننگے پن سے میرے سر پر بیٹھی ہو لوگ
تمہیں اور مجھے دیکھ کر کیا کہیں گے۔" وہ پھر ہنسی۔

"سکندر! میں تمہارا صرف ایک احساس ہوں، جس طرح تمہارے احساس کو دوسرے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

لوگ نہیں دیکھ سکتے، اسی طرح میں تمہارے سوا کسی اور کو نظر نہیں آ سکتی۔" اور پھر وہ اچانک اُچھل پڑی اور اس بار اس کے لہجے میں ایک عجیب سا دُکھ تھا، اس نے آہستہ سے کہا۔

"رحیم بے چارہ پھر بے ہوش ہو گیا۔" اور ابھی اس نے یہ جملہ ختم ہی کیا تھا کہ مجھ پیچھے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ایک سپاہی نظر پڑا، وہ ہماری گفتگو کے دوران نجانے ک طرف سے یہاں پہنچ گیا تھا، اسے دیکھ کر غیر شعوری طور پر میں نے گھوم کر پوری طاقت سے اپنا اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا، یہ اس زمانے میں قانون کے وہ رکھوالے تھے جو رحیم بے جا تشدد کر کے خود قانون کی بے حرمتی کر رہے تھے۔

اس کے چہرے پر اچانک ہی میرا ہاتھ اتنا سخت پڑا تھا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا چند قدم پیچھے اور ٹھوکر کھا کر نیچے گر پڑا...... میں سامنے کھڑا تھا، لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ گھبرا اس طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جیسے میں اسے نظر نہیں آ رہا تھا، پھر میں نے سوچا کہ ش صدمے کی وجہ سے اس کی بینائی تھوڑی دیر کے لئے غائب ہو گئی ہے، لیکن رحیم پر اس و ٹھاکر داس کے تہہ خانے میں جو مظالم توڑے جا رہے تھے، ان کے خیال ہی سے میرے بدن میں آگ سی لگ رہی تھی...... میں نے اس سے پہلے کہ وہ زمین سے اُٹھے ایک ٹھوکرا کے چہرے پر مزید رسید کی اور دوسرے ہی لمحے اس کا پورا چہرہ لہولہان ہو گیا...... اس دور دو ایک راہ گیر اس کے اطراف کھڑے ہو گئے تھے...... وہ اپنا زخمی چہرہ لئے پاگلوں کی ط چیختا سڑک کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور اسے بھاگتا دیکھ کر راہ گیر بھی نجانے کیوں ا دہشت زدہ ہو گئے تھے کہ وہ بھی جدھر کو منہ اُٹھا چیختے ہوئے بھاگ پڑے...... ان میں کسی نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تم اسے کیوں مار رہے ہو...... میں ابھی اسی حیرت میں تھ گلی کے نکڑ سے کئی سپاہی جن کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں، مجھے اپنے دروازے کی ط بھاگتے نظر آئے...... ظاہر ہے دن دیہاڑے میں پولیس سے کوئی ٹکر مول نہیں لینا چاہ اور دوسری سمت بھاگنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ پشپا نے مجھے روک لیا۔

"کیوں بھاگ رہے ہو؟" اس نے اطمینان سے پوچھا۔

"کیا تمہیں یہ سپاہی نظر نہیں آ رہے جو تیزی سے اِدھر بھاگتے ہوئے آ رہے ہیں۔"

"تو کیا ہوا آنے دو۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"اور رحیم تو گرفتار ہو ہی چکا ہے، ساتھ ہی خود کو بھی گرفتار کروا دوں۔"

"وہ تمہیں گرفتار نہیں کر سکیں گے۔"

"لیکن یہ دن کا وقت ہے...... میں اپنی گلی میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا۔"

"اگر تمہارا جی چاہ رہا ہے تو اپنا شوق پورا کر لو، کیونکہ تم اس وقت ہر شخص کی آنکھ سے اوجھل ہو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

اور پھر اچانک ہی جیسے ساری بات میری سمجھ میں آ گئی...... وہ سپاہی اس وجہ سے دہشت زدہ ہو کر بھاگا تھا کہ اسے مارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا...... راہ گیروں کے بھاگنے کا سبب بھی شاید یہی دہشت تھی اور کرم داد نے جو میری آواز نہیں سنی اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ نہ میں اسے نظر آ رہا تھا اور نہ وہ میری آواز سن سکتا تھا۔

اس دوران یہ سپاہی میرے دروازے تک پہنچ چکے تھے...... وہ تعداد میں چار تھے، پہلے تو انہوں نے ہر سمت اس طرح دیکھا جیسے ان کا مجرم یہیں کہیں چھپا ہوا ہے...... اس کے بعد انہوں نے مل کر دو تین ٹکروں میں میرا دروازہ توڑ دیا اور لاٹھیاں سنبھالے اس طرح اندر گھس پڑے کہ اگر میں انہیں نظر آ گیا تو شاید آج لاٹھیاں مار مار کر وہ میرا بھرکس ہی نکال دیں گے۔

"ہو جائے تھوڑا سا تماشا۔" پشپا نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

"جہنم میں ڈالو اس تماشے کو...... میں جلد از جلد ٹھاکر داس کے تہہ خانے سے رحیم کو نکالنا چاہتا ہوں۔"

"پھر آؤ سڑک پر سے کوئی ٹیکسی یا رکشہ پکڑ لیتے ہیں۔"

"لیکن جب میں کسی کو نظر ہی نہیں آ رہا ہوں تو رکشہ ٹیکسی کو ہم کیسے روکیں گے۔"

"میں تو روک سکتی ہوں۔" اور اب جو میں نے پلٹ کر دیکھا تو پشپا کے حسن کو دیکھتا ہی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

رہ گیا، وہ ایک سفید ساڑھی میں ملبوس اپنے جسم کے تمام ابھاروں کے ساتھ سترہ اٹھارہ بر
کی اتنی قیامت خیز جوانی نظر آرہی تھی کہ اس پر سے نگاہیں ہٹانا ناممکن ہو گیا تھا، وہ آہستہ
مسکرائی جیسے بادلوں میں بجلی چمک کر رہ جائے۔

"سکندر مجھے دیکھنے اور مجھے برتنے کے لئے تو تمہارے پاس بہت وقت پڑا ہے......
اس وقت ایک خیال یا تمہارا صرف ایک تصور نہیں بلکہ شراب چھلکتی ہوئی دوشیزہ کا ایک
ہوں اور مجھے اس گلی میں تمہارے دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر بہت سے لوگ بہت
تبصرے کر سکتے ہیں...... میں اب سڑک کی طرف چل رہی ہوں...... میرے پیچھے پیچھے
آؤ...... اس احتیاط کے ساتھ کہ تمہارا نظر نہ آنے والا بدن کسی دوسرے آدمی سے ٹکر
اسے ہیبت زدہ نہ کر دے۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھی اور میں انتہائی فرمانبرداری
اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا...... میں نے مڑ کر دیکھا چاروں سپاہی شاید میرے گھر کی پو
تلاشی لینے کے بعد اب تیز قدموں سے اپنے اس ساتھی کی خیریت معلوم کرنے جار
تھے، جو اس وقت بھی گلی کے نکڑ پر وحشت زدہ انداز میں چیخ چیخ کر لوگوں کو بتا رہا تھا کہ ا
کسی بدروح یا بھوت نے زخمی کیا ہے...... چاروں سپاہی اب میرے برابر پہنچ گئے تھے، ان
سے ایک نے چیخ کر اپنے ساتھی کو بتایا۔

"اوئے کیوں عورتوں کی طرح روئے جاتا ہے، ہم تو گھر کے اندر تک دیکھ آئے
یہ ڈنڈا دیکھا ہے...... اس سے بھوت بھی بھاگتے ہیں۔" اور ابھی اس کا جملہ پورا بھی نہ ہ
پایا تھا کہ میں نے اس کی لاٹھی لپک کر ایک طرف پھینک دی اور اسے کمر سے اُٹھا کر اس
بقیہ تین ساتھیوں پر اس طرح پھینکا کہ ان کی چیخ و پکار سے گلی کی عورتیں بچے باہر
آئے...... ان کے سخت چوٹیں آئی تھیں اور وحشت کے عالم میں وہ زمین پر پڑے ہی
گھگھیا بھی رہے تھے...... ہڈیاں ٹوٹنے سے چیخ بھی رہے تھے اور نکڑ پر جن لوگوں نے خو
ایک سپاہی کو بلند ہو کر اپنے ساتھیوں پر گرتے ہوئے دیکھا تھا...... ان میں سے کئی ن
ہوش ہو کر وہیں گر پڑے تھے اور باقی خوفزدہ ہو کر اس طرح بھاگ رہے تھے کہ انہیں

پلٹ کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"سکندر کیوں تماشا گار رہے ہو۔" پشپا نے میرے ذہن میں کہا۔

"ہمیں جلد سے جلد رحیم تک پہنچنا ہے۔"

"ان کے ساتھیوں نے ہی رحیم کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔" میں نے اپنی سوچ میں پشپا کو جواب دیتے ہوئے سڑک پر تڑپتے ہوئے بدمعاشوں کے کس کس کر دو چار لاتیں اور رسید کیں اور وہ ہائے رام اور ہائے دیا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

پشپا ان تمام باتوں سے بے نیاز گلی کے کنارے کنارے بڑے شاہانہ وقار سے آہستہ آہستہ سڑک کی طرف بڑھ رہی تھی، اس ہنگامے میں شاید ہی کسی نے اس کا نوٹس لیا ہو...... سڑک پر عجیب افراتفری کا عالم تھا...... کچھ لوگ اپنی دکانیں چھوڑ چھوڑ کر جائے واردات پر جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے اور کچھ جائے واردات سے خوفزدہ ہو کر جدھر منہ اُٹھا بھاگے چلے جا رہے تھے۔

پشپا نے اشارے سے ایک ٹیکسی کو روکا اور دروازہ کھول کر تیزی سے اندر داخل ہو گئی...... اس کے پیچھے پیچھے جلدی سے میں بھی اندر جا کر پشپا کے قریب بیٹھ گیا، اس کے قریب بیٹھے بیٹھے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی قربت کا نشہ میرے بدن میں بجلی بن کر دوڑ رہا ہے۔

"ذرا مجھ سے دُور ہی بیٹھو ورنہ سچ مچ جل جاؤ گے۔" پشپا نے مسکراتے ہوئے اپنی سوچ میں کہا اور پھر ڈرائیور سے مخاطب ہو کر بولی۔

"پولیس ہیڈ کوارٹر۔" ڈرائیور نے ایک نظر پشپا کو دیکھا لیکن نجانے اسے کیا نظر آیا کہ خوفزدہ ہو کر اس نے منہ پھیر کر ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"یہ تم سے کیوں ڈر گیا۔" میں نے پوچھا۔

"ابھی تو صرف خوفزدہ ہوا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

"سکندر میں اسے بے ہوش بھی کر سکتی ہوں اور ہلاک بھی کر سکتی ہوں...... مجھے اس

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

طرح دیکھ رہا تھا جیسے مجھے اغوا کئے جانے کے کہاں تک امکانات ہیں، لیکن میری آنکھو
اس سے کہہ دیا کہ مجھے کچا سالم آدمی کھانے کا بہت شوق ہے...... یہ بات میں تے صرف
تھی، لیکن یہ بگلا سمجھا کہ میں اسے مخاطب کر کے باقاعدہ زور سے یہ الفاظ کہہ رہی ہوں۔

"پشپا۔" میں نے خوشامد سے کہا۔

"کیا تم ہمیشہ اسی طرح میرے ساتھ نہیں رہ سکتیں۔" وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی...... مسکراہٹ کہ اگر مردے پر پڑتی تو وہ زندہ ہو جاتا...... ڈرائیور نے پلٹ کر دیکھا اور شاید ا سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ برابر کی خالی نشست کو دیکھ کر کیوں مسکرا رہی ہے۔

"میں نے بہت تھوڑی دیر کے لئے یہ بدن اپنی ایک دوست سے عاریتاً مانگ لیا ہے تمہیں اس جسم کی خواہش ہے تو کسی دن میں تمہیں اس سے ضرور ملوا دوں گی۔" اس نے سوچ میں جواب دیا، لیکن پولیس ہیڈ کوارٹر قریب آ رہا ہے...... تم اسی طرح خالی ٹیکسی بیٹھے رہنا میں تہہ خانے سے رحیم کو اٹھا کر یہاں لے آؤں گی۔"

"نہیں تم یہیں بیٹھو گی اور میں ٹھاکر داس اور اس کے غنڈوں سے رحیم کا خاطر بدلا لے کر اسے یہاں اٹھا لاؤں گا۔"

"نہیں" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سپاہی پہلے ہی کسی بھوت پریت سے ڈرے ہوئے ہیں اور کوئی تعجب نہیں کہ ا نے کسی قریبی جگہ سے فون کر کے ایس پی ٹھاکر داس کو اپنے ساتھ پیش آنے والے واق پوری رپورٹ دے دی ہو۔"

"میں اب زیادہ دیر خود بھی دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا نہیں چاہتا۔" میں قطعی لہجے میں جواب دیا۔

"ویسے اگر تم نہ ہوتیں تو بھی مجھے اپنے دشمنوں سے بہرحال خود ہی نمٹنا تھا۔" وہ میرے بدلے ہوئے لہجے کا برا مان گئی اور کچھ توقف کے بعد اس نے کہا۔

"مجھے ہر صورت میں حکم کی تعمیل کے لئے کہا گیا ہے، البتہ اگر آپ کو کسی پریشانی

دیکھوں تو مجھے اپنے فیصلے کے مطابق ہر قدم اٹھانے کی اجازت ہے...... آپ ٹیکسی سے اتر کر ٹھاکر کے دفتر تک کسی کو نظر نہیں آئیں گے...... حتیٰ کہ میں خود بھی دوسروں کی نظروں سے غائب رہوں گی، لیکن دفتر کے اندر آپ ان لوگوں کے سامنے ہوں گے، کیا آپ یہی چاہتے ہیں۔"

"پشپا یہ "تم سے" "آپ" پر کب سے آ گئیں؟"

"جب سے آپ نے مجھ پر اعتبار کرنا چھوڑا۔"

"یہ بات نہیں ہے پشپا۔" میں نے نرم سوچ میں جواب دیا۔

"میں تمہارا، سادھو مہاراج کا اور تمہاری دیوی کی اعانت کا بہت ممنون ہوں، لیکن میری اپنی بھی ایک شخصیت ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم میری اس شخصیت کو زندہ رکھنے میں میری مدد کرو گی۔" پشپا نے تیزی سے جھک کر میرے ہونٹ چوم لئے۔

"تمہاری ان ہی باتوں پر تو پیار آتا ہے سکندر۔" اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا پورا وجود ایک ساتھ شعلہ بن کر بھڑک اُٹھا ہو، میں اس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ ٹیکسی ایک جھٹکے سے پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے رُک گئی اور پشپا تیزی سے دروازہ کھول کر مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی...... جب تک میں خود بھی ٹیکسی سے باہر نکلا پشپا ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے گیٹ کے اندر داخل ہو چکی تھی۔

پولیس ہیڈ کوارٹر سے گزرتے ہوئے مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت میں اور پشپا دونوں ہی لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں...... میں اب جلد سے جلد تہہ خانے میں پہنچ کر رحیم کو جلادوں سے نجات دلا دینا چاہتا تھا، لیکن ابھی ہم ٹھاکر کے کمرے سے چند گز کے فاصلے پر ہی تھے کہ ایک ایمبولینس تیزی سے آ کر رُکی اور اسی لمحے چار سپاہی ٹھاکر کے کمرے کے اندر سے ایک سٹریچر لے کر نکلے، پھرتی سے سٹریچر کو ایمبولینس میں رکھا اور ایمبولینس جس تیزی سے آئی تھی، اسی تیزی سے آگے بڑھ گئی...... مجھے اپنے ذہن میں پشپا کی تشویش ناک آواز سنائی دی۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

”سکندر ان پاپیوں نے رحیم کو مار مار کر موت کے قریب پہنچا دیا ہے...... اگر یہی صورت حال رہی تو یہ ہسپتال پہنچتے پہنچتے ختم ہو جائے گا...... تمہیں اب اصلی صورت میں لانے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے...... میں ایمبولینس کے ساتھ جا رہی ہوں اور راستے سے رحیم کا جسم لے کر سادھو مہاراج تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں...... ان کی جڑی بوٹیوں کا علاج جلد ہی رحیم کو ٹھیک کر دے گا۔“ اور یہ کہتی ہوئی اس کی آواز دُور ہوتی چلی گئی کہ تم جہاں بھی ہوں گے چند گھنٹے بعد خود ہی تم سے آکر ملوں گی۔“

پشپا کچھ اتنی جلدی میں گئی کہ میں اپنا بے جسم وجود لئے حیرت زدہ اپنی جگہ کھڑا رہ گیا...... وہ رحیم کو جس حالت میں میرے سامنے سے لے گئے تھے...... میرے لئے یہ سب کچھ اتنا نا قابل برداشت تھا کہ اگر میرا بس چلتا تو میں اس پوری عمارت کو جلا کر راکھ کر دیتا لیکن سوال یہ تھا کہ مجھے یہ بھی نہیں پتا تھا کہ وہ...... وہ ایمبولینس کو کس ہسپتال میں لے گئے ہیں...... دوسرے جب وہ اس پر غیر قانونی طور پر تشدد کر رہے تھے تو انہیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ رحیم زندہ رہے یا نہ رہے...... انہیں تو ٹھاکر کے کمرے سے ایک نیم زندہ لاش باہر نکلوا کر پھینکنا تھی اور شاید اس وقت ٹھاکر اور اس کے ساتھی تہہ خانے سے اپنے جرائم کے نقوش مٹانے میں مصروف ہوں گے۔

میں تیزی سے ٹھاکر کے کمرے میں داخل ہو گیا...... باہر اونگھتے ہوئے سنتری نے شاید یہ سمجھا کہ ہوا سے صاحب کے کمرے کا دروازہ کھل گیا ہے، چنانچہ وہ آنکھیں ملتا ہوا اسٹول سے اُٹھ کر میرے اندر جانے کے بعد دوبارہ احتیاط سے دروازہ بھیڑ دیا...... مجھے انتہائی افسوس تھا کہ میں ان کے سامنے کھل کر سکندر کی حیثیت سے اپنے دوست کا بدلا نہیں لے سکتا تھا، لیکن میں ان کے کئے کی سزا تو بہر حال دے سکتا تھا۔

ٹھاکر اپنی جگہ موجود نہیں تھا...... میں نے پلٹ کر اس کے کمرے کا دروازہ بولٹ کر دیا اور میز کے قریب ایک بٹن دبا دیا جس سے باہر دروازے پر سرخ بلب روشن ہو گیا ہو گا۔ اس سرخ بلب کی اہمیت یہ تھی کہ ٹھاکر صاحب بے حد ضروری کام کر رہے ہیں اور ان کا کوئی

ماتحت انہیں ڈسٹرب نہ کرے...... پھر میں نے ان کے دونوں ٹیلی فونوں کا کریڈل نیچے اتار کر رکھ دیا۔

پشپا مجھے تہہ خانے کا دروازہ بتا چکی تھی...... میں نے ٹھاکر کی کرسی ہٹائی...... نیچے سے قالین نکالا اور ٹھیک ان کی کرسی کے نیچے لوہے کا ایک بڑا سا ڈھکن مجھے نظر آ گیا...... یہی الہ دین کا وہ غار تھا جہاں سے جادوئی چراغ کے بجائے بے گناہ مجرموں کا جما ہوا خون نکلتا تھا، لیکن ڈھکن کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ تہہ خانے سے باہر نکلنے کے لئے یقیناً کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جاتا ہو گا کیونکہ ڈھکن کے اوپر قالین بچھا تھا اور قالین کے اُوپر ٹھاکر کی کرسی رکھی ہوئی تھی...... وہ اگر اس راستے سے باہر آنا چاہتا تو نیچے تہہ خانے کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر اُوپر کمرے میں باہر نکلنے کے لئے اتنی چیزوں کا ہٹانا ناممکن تھا...... اس دوران دروازے پر دستک ہوئی...... باہر سرخ بلب کی روشنی کے باوجود کسی کا اس بری طرح بار بار دروازے پر دستک دینا اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ آنے والا بہت اہم خبر لے کر آیا ہے...... پشپا کیونکہ رحیم کے ساتھ تھی اس لئے یہاں اب جو کچھ بھی مجھے کرنا تھا اس کے لئے میرے پاس کافی وقت تھا...... میں نے تیزی سے قالین ٹھیک کر کے اس کے اُوپر کرسی رکھ دی اور ٹیلی فونوں کے ریسیور اس کے اُوپر رکھ دیئے...... آہستہ سے دروازے کی چٹخنی گرا دی اور اسی لمحہ کسی نے آہستہ سے کواڑوں کو دھکا دیا اور کمرہ کھل گیا...... میرے سامنے شہر کے دو مشہور بدمعاش رانا اور فضلو کھڑے تھے...... ان کے ساتھ ایک ڈی ایس پی بھی تھا...... تینوں اس قدر گھبرائے ہوئے تھے کہ انہوں نے یہ بھی سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ جب کوئی کمرے میں موجود نہیں ہے تو پھر یہ اندر سے دروازہ کس نے کھولا...... ڈی، ایس، پی نے جلدی سے ایک فون کا ریسیور اٹھایا اور زیرو نمبر ڈائل کر کے چند لمحے انتظار کیا پھر کہنے لگا۔

”سر غضب ہو گیا...... ہم جب ایمبولینس لے کر رانا کے گھر پہنچے اور سٹریچر نکالا تو سٹریچر پر رحیم موجود نہیں تھا۔ جی...... وہ...... وہ...... وہ میں کیا بتا سکتا ہوں سر میری بات تو سنئے ایسا تو نہیں ہے کہ سٹریچر لاتے ہوئے تہہ خانے کی سیڑھیوں پر کہیں لڑھک گیا ہو اور

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہم یہیں سے سٹریچر خالی لے کر گئے ہوں...... جی سر...... جی سر...... راستے میں اسے کو
پریاں تو نہیں اڑا کر لے جائیں گی...... آپ احتیاطاً سٹیرھیاں دیکھ تو لیں نہیں سر نہیں، یہا
سے کسی نے جاتے نہیں دیکھا...... میرا مطلب ہے رحیم کو نہیں دیکھا...... نہیں سر، ایسی
کوئی بات نہیں ہے...... کسی کو نہیں معلوم کہ رحیم کو ہم نے سپیشل سیل میں رکھا ہوا تھا۔

پھر وہ ڈی ایس پی ہنسا۔

”سر آپ کے سپیشل مہمانوں کا اندراج کسی رجسٹر ڈیا کاغذ پر نہیں ہوتا جہاں تک محک
کا تعلق ہے، رحیم کبھی یہاں نہیں آیا تو اس کے غائب ہونے کی تو ایسی کوئی فکر نہیں
لیکن اگر وہ ہاتھوں سے کسی طور سے بچ کر نکل گیا ہے تو بلاوجہ کا ایک ہنگامہ تو کھڑا کر
ہے۔“ پھر وہ کچھ دیر دوسری طرف کی گفتگو سنتا رہا اور اس نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا کہ
وہیں حاضر ہوتے ہیں...... پھر وہ تیزی سے مڑا اور رانا اور فضلو کو اپنے پیچھے آنے کا اش
کر کے کمرے سے نکل گیا...... میں بھی ان کے ساتھ ہی باہر نکل آیا...... اب وہ اس عمار
سے ملحقہ باغ کی طرف جا رہے تھے...... مجھے تعجب یہ ہو رہا تھا کہ پشپا نے تو دوسر
بدمعاشوں کے نام بتائے تھے...... یہ رانا اور فضلو درمیان میں کہاں سے آ گئے، لیکن یہ ا
اچھی ضد تھی کہ پشپا نے حسب وعدہ رحیم کو ان درندہ صفت انسانوں سے چھین کر بہر
کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا ہو گا اور اب میں ان میں ایک ایک کو اس کے جرم کے مطابق بھیا
ترین سزا دے سکتا تھا۔

آپ اسے میری ایک ذہنی کمزوری سمجھ لیں...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ کچھ دیر تو مجھے بدلے ہوئے حالات پر حیرت ہوتی ہے، لیکن میں جلد ہی خود کو عجیب و غریب حالات میں ڈھالنے کی صلاحیت رکھتا ہوں...... پہلے دن سے جب سے سادھو مہاراج اور میرا ساتھ ہوا تھا آج کے دن تک پشپا نے معلوم نہیں کس طرح میرے جسم کو نادیدہ بنا دیا تھا...... ان حالات کو سلجھانے کی بھی کوئی جلدی نہیں تھی...... میں نے حالات کو اسی طرح قبول کر لیا تھا جس طرح وہ پیش آ رہے تھے...... آدمی کو اپنے اللہ اور اپنی ذات پر پورا بھروسہ ہو تو وہ کبھی بازی ہارتا نہیں ہے...... یہ اور بات ہے کہ اس بار بازی کی باگ ڈور چند نادیدہ ہاتھوں میں تھی، لیکن یہ نادیدہ ہاتھ فی الحال مجھے اپنے دشمن نظر نہیں آ رہے تھے اور آئندہ وہ مجھ سے کیا کسی اور قسم کا کام لینا چاہ رہے تھے...... نہ انہوں نے مجھے اس بارے میں کچھ بتایا تھا اور نہ اس سلسلے میں خود مجھے کوئی خاص تشویش لاحق تھی...... البتہ اب میں یہ ضرور سوچ رہا تھا کہ پشپا اگر اب جلدی واپس نہ آ گئی تو میں اپنی زندگی میں ہی ایک بھوت کی شکل اختیار کر جاؤں گا، لیکن فی الحال تو یہ تجربہ دلچسپ بھی تھا اور حالات کے لحاظ سے میرے لئے سودمند بھی ثابت ہو رہا تھا...... ڈی ایس پی نے رانا اور فضلو کو باغ کی چار دیواری کے باہر چھوڑ دیا اور قریب سے گزرتے ہوئے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ وہ ان دونوں آدمیوں کی اس وقت تک نگرانی کرے جب تک وہ واپس نہ آ جائے...... شاید ڈی ایس پی ان بدمعاشوں کو تہہ خانے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سے باہر آنے کا دوسرا راستہ دکھانا نہیں چاہتا تھا...... کچھ آگے جا کر وہ ایک جھونپڑی کے اند داخل ہو گیا جو درختوں کے ایک جھنڈ میں گھری ہوئی تھی...... جھونپڑی کے اندر ٹھاکر دا دونوں ہاتھ پیچھے کئے ہوئے بے چینی سے ٹہل رہا تھا...... ڈی ایس پی نے قریب جا کر ا سلیوٹ کیا اور کہنے لگا۔

"سر آپ نے سیڑھیوں کی پوری تلاشی لے لی۔"

"رانا اور فضلو کہاں ہیں؟"

"میں انہیں باغ کے باہر چھوڑ آیا ہوں...... شمبھو ناتھ ان کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"ماتھر تم شاید اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ عقلمند ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"سر میں کوئی ایسی بات خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا۔"

"نہیں...... تم نے جان بوجھ کر دو گواہ اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہیں کہ اگر تمہیں کو حادثہ پیش آئے تو وہ کہہ سکیں کہ میں نے تمہیں باغ میں آنے کی ہدایت کی تھی۔" ٹھاکر گرجتے ہوئے کہا۔

"وہ دونوں آپ کے بھی رازدار ہیں سر!"

"لیکن میں اگر اپنے رازدار زیادہ عرصے تک زندہ چھوڑے رکھتا تو ایک معمولی کانسٹیبل سے اس کے موجودہ عہدے تک ترقی حاصل نہ کر پاتا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پستول نکال لیا اور انتہائی بے رحمی سے بولا۔

"میں تمہیں صرف دو منٹ دیتا ہوں، سچ سچ بتاؤ رحیم کی لاش کو تم نے کہاں رکھا۔ یہ پریوں کی داستان کسی بے وقوف سے بیان کرنا کہ اسے چلتی ایمبولینس سے کوئی بھو یا پری اڑا کر لے گئے اور تم تین آدمیوں کو کان و کان خبر نہ ہوئی۔" اس نے سوال کیا۔

"رانا اور فضلو تمہیں کہاں ملے تھے؟"

"آپ کی ہدایت کے مطابق ہم نے انہیں اڈے سے اُٹھایا تھا۔"

"لیکن تم نے مجھے فون پر بتایا کہ ایمبولینس راستے میں کہیں نہیں ٹھہری۔"

"ظاہر ہے سر رانا کے اڈے پر تو ایمبولینس کو ٹھہرانا ضروری تھا، کیونکہ آپ کی ہدایت کے مطابق رانا اور فضلو کو ہی رحیم کی لاش کو ٹھکانے لگانا تھا۔"

"ایمبولینس کون چلا رہا تھا؟"

"جو ہمیشہ آپ کے تہہ خانے سے مردے ڈھونے کی خدمت انجام دیتا ہے۔"

"تمہارا مطلب شیر علی سے ہے؟"

"جی سر۔"

"اس وقت شیر علی کہاں ہے؟"

"ہیڈ کوارٹر کے باہر مزید احکامات کے لئے ایمبولینس میں بیٹھا ہے۔"

"تو تمہارے ساتھ تمہارے تین گواہ ہیں؟"

"آج آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں سر۔"

سمجھ میں آئیں گی بھی نہیں، میں نے اس کیس میں تم پر بھروسہ کیا اور راستے سے اپنے گواہوں کے ہمراہ رحیم کو غائب کر کے تم میرے خلاف محکمانہ کارروائی کا آغاز کرانا چاہتے ہو کیونکہ میں نے تمہیں اپنے ذاتی عقوبت خانے کے راز میں شریک کر لیا ہے، لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر تم نے مجھ سے کوئی کھیل کھیلنے کی کوشش کی تو تمہاری بازی کو مجھے کس طرح پلٹنا ہو گا۔"

مجھے افسوس ہے کہ ماتھر، مگر اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر ٹھاکر ڈی ایس پی کو ہلاک کرنے کے لئے پستول کا نشانہ لینا ہی چاہتا تھا کہ پیچھے سے میں نے اس کے کندھے پر کراٹے کا ترچھا وار اس طاقت سے کیا کہ کھٹ سے اس کے کاندھے کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز آئی اور تکلیف کی شدت سے ایک ہلکی سی کراہ تو ضرور اس کے منہ سے نکلی، لیکن اگلے ہی لمحے وہ منہ کے بل زمین پر گرا۔

ڈی ایس پی ماتھر کے لئے یہ سب کچھ اتنا حیرت انگیز تھا کہ چند سیکنڈ تو سکتے میں کھڑا رہا...... ٹھاکر کو زمین پر کھڑے دیکھتا رہا، لیکن پھر وہ اپنے ایک موٹے جسم کے ساتھ اس تیزی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سے وہاں سے بھاگا کہ میں نے اپنی ساری عمر اتنے موٹے آدمی کو اتنی تیزی سے بھاگتے نہیں دیکھا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ ماتھر باہر جا کر اپنے ساتھیوں سے اس واقعہ کا ذکر نہیں کرے گا، ورنہ ہو سکتا تھا کہ خود اس پر ہی یہ سارا الزام آ جائے...... کون اس بات پر یقین کر سکتا تھا کہ جب ٹھاکر نے اسے ہلاک کرنے کے لئے اپنا پستول اٹھایا تو اچانک ہی اس کا ہاتھ کاندھے سے ٹوٹ گیا اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا...... لیکن میرے سامنے اس وقت وہ اصلی مجرم پڑا ہوا تھا جس نے رحیم کو ہلاک کرنے کی اپنی جیسی ہر کوشش کی تھی...... غصے نے میرے تن بدن میں ایک آگ سی لگا دی تھی...... میں نے لٹا کر دوسرا ہاتھ بھی توڑا، پھر اس کے گھٹنے توڑے، میرا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا...... یہاں تک کہ میں گوشت کا لوتھڑا چیلوں، کوؤں اور کتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر تیزی سے باغ سے باہر نکل آیا...... چلتے ہوئے میں نے ٹھاکر کا پستول اپنے قبضے میں کر لیا تھا...... اب مجھے رانا اور فضلو کی خبر لینا تھی...... ہیڈ کوارٹر کے باہر دونوں ڈی ایس پی کے ہمراہ ایمبولینس میں بیٹھے سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے...... ڈی ایس پی ماتھر کی سانس پھولی ہوئی تھی اور خوف سے اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا...... میں قریب پہنچ کر ڈرائیور سمیت چاروں کو چند سیکنڈ میں جہنم واصل کر دیا...... پستول کی آواز سن کر بے شمار لوگ ایمبولینس کی طرف دوڑ پڑے...... اتنے میں آواز آئی۔

"اے سنو...... غصہ ٹھنڈا ہوا یا نہیں۔"

"پشپا تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک گڑیا کی طرح سر نیچے ہاتھ رکھے ایک کروٹ سے لیٹی مسکراتے ہوئے پیچھے دیکھ رہی تھی۔

"اب جلدی سے یہاں سے نکل چلو۔"

"رحیم کیسا ہے۔"

"ایشور نے چاہا تو چند گھنٹوں میں بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا میں اسے ابھی دیکھ سکتا ہوں؟"

"نہیں...... تمہاری اس کی ملاقات کل سے پہلے نہیں ہو سکتی۔"

"پھر تم اب مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟"

"ایک تماشہ دکھانے۔"

"لیکن پشپا میرا جسم تو مجھے واپس دے دو۔"

"یہاں نہیں...... ابھی پولیس قتل کے الزام میں تمہیں دھر لے گی۔"

"پھر کوئی ٹیکسی پکڑو۔"

"سکندر میں خود بھی اب تمہاری طرح دوسروں کی نظروں سے اوجھل ہوں...... تم صرف پانچ سیکنڈ کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لو۔" میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

اور پانچ منٹ کے بعد میں غیر شعوری طور پر گل برگ کی ایک محل نما کوٹھی کے گیٹ پر کھڑا کال بیل بجا رہا تھا...... گھنٹی کا بٹن دباتے ہی ایک خوش پوش ملازم باہر نکلا اور اس سے انتہائی ادب سے کہا۔

"سکندر صاحب اندر تشریف لے چلئے...... بیگم صاحبہ آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" اور اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں نادیدہ سے دیدہ تو بن چکا ہوں لیکن پشپا غائب ہے۔

کوٹھی تھی کہ معلوم ہوتا تھا جنت کا ایک ٹکڑا لا کر زمین پر رکھ دیا گیا ہے...... حد نظر پھول ہی پھول، خوشبوئیں ہی خوشبوئیں...... چمن میں جگہ جگہ فوارے چل رہے تھے...... مصنوعی پہاڑیوں سے آبشار گر رہے تھے اور اس ماحول میں سفید سنگ مرمر کی بنی ہوئی وہ کوٹھی اتنی بہت سی شادابیوں کے درمیان ایک سفید آبدار موتی محسوس ہو رہی تھی۔

اور مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ پشپا مجھے کس قسم کا تماشا دکھانے لائی ہے...... وہ خود یہاں موجود نہیں ہے اور یہاں میں خود تماشہ بن گیا تو۔

میں ابھی ان ہی خیالات میں غرق تھا کہ کوٹھی کا اندرونی دروازہ کھلا اور ساٹھ ستر برس کے ایک جاگیردار ٹائپ آدمی نے بڑی خوش اخلاقی سے بڑھ کر میرا استقبال کیا۔

"تشریف لائیے پرنس۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"پرنس۔" میں نے دل میں سوچا کہیں ان لوگوں کو میرے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوگی، لیکن میں نے سوچا کہ اس تماشے کو اس لئے تھوڑی دیر جاری رکھنا چاہئے کہ غیر مرئی طاقتیں جن کا کھیل میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں کس مقصد کس کی خاطر مجھے اپنا کھلونا بنائے ہوئے ہیں۔

"آپ کس سوچ میں پڑ گئے پرنس...... یہاں تو کئی دن سے آپ کا انتظار ہو رہا ہے اندر تشریف لے چلئے نا۔"

میں جھجکتا ہوا بڑے میاں کے ساتھ کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا...... وہ راہداریاں تھیں کہ شیش محل تھے، ایک آئینے میں میں اپنی شبیہہ دیکھ کر چونک پڑا...... میں سچ مچ مغل شہزادوں جیسے لباس میں ملبوس تھا اور میری پگڑی میں ایک بہت بڑا یاقوت دمک رہا تھا شیروانی کے اُوپر سچے سفید موتیوں کے ہار پڑے ہوئے تھے اور میری ایک ایک انگلی ہیرے کی انگوٹھیوں کے لحاظ سے پچاس پچاس ہزار سے کم نہیں تھی...... مجھے پشپا پر غصہ بھی آ رہا تھا اور نئے حالات کو جاننے کے لئے بھی میں بے چین تھا۔

مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ہم ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں جا کر بیٹھ گئے جو اپنی سجاوٹ اور نوادرات کے اعتبار سے دنیا کے انتہائی بیش قیمت ڈرائنگ روم میں شمار کیا جا سکتا تھا۔

بڑے میاں نے مجھے بڑے اعزاز سے سونے کے پایوں کی ایک آرائشی کرسی پر بٹھایا جو یقیناً کسی زمانے میں بادشاہوں کے بیٹھنے کے لئے ہی بنائی گئی ہوگی۔

"خادم کو نواب فیروز کہتے ہیں...... دراصل جب سے آپ نے ٹھاکر داس اور اس کے ساتھیوں کو جہنم واصل کیا ہے...... اس وقت سے میری بیٹی نرگس آپ سے ملنے کے لئے بہت مشتاق تھی۔"

"کنیز آداب بجالاتی ہے۔" میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پشپا اسی سفید ساڑھی میں میرے سامنے کھڑی ہو۔

"آپ؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا نام نرگس ہے، دراصل صبح آپ نے پشپا کو اس ساڑھی میں میرے جسم کے ساتھ دیکھا ہوگا۔"

"میں ابھی حاضر ہوتا ہوں...... جب تک آپ دونوں باتیں کریں۔" نواب فیروز نے اٹھتے ہوئے کہا اور جاتے جاتے پلٹ کر نرگس سے مخاطب ہو کر بولے۔

"بیٹی پرنس کا خاص طور سے خیال رکھنا۔"

"ڈیڈی آپ فکر نہ کریں...... اب یہ کہاں جائیں گے۔" آخری جملہ اس نے کچھ اس طرح کہا کہ میرا پورا وجود پکار اُٹھا کہ کاش اب میں یہاں سے کہیں نہ جاؤں۔

بڑے میاں کے جاتے ہی ڈرائنگ روم کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور نرگس قالین پر میرے پیروں کے قریب کچھ اس طرح انداز میں بیٹھی کہ اگر میں جلدی سے نگاہیں نہ ہٹا لیتا تو اس کے بدن کے دو انتہائی قیمتی راز مجھ پر منکشف ہو گئے ہوتے۔

"پرنس آپ تو بہت ہی شریف نوجوان ہیں۔"

"دیکھو نرگس۔" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں زیادہ دیر شاید اس مذاق کو برداشت نہیں کر سکوں گا...... میرا نام پرنس نہیں سکندر ہے...... میں پنجاب یونیورسٹی میں انگریزی ادب کا طالب علم ہوں اور بدمعاشوں سے لڑنا بھڑنا میرا ایک شوق ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ آپ کا نام سکندر ہے۔" اس نے نرمی سے جواب دیا۔

"مجھے آپ کے شوق کا بھی علم ہے...... زحمت تو ہوگی ذرا میرے ساتھ چلئے۔" یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ بیک وقت شراب کی جانے کتنی بوتلیں میرے رگ و پے میں کوند اُٹھی ہیں...... اب مجھ میں حکم عدولی کی کوئی تاب نہیں تھی...... میں غلام کی طرح اس کے پیچھے چل پڑا...... وہ اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ رہی تھی، جس پر سچے موتیوں کا سنہرہ پردہ جھلمل جھلمل کر رہا تھا...... کمرے میں پہلے وہ داخل

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہوئی، پھر میں۔

اور حیرت سے ایک بار پھر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں...... ہم کمرے کے بجائے رات کے وقت راوی کے کنارے کھڑے تھے اور دوسرے کنارے پر ایک جیپ شعلوں میں بھڑک رہی تھی اور میں لاشیں اُٹھا اُٹھا کر جیپ میں پھینک رہا تھا۔

"اب بھی آپ یہی کہیں گے کہ مجھے آپ کے علم کا شوق نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور غیر شعوری طور پر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

ایک انتہائی حیرت ناک منظر میرے سامنے تھا، لیکن جب نرگس نے میرا ہاتھ تھاما پاگل پن کی حد تک جی چاہا کہ اب یہ ہاتھ میرے ہاتھ سے ہرگز الگ نہ ہو...... میں نے وہاں اس کی کمر میں حمائل کرنا چاہا، لیکن وہ آہستگی سے میرا ہاتھ چھوڑ کر ذرا فاصلے پر کھڑی ہو گئی اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

"میں تمہارا انعام ہوں پرنس...... تم جس طرح چاہو گے برت سکو گے، لیکن ابھی منزل دور ہے اور کچھ دیر اطمینان سے بیٹھ کر اس موضوع پر کیوں نہ بات کر لیں۔" اور دریا کی طرف پشت کر کے وہیں ساحل پر بیٹھ گئی اور جب اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے بٹھانا چاہا تو ہم پھر اسی ڈرائنگ روم میں تھے اور وہ میرا ہاتھ پکڑے مجھے اس تخت نما صوفے کرسی پر بٹھا رہی تھی جس پر ابھی کچھ دیر پہلے میں بیٹھا ہوا تھا۔

حالات نے مجھے ایک بہادر اور سخت دل نوجوان بننے پر مجبور کر دیا تھا، لیکن اس وقت میں جس قسم کے حالات سے گزر رہا تھا، وہ بڑے سے بڑے بہادر آدمی کو لرزا دینے کے کافی تھا، اس میں شک نہیں کہ وہ اتنی حسین تھی کہ واقعی اس کا جسم چاندی میں ڈھلا محسوس ہوتا تھا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ جس کے بھی نصیب کا انعام بنتی، اس خوش قسمت کو پھر اس دُنیا میں کچھ اور چاہیے ہی نہیں تھا، لیکن یہ طلسماتی فضا میرے حالات کو سازگار تھی۔

"آپ کچھ پریشان ہو گئے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں میرا خیال ہے کہ آپ کوئی بہت بڑی جادوگرنی ہیں۔"

"یہ ایک فن ہے سکندر مجھے جادوگرنی کہہ کر آپ اس فن کی توہین کر رہے ہیں، میں اس فن کے ذریعے پلک جھپکتے ہی آپ کو اس منظر میں دوبارہ لے جا سکتی ہوں...... جب ایک لڑکے سے ڈر کر آپ پہلی بار استاد چھنگا کے اکھاڑے میں گئے تھے...... میں بہت دُور سے آپ کا پیچھا کرتی آ رہی ہوں۔"

"لیکن کیوں آپ نے جوکروں کا یہ لباس پہنانے کے لئے میرا ہی انتخاب کیوں کیا۔"

"اس لئے کہ شہزادے کا مستقبل اس سے کہیں بہتر لباس آپ کے واسطے لئے کھڑا ہے۔"

"اور اس مستقبل میں میں اور آپ کہاں کھڑے ہیں؟"

"یہ آپ پر منحصر ہے جان جاں۔"

میں متضاد کیفیت سے دوچار تھا، جس طرح اس نے مجھے جان جاں کہا میں اس سے دوبارہ یہ لفظ سننے کے لئے اپنی جان تک دے سکتا تھا، مگر ایک طرف اتنی روشنی تھی کہ وہ بالکل میری آنکھوں کے سامنے چاند کی طرح روشن تھی...... دوسری طرف اتنی تاریکی تھی کہ پشپا، تماشہ، کوٹھی، راوی کے کنارے جلتی ہوئی جیپ...... ماضی میں سفر...... آخر یہ لڑکی مجھے کس لئے اور کیوں مرعوب کر رہی ہے۔

"میرے شہزادے۔" اس نے میرا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا...... میرے پاس تمہارے ہر سوال کا جواب موجود ہے، لیکن اس وقت ساری باتیں بتا دینا کھیل کے اصولوں کے اس لئے خلاف ہے کہ میرے حریف بھی اصولوں کی مکمل پابندی کر رہے ہیں...... وہ سادھو دیوی کا بھیجا ہوا تھا، اگر وہ سادھو کو تمہارے پاس بھیجنے میں جلدی نہ کرتی تو میں پشپا کو آپ کے پاس نہ بھیجتی۔"

"تو کیا پشپا کا اس سادھو سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں، لیکن کیوں کہ تمہارا تعارف سادھو اور اس کی طاقت سے ہو چکا تھا، لہٰذا

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اگر پشپا خود کو اس گروہ کا نہ بتاتی تو تم مزید الجھنوں کا شکار ہو جاتے۔"

"پشپا کون ہے؟" میں نے اچانک پوچھا۔

"وہ ایک غیر مرئی جسم ہے شہزادے...... تم اسے میری کنیز کہہ سکتے ہو، جسے میر اپنے فن کے ذریعے قابو کیا ہے...... میں چاہتی تو تم پر سے پولیس کے مقدمات اور الز پلک جھپکتے میں ختم کرا سکتی تھی۔"

"اور یہ نواب صاحب کون تھے؟"

"پشپا۔"

"اِیں۔" حیرت سے میں پلک جھپکنا بھول گیا...... وہ ہنسی۔

"ابھی آپ بہت معصوم ہیں شہزادے...... یہ وہ پشپا نہیں ہے، جو آپ کی خدمت مامور ہے...... یہ پشپا ہزار شکلیں بدل سکتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے آہستہ سے تالی اور ڈرائنگ روم کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور اگر اس بار نرگس میرے پاس نہ کھڑی ہو میں سمجھتا کہ وہی دروازے سے داخل ہوئی ہے...... وہ سفید ساڑھی، وہی چاندنی سے ہوا جسم، وہی شاہانہ چال اور ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ جو جس دل پر گر جائے تو وہاں سے دھواں ہی اُٹھتا دکھائی دے۔

"یہ جسم نہیں شہزادے صرف ایک خیال ہے، ایک تصور یا یوں کہہ لو کہ ہوا کا جھونکا ہے۔" اور پھر اس نے نووارد خاتون کے لئے اپنی بانہیں پھیلا لیں اور چشم زدن ایک سفید بلی اس کی گود میں تھی۔

مجھے اسے دیوی سے چھیننے کے لئے تین سال برازیل کے جنگلوں کی خاک چھانا ہے...... اس کا نام پیٹریشیا ہے اور یہ ہزار بھیس بدل سکتی ہے۔"

"آپ برازیل میں بھی رہ رہے ہیں۔"

"دراصل یہ کہانی ہی برازیل سے شروع ہوئی ہے...... شہزادے برازیل کے آف میجک میں دیوی میرے ساتھ پڑھتی تھی...... وہ میری بہترین دوست تھی، پھر ہ

ایک ہزار سالہ قدیم کتاب میں تمہارا نام پڑھا اور اس کتاب سے معلوم ہوا کہ ہم دونوں میں صرف وہ زندہ رہے گا جو تمہیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ تم پر ہم میں سے کوئی اپنا فن نہیں آزمائے گا، حالانکہ میرے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ اب جبکہ تم میری کوٹھی میں آ ہی چکے ہو تو صرف ایک جاپ پڑھنے کے بعد تمہیں میرے علاوہ دنیا کی ہر صورت سے نفرت ہو جائے گی، لیکن میں اس طرح چاہتی نہیں کیونکہ ہمارے اساتذہ اب بھی ہم پر نگران ہیں اور میں نے یا دیوی نے اگر اس سلسلے میں اپنی حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو ہم اپنی بہت سی صلاحیتوں سے محروم ہو جائیں گے...... یہی وجہ ہے کہ تمہارے سلسلے میں ہم بہت پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے ہیں۔"

"یعنی بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھے تم دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔"

"نہیں بات اس سے کہیں زیادہ بڑی ہے...... ہم دونوں پتھر دل لڑکیاں ہیں...... چند برسوں میں حالات کچھ ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ ہم میں سے کوئی ایک تمہاری محبت میں گرفتار ہو کر اپنی صلاحیتوں سے خود ہی ہاتھ دھو بیٹھے گی۔"

"لیکن تم نے مجھے یہ بتا کر کیا خود ہی کھیل کے اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔"

"نہیں میرے شہزادے...... میں اصل نرگس نہیں ہوں، بلکہ میں خود بھی نرگس کی ایک کنیز ہوں...... تم نے کہیں اگر اسے دیکھ لیا تو مجنوں کی طرح جنگل کی خاک چھانتے پھرو گے۔"

"وہ ایک ہی بات ہے۔" اب میں اپنے اُوپر بہت حد تک قابو حاصل کر چکا تھا...... تم کہو تمہاری مالکن کسی راز کا انکشاف وقت سے پہلے کر دے تو بات تو ایک ہی ہو گی نا مجھے دیوی کے محل میں بھی جانے کا اتفاق ہوا ہے، لیکن دیوی نے مجھ سے نہ کوئی بات کہلوائی اور نہ وہ میرے سامنے آئی...... ویسے دیوی کا نام کیا ہے۔"

"سندروتی۔"

"کہاں رہتی ہے؟"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"کراچی میں۔"

"پھر تو یہ بازی یک طرفہ ہے...... میرا کراچی جانے کا تو سوال ہی نہیں ہے۔"

"ابھی تو کہانی شروع ہوئی ہے...... شہزادے ہم تمہارا پچھلے سو سال سے ان
کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب...... تمہاری...... میرا مطلب ہے اصل نرگس کی عمر کتنی ہے۔"

"اٹھارہ برس۔"

"پھر یہ سو سال کا انتظار کیسا؟"

"مہاوتری۔" ہماری مقدس کتاب کے مطابق ہر صدی پر یا سندر روتی حکومت کرتی یا نرگس کی حکمرانی ہوتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں کی عمر بیس سال ہے...... بیس سال کی عمر میں کوئی شہزادہ کسی ایک کو اپنی محبت میں گرفتار کر لیتا ہے اور دو خود بخود اس صدی کے تخت و تاج کی مالک ہو جاتی ہے...... مثلاً اگر تم دیوی کا دل جیت دیوی خود بخود تمہاری طرف مائل ہونے لگے تو اصل نرگس تمہیں اتنی دولت عطاء کر کہ تمہاری اولادیں تک شہزادوں کی طرح زندگی بسر کریں گی۔"

"اب ایک بات کہوں، آپ برا تو نہیں مانیں گی۔"

"آپ کو بلایا ہی اس لئے گیا ہے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔"

"تو پہلی بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہارے بیان میں جگہ جگہ اتنے تضادات مجھے تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں ہے، البتہ تم ایک اچھی جادوگرنی ہو جس کا مظاہرہ نے اچھا کیا، لیکن مجھے نہ عشق کی فرصت ہے اور میں نہ تم اور تم جیسی کسی عورت عشق کر سکتا ہوں، کیونکہ یہ بیماری بھی میرے مزاج کے موافق نہیں ہے...... زندگی پہلے بھی گزر رہی تھی اور تمہارے بغیر بھی گزر ہی جائیگی...... اب کیا براہ کرم میر کپڑے مجھے واپس مل جائیں گے تاکہ میں پولیس اور بدمعاشوں اور دوستوں کی اپنی میں واپس چلا جاؤں...... ویسے یہ بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ یہ ایک

ات مجھے بتانے کے لئے اتنا طویل راستہ کیوں اختیار کیا گیا۔"

"کیونکہ تمہاری حفاظت بھی ہم دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔"

"ہم دونوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"نرگس اور سندر روتی میں سے ایک کی آئندہ حکمرانی کے لئے ستارہ شناسی کے ذریعے نہارا انتخاب سو سال پہلے کرایا گیا تھا...... ہماری کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ اس سن...... س دن، اس گھڑی، اس نام کا ایک لڑکا اس مقابلہ حسن میں حصہ لے گا۔"

"اور اگر وہ انکار کر دے؟"

"تقدیر سے انکار شہزادے کس نے کیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک سونے کا سگریٹ گیس نکالا اور پوچھا۔

"سگریٹ۔" میں نے گردن ہلا کر اپنی رضامندی کا اظہار کیا...... اس نے سگریٹ کیس ابٹن دبایا، چٹ کی آواز سنائی دی اور میں اپنے مکان میں اپنے بستر پر کروٹ لیتے ہوئے چھل پڑا کہ یہ آواز کیسی تھی۔

پھر میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ جو کچھ دیکھا تھا خواب تھا...... دھوپ کافی چڑھ آئی تی...... میں نے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر کپڑے تبدیل کئے اور باہر جا کر ہوٹل سے کچھ عانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دستک کی آواز سنائی دی...... میں نے دروازے کی جھری میں سے دیکھا استاد چھنگا کے اکھاڑے کا ایک ساتھی رمضو کھڑا تھا، میں نے دروازہ کھول دیا...... مضو لپک کر اندر آیا اور اس نے جلدی سے پھر دروازہ بند کر دیا۔

"اماں گھر پر ہی ہو۔" وہ بے حد گھبرایا ہوا تھا۔

"تمہیں کہاں نظر آ رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اماں مذاق چھوڑو۔" استاد نے کہا ہے صوبہ بھر کی پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔" واللہ سچ عرض کر رہا ہوں۔"

"صوبہ بھر کی پولیس کا میں نے کیا بگاڑا ہے۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"کیا بگاڑا ہے اماں...... ایک ایس پی، ایک ڈی ایس پی، ایک پولیس ڈرائیور اور اس کے ایک آدمی کے قتل کا الزام ہے تم پر۔"

"ایسا کرو کہ شہر بھر میں اس سال جتنے قتل ہوئے، سب میرے نام لکھ دو۔"

"اماں مذاق چھوڑو...... میں نے یونہی دستک دے دی، ورنہ سچ پوچھو تو استاد۔ تھا...... یہ پتہ چلا کر لاؤ کہ تمہیں کس تھانے میں بند کیا ہے۔" میں نے دل میں سوچا کہ میں خواب سمجھ رہا تھا، کہیں سچ مچ وہ حقیقت تو نہیں۔

"کیا سڑک پر یا کار میں تمہیں پولیس دکھائی دی۔"

"اماں بھوت والی گلی میں مایا کا جایا آئے گا...... صبح سے یہ بات آگ کی طرح پھیلی ہے کہ سکندر کی گلی میں بھوت رہتے ہیں...... پولیس نے خود اس کی تصدیق کی ہے...... سے کہاں تھے۔"

"ابھی تو سو کر اٹھا ہوں...... رمضو بھائی اور یقین کرو یہ قتل میں نے نہیں کئے ہیں"

"لیکن پولیس کو یقین ہے کہ یہ قتل تم ہی کر سکتے ہو۔"

"اچھا بھائی میں تو چلا...... پتہ نہیں یہاں کب چھاپہ پڑ جائے۔"

"اگر ہو سکے تو کسی طرح بھی چھپتے چھپاتے اکھاڑے پہنچ جاؤ۔"

"پھر تو استاد خود ہی سنبھال لیں گے۔"

"استاد سے کہنا میں دو گھنٹے میں اکھاڑے پہنچ جاؤں گا۔" یہ کہتا ہوا میں اس کے دروازے تک گیا اور پھر کواڑ بند کر کے پلنگ پر آ کر بیٹھ گیا۔

مجھے پورا یقین تھا کہ پولیس کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ قتل میرے ہاتھوں ہوئے ہیں...... پھر بھی یہ خوف ضرور تھا کہ اس بار اعتراف جرم کرانے کے لئے پر تشدد کا ہر حربہ آزمایا جائے گا، لیکن ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے یہ کہیں بہتر باہر نکل کر حالات کا صحیح طور پر جائزہ لینا بہت ضروری ہے...... اگر سچ مچ واقعات ایسے پیش آتے ہیں، جیسا رمضو کا خیال تھا تو یہ بات بھی درست تھی کہ پشپا ایک خواب

حقیقت تھی، لیکن اس بات سے اس حقیقت کو نہیں چھپایا جا سکتا تھا کہ میں پولیس سے بھاگ کر زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا...... میں نے ٹھاکر داس کو ایک بار خود اس کے دفتر میں اس حد تک مارا تھا کہ اسے تو پہلے ہی مر جانا چاہئے تھا، لیکن شاید چوٹیں گہری نہیں آئی تھیں اور پھر قسمت نے اس باغ میں مجھ سے ملا دیا جہاں میں رحیم کا انتقام لینے میں اتنا اندھا ہو گیا کہ اس کے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ آیا۔

لیکن اب میں رحیم کو کہاں تلاش کروں، اگر وہ بات خواب میں نہیں تھی کہ تین چار افراد مارے گئے ہیں تو پھر یہ بات بھی خواب نہیں ہو سکتی تھی کہ پشپا نے ایمبولینس میں سے رحیم کو کسی محفوظ مقام پر منتقل کرا دیا تھا، لیکن نہ مجھے اب پشپا کا پتہ معلوم تھا اور نہ رحیم کا۔ ہاں رحیم کے بارے میں پولیس پر دعویٰ کر سکتا تھا، جیسا کہ آپ سب کو یاد ہو گا وہ دور ایک پولیس اسٹیٹ کے نام سے مشہور تھا......اس زمانے میں پولیس پر الزام لگانے کا مطلب یہ تھا کہ آدمی نے خود ہی بڑھ کر اپنی موت کو آواز دی ہے، لیکن میرے پاس تو ناقابل تردید شواہد موجود تھے...... میں اخبار والوں کو ٹھاکر داس کا تہہ خانہ دکھا سکتا تھا، جس کو اس نے اپنا ذاتی عقوبت خانہ بنا رکھا تھا...... میں وہاں موجود خون کے دھبوں کا کیمیائی تجزیہ کرا کے یہ ثابت کر سکتا تھا کہ وہ رحیم ہی کے خون کے دھبے تھے، لیکن اس سلسلے میں بھی پہلے رحیم کا ملنا بہت ضروری تھا...... اگر نرگس کی بات صحیح تھی تو سادھو کی کٹیا میں رحیم اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ نرگس اور پشپا کے اپوزٹ کیمپ کا آدمی تھا...... پھر یوں بھی میں ان غیر مرئی طاقتوں کے چکر میں دوبارہ نہیں پڑنا چاہتا تھا...... میں تو صرف اتنا جاننا چاہتا تھا کہ رحیم کیسا ہے اور کہاں ہے۔ میں اسے لے کر اتنے بڑے ملک میں کہیں بھی غائب ہو سکتا تھا، لیکن رحیم کو تنہا چھوڑ کر صرف اس دور کے حاکموں کے ڈر سے شہر سے بھاگ جانا بھی مردانگی اور دوستی کی توہین محسوس ہوتی تھی...... میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو گا اپنی حد تک رحیم کو تلاش کروں گا، اگر اس کی تلاش میں پولیس نے پکڑ بھی لیا تو کم از کم دل کو یہ سکون تو رہے گا کہ یار کی یاری نبھانے کے لئے ایک یار نے اپنی جان دے دی، چنانچہ میں گھر سے باہر نکل آیا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اس وقت میں گلی میں اپنے دروازے کے باہر کھڑا تھا...... محلے والے آجا رہے تھے، لیکن مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ مجھے دیکھتے ہوئے گزر جاتے تھے، لیکن مجھ سے بات کرنے سے شاید اس لئے کترا رہے تھے کہ میں اب پولیس کا ایک اشتہاری مجرم تھا...... میری گلی کے یہ سیدھے سادھے شریف لوگ پولیس کی پوچھ گچھ کے موقع پر ممکن ہے میرے اچھے چال چلن کی تصدیق کر چکے ہوں، لیکن اب جبکہ میں اپنے دروازے کے سامنے کھڑا تھا اور وہ میرے قریب سے بالکل اجنبی بنے گزر رہے تھے...... تب مجھے خیال آیا کہ وہ عزت و آبرو کے خوف سے اب مجھ سے براہ راست اپنی جان پہچان بتانے سے کترا رہے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں میں نے بھی کوئی پیش قدمی نہ کی...... چاچا جیدے کو میں ہمیشہ خود ہی بڑھ کر سلام کیا کرتا تھا، لیکن اس وقت چاچا جیدے اس طرح میرے سامنے سے گزر گئے جیسے ہمارے درمیان کبھی سلام دعا رہی ہی نہ ہو، حالانکہ چند مہینے پہلے کی بات ہے کہ جب ان کا نالائق داماد چند غنڈوں کو ساتھ لے کر زبردستی اپنی بیوی کو ان کے گھر سے اٹھانے آیا تھا اور چاچا جیدے کی گھر والیوں نے چیخ چیخ کر پورا محلہ سر پر اٹھا لیا تھا اور غنڈوں کے ہاتھ میں چاقو پستول دیکھ کر گلی کے بڑے بڑے جی داروں نے گھروں کے کواڑ بند کر لئے تھے تو ایسے میں واحد میری ذات تھی کہ جیسے ہی چاچا کی مدد کے لئے میں بھاگتا ہوا ان کے گھر پہنچا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان تمام غنڈوں کو سانپ سونگھ گیا ہے...... وہ کبھی چاچا جیدے سے معافی مانگتے تھے اور کبھی مجھ سے عہد کرتے تھے کہ آئندہ کبھی اس گلی کا رُخ نہیں کریں گے۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ اس گلی میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ خود چاچا جیدے مجھ سے انجان بن جائیں گے، لیکن میں نے کھلے دل سے معاف کر دیا...... میں جن حالات سے گزر رہا تھا، ایسے میں تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے...... البتہ مجھے محلے کے آوارہ کتوں پر غصہ آرہا تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر اس طرح بھونک رہے تھے، جیسے ایک زمانے سے میری ان کی شناسائی ہو، مجھے ہنسی آگئی، جو آشنا تھے وہ نا آشنا بن رہے تھے اور جس سے کوئی شناسائی بھی نہ تھی وہ دعویٰ شناسائی کر رہے تھے...... زندگی تیرے کتنے رُوپ ہیں...... بھوک بہت زور کی لگ رہی

تھی اور یہ فلسفہ بکھارنے کا وقت نہیں تھا...... گلی پار کر کے میں ہوٹل میں آگیا تو کسی نے میری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا...... حتیٰ کہ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے ملانے بھی مجھے دیکھ کر نگاہیں پھیر لیں اور پھر ایک خیال میرے ذہن میں کوندے کی طرح لپکا، میں کہیں پھر تو غائب نہیں ہو گیا ہوں...... کہیں پشپا میرے سر پر موجود تو نہیں ہے۔

"بڑی دیر بعد ہمارا خیال آیا سرکار۔"

میں نے محسوس کیا کہ پشپا اسی بے حیائی سے نیم برہنہ عالم میں ایک گڑیا کی طرح حسب عادت سر کو ہاتھ پر رکھے ہوئے ایک کروٹ سے مزے سے بیٹھی مسکرا رہی تھی...... اس وقت اس کے ملنے سے مجھے ایک گونہ قلبی سکون ملا تھا۔

"رحیم کہاں ہے؟" میں نے اپنی سوچ میں اس سے پوچھا۔

وہ قہقہہ مار کر اُٹھی۔

"اجی حضرت آپ دوسروں کی نگاہوں سے اس وقت غائب ہیں اور اگر چیخ چیخ کر بھی بولیں گے تو کوئی آپ کی نہیں سنے گا...... آپ کے چہیتے رحیم ایک آرام دہ کوٹھی میں وضو کر کے نماز پڑھنے جا رہے ہیں اور گلے گلے یقین دلایا گیا ہے کہ یہ کوٹھی سکندر صاحب کے ایک دوست کی ملکیت اور سکندر صاحب ہی نے آپ کو پولیس کے ہاتھوں سے نکلوا کر یہاں چھپایا ہے۔"

"اس کے زخم کیسے ہیں؟"

"میری ایک مسکراہٹ نے اس کے زخم ٹھیک کر دیئے ہیں۔"

"کیا تم اس کے سامنے آئی تھیں؟"

"میں نے تو بہت کوشش کی لیکن وہ شریف آدمی ہر بار اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر خود ہی مجھ سے پردہ کر لیتا تھا...... اس کا خیال تھا کہ جن صاحب کی یہ کوٹھی ہے، میں ان کی بیوی یا بہن ہوں اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی کو ہر حال میں شریف رہنا چاہئے...... ویسے سکندر مجھے تمہارا دوست پسند آیا۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"شکریہ!"

"نہیں میں سچ کہہ رہی ہوں...... اگر مجھ میں انسانوں جیسی کوئی بھی بات ہوتی تو میں شوہر کے لئے رحیم جیسے آدمی کو ہی پسند کرتی۔"

"کیوں مجھ میں کیا خرابی ہے۔"

"اجی ایسے شوہر کا کیا فائدہ جس کی آدھی زندگی جیل میں گزرے اور آدھی زندگی زخموں کا علاج کراتے ہسپتال میں گزر جائے۔"

"بہر حال اب یہ بتاؤ کہ کھانا کہاں کھایا جائے۔"

"نرگس نے کھانے تک کو نہیں پوچھا تم سے۔"

"نرگس نہیں...... نرگس کی اسسٹنٹ کہو...... اس کو شعبدے بازیاں دکھانے ہی سے فرصت نہیں مل رہی تھی، لیکن پشپا ایک بات بتاؤ کیا اصل نرگس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

میرے اس سوال پر وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی اور پھر کچھ سوچ کر بولی۔

"یہ میں پوچھ کر بتاؤں گی۔"

"چلو تمہاری مرضی...... تو اب کھانے کا انتظام کیا جائے۔"

"بابا تو مسلمان کا بچہ ہے...... کس چکر میں پڑ گیا ہے...... یہ لے روٹی اور اس بلا کو تو خود دُور رکھ ورنہ ساری عمر کے لئے ایک ایسے چکر میں پڑ جائے گا کہ یہاں سے قبر تک بھاگتا ہی پھرے گا۔"

میں نے مڑ کر دیکھا ایک مجذوب نما آدمی مجھے ایک روکھی روٹی دے رہا تھا...... میں نے ادب سے وہ روٹی اس کے ہاتھ سے لی...... روٹی کو آنکھوں سے لگایا...... اسے بوسہ دیا اور ایک ٹکڑا توڑ کر منہ میں ڈال لیا...... مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اتنی لذیذ مٹھائی میں نے عمر بھر نہیں کھائی تھی...... اب ہوٹل کے تمام لوگ مڑ کر مجھے اور مجذوب کو دیکھ رہے تھے اور اسی وقت پیچھے سے ایک پولیس انسپکٹر نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"سکندر تم خود کو پولیس کی حراست میں سمجھو۔"

"چلا جا بابا چلا جا...... تاک دھنا دھن تاک دھنا دھن۔" مجذوب نے دھنے کی طرح اس طرح ہاتھ چلانا شروع کر دیئے جیسے سچ مچ روئی دھن رہا ہو۔

"کوڑا کرکٹ سب چھٹ جائے گا...... پاک ہو جائے گا، تک دھنا دھن......" اور یہ کہتا ہوا وہ ہوٹل سے باہر نکل گیا...... میں نے احتیاطاً مجذوب کی دی ہوئی روٹی اپنی جیب میں ٹھونس لی اور انسپکٹر کے ساتھ باہر نکل آیا۔

مجھے خود بھی اندازہ تھا کہ میں پولیس سے بھاگ کر زیادہ دُور نہیں جا سکوں گا، لیکن جب ایسے وقت انسپکٹر دھکے دیتا ہوا مجھے پولیس کی بندوین کی طرف لے جا رہا تھا...... مجھے خیال آرہا تھا کہ شاید جیسے میں دوسرے لوگوں سے کچھ مختلف ہوں۔

اور اس وقت جب پشپا کے جادُو کے زیر اثر سب لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا، ایک مجذوب کا اچانک آکر پوشیدگی کا طلسم توڑ دینا قدرت کے اس وسیع کارخانے میں مجھے یہ احساس دلانے کے لئے کافی تھا کہ آدمی جادو منتر کا کتنا بھی مضبوط سہارا لے لے لیکن آخر میں ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے...... میں خاموشی سے آکر پولیس وین میں سر نیچا کر کے بیٹھ گیا...... بار بار ایک ہی خیال میرے ذہن میں آرہا تھا کہ اس دور کی پولیس اسٹیٹ کے تھرڈ ڈگری مظالم اور غنڈوں سے اس کے تعلقات پر بھری عدالت میں جو کچھ مجھ پر اور رحیم پر گزری ہے سب کچھ بتا دوں اور آخر میں اعتراف جرم کر لوں...... یہ زندگی یوں بھی چند روزہ ہے، آج آدمی زندہ ہے تو کل زندہ نہیں رہے گا...... تو صرف اتنی ذرا سی مہلت کی خاطر جھوٹ کیوں بولا جائے۔

اور حیرت انگیز طور پر سادھو مہاراج کی آواز میرے ذہن میں گونجی کہ بالک منش اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے زندہ رہتا ہے۔

میں نے گردن اُٹھا کر دیکھا...... سادھو اسی وین میں میرے بالکل برابر میری ہی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا...... ہمارے علاوہ وین کے اندر بندوقیں لئے چار سپاہی اور بیٹھے تھے۔

سادھو نے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے ان سپاہیوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"بے چارے تھک بہت گئے ہیں...... کتنی نیند آرہی ہے انہیں، انہوں نے تو یہ
سے اپنے سر ٹکالئے ہیں اور لو یہ تو اس طرح سو رہے ہیں کہ ان کے ہاتھوں سے ان
بندوقیں بھی گر گئی تھیں۔" اور چاروں محافظ دیکھتے دیکھتے اس طرح سو گئے کہ انہیں اپنے
بدن کا ہوش نہ رہا۔

میں نے وین کی جالیوں میں سے دیکھا...... گاڑی اس وقت ایک سنسان راستے
جا رہی تھی۔

"ارے اس گاڑی میں تو پٹرول ختم ہو رہا ہے۔" سادھو نے ڈرائیور سیٹ کی طرف دیکھ
ہوئے جو ایک لکڑی کے پارٹیشن کے ذریعے وین سے علیحدہ کر دی گئی تھی اور جہاں ڈ
ڈرائیور اور پولیس انسپکٹر ساتھ ساتھ بیٹھے تھے...... چند ہی لمحے بعد وین کو جھٹکے لگے اور چ
قدم چل کر وہ رُک گئی اور اسی لمحے سادھو نے میرا ہاتھ پکڑا اور وین کا پچھلا دروازہ کھول کر با
آگیا، اسی لمحے گاڑی نے ایک اور جھٹکا کھایا اور تیزی سے آگے بڑھی کہ چند ہی منٹ میں ہمار
نگاہوں سے روپوش ہو گئی...... سادھو مہاراج کی آنکھوں میں شریر بچوں جیسی چمک تھی۔

"کہو بالک...... کیسی رہی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا، تو میں کیا۔

"مہاراج اس وقت تو ٹھیک ہی رہی لیکن میں اس طرح کب تک پولیس سے بھا
رہوں گا۔"

"بالک تجھے پولیس سے بھاگنے کی ضرورت کیا ہے...... وہ جو تیرے سر پر گڑیا بیٹھی تھ
اسے دیکھ کر مجذوب بابا کو غصہ آگیا...... ورنہ تو تو صاف بچ جاتا...... خیر اب تجھے اس گڑیا
ضرورت نہیں رہے گی، لا اپنا سیدھا ہاتھ دے مجھے۔" سادھو کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھ
کہ طبیعت نہ چاہنے کے باوجود میں نے اپنا سیدھا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا...... اس۔
چند منٹ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ پڑھا اور میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے مضبوطی ۔
دبا کر ایک ساتھ چھوڑ دیا اور پھر بولا۔

"بالک آج تو زندگی سے بہت نراش ہو گیا تھا...... سو دیوی نے مجھ سے کہا کہ میں ا

طرف سے تجھ کو ایک انعام دے آؤں...... جب بھی تو اس سیدھے ہاتھ کو ماتھے پر رکھے گا
تو دوسروں کی نظروں سے غائب ہو جائے گا اور اس عمل سے دوبارہ واپس آجائے گا اور جب
بھی تجھ پر کوئی ظلم کرے تو اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلی کو اس کے جسم کے کسی حصے کو لگا کر کہنا
کہ اللہ کو ظالم لوگ پسند نہیں ہیں اور وہ ظالم ایسا ہو جائے گا، جیسے اسے کسی زہریلے ناگ نے
ڈس لیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ہنسا اور پھر بولا۔

"اس کی ارتھی بھی اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، دس سیکنڈ میں اس کی ہڈیاں تک
راکھ ہو کر اڑ جائیں گی...... جیسے وہاں کبھی آدمی موجود نہ تھا۔"

"مہاراج اتنی بہت سی راکھ اتنی جلدی کیسے اڑ جائے گی...... اس راکھ کو وہ منتر اُٹھا کر
لے جائے گا، جو میں نے ابھی پڑھا ہے۔"

سادھو کے ان الفاظ سے مجھے ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی...... یہاں بہت سے ظالم
ایسے تھے جنہیں میں ان کے ظلم کے مطابق بھیانک سزا دینا چاہتا تھا...... اگر سادھو واقعی سچ
کہہ رہا تھا کہ تو مجھے اب شہر میں کسی سے کوئی ڈر نہیں تھا، لیکن پھر بھی میں نے ڈرتے ڈرتے
اپنے شک کا اظہار کر دیا۔

"اگر مہاراج یہ شکتی مجھ سے مجذوب بابا نے چھین لی۔"

"کوئی نہیں چھینے گا، کیونکہ مجھے وشواش ہے کہ تو اپنی شکتی کا غلط استعمال کبھی نہیں
کرے گا اور ابھی تو نے دیوی کے انعام دیکھے ہی کہاں ہیں...... بالک ابھی تو تجھے ایسے ایسے
انعام ملنا ہے کہ تو راجاؤں اور مہاراجاؤں کی طرح عیش کرے گا...... اچھا اب تو پولیس اسٹیشن
جا...... مجھے استھان سے بلاوا آگیا ہے، بلکہ وہ آدمی مجھے بلانے آرہا ہے۔" میں نے پلٹ کر
دیکھا...... وہاں مجھے کوئی آدمی نظر نہیں آیا، پھر میں نے سادھو مہاراج کی طرف دیکھا...... وہ
خود بھی اپنی جگہ سے غائب ہو چکے تھے۔

اب اس سنسان جگہ پر میں اکیلا کھڑا تھا۔

✿✿✿

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اب میں اس سنسان گزرگاہ پر یکا و تنہا کھڑا تھا...... پولیس نے مجھے ایس پی ٹھاکر، ایا
ڈی ایس پی ان کے دو پالتو غنڈوں رانا اور فضلو اور ان کے ڈرائیور شیر علی کے قتل کے الز
میں مفرور مجرم قرار دے دیا تھا، حالانکہ ان کے پاس کوئی ثبوت موجود نہیں تھا کہ میں نے
ان لوگوں کو قتل کیا ہے، لیکن اگر آپ کو آج سے دس سال پہلے کی پولیس کی کارکردگی
ہو تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ اس دور میں محکمہ پولیس کو ثبوت سے زیا
آدمی کی تلاش ہوا کرتی تھی اور اگر متعلقہ آدمی نہ ملتا تو کسی بے وارث کو پکڑ کر قانونی کاررو
پوری کر کے اسے مقدمہ چلائے بغیر ہی کسی نہر کنارے پولیس سے مقابلہ کے الزام میں ا
کی لاش دستیاب کر کے بے نام مجرموں کے بے نام قبرستان میں دفن کر دیا جاتا اور ایمان
بات یہ ہے کہ میں اپنے دشمنوں سے بدلہ لئے بغیر ابھی کسی بے نام قبرستان میں دفن ہو
کے لئے تیار نہیں تھا...... ابھی تو زندگی اپنے سربستہ راز مجھ پر کھول رہی تھی، مجھے پہلی
احساس ہوا تھا کہ ہماری جیتی جاگتی زندگی کے کنارے کنارے ماورائی طاقتوں کی بھی ایک ا
دیکھی دُنیا آباد ہے...... ابھی ابھی جب پولیس مجھے جیل کی گاڑی میں اچانک گرفتار کر کے ا
کسی عقوبت گاہ کی طرف لے جا رہی تھی تو نہ جانے کہاں سے چلتی گاڑی میں سادھو میر
اور سنتریوں کے درمیان آبیٹھا تھا اور اس کے آتے ہی میرے نگہبان سنتری آنکھیں ب
کر کے خراٹے لینے لگے تھے...... پھر چند قدم کے بعد پٹرول ختم ہونے کی وجہ سے گاڑی رُک

ور سادھو مجھے ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے نیچے اتار لایا اور پھر اس نے آہستہ سے گاڑی کو دھکا دیا
گاڑی اس تیز رفتاری سے بھاگی جیسے اس کے بریک ٹوٹ گئے ہوں اور پھر سادھو نے پشپا
، چکر سے آزاد کرانے کے لئے میرے ہاتھوں پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور کہا دیوی کا یہ
ارے لئے انعام ہے کہ جب بھی تم اپنا سیدھا ہاتھ ماتھے پر رکھو گے، غائب ہو جاؤ گے اور
ب دوبارہ واپس آنا چاہو تو اسی عمل کو دوہرا کر دوسروں کے سامنے آسکو گے...... پھر اس
، میری شہادت کی انگلی پکڑ کر کہا تھا...... اگر تم کسی ظالم کو کیفر کردار کو پہنچانا چاہو تو تمہیں
ا یہ انگلی حریف کے جسم پر رکھ کر صرف اتنا کہنا ہو گا کہ اللہ کو ظلم پسند نہیں ہے اور وہ آدمی
شہ کے لئے صفحہ ہستی سے غائب ہو جائے گا اور یہ کہہ کر سادھو بھی اسی لمحے غائب ہو گیا تھا
ر اب میں اس سنسان گزرگاہ پر تنہا کھڑا تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ نامعلوم دیوی کی طرف سے یہ انعام تھا کہ عذاب تھا...... اب تک
ں اپنے دشمنوں سے اپنے طریقوں سے نبٹتا آیا تھا اور نہ جانے کیوں یہ غیر مرئی چکر، سادھو
راس کی دیوی، ہزار شکلیں تبدیل کرنے والی پشپا جو ایک ہیولا تھی اور اس کی مالک نرگس جو
رد کو اصل نرگس کی کنیز ظاہر کر رہی تھی...... مجھے پسند نہیں آرہی تھی...... مجھے وہ مجذوب
ں وقت بری طرح یاد آرہا تھا، جس نے ہوٹل میں مجھے ایک سوکھی روٹی کھانے کو دی تھی
ر جس کا شیریں مزہ میں اب تک نہیں بھول سکا تھا اور جس نے پشپا کو دیکھ کر کہا تھا۔ "بابا تو
سلمان کا بچہ ہے...... کس چکر میں پڑ گیا ہے...... یہ ہے روٹی...... اور اس بلا کو خود سے دُور رکھ
رنہ ساری عمر کے لئے ایک ایسے چکر میں پڑ جائے گا کہ یہاں سے قبر تک بھاگتا ہی پھرے
گا۔" اس وقت میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ حالات نے مجھے یہ کس موڑ پہ لا کر چھوڑ دیا
ہے...... سادھو اور پشپا دونوں غائب تھے اور رحیم کو کسی ایسی جگہ روپوش کر دیا گیا تھا، جس کا
علم صرف پشپا کو ہی تھا، لیکن پشپا اور سادھو دو الگ الگ دیویوں کے پجاری تھے اور ان دونوں
کی رقابت میں میرا دوست مجھ سے چھن گیا تھا...... میں ابھی ان ہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا
کہ پولیس کی وہ وین مجھے انتہائی تیز رفتاری سے اپنی طرف آتی نظر آئی، جس سے ابھی سادھو

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

نے مجھے چھٹکارا دلایا تھا اور اچانک میں نے فیصلہ کرلیا کہ ان غیر مرئی طاقتوں
منتروں سے کام لینے کی بجائے مجھے حوصلہ کے ساتھ خود ہی اپنے حالات سے نمٹنا
گاڑی ایک جھٹکے سے میرے قریب آتے ہی رُک گئی اور ایک سب انسپکٹر مجھے دیکھتے
سے کود کر مجھ پر اس طرح جھپٹا جیسے عقاب اپنے شکار پر گرتا ہے...... اس نے قریب
میرے منہ پر پوری طاقت سے ایک تھپڑ مارا اور اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا اس کی
لئے تین چار سپاہی گاڑی سے اور اتر آئے...... اب چاروں طرف سے مجھ پر مکے لا
تھپڑ پڑ رہے تھے...... کچھ دیر تو مجھے تکلیف کا احساس رہا، لیکن رفتہ رفتہ مجھ پر ایک غن
طاری ہونے لگی اور پھر میں اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

میری آنکھ حوالات کی ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں کھلی...... شاید رات
تھا...... میرا پورا جسم پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا...... سر میں اتنا شدید درد تھا کہ اُٹھنا
چکرا کر گر پڑا...... جگہ جگہ سے میرے بال چپک رہے تھے اور تب مجھے احساس ہوا کہ
میرے سر پر بہت گہرے زخم آئے ہیں...... وہ قیامت کی رات تھی، جو مجھ سے کا
کٹ رہی تھی، لیکن جیسے جیسے تکلیف کا احساس بڑھتا جا رہا تھا...... میرے اندر کا ضدی
بار بار عہد کر رہا تھا کہ حالات چاہے کچھ بھی ہو جائیں ان کا مقابلہ کسی سے مدد لئے بغیر
کرنا ہے۔

اب صبح ہو رہی تھی...... کسی قریبی مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی اور مجھے
کیوں وہ مجذوب یاد آگیا...... جس نے مجھے ایک سوکھی روٹی کھانے کے لئے دی تھی
نے اس میں سے صرف ایک ٹکڑا مجذوب کے احترام میں منہ میں رکھ لیا تھا اور اس
ٹکڑے سے نہ صرف یہ کہ میرا پیٹ بھر گیا تھا، بلکہ محسوس ہوتا تھا کہ ایسا خوش ذائقہ
نے اپنی عمر میں کبھی کھایا ہی نہیں تھا...... میں نے اپنے کوٹ کی جیب دیکھی...... وہ ر
بھی میرے پاس موجود تھی...... میں نے بے خیالی میں اس کا ایک ٹکڑا توڑ کر منہ میں
اور روٹی کا وہ ٹکڑا منہ میں رکھتے ہی یوں لگا جیسے ساری تھکاوٹ اور جسم کا تمام درد ا

گیا ہو...... موذن کہہ رہا تھا...... اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... لا الہ الا اللہ میری زبان سے
ختیار اللہ کی حمد و ثناء جاری ہو گئی اور عمر میں پہلی بار میں نے اس طرح اپنے رب کو اس
ی سے سجدہ کیا کہ روتے روتے میری چیخیں نکل گئیں۔

صبح صادق کا اُجالا کوٹھڑی میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور میں رو رو کر خدا سے اپنے
وں کی معافی مانگ رہا تھا...... شاید میری آواز سن کر ایک سپاہی کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر
آ گیا اور اپنی دانست میں مجھے چپ کرانے کے لئے وہ میرے چہرے پر پوری طاقت سے
ر مارنا چاہتا تھا کہ میں تیزی سے دوسری طرف کو لڑھک گیا...... سپاہی اپنی جھونک میں
رسے جا ٹکرایا اور اب جو وہ غصہ میں پلٹا ہے تو میں اس کی بندوق کی زد پر تھا۔

"سکندر۔" اس نے سرگوشی کے لہجے میں کہا...... تو نے میرے بھائی شیر علی ڈرائیور کو
کیا ہے...... مجھے معلوم ہے کہ پولیس کو تیرے خلاف کوئی ثبوت مشکل سے ملے گا، اس
میں نے خاص طور پر اپنی ڈیوٹی یہاں لگوائی تھی کہ اپنے ہاتھ سے جب تک تجھے ہلاک
ں کروں گا...... میرے انتقام کی آگ نہیں بجھے گی...... زیادہ سے زیادہ مجھے یہ بیان دینا
ے گا کہ اپنی مدافعت میں مجھے گولی چلانا پڑی...... یہ کہہ کر اس نے ٹرائیگر پر انگلی رکھی اور
ب مجھے پوری طرح اندازہ ہو گیا کہ انتقام نے اسے اندھا کر دیا ہے اور یہ واقعی مجھے گولی مار
ے گا...... تو میں لیٹے ہی لیٹے بجلی کی تیزی سے اس کے پیروں کی طرف لڑھک گیا اور
وں کے درمیان میری ایک ہی ٹھوکر نے اسے کوئی آواز نکالے بغیر دھم سے نیچے
ادیا...... حوالات کے باہر اکا دکا سپاہیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی...... اب سوال یہ تھا
اتنی چھوٹی سی کوٹھڑی میں اس بے ہوش سپاہی کو میں کہاں چھپاؤں اور اگر کچھ دیر یہ
سروں کی نظر میں نہ بھی آئے تو ہوش میں آنے کے بعد وہ خود چیخ چیخ کر پورے تھانے کو
ا مدد کے لئے جمع کرے گا۔

لیکن اسی وقت میری نظر کوٹھڑی کے کھلے ہوئے دروازے پر پڑی اور میں ایک سانپ
تیزی سے باہر رینگ گیا...... شہر کا یہ سب سے بڑا تھانہ تھا اور ایک بیرک میں دُور تک

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

قیدیوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں، لیکن فرار کے لئے میرے پا
وقت نہیں تھا...... اتنے سویرے تھانے کے مین گیٹ سے باہر نکلنا دوسروں کو
کر سکتا تھا، لہٰذا برآمدے سے اتر کر میں سیدھا تھانہ کے عقبی سمت کی جانب نکلا جہا
طویل صحن پار کر کے دیوار کے سہارے دو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے...... صبح ہی صبح ا
جانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا، لیکن اس کے علاوہ دوسرا کوئی اور راستہ بھی نہیں
میں تیزی سے ایک بیت الخلاء کی چھت پر چڑھ گیا اور ابھی دوسری طرف سڑک پر
ہی والا تھا کہ شاید کسی سپاہی کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور پہلے ایک سیٹی اور پھر پے در پے کئ
بج اُٹھیں، مگر میں اب سڑک پر آچکا تھا...... مین گیٹ سے اس عقبی سڑک پر آنے
تقریباً تین فرلانگ کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا...... لہٰذا میری دوبارہ گرفتاری کے لئے
الخلاء کی چھت پر سے ہی گزر کر مجھ تک پہنچ سکتے تھے...... اس عقبی سڑک پر میر
جانب تھانے کی دیوار تھی...... جو اگلی سڑک کے نکڑ تک چلی گئی تھی اور دوسری جا
ہسپتال کے احاطہ کی دیوار دُور تک چلی گئی تھی...... میں چھلانگ لگا کر ہسپتال کی دیوا
گیا اور وہاں سے کود کر ہسپتال کی عمارت کی طرف بھاگا اور متعدد کمروں سے گزرتا ہو
کے گیٹ سے مارکیٹ روڈ پر آگیا...... تعجب کی بات یہ تھی کہ اتنا تیز دوڑنے کے
میری سانس پھولی تھی اور نہ پچھلی رات کے زخموں کا مجھے کوئی احساس تھا...... سا
تانگہ والا اگلی سیٹ پر نہ جانے کب سے بیٹھا اونگھ رہا تھا...... شاید صبح ہوتے ہی وہ ک
ہسپتال لے کر آیا ہوگا اور اب یہاں سے خالی ہاتھ جانے کے بجائے کسی سواری ک
میں بیٹھا بیٹھا اُونگھ گیا ہوگا...... میں نے قریب پہنچ کر ہاتھ کے ایک جھٹکے سے اسے ن
اور اس سے پہلے کہ تانگہ والے کی چیخیں بلند ہوں...... میں نے تانگہ کو استاد ج
اکھاڑے کی جانب تیزی سے دوڑا دیا۔

لاہور شہر ابھی پوری طرح نہیں جاگا تھا...... مسجدوں سے نمازی گھروں
جا رہے تھے...... کہیں کہیں دودھ والے اپنی سائیکلیں اور دُودھ کے برتن کھڑکا ت

گزر رہے تھے...... صرف سڑکوں کے درمیان صفائی کرنے والے جمعدار گھوڑے کی تیز رفتاری میں حائل ہو رہے تھے، لیکن میرے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ریلوے کا پھاٹک بن گیا، جو بند تھا...... یہاں کئی موٹر رکشائیں، تانگے اور دودھ والے پھاٹک کے کھلنے کا انتظار کر رہے تھے...... پہلے تو میں نے سوچا کہ تانگہ یہاں چھوڑ کر پیدل چل پڑوں، لیکن استاد کا اکھاڑہ یہاں سے ابھی چھ سات میل دُور تھا اور راستہ میں کسی اور گاڑی کو پکڑنے کا خطرہ میں مول نہیں لینا چاہتا تھا...... لہٰذا مجبوراً میں بھی دوسروں کی طرح پھاٹک کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا کہ اچانک تانگہ کی پچھلی سیٹ سے مجھے اپنی پیٹھ پر پستول چبھنے کا احساس ہوا...... میں نے جلدی سے پلٹنا چاہا تاکہ اسے دیکھوں کہ کسی کی سرگوشی سنائی دی۔

"سکندر...... تانگہ واپس موڑ لو...... استاد جیرے کو تم نے بے خبری میں اندھا کر دیا...... لیکن اپنے ہاتھوں میں تمہاری دسوں انگلیوں کو ٹٹول کر کچھ تو اس کا دل ٹھنڈا ہوگا...... یہ آواز شہر کے مشہور بدمعاش راموکی تھی...... رامو استاد جیرے کا دست راست تھا اور سمن آباد کی آبادی راموکا نام سن کر لرز جاتی تھی...... اس لئے میرے لئے خاموشی سے تانگہ موڑ لینے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ گیا تھا...... کبھی میں دُعا مانگا کرتا تھا کہ کاش ایک بار میرا راموسے سامنا ہو جائے تاکہ اس نے جو گیارہ قتل کئے ہیں...... میرے ہاتھوں وہ گیارہ بار موت مانگے اور اسے موت نہ آئے، لیکن تقدیر نے اسے ملایا بھی تو ایسی جگہ جہاں آگے پھاٹک بند تھا اور میری حیثیت ایک مفرور مجرم کی تھی۔

ریلوے پھاٹک سے گھوم کر جب ہم بڑی سڑک پر آئے تو میں نے کہا۔

"رامو! اس سڑک پر دُور تک کوئی نہیں ہے...... کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میری انگلیاں تم یہیں کاٹ لو۔"

"نہیں۔" وہ ہنسا...... جیرے دادا کو تمہاری اُنگلیوں سے کہیں زیادہ تمہاری زخمی چیخیں سن کر مزا آئے گا۔"

"پھر کہاں چلنا ہے؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"دادا کے اڈے پر۔" اس نے پستول سے مجھے ٹہوکا دیتے ہوئے کہا...... کیا اس اڈ
کا اڈہ ابھی تک چل رہا ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

اور رامو میری توقع کے عین مطابق اس سوال پر اتنا مشتعل ہوا کہ اس نے م
گردن پر اپنے اُلٹے ہاتھ سے اس طرح مکا مارا کہ ایک لمحہ کے لئے اس کا پستول اپنی جگہ
ہٹ گیا اور اسی لمحے میں نے پلٹ کر اس کی گردن پر اتنی طاقت سے اپنا ہاتھ مارا کہ ہڈی ٹو
کی تڑاخ سے آواز آئی اور وہ لڑھک کر تانگہ سے نیچے گر پڑا...... اسی وقت مجھے سامنے
پولیس کی وین آتی نظر آئی، میں نے تانگہ کو وہیں چھوڑا اور تیزی سے برابر کی گلی میں گ
گیا...... مجھے یقین تھا کہ خالی تانگے اور رامو کی ٹوٹی ہوئی گردن دیکھ کر پولیس پارٹی کو یہ
سلجھانے میں کافی وقت لگ جائے گا۔

میں گلیوں، گلیوں میں گھومتا ہوا کافی دُور نکل گیا، مگر جب تک اُستاد کے اکھاڑے ت
پہنچ جاتا، خود کو محفوظ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا...... اب سورج نکل آیا تھا اور سکول کے بچے
دفتر جانے والے بابو تیز تیز قدموں سے بس سٹاپوں کی جانب رواں دواں تھے...... میں ا
راہ گیر کی طرح بہت سکون سے آگے بڑھ رہا تھا، کیونکہ اپنی عجلت دکھا کر خواہ مخواہ دوسر
کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا...... ویسے مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ میں نے ا
تک دیوی کے نام نہاد انعامات کا کوئی سہارا نہیں لیا تھا...... مجھے اب خدا کے علاوہ کوئی سہ
چاہئے بھی نہیں تھا...... یہی بات بڑی بات تھی کہ اپنا کھویا ہوا اعتماد مجھے واپس مل گیا تھا۔
پولیس نے رات جس طرح میری ٹھکائی کی تھی...... میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید ہفتو
تک ایڑیاں رگڑتا رہتا لیکن۔

"مگر آپ کے زخم اتنی جلدی کس طرح ٹھیک ہو گئے...... اچانک پشپا نے میر
ساتھ چلتے ہوئے سوال کیا اور میں حیرت سے اس کے حسین پیکر کو دیکھتا رہ گیا۔

تم پھر آ گئیں...... میں نے حیرت سے پوچھا؟

آئی نہیں...... بھیجی گئی ہوں...... میرے سرکار! اس نے اُٹھلا کر جواب دیا...... آپ

نے سادھو کی پیشکش کو ٹھکرا کر نرگس کا دل جیت لیا ہے...... آپ چاہتے تو حوالات کی
کوٹھڑی سے غائب بھی ہو سکتے تھے یا اپنے حریف کو انگلی سے چھو کر ختم کر سکتے تھے، لیکن اسے
برے حالات میں بھی آپ نے اس نام نہاد دیوی کی عطا کردہ طاقتوں کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور
اس بات سے خوش ہو کر نرگس نے مجھے انعام کے طور پر ہمیشہ کیلئے آپ کو بخش دیا ہے۔

"نہیں پشپا...... میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا...... میں بخشش لینے کا عادی
نہیں ہوں۔"

"سچ فرمایا آقا نے۔" وہ اب سنجیدہ ہو چلی تھی۔ "مجھے قبضہ میں کرنے کے لئے آدمی کو
اتنی ریاضتیں کرنا پڑتی ہیں کہ ہزاروں سال میں کوئی ایک شخص کبھی مجھے حاصل کرنے میں
کامیاب ہو جاتا ہے اور پھر جب تک وہ زندہ رہتا ہے...... وہ چاہے یا نہ چاہے اس کے تمام
مفادات کی نگرانی کرنا میری ذمہ داری بن جاتا ہے...... یہ ٹھیک ہے آقا کہ آپ بخشش پسند
نہیں کرتے لیکن قدرت نے یہ بات میرے خمیر میں رکھی ہے کہ اگر میں کسی کو حاصل
ہو جاؤں یا حاصل ہونے کے بعد کسی دوسرے کو بخش دی جاؤں تو زندگی کے آخری سانس
تک اس کی وفادار رہوں۔"

"تم مجھے کب بخش گئی ہو۔"

"ابھی کوئی دس منٹ پہلے۔"

اگر میں تم سے نرگس کے خلاف کام لوں۔

"میں اب صرف آپ کی کنیز ہوں۔"

"میں سوچ میں پڑ گیا...... نرگس نے مجھے سادھو سے بدگمان کرنے کے لئے آخر یہ
چال کیوں چلی میں تو ویسے بھی سادھو اور اس کی دیوی کو ہمیشہ کے لئے اپنے ذہن سے نکال
دینا چاہتا تھا...... پھر پشپا کو اس طرح مجھے دھوکا دینے کے لئے کیوں بھیجا گیا؟"

"میں کوئی دھوکا یا فریب نہیں ہوں آقا۔" پشپا نے جیسے میرے ذہن کو پڑھ لیا
تھا...... آئندہ سے آپ مجھے اپنی انتہائی وفادار کنیز پائیں گے...... میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

آپ کے حکم پر میں نرگس سے ٹکرا کر اس سے جیت سکوں گی یا نہیں، لیکن اتنا ضرور ہے یا تو وہ مجھے جلا کر خاک کر دے گی...... یا میں اسے ختم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں، لیکن آپ کو یہی مشورہ دوں گی کہ اس وقت نرگس یا دیوی سے ٹکر لینا خود آپ کے اپنے مفاد کے خلاف ہوگا۔

اور چلتے چلتے میرے قدم اچانک رُک گئے...... میں اسی تھانے کے دروازے پر کھڑا جہاں سے صبح بھاگا تھا۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئیں؟"

"کیا آپ کو رات کی مار یاد نہیں رہی؟"

"یاد ہے۔"

"تو کیوں نہ ہم آج کے خوشگوار دن کا آغاز یہیں سے کریں۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا تو پشپا غائب ہو چکی تھی۔

میں ساتھ ہوں آقا...... اس کی آواز کہیں قریب ہی سے سنائی دی۔

آپ سیدھے انسپکٹر کے کمرے میں جائیے وہ بیچارا آپ کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ اور مجھے انسپکٹر حمید کی وہ آخری ٹھوکر یاد آئی جو اس نے انتہائی بے دردی سے میرے سر پر ماری تھی اور جس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے سوچا...... "انسپکٹر حمید سے ایک بار بات کر لینے میں کیا حرج ہے...... آدمی کو ایک ایک لمحے کا حساب صاف کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہئے۔"

میں چق اٹھا کر اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

وہ اپنے ماتحتوں پر گرج رہا تھا۔

میں پوچھتا ہوں سکندر تم سب کی نظروں میں خاک جھونک کر کس طرح یہاں سے فرار ہو گیا۔

"سر رات کو اس کے اتنے زخم آئے تھے۔" کسی نے جواب دیا۔

"کہ وہ تنہا تو یہاں سے بھاگ نہیں سکتا...... یقینی طور پر اسے باہر سے کوئی مدد ملی ہے۔"

انسپکٹر حمید نے زور سے اپنی میز پر مکا مارا۔

میں یہی تو جاننا چاہتا ہوں کہ تم اتنے لوگوں کی موجودگی میں اسے باہر سے کس طرح مدد مل گئی اور فتح علی کس طرح اس کی کوٹھڑی میں بے ہوش ہوا۔

بے ہوش نہیں ہوا سر...... کسی نے آہستہ سے کہا...... ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ہسپتال میں اس نے دم توڑ دیا ہے۔

"میری بات سنو...... اور جب حمید نے یہ لفظ کہے تو اس کی آنکھوں سے انگارے برس رہے تھے...... مجھے ایک گھنٹے کے اندر مردہ یا زندہ ہر حالت میں سکندر کا جسم ملنا چاہئے، ورنہ اس کے جرائم کی تمام سزائیں تم سب میں برابر برابر تقسیم کر دی جائیں گی...... وقت کم ہے، پھر وہ پوری طاقت سے چیخا...... نکل جاؤ میرے کمرے سے۔"

اور سب آفیسر آہستہ آہستہ کمرے سے نکل گئے۔

شروع میں تو مجھے بہت تعجب ہوا کہ اتنے بہت سے لوگوں کی نظریں مجھ پر کیوں نہیں پڑ رہی ہیں، لیکن پھر فوراً ہی خیال آیا کہ پشپا نے مجھے دوسروں کی نظروں سے غائب کر دیا ہے، تاکہ میں پہلے صورت حال کا اچھی طرح سے جائزہ لے لوں۔

اور اسی وقت انسپکٹر حمید کے ٹیلی فون کی گھنٹی چیخ اُٹھی۔

"کون ہے۔" اس نے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

لیکن اُدھر کی آواز سن کر حمید دفعتاً بھیگی بلی بن گیا۔

آپ بالکل فکر نہ کریں...... ہم اسے ایک گھنٹہ میں گرفتار کر لیں گے، جی...... جی...... دیکھئے ٹیلی فون پر ایسی باتیں نہیں ہوا کرتیں...... ٹھیک ہے، آپ غصہ میں ہیں...... یہ بھی ٹھیک ہے کہ آپ نے پولیس کے بہبود فنڈ میں بیس لاکھ روپے دیئے ہیں...... مجھے دراصل رات ہی کو سکندر آپ کے حوالے کر دینا چاہئے تھا کہ آپ کے انتقام کی آگ۔

"پشپا" میں اس کے سامنے آنا چاہتا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"آپ اس کے سامنے ہیں آقا۔" پشپانے سرگوشی کی۔

"اور میں نے بلند آواز سے پوچھا۔"

حمید صاحب آپ مجھے رات کو کسی کے حوالے کر دینا چاہ رہے تھے...... حمید
طرح چونک کر مجھے دیکھا جیسے بے خبری میں اسے بچھو نے ڈنک مارا ہو...... اس نے ر
فون پر پٹکا اور تیزی سے اپنا ریوالور نکال کر اس کا رُخ میری طرف کرتے ہوئے بولا۔

"سکندر! بس اس کمرے سے تیری لاش ہی جائے گی۔"

میں نے دیکھا کسی نے آہستہ سے دروازہ بند کر دیا، مگر غصہ میں حمید کو تو اپنے تن
کا ہوش نہیں تھا...... دروازے کی طرف اس کا دھیان کیا جاتا۔

"بتا تو یہاں سے کس طرح فرار ہوا...... وہ شیر کی طرح دھاڑا۔"

"فرار اگر ہوتا تو اس وقت آپ مجھے یہاں نہ پاتے۔"

"بہر حال جو بھی تجھے گرفتار کر کے لایا ہے...... میں اسے پولیس کی بہادری کا خصو
تمغہ دلواؤں گا۔"

"لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ رات آپ مجھے کس کے حوالے
چاہ رہے تھے۔" "اس وقت تو میں تجھے موت کے فرشتے کے حوالے کر رہا ہوں...... پتہ ہے
علی مرحوم کا قتل بھی تیرے نام لکھا گیا ہے...... اور پھر کچھ سوچ کر اس نے ریوالور ا
الماری میں رکھ دیا اور پلٹ کر کہنے لگا...... سکندر! میں تجھے اتنی آسانی سے ہلاک نہیں کر
گا...... یاد رہے جیرے کی آنکھیں تو نے کس بے رحمی سے نکالی تھیں...... میں اندھے جیر
سے کہوں گا کہ وہ تیری آنکھیں بھی۔

اور ابھی اس کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا الٹا ہاتھ اس کے رخسار پر پڑا اور اس
منہ خون سے بھر گیا...... میں نے کہا۔

انصاف ہی ہوتا ہے حمید صاحب تو اس طرح ہونا چاہئے اور پھر جیسے مجھ پر خون سوا
ہو گیا...... میں اس وقت تک اسے مارتا رہا، جب تک اس کا پورا جسم لہولہان نہیں ہو گیا...

بد کی چیخیں سن کر شاید تھانے کا پورا عملہ دروازے پر جمع ہو گیا تھا اور وہ لوگ دروازہ
ڑنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے، لیکن مجھے معلوم تھا کہ جب تک پشپا نہ چاہے انہیں
ا دروازہ بھی بند نظر آئے گا اور پھر ہوا بھی یونہی...... پشپا نے جب دیکھا کہ دروازے پر
ت زور پڑ رہا ہے تو دُور سے اس نے مسکراتے ہوئے دروازے کی جانب اپنی ایک انگلی سے
ارہ کیا اور دروازہ کھلتے ہی پندرہ بیس آدمی لڑھکتے، پٹخیاں کھاتے کمرے کے اندر آکر
پڑے...... کوئی اپنی کمر پکڑے ہوئے تھا...... کوئی گھٹنا سہلا رہا تھا...... کسی کا سر جا کر میز کے
نے سے لگا تھا اور اس کی وردی پر خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں...... انسانی فطرت بھی
یب ہوتی ہے...... وہ دوسروں کی مدد کے لئے دوڑتا ہے، لیکن جب اس مدد کے دوران
د اس پر کوئی آفت آجاتی ہے تو وہ سب کچھ بھول بھال کر اپنی فکر میں لگ جاتا ہے...... اس
وران انسپکٹر حمید بری طرح زخمی ہونے کے باوجود ایک ایک سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"اسے پکڑو...... دیکھو وہ کہیں بھاگنے نہ پائے۔"

"آپ کس کا ذکر کر رہے ہیں؟" کسی نے دُور سے پوچھا۔

"سکندر کا اور کس کا...... وہ ابھی برآمدے تک بھی نہیں پہنچا ہو گا۔"

لیکن آپ تو خون میں نہائے ہوئے ہیں...... یہ سب کچھ کیسے ہوا...... کسی نے اسے
سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

مجھے بھول جاؤ...... اب وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا...... سکندر کو پکڑو...... میں کہتا ہوں
سکندر کو پکڑو۔

سر آپ کو دھوکا ہوا ہو گا...... ایک اے ایس آئی نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔
ہم سب لوگ اتنی دیر سے باہر جمع ہیں...... ہم میں سے ہر شخص سکندر کو پہچانتا ہے...... وہ
ہماری نگاہوں سے بچ کر کہاں جا سکتا ہے؟

پھر کیا تمہارے خیال میں میں یہاں ہوا سے لڑ رہا تھا...... اس نے غصے سے اُٹھنا چاہا
لیکن لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اس دوران شاید کسی نے ہیڈ آفس فون کر دیا تھا...... تھوڑی ہی دیر میں انسپک
کمرہ پولیس کے اعلیٰ افسران سے بھر گیا...... ایک ڈاکٹر اس کی مسلسل مرہم پٹی میں مص
اور انسپکٹر حمید نیم بے ہوشی کی حالت میں سکندر کو پکڑو...... سکندر کو پکڑو کا ورد کئے جا

"اسے فوراً ہسپتال بھیجا جائے۔" اے آئی جی نے دفعتاً حکم دیا۔

یہ جب تک ہوش میں نہیں آتا...... یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اسے یہ زخم کر
آئے...... رہ گیا سکندر کا مسئلہ تو کیا تم میں سے کسی نے سکندر کو یہاں آتے نہیں دیکھا

"نہیں جناب۔" کئی آوازوں نے بیک وقت جواب دیا۔

"کچھ دیر پہلے ہم سب یہاں جمع تھے۔" اسسٹنٹ انچارج نے اٹینشن ہو کر اے
کو جواب دیا...... انسپکٹر صاحب ہم لوگوں کو سکندر کو مردہ یا زندہ ہر صورت میں گرفت
آرڈر دے رہے تھے اور ابھی ہمیں کمرے سے نکلے ہوئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ ا
چیخنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"کیا تم نے کسی کو اندر آتے دیکھا؟"

نہیں سر! ہم سب تو دروازے کے باہر ہی جمع تھے اور یہ مشورہ کر رہے تھے کہ
کی گرفتاری کے لئے کہاں چھاپہ مارا جائے۔

"کیا تم لوگوں کے باہر آنے کے بعد یہ دروازہ کھلا ہوا تھا؟"

"سر! انسپکٹر صاحب نے خود دروازہ بند کر لیا تھا۔"

"کیا اس کمرے کا کوئی اور دروازہ بھی نہیں ہے؟"

جی نہیں! کھڑکیاں ہیں، جن پر بہت مضبوط لوہے کی جالی لگی ہوئی ہے۔

"کیا کمرے کی تلاشی لی گئی؟"

جی ہاں...... ایک سپاہی نے باتھ روم سے نکلتے ہوئے کہا...... میں نے ایک ایک چپ
تلاشی لی ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا...... اے آئی جی نے اپنی پیشانی ملتے ہوئے کہا...... کچھ دن

ارے محکمہ میں عجیب و غریب حالات پیش آ رہے ہیں...... ہمیں اس سلسلہ میں دوسری
بنیوں کی خدمات بھی حاصل کرنا پڑیں گی۔

یہ پولیس کا اب اپنا معاملہ تھا...... میں پشپا کے ساتھ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل
یا۔ اور ابھی ہم سڑک پر ہی آئے تھے کہ پیچھے سے کسی نے میرے کاندھے پر آہستہ سے اپنا
تھ رکھ دیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے برے سارے وجود میں بجلی کی ایک لہر سی دوڑ گئی
و...... میں نے پلٹ کر دیکھا...... سادھو مجھے اپنی لال لال آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

"بالک تو نے دیوی کا اپمان کیا ہے" اس کے لہجے میں سانپ جیسی پھنکار تھی۔

میں نے گھبرا کر پشپا کی طرف...... وہ اپنی جگہ سے غائب تھی۔

"کیا اپمان اور کس کی بے عزتی؟" میں نے نرم لہجے میں جواب دیا...... تم اور تمہاری
یوی خود ہی میرے راستے میں آئے...... خود ہی تم نے جگہ جگہ میرے راستے کو بدلا، حالانکہ
م اچھی طرح جانتے ہو کہ میں دوسروں کی مدد کے بغیر صرف اپنے اللہ کے بھروسے پر اپنی
ندگی بسر کرنے کا عادی رہا ہوں۔

بالک تجھے دیوی نے اتنی بڑی رکھشا دی تھی کہ آج تک ایسی رکھشا کسی منش کو حاصل
نہیں ہوئی تو اپنی انگلی کے ایک اشارے سے اپنے دشمنوں کو ختم کر سکتا تھا...... پرنتو تو نے۔

"اپنا راستہ لو مہاراج۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور اپنی دیوی سے جا کر
کہہ دو کہ مجھے اس کے کسی انعام کی ضرورت نہیں ہے...... میرے اپنے اعمال کی جزا و سزا
میرے اپنے لئے ہے اور ابھی میں یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ روشنی کا چھماکا سا ہوا...... اتنی تیز
روشنی کہ میری آنکھوں کے آگے ایک لمحہ کے لئے اندھیرا سا چھا گیا...... اور پھر میں نے
آنکھیں مل کر دیکھا تو سادھو وہاں سے غائب ہو چکا تھا...... میں پولیس اسٹیشن کے سامنے کھڑا
تھا اور تھانے کے سپاہی مجھے دیکھ کر تیزی سے میری طرف دوڑتے ہوئے آ رہے تھے......
میں نے وہاں سے بھاگنا چاہا لیکن زمین نے جیسے میرے قدم پکڑ لئے تھے...... اگلے لمحے میں
پولیس کے نرغے میں تھا اور چاروں طرف سے مجھ پر لاتیں اور گھونسے پڑ رہے تھے......

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

انہوں نے مجھے اپنا دفاع کرنے یا سنبھلنے کا کوئی موقعہ ہی نہیں دیا تھا...... اس دوران میر
پر ایک دھماکہ ہوا اور میں جیسے تاریک کنوئیں میں گرتا چلا گیا۔

مجھے نہیں معلوم میں کتنی دیر بے ہوش رہا، لیکن جب میری آنکھ کھلی تو حوالا
اسی کوٹھڑی میں تھا، جہاں سے آج صبح نکل کر بھاگا تھا...... میرے جسم کا جوڑ جوڑ درد کر
اور پھر اپنے جسم پر جگہ جگہ خون دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ اس بار انہوں نے مجھے اس قا
نہیں رکھا ہے کہ میں بھاگنا تو الگ رہا اپنی جگہ سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔

"مسٹر سکندر! یونہی تمہاری کہانی ختم ہو گئی۔" میں نے دل میں مسکراتے ہوئے سو

"تم اس شہر لاہور میں تھوڑی دیر ایک شعلے کی طرح بھڑکے اور اپنے اعمال
ہاتھوں خود ہی بجھ گئے۔"

میرے ہاتھ پیروں میں جان نہیں تھی، یا میں واقعی جانکنی کے عالم میں تھا اور
ثانیوں کے بعد سب کچھ ختم ہونے والا تھا...... استاد چھنگا کی انسان دوستی رحیم کی محبتیں،
اشرف جیسے بدمعاشوں سے معرکے، ایس پی ٹھاکر جیسے بچھو صفت انسان کا لرزہ خیز انجام
ایک چھلاوہ جو پشپا تھی اور ہزار بھیس بدل سکتی تھی اور اس کی آقا نرگس اور سادھو اور ا
دیوی جو میرے حصول کے لئے ایک دوسرے سے بڑھکر بولیاں لگاتی رہی تھیں......
یوں لگا جیسے میں نے جیتی جاگتی اصل زندگی نہیں بلکہ ایک خواب کی زندگی گزار تھی......
کون یقین کرے گا کہ دیوی جو سندر وتی تھی اور ان کی مقدس کتاب مہاوتری کے مطابق
صدی پر یا نرگس حکومت کرتی تھی یا سندر وتی اور اس صدی میں مجھے یہ اعزاز حاصل تھا کہ ا
دونوں میں سے جسے چاہوں اس صدی کی حکمرانی عطا کر دوں...... تقدیر آدمی کی...... کہاں
اعزاز اور کہاں یہ صورت حال کہ موت اپنا پورا سایہ ڈالے، میرے سرہانے کھڑی تھی ا
کوئی تمنا پاس نہ تھی۔

میں اس وقت اندھیروں اور اُجالوں کی درمیانی راہ پر تھا...... جب روشنی پڑتی تو پو
بدن ایک پھوڑے کی طرح درد کر اُٹھتا اور پھر فوراً ہی کہیں سے مہربان تاریکیاں مجھے ا

طرح اپنے آغوش میں لے لیتیں کہ نہ درد رہتا اور نہ کوئی سوچ باقی رہتی...... جانے یہ وقت کا کون سا پہر تھا...... مجھے اپنے قریب کچھ لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دیں...... شاید وہ تین تھے یا دو تھے...... میں نے اپنے سارے احساسات مجتمع کر کے ان کی باتیں سننے کی کوشش کی لیکن ایک دھیمی بھنبھناہٹ کے علاوہ ذہن ان آوازوں کو کوئی معنی پہنانے سے قاصر رہا...... شاید سوتے وقت جانے والے کو اپنے اطراف جمع چارہ سازوں اور غمگساروں کی آوازیں قربت کے باوجود اتنی ہی دُور محسوس ہوتی ہوں گی...... کوئی مجھے ہاتھ لگا کر دیکھ رہا تھا...... یا شاید کئی لوگ مجھے ہاتھ لگا کر اٹھا رہے تھے کہ اچانک پورے جسم میں بجلی کی طرح ایک رو اتنی شدت سے لہرا کر اُٹھی کہ دوسرے لمحے میں ہر احساس سے بیگانہ ہو گیا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

یہ شاید کوئی گاڑی تھی...... میت کی گاڑی! جو ان منزلوں کی جانب مجھے لے جا رہی تھی، جن کا مجھے کوئی علم نہ تھا...... صرف ایک احساس تھا کہ میں سفر میں ہوں اور میرا جسم میرے قابو میں نہیں ہے...... گاڑی کا ایک ہلکا سا جھٹکا مجھے جس سمت چاہتا لڑھکا دیتا تھا۔ "تابوت میں جانے والی میت کو اپنے سفر آخرت کا احساس ہوتا ہے؟" میرے ذہن نے غنودگی کے عالم میں مجھ سے سوال کیا اور پھر میرے جسم کے زخم مسکراتے ہوئے کراہ اُٹھے اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کسی رد عمل کا احساس ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے...... اہمیت ا سفر کی تھی...... جدھر موت میرا ہاتھ پکڑے کشاں کشاں مجھے لئے جا رہی تھی...... اچانک مجھے یوں محسوس ہوا...... جیسے ہر چیز ساکت ہو گئی ہو...... یہ میت کی گاڑی رُکی تھی سانس کی آمد و رفت کی اُلجھن بند ہو جانے سے اس گہرے سکوت کا احساس ہوا تھا اور پھر اتنے زور سے چیخا کہ میرے درد کا دھواں آسمانوں تک پہنچا ہو گا...... انہوں نے مجھے گاڑ سے اُٹھا کر مردہ سمجھتے ہوئے نیچے جھاڑیوں پر پٹخ دیا تھا اور چند لمحوں کے لئے میرے تما حواس جاگ اُٹھے تھے...... میں زندہ تھا...... درد کی شدت سے میں نے دوبارہ چیخنا چاہا لیکن میری چیخ میرے وجود ہی میں گونج کر رہ گئی اور اس وقت بھی شاید اس بار کی طرح میرا منہ کھل کر بند ہو گیا تھا...... پھر میں نے گاڑی کے سٹارٹ ہونے کی آواز سنی، پھر کسی نے قریب ہی سے گولی چلائی...... میرا زخمی بدن جھاڑیوں سے اُچھل کر پھر خاردار جھاڑیوں کی شاخوں

میں اُلجھ گیا...... فائرنگ کی آوازیں اب تیز ہو گئی تھیں، میں سمجھا تھا کہ شاید وہ پہلی گولی مجھ پر چلائی گئی تھی، لیکن لاشعور میں کسی نے سرگوشی میں بتایا کہ تم صرف خوف کی وجہ سے اُچھل پڑے تھے...... دراصل گولیوں کا تبادلہ کہیں قریب ہی دو گروہوں کے درمیان ہو رہا تھا...... اب کچھ لوگوں کے بھاگتے ہوئے قدم میرے قریب آ کر رُک گئے تھے...... کئی آدمیوں نے مل کر میرے بدن کو احتیاط سے جھاڑیوں کے نیچے سے نکالا اور جب وہ مجھے اُوپر اُٹھا رہے تھے، تو ایک بار پھر تکلیف کی شدت نے مجھے بے ہوش کر دیا۔

پھر جب میری آنکھ کھلی تو میں ایک صاف ستھرے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور ایک نرس میرے اُوپر جھکی ہوئی شاید میرے سر پر بندھی ہوئی پٹی کو درست کر رہی تھی...... اس کی گرم سانسیں مجھے اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں اور اس اجنبی ماحول کے باوجود پہلا خیال میرے ذہن میں یہ آیا کہ بارالٰہا کچھ آنکھوں میں یہ ستاروں جیسی چمک کہاں سے اتر آئی ہے اور کچھ چہرے چاند کی طرح روشن کیسے ہو جاتے ہیں۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ کو ہوش تو آیا۔"

"آپ کون ہیں اور میں کہاں ہوں؟"

"سکندر صاحب...... آپ دوستوں کے درمیان ہیں اور اب اس سے زیادہ میں آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

میں نے محسوس کیا کہ اس دوران میری توانائی بڑی تیزی سے بحال ہو گئی تھی...... جسم میں درد کا احساس بھی کم کم تھا اور میرا ذہن اب پوری طرح جاگ رہا تھا...... چشم زدن میں پچھلے کچھ گھنٹوں یا پچھلے کچھ دنوں کے تمام ہنگامے جادو کی لالٹین کی تصویروں کی طرح میرے ذہن کے اطراف بڑی تیزی سے گھومنے لگے...... پولیس جب اصل مجرموں کو سزا دینے میں ناکام ہو گئی تھی اور بد اچھا بدنام برا کے مقولے کے تحت انہوں نے محض میری بدنامی کی شہرت سے فائدہ اٹھا کر مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور جب میں ان کے ہاتھ نہ آیا تو انہوں نے میرا پتہ پوچھنے کے لئے میرے عزیز از جان دوست رحیم کو اپنی ایک عقوبت

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

گاہ میں بلا کر اتنی مار لگائی کہ اسے تقریباً نیم مردہ حالت میں اس تہہ خانے سے نکال کر کہیں اور پولیس کے کسی پالتو غنڈے کے گھر لے جایا جا رہا تھا تاکہ اس کی لاش کو خاموشی سے ٹھکانے لگا دیا جائے...... اس دوران پشپا اپنی غیر معمولی ماورائی قوتوں کی بنا پر اسے گاڑی سے نکال کر کسی محفوظ جگہ پہنچا آئی اور رحیم کے اس طرح غائب ہو جانے پر ایس پی ماتھر اور اس کے ماتحت عملہ میں اس حد تک ناچاقی ہو گئی کہ اگر میں موقعہ پر نہ پہنچ گیا ہوتا تو اس ظالم نے رحیم کے ساتھ ساتھ اپنے دست راست کو بھی قتل کرنے کے ارادے سے اپنا پستول اس کے سینے پر تان لیا تھا، لیکن میری نظر میں یہ سب مجرم تھے، جنہوں نے مجھے ناکردہ گناہوں کے عوض ایک انتہائی نمازی پرہیز گار اور خدا ترس نوجوان کو جس کا قصور صرف اتنا تھا کہ میرا اس بھری دُنیا میں واحد دوست تھا اور مجھ سے اس دوستی کی سزا میں اپنی دانست میں زندہ افراد کی فہرست سے رحیم کا نام کاٹ دیا تھا اور آج میں خود رحیم جیسے حالات سے گزر رہا تھا لیکن یہ لڑکی کون ہے اور میں اپنے کن دوستوں کے درمیان ہوں۔"

"سنو!" میں نے اس چاند چہرہ لڑکی کو مخاطب کیا۔ "کیا تم کوئی نرس یا ڈاکٹر ہو؟"

"تم مجھے اپنا ایک دوست کہہ سکتے ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

براہ کرم صرف اتنا بتا دو کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔

کیا اتنا کافی نہیں ہے...... سکندر صاحب کہ آپ موت کی وادیوں سے اپنے دوستوں کے درمیان آ گئے ہیں۔

"میرے وہ دوست آخر اب تک میرا حال پوچھنے کیوں نہیں آئے...... میں نے قدرے خفگی سے پوچھا۔"

"میں جو موجود ہوں۔" "اس نے پھر اسی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔" جو ابھی چند لمحے پہلے مجھے اُردو کے کئی غیر فانی شعر یاد دلا گئی تھی۔

"لیکن ایسی موجودگی کس کام کی کہ ابھی تک مجھے تمہارا نام بھی معلوم نہیں ہے۔"

"میرا نام شانتی ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"شانتی۔" "پشپا" میں یہ کہتے ہوئے ہنس پڑا۔

"پشپا۔" "نہیں شانتی ہے میرا نام...... "میں تمہارے دوست سروپ کی بیوی ہوں۔"

"سروپ! میں بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گیا...... کہاں ہے سروپ؟"

اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمہارے دشمنوں سے بدلہ لینے گیا ہے...... اس نے بستر پر میرے قریب بیٹھتے ہوئے کہا...... سروپ مجھے چلتے وقت منع کر کے گیا تھا کہ اگر اس کے پیچھے تم ہوش میں آ جاؤ تو میں اس کے آنے تک تمہیں کچھ نہ بتاؤں، لیکن تمہاری آنکھوں میں اپنے بارے میں پسندیدگی کے آثار دیکھ کر میں نے مناسب سمجھا کہ تمہارے بہکنے سے پہلے تمہیں صحیح صورت حال سے آگاہ کر دوں...... لو اب آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ...... اس نے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے مجھے آہستہ سے بستر پر لٹاتے ہوئے کہا...... تمہیں آج ایک ہفتہ سے دن میں تین بار شہر کا مشہور ترین سرجن جسے آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں لایا جاتا ہے، وہ تمہارے زخموں کی دیکھ بھال کر کے نیند کا انجکشن لگا کر چلا جاتا ہے...... سروپ کہتا ہے، سکندر کو اس وقت ہوش میں آنا چاہئے...... جب وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو۔

"ایک ہفتہ!" میں نے تعجب سے پوچھا کیا میں ایک ہفتہ سے یہاں پڑا ہوں؟"

سروپ کہتا تھا...... اگر تم یہاں نہ ہوتے تو قبرستان میں کسی بے نام قبر میں لیٹے ہوئے ہوتے۔

"پشپا!"

"پشپا نہیں شانتی...... اس نے مسکراتے ہوئے میری بات کاٹ دی...... سروپ کب سے گھر نہیں آیا۔

"دو دن سے۔"

اور تمہیں یہ فکر نہیں ہے کہ خدا نہ کرے وہ۔

"وہ کئی کئی دن غائب رہتا ہے، سکندر...... "شروع میں مجھے کچھ اس کے بارے میں زیادہ ہی فکر رہتی تھی، لیکن اب تو عادی ہو گئی ہوں۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"سروپ کا اڈا کیسا چل رہا ہے۔"

پچھلے دنوں رمدو سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا...... پھر سنار مدو شہر چھوڑ کر چلا گیا۔

مجھے ہنسی آ گئی...... سروپ کا جس سے جھگڑا ہوتا ہے، وہ دُنیا چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

"کیوں ہنس رہے ہو؟" شانتی اس بار قدرے بے تکلفی سے بستر پر مجھ سے اتنے قریب بیٹھ گئی کہ جہاں جہاں اس کا بدن میرے بدن سے چھو رہا تھا...... وہ حصے اس طرح جل اُٹھے تھے...... جیسے انگارہ لگ جائے، لیکن وہ سروپ کی بیوی تھی...... میرے لئے محترم اور پاک۔

"سنو پشپا!"

"پشپا نہیں...... شانتی...... شانتی...... شانتی...... اور ہنستے ہنستے اس کا سر میرے سینے سے آ لگا۔"

اور میں نے سوچا پارسیوں کے لئے بھی آگ مقدس ہوتی ہے...... لیکن اگر آگ... تو وہ عقیدت مندوں کو بھی جلائے گی اور غیر عقیدت مندوں کو بھی جلائے گی۔

خدا مجھے اس آگ سے دُور ہی رکھے...... اس کے بھڑکتے ہوئے شباب کی گرمی ہی ایسی تھی کہ مجھے اس کی ستاروں کی طرح دمکتی ہوئی آنکھوں، اس کی کالی مہکتی گھنی زلفوں اس کے چہرے کی چاند جیسی تابناکی کے علاوہ یہ یاد ہی نہ رہا کہ میں اس سے کیا سوال پوچھنا رہا تھا۔

"اچھا چلو میں پشپا ہی سہی۔" اس نے گردن اُٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکتے ہو کہا، "لیکن یہ بتاؤ سکندر یہ پشپا ہے کون؟" تمہاری بیوی تو ہو نہیں سکتی کیونکہ یہ ایک لڑکی کا نام معلوم ہوتا ہے، جہاں تک سروپ نے تمہارے بارے میں مجھے بتایا ہے...... عشق عاشقی کے بھی قائل نہیں ہو اور۔

"اوہو۔" میں ہنسا...... "تو اس اعتماد پر ہی سروپ تمہیں اکیلا چھوڑ گیا ہے۔"

"تمہارے اعتماد پر ہی نہیں بلکہ میرے اعتماد پر۔"

"چلو تم پر ہی اعتماد سہی لیکن یہ اسے کیسے معلوم ہے کہ سچائی کو سچائی کہہ دے

صلاحیت ہی مجھ میں نہیں ہے۔"

"میں نے مان لیا بھئی ہو گی تم میں یہ صلاحیت۔" وہ مجھ سے کچھ اور قریب ہو کر بیٹھ گئی۔ "لیکن تم پھر بھی بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹال گئے ہو...... آخر وہ کون لڑکی ہے جو مجھے دیکھ کر تمہیں یاد آ گئی۔"

"دیکھو شانتی! کیا تم میری اس بات پر اعتماد کر سکتی ہو کہ مجھے آج تک یہی نہیں معلوم کہ عورت کیا ہوتی ہے اور کیسی ہوتی ہے...... اگر تم اتنی بات تسلیم کر لیتی ہو تو پھر میرے لئے کسی کو پشپا یا شانتی کہہ دینے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"میری نگاہیں سنجیدگی سے اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔" تم نے شروع میں کہا تھا کہ میری نگاہوں میں تم نے اپنے لئے پسندیدگی کے آثار دیکھے ہیں تو شانتی مجھے تو تاروں بھرا آسمان بھی بہت پسند ہے...... مجھے چاندنی راتیں بھی اچھی لگتی ہیں...... مجھے اس بات پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی آنکھوں میں یہ ستاروں جیسی چمک کیسے اُتر آتی ہے اور بہت سے چہروں پر یہ پورے چاند کی چاندنی کس طرح بکھر جاتی ہے...... مجھے تم اس لئے اچھی لگیں کہ تم واقعی بہت اچھی ہو اور اگر زندگی نے کبھی اتنی مہلت دی کہ اپنے علاوہ کسی اور سمت بھی دیکھ سکوں تو یقین کرو تمہیں اپنا دوست بنا کر میں ہمیشہ فخر کیا کروں گا۔

وہ حیرت کی ایک تصویر بنی میری طرف دیکھتی رہی...... پھر آہستہ سے بولی۔

"سکندر کیا یہ سچ ہے کہ تم اب تک عورت سے بالکل الگ رہے ہو؟"

ہاں...... لیکن تم یہ بات اتنے تعجب سے کیوں پوچھ رہی ہو۔" کیا اب تک کسی عورت نے بھی تم میں کوئی دلچسپی نہیں لی؟"

پتہ نہیں...... کبھی میں نے اس بات پر غور نہیں کیا۔

"ایک بات اور سکندر۔" اس نے میرا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"کیا مجھے دیکھ کر تمہارے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ مجھے پیار کرو۔"

"پتہ نہیں۔" میں نے اسے سچ سچ بتا دیا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"تم مجھے اس وقت بھی بہت اچھی لگ رہی ہو، لیکن پیار کیسے کیا جاتا ہے...... یہ مجھے نہیں معلوم، میں نے اکثر سڑکوں، سینما ہالوں اور اپنے اوباش دوستوں کے گھروں پر عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کو چومتے چاٹتے دیکھا ہے، لیکن یا تو میں دوسروں سے کچھ مختلف ہوں یا واقعی گھامڑ ہوں کہ مجھے ان باتوں سے ایک طرح کی گھن آتی ہے۔

وہ تیزی سے بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئی...... جیسے کوئی اچانک گھبرا کر اُٹھ بیٹھے...... کم از کم مجھے ایسا ہی محسوس ہوا...... شاید اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کمرے سے چلی جائے موضوع کو جاری رکھے...... پھر اس نے بلند دریچے سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

سروپ کو آج دو دن گئے ہوئے ہو گئے...... اب تک اسے آ جانا چاہئے تھا۔

لیکن شانتی یہ تو بتاؤ تم نے مجھ سے ذاتی نوعیت کے اتنے بہت سارے سوال کیوں کئے۔

"اس لئے سکندر۔" اس نے قریب ہی ایک صوفہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کہ میں نے سروپ کی زبانی تمہاری بہادری اور بے جگری کی بہت سی داستانیں سنی ہیں...... میرا خیال تھا کہ بہت سی لڑکیاں تم پر جان چھڑکتی ہوں گی اور اگر سروپ سے میری شادی نہ ہو گئی ہوتی تو میں بھی ان لڑکیوں میں سے ایک ہوتی جن کے لئے تمہاری خاطر جان دے دینا...... کوئی ایسی بڑی بات تو نہیں ہے...... پھر جب تم نے پشپا کا ذکر کیا تو میں اس خوش نصیب لڑکی کے بارے میں فطری طور پر کچھ جاننے کے لئے بے چین ہو گئی، لیکن اب میرا خیال ہے کہ تمہیں لڑکیاں ملیں تو...... لیکن انہوں نے تمہیں پیار کرنا نہیں سکھایا...... ورنہ تم پیار کو ایک گھناؤنے عمل سے تعبیر نہ کرتے۔

"شانتی کیا تم میری دوست بننا پسند کرو گی؟"

"اب پسند و ناپسند کی بات نہیں رہی سکندر۔" پھر بے چینی سے صوفہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی جیسے پھولوں سے بھری ہوئی گلاب کی کوئی شاخ لچک اُٹھے۔

"میری مجبوری یہ ہے کہ میں تمہیں پیار کرنا نہیں سکھا سکتی۔"

"میں پیار سیکھنا چاہتا بھی نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا...... ا

خوبصورت چہرہ سامنے رہے یہ بھی انسان کے نام خدا کا ایک بڑا احسان ہے۔

اس کے خوبصورت چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا...... سچ بات یہ ہے کہ زندگی میں بے شمار لڑکیاں میری نظر سے گزری تھیں، لیکن شانتی جیسی بے باک لڑکی میں نے اب تک نہیں دیکھی...... اسے سروپ نے شاید میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا...... ویسے میرا افسانہ کوئی زیادہ طویل تھا بھی نہیں، البتہ ایک مسرت ضرور حاصل تھی اور وہ یہ کہ میں دوسروں کی خاطر جیا تھا اور دوسروں ہی کی خاطر مرا تھا...... مرا نہیں تھا تو مرتے مرتے بچ گیا تھا...... یہ زندگی نجانے مجھ پر کس کا قرض تھی کہ قرض اترنے ہی میں نہ آتا تھا...... سروپ کے گھر بیٹھ کر پوری کہانی مجھ پر واضح ہو چکی تھی...... جب مجھے مردہ سمجھ کر وہ کسی بیاباں میں پھینکنے جا رہے ہوں گے، اس وقت سروپ اور اس کے ساتھی وہاں سے گزر رہے ہوں گے اور مجھ پر ایک نظر پڑتے ہی سروپ انتقام کی آگ میں پاگل ہو گیا ہو گا...... وہ میرا ایسا ہی جذباتی دوست تھا، لاہور کی ایک نواحی بستی میں وہ اپنے چھوٹے سے خاندان کے ساتھ ایک شریفانہ زندگی گزار رہا تھا کہ علاقے کا مشہور غنڈہ لاکھی دن دیہاڑے اس کی بہن کو اغوا کر کے لے گیا...... معمول کے مطابق اس نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ یہ حرکت لاکھی نے کی ہے تو نہ جانے کس نے اسے میرا پتا بتا دیا...... سروپ چھ فٹ کا لمبا تڑنگا ایک خوبصورت نوجوان ہے کہ راہ چلتی لڑکیاں پلٹ پلٹ کر اس کی جوانی کو نظر لگاتی چلتی ہیں، لیکن میں نے ہمیشہ اسے نگاہیں جھکائے ہوئے چلتے دیکھا...... طاقت ایسی کہ سچ مچ پاؤں مارے تو زمین دہل جائے، لیکن بہن کے اغوا کی اطلاع دینے جب وہ میرے پاس آیا تو بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا...... یہ میری اس سے پہلی ملاقات تھی اور میں نے اسے مایوس نہیں کیا...... رات کو گیارہ بجے جب ہم نے لاکھی کے دروازے پر دستک دی تو وہ اس طرح سینہ پھلائے باہر نکلا جیسے شیر اپنی کچھار سے باہر آتا ہے...... سروپ پر نظر پڑتے ہی مسکرا کر بولا۔

"سروپ جی کیا اپنی بہن کو بدھائی دینے آئے ہو؟"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

مجھے معلوم تھا کہ لاکھی چھ قتل کر چکا ہے اور ڈاکہ اور لوٹ مار کے کئی کیسوں میں مط ہے، لیکن یہ وہ زمانہ تھا جب غنڈوں کو سیاستدانوں کی باقاعدہ سرپرستی حاصل تھی اور ا بننے کی اہلیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاتا تھا کہ کس ممبر پارلیمان کے پاس کتنے غنڈے پلے ہوئے ہیں...... لاکھی بھی پنجاب کے اس وقت کے ایک مقتدر وزیر کے ق مصاحبوں میں شامل تھا۔

"نہیں لاکھی۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"یہ بے چارہ تو شریف آدمی ہے...... بدھائی تو میں تمہیں دینے آیا ہوں۔"

اور اس سے پہلے کہ لاکھی میری بات سمجھ سکتا...... میرے ایک ہی ہاتھ کی ضرب وہ کوئی آواز نکالے بغیر زمین پر گر پڑا...... مجھے معلوم تھا کہ اب وہ دو تین گھنٹے سے پہلے میں نہیں آئے گا، چنانچہ اس کو وہیں چھوڑ کر میں اور سروپ اس کے گھر داخل ہو گئے... نے ایک ایک کمرا چھان مارا لیکن اس گندے مکان میں ایک خالی بستر کے علاوہ ہمیں کچھ

"کہیں چندرا کو اس بدمعاش نے کہیں فروخت تو نہیں کر دیا...... سروپ کی آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔"

"مرد بنو سروپ" میں نے اس کے چوڑے چکلے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"چندرا جہاں بھی ہو گی اللہ نے چاہا ہم اسے ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تم بس اتنا کرو کہ لاکھی کو اپنی گاڑی کی ڈگی میں ڈال کر میرے گھر تک پہنچا دو۔"

"اور تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"نہیں میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا...... میرے کمرے میں جہاں تم ساتھ بیٹھے تھے اسے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دینا...... میں گھنٹے آدھے گھنٹے میں ا ساتھیوں سے مزید معلومات حاصل کر کے گھر پہنچ جاؤں گا۔"

اور اس رات میں دیر تک لاکھی کے ساتھیوں سے چندرا کے اغوا کے بار معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا، لیکن ان سب کو جیسے چپ لگ گئی تھی۔

خوفزدہ سے تھے، لیکن اتنی دیر ان لوگوں میں گھومنے پھرنے میں میرا یہ مقصد بھی تھا کہ جن لوگوں نے چندرا کو اغوا کیا ہے ان تک یہ بات پہنچ جانا چاہئے کہ اس دور کا قانون ان کا سہی، لیکن اللہ کا اپنا بھی ایک قانون ہے جو تمام انسانوں پر ہر ہر لمحے نافذ رہتا ہے اور اس کے قانون کی زد سے کوئی شخص بھی چاہے وہ کسی مرتبہ پر فائز کیوں نہ ہو بھاگ کر کہیں جانا بھی چاہے تو بھاگ نہیں سکتا۔

میں جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو سروپ لاکھی کو اس بری طرح مار چکا تھا کہ اس کا سر اور چہرہ خون سے بھیگا ہوا تھا، لیکن وہ پھر بھی ڈھٹائی سے سروپ کی ہر بات کا جواب نفی میں دے رہا تھا، مگر مجھے آتا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے منڈلانے لگے۔

میں نے سروپ سے کہا کہ اب وہ دوسرے کمرے میں چلا جائے، کیونکہ لاکھی سے اس زبان میں بات کرنا چاہئے جسے وہ سمجھتا ہے...... سروپ نے شاید لاکھی کے ہاتھ پیر باندھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی اور میرا خیال ہے کہ ہوش میں آتے ہی سروپ نے اسے انتقام کے جوش میں دھن کر رکھا تھا، لیکن لاکھی جیسے بدمعاش بدن کی چوٹ کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے...... مار دھاڑ کی زندگی میں اس قسم کے ہنگاموں سے انہیں روز ہی واسطہ پڑتا رہتا ہے۔

لاکھی زمین سے اُٹھ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور سروپ کے جانے کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

"سکندر میاں! چندرا کے معاملہ میں مت پڑو، کل صبح تک وہ اس شہر کے اتنے اُونچے مکان میں چلی جائے گی کہ اس مکان کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھنے والوں کی آنکھیں گرم سلاخوں سے باہر نکال لی جاتی ہیں۔"

ان باتوں کو چھوڑ لاکھی...... میں نے تولیہ سے اس کے چہرے کا خون صاف کرتے ہوئے کہا...... اس وقت تو مجھ سے صرف اپنی بات کر۔

"کیا چندرا اس وقت تیرے میاں صاحب کی کوٹھی میں ہے؟"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"ہاں۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا اور صبح میاں صاحب اسے اُونچے مکان میں لے جا کر پیش کر دیں گے...... بہادر ہے تو وہاں سے چندرا کو اُٹھا لانا۔

"نہیں لاکھی۔" میں نے دوسرے بھیگے ہوئے تولئے سے اس کے زخم صاف کرتے ہوئے کہا۔ "چندرا کو تم خود ہی آج صبح ہونے سے پہلے گھر پہنچاؤ گے اور میری جان اس کے پاک ماضی پر اس دوران اگر کوئی حرف آیا تو یہاں جنگل کا قانون ہے...... گوجرانوالہ میں تمہاری تینوں بہنیں انتہائی عزت و احترام کے ساتھ میرے آدمیوں کے ساتھ میرے آدمیوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں...... چندرا اگر صبح بڑے مکان چلی گئی تو تم جس شہر کے چکلے میں کہو گے انہیں پہنچا دیا جائے گا...... یہ منظر تمہارے لئے بڑا شرمناک ہوگا...... سروپ کا خیال ہے کہ تم صرف اپنی بہنوں کی آواز سن سکو...... لہٰذا تمہاری آنکھیں نکال لی جائیں...... تم ابھی اس شہر کے بڑے گھر کی طرف بری نگاہوں سے دیکھنے والوں کی آنکھیں گرم سلاخوں سے نکالنے کی بات کر رہے تھے، لیکن اس کا ایک آسان طریقہ اور بھی ہے اور میں نے بجلی کی سی تیزی سے دو اُنگلیاں اس کی ایک آنکھ میں ڈالیں لیکن جب تک وہ چیخ مار کر بے ہوش ہوا اس کی ایک آنکھ کرسی سے نیچے گر پڑی تھی۔

لاکھی کی چیخ کی آواز سن کر سروپ بھاگا ہوا کمرے میں آیا...... اس وقت تک لاکھی کرسی سے لڑھک کر فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا...... وہ سمجھا میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔

"یہ تو بہت برا ہوا سکندر بھائی۔" سروپ نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا...... ایک ہی تو آدمی تھا جو ہمیں چندرا کا پتہ بتا سکتا ہے۔

"چندرا کا پتہ تو معلوم ہو گیا ہے سروپ، لیکن لاکھی جیسے درندوں کو جو دوسروں کی ماؤں، بہنوں کی عزت سے کھیلنے کو اپنی بہادری کے تمغے سمجھتے ہیں اپنے یوم حساب کے اندر بہر حال آنا چاہئے...... میاں صاحب کی ناشتہ کی میز پر آج صبح ان کے دُلے لاکھی کی دونوں آنکھیں اور دس اُنگلیاں پلیٹ میں سجا کر بھیج دی جائیں تو شاید انہیں یقین آ جائے کہ یہی عمل ان کے ساتھ بھی دہرایا جا سکتا ہے۔

"لیکن جب تک چندرا جانے کہاں پہنچ چکی ہو گی۔"

چندرا اس وقت تک گھر آ چکی ہو گی...... تم تھوڑی سی دیر سکون کے ساتھ سو جاؤ، میں نے سارے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔

اور میں واقعی سارے انتظامات مکمل کر چکا تھا...... میاں صاحب کی بڑی لڑکی سورج نکلنے سے پہلے اُستاد چھنگا کے تہہ خانے میں پہنچائی جا چکی تھی اور میاں صاحب کو ایک خوبصورت پیکٹ میں لاکھی کی دونوں آنکھیں اور ہاتھ کی دسوں انگلیاں ناشتہ سے پہلے اس نوٹ کے ساتھ روانہ کر دی گئی تھیں کہ چندرا کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے والے لاکھی کی یہ آنکھیں اور انگلیاں آپ کے ناشتہ کے مزے کو دوبالا کر دیں گی...... میاں صاحب اس وقت تک اس خیال میں تھے کہ ان کی بیٹی آج صبح کی چہل قدمی کرتے ہوئے شاید زیادہ دُور نکل گئی ہے، لیکن پیکٹ دیکھ کر وہ اپنے حواس کھو بیٹھا تھا اور اسی وقت۔ انہیں اپنی بیٹی کا ٹیلی فون ملا کہ اگر وہ اس کی جان اور عزت محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو چندرا کو آدھا گھنٹہ کے اندر اس کے گھر واپس پہنچا دیا جائے...... چندرا جس حالت میں اپنے گھر والوں کو واپس ملے گی ٹھیک اسی طرح اسی حالت میں چندرا کی وصول یابی کے آدھے گھنٹے بعد اپنے گیٹ پر آپ مجھے موجود پائیں گے۔

"تم اس وقت کہاں ہو۔"

"اس سے کہو۔" میں نے لڑکی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"کہ اگر اب ایک سوال بھی ضرورت سے زائد کیا گیا تو میرا لباس اترنا شروع ہو جائے گا۔"

اور اپنی بیٹی کے یہ الفاظ میاں صاحب کو پاگل کر دینے کے لئے کافی تھے...... چندرا معینہ وقت سے پہلے اپنے گھر پہنچ گئی اور یہ میری اور سروپ کی دوستی کا پہلا دن تھا۔

"تم کس خیال میں کھو گئے؟" شانتی نے میرے شانے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"میں اپنے اور سروپ کے اچھے دنوں کو یاد کر رہا تھا۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سروپ ایک نوجوان تھا، لیکن حالات نے اسے شہر کے مشہور بدمعاشوں کے اس اڈے کا سربراہ بنادیا۔

"اب چندرا کہاں ہے؟"

"تم اسے کیسے جانتے ہو؟" وہ چونک کر بولی۔

میں ہنس پڑا۔

"شانتی تم پہلی عورت ہو جو ایک بھائی سے پوچھ رہی ہو کہ وہ اپنی بہن کو کیسے جانتا ہے۔"

اوہ...... اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "تو وہ تم ہی تھے، جس نے لاکھی کو۔"

"چھوڑو اب اس قصہ کو۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہ بتاؤ میں جب اتنا زخمی ہو چکا تھا کہ وہ لوگ مجھے مردہ سمجھ کر جھاڑیوں میں پھینک گئے تھے تو میں اتنی جلدی کیسے صحت یاب ہو گیا؟"

"صاحب دوا ایک طرف...... اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن ہم نے آپ کے لئے دعائیں بھی بہت مانگی ہیں۔"

"لیکن دعاؤں کے ساتھ مریض کو کچھ کھانے پینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں۔'

"بالکل ہوتی ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے۔"

"ڈاکٹر نے کہا ہے تمہیں ابھی ہلکی غذا دی جائے...... میں دودھ لے کر ابھی آ ہوں۔"

اِدھر شانتی رسوئی میں گئی اور میں دبے پاؤں بستر سے باہر کود کر آہستہ سے صحن دروازہ کھول کر باہر آگیا...... یہ جنگل میں ایک چھوٹا سا کاٹیج تھا اور مجھے تعجب ہوا کہ سرو نے اس گنجان جنگل میں اپنے کاٹیج کے لئے ہر چیز مہیا کر لی تھی، جس کی اس جدید دور م ایک چھوٹے سے خاندان کو ضرورت پڑ سکتی تھی، لیکن ابھی میں کاٹیج سے چند ہی قدم آ بڑھا ہوں گا کہ کسی سائی لنسر سے نکلی ہوئی ایک گولی ٹھیک میرے پیروں کے پاس آ کر گر

اور خطرے کو اتنا قریب دیکھ کر میں نے فوراً ہی خود کو زمین پر گرا لیا...... گولی کاٹیج کی جانب سے آئی تھی اور میرا خیال تھا کہ مجھے سروپ کے کسی دشمن نے گھر سے نکلتے دیکھ کر اس کے دھوکے میں ہلاک کرنا چاہا ہے اور میں ابھی چھپنے کے لئے سامنے جھاڑیوں کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ دوسری گولی ٹھیک اس جگہ پر پڑی جہاں جست لگا کر ابھی میں چھپنا چاہ رہا تھا...... میرے پاس اپنے دفاع کے لئے کوئی ہتھیار نہیں تھا اور جسمانی طور پر اب محسوس ہو رہا تھا کہ مجھ میں اتنی بھی قوت نہیں تھی کہ چند قدم بھی بھاگ سکوں...... مجھے بستر پر لیٹتے ہوئے یوں شرم آئی کہ میری خاطر سروپ نہ جانے کن بے نام دشمنوں سے لڑ رہا ہوگا اور میں عورتوں کے انداز میں اس کی بیوی سے وقت گزارنے کے لئے بلاوجہ اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہا تھا...... ایک وقتی جذبہ مجھے گھر سے باہر نکال تو لایا لیکن جب باہر آیا تو اپنی بے بسی پر آنکھیں بھر آئیں...... پتہ نہیں رحیم کس حال میں ہوگا...... سادھو کے آنے پر پشپا اچانک غائب ہو گئی۔ اب بہت دنوں سے نہ سادھو کا کوئی پتہ تھا اور نہ ہی پشپا کا...... رحیم کا پتہ صرف پشپا ہی سے حاصل ہو سکتا تھا...... اس نے بتایا تھا کہ اسے وقتی طور پر ایک صاحب کے یہاں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرا دیا گیا ہے...... میں پشپا کی قوتوں سے واقف تھا...... وہ ناممکن کو ممکن بنا دیتی تھی اور میں نے اس پر اس حد تک بھروسہ کر لیا تھا کہ جیسے وہ ہمیشہ کے لئے میرے ساتھ ہی رہے گی اور اپنے دشمنوں سے نمٹنے کے بعد جب میں چاہوں گا، رحیم سے مل سکوں گا، لیکن حالات پے در پے اس طرح کروٹیں بدلتے چلے گئے کہ رحیم اور پشپا اب ایک بھولا بسرا خواب معلوم ہونے لگے تھے...... حقیقت صرف اتنی تھی کہ طویل عرصہ تک زخمی رہنے کی وجہ سے مجھ میں اس وقت ہاتھ ہلانے کی سکت بھی نہیں تھی اور میرے چاروں طرف کوئی بے نام دشمن سروپ کے کاٹیج کے پیچھے سے مجھ پر گولیاں برسا رہا تھا اور میں اپنے ہر دفاع سے محروم تھا...... اب گولیاں بڑی تیزی سے سنسناتی ہوئی میرے چاروں طرف گر رہی تھیں، لیکن وہ جو کوئی بھی تھا...... شاید مجھے ہلاک کرنا نہیں بلکہ صرف خوفزدہ کرنا چاہ رہا تھا، چنانچہ میں نے اپنی تمام توانائی یکجا کر کے جنگل کی طرف بھاگنا چاہا لیکن جیسے ہی کھڑا ہوا آگے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

تڑتڑ کرتی ہوئی گولیاں نیم دائرے میں آ کر گریں...... وہ ماہر نشانہ باز مجھے دھمکی دے رہا تھ اگر میں ایک قدم بھی آگے بڑھا تو یہی گولیاں زمین پر گرنے کی بجائے میرے جسم پر سوراخ کر سکتی ہیں...... میں نے بے چارگی سے ڈرتے ڈرتے کاٹیج کی طرف دیکھا اور یہ د کر حیرت میں رہ گیا کہ دروازے پر شانتی رائفل ہاتھ میں لئے مسکرا رہی تھی...... مجھ آنکھیں چار ہوتے ہی وہ ہنستی ہوئی تیز قدموں سے میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

"ہم سے کیا قصور ہو گیا مہاراج۔" اور ہنستے ہوئے وہ ایک نرم و نازک شاخ کی طر لہرا گئی۔

"تو یہ تم تھیں؟" اور میں نے محسوس کیا کہ سوال کرتے ہوئے میرے لہجے میں حد نقاہت تھی۔

"جی ہاں۔" وہ مسکرائی...... اگر آپ چلے جاتے تو اسی رائفل سے سروپ میرے کو چھلنی کر چکا ہوتا۔

"کیوں؟" اب مجھے غصہ آ چلا تھا۔ "کیا سروپ نے مجھے یہاں قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے؟ نہیں مہاراج...... وہ اسی طرح مسکرا رہی تھی...... سروپ نے جاتے وقت کہا تھا کہ سکندر کی خبر گیری میں تم نے ذرا بھی کوتاہی کی تو کسی صفائی کا موقعہ دیئے بغیر میں تم ہلاک کر دوں گا...... اندر چلئے...... دودھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد میں پھر اپنے کمرے میں بیٹھا گرم دودھ پی رہا تھا اور شانتی میر سرہانے کسی سوچ میں ڈوبی بیٹھی تھی۔

"تمہارا نشانہ اچھا ہے۔" میں نے یونہی بات چھیڑنے کی خاطر بات شروع کی۔

"درندوں کے درمیان رہنے والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کا نشانہ اچھا ہو اس نے ایک پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا...... پھر چند لمحہ کے وقفہ کے بعد بولی۔

"سکندر صاحب۔" ہم سے کیا خطا ہو گئی، جو آپ اس طرح اچانک بھاگ کھڑ ہوئے۔"

"میں نے دودھ کا گلاس میز پر رکھ دیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔"

"شانتی! تم ایک ایسی عورت ہو جو مجھے زندگی میں پہلی بار پسند آئی ہے، لیکن تم میرے دوست کی بیوی ہو اور میں نہیں چاہتا کہ میرا شوق خدا نہ کرے جنون کی شکل اختیار کر جائے۔"

"یہ تو خیال ہی دل سے نکال دو مہاراج...... تم میرا نشانہ دیکھ ہی چکے ہو۔"

"مگر تم نے ابھی میرا نشانہ نہیں دیکھا ہے...... میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"دیکھ لیا ہے۔" اس نے میرے کاندھے پر سر رکھتے ہوئے بڑے پیار سے کہا...... اگر اتنے اچھے نشانہ باز نہ ہوتے تو زخمی ہو کر یہاں نہ آئے ہوتے۔"

شانتی کے اس فقرے نے میرے تن بدن میں آگ بھڑکا دی...... اتنی شدید کمزوری کے باوجود میری ہتھیلی کا ایک ہلکا سا وار اس خوبصورت گردن کو ایک سیکنڈ میں توڑ سکتا تھا، لیکن میرا ہاتھ اُٹھتے اُٹھتے رہ گیا...... سروپ کے رشتہ سے وہ میری بھابی تھی اور اس لحاظ سے اسے میرے بارے میں سب کچھ کہنے کا اختیار حاصل تھا۔

"سکندر! میں تمہیں اتنا کمزور نہیں سمجھتی تھی کہ تم میری وجہ سے یہاں سے بھاگ رہے تھے...... مجھے سچ سچ بتاؤ۔"

"کیا پشپا بہت یاد آ رہی ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پھر مجھ پر طنز کیا۔

دیکھو شانتی میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا...... مجھے صرف سروپ کی فکر ہے...... میری وجہ سے نہ جانے وہ کہاں کس آگ میں کود پڑا ہو گا۔

فرض کرو وہ تمہاری وجہ سے کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو بھی گیا ہے تو تم اس کی کیا مدد کر سکتے ہو...... اب وہ میرے پاس سے ہٹ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی...... آج دو دن سے اس کی کوئی خبر نہیں آئی...... تم بہت عرصہ بعد اس سے ملے ہو...... اس دوران اس نے اپنے ہزاروں دشمن پیدا کر لئے ہیں...... وہ جب تمہیں یہاں چھوڑ کر قاسم دادا کی تلاش میں۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

www.paksociety.com

”قاسم دادا...... میں نے حیرت سے پوچھا...... کیا مجھے قاسم دادا جنگل میں پھینک گیا تھا۔“

ہاں...... سروپ نے چلتے چلتے مجھے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ پولیس نے تمہاری لاش ٹھکانے لگانے کے لئے قاسم دادا سے کوئی معاہدہ کیا ہے، بلکہ شہر میں یہ خبر مشہور ہو چکی کہ قاسم دادا کے گروہ سے تمہارا تصادم ہو گیا اور تم اس گروہ سے لڑتے ہوئے ہلاک ہو گئے اخباروں میں تمہاری تصویر بھی چھپی تھی...... سروپ قریب کے ایک گاؤں میں ڈاکہ ڈال کے بعد جنگل سے گزر رہا تھا کہ تم اسے انتہائی زخمی حالت میں مل گئے...... اس نے پہلے تمہیں حفاظت سے گھر پہنچایا...... تمہاری دیکھ بھال کے لئے شہر سے ایک ڈاکٹر پکڑ لایا...... میں شروع میں تمہیں غلط بتایا تھا...... حقیقت یہ ہے کہ وہ ڈاکٹر برابر کے کمرے میں بند ہے...... میں رائفل کی زد پر صبح شام تمہارا علاج کرانے کے لئے اسے کمرے سے باہر نکالتی ہوں پھر وہیں بند کر آتی ہوں...... ویسے اسے کھانے پینے کے لئے تمام سہولتیں موجود ہیں، لیکن جس دن تم ٹھیک ہو گئے، اس دن اسے گولی ماردی جائے گی، تاکہ وہ شہر جاکر تمہارے اور سروپ کے تعلقات کے بارے میں گواہی نہ دے سکے، لیکن سکندر مجھے قاسم دادا کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں ہے...... سروپ اسے زمین کی سات تہوں میں سے بھی ڈھونڈ نکالے گا، لیکن قاسم دادا کے گروہ میں میرا سابق شوہر ٹھاکر امر راج بھی ہے...... سروپ نے سال پہلے مجھے چھین لیا تھا اور اس دن سے امر راج نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ سروپ زندہ چتا میں نہیں جھونک دے گا، اس دن تک بستر پر نہیں سوئے گا۔“ اور اس دفعہ شانتی میری طرف پلٹ کر دیکھا تو اس کے سنہرے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے...... وہ کہہ رہی تھی۔ ”تم امر راج کو نہیں جانتے، وہ مجھے ایک سرحدی گاؤں تاراپور سے اغوا کر کے لایا میں ایک ہفتہ اس کے ساتھ رہی...... وہ اتنا اذیت پسند آدمی ہے کہ اتنا عرصہ گزر جانے باوجود میرے جسم کے ایک ایک حصہ پر اس کی اذیت پسندی کی مہریں ثبت ہیں...... سروپ امر راج کے ہاتھ لگ گیا تو وہ سروپ کے جسم کے ایک ایک حصے سے میرا اتنا بھ

لے گا کہ اس کے تصور ہی سے میں لرز اُٹھتی ہوں۔

”کیا تم مجھے امر راج کا پتہ بتا سکتی ہو؟“

وہ دن میں چوبرجی کی ایک دکان راج میڈیسن سٹور میں کام کرتا ہے اور رات کو قاسم کے ساتھ رہتا ہے...... اگر تم میں ذرا بھی جان آگئی ہوتی تو میں تم سے درخواست کرتی راج میڈیسن سٹور کے توسط سے امر راج اور قاسم دادا کے پورے گروہ کا سراغ مل سکتا ،، لیکن میں تمہیں اس گھر سے باہر نکلنے کی اجازت بھی نہیں دے سکتی اور نہ خود شہر جا سکتی ں کہ سروپ نے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں تمہیں تنہا نہ چھوڑوں۔

شاید اب اس سے آنسو ضبط نہیں ہو رہے تھے...... وہ ایک صوفے پر جاکر بیٹھ گئی اور پٹہ سے چہرہ چھپا کر آہستہ آہستہ سسکیاں لینے لگی...... مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چھوٹی بچی اپنا کھلونا دوبارہ حاصل کرنے کے لئے بلک بلک کر رو رہی ہو۔

لیکن اب اس گھر میں مزید قیام کرنا میری عزت کے لئے ایک چیلنج بن گیا تھا...... میں نے اُٹھ کر کھونٹی سے اپنا کوٹ اتار کر پہنا اور جوتے پہن کر کھڑا ہونے والا تھا کہ اچانک میرا ھ کوٹ کی جیب میں گیا اور وہاں مجذوب بابا کی دی ہوئی روٹی کا ٹکڑا ابھی تک پڑا ہوا تھا۔ ں نے اب حیران ہونا چھوڑ دیا تھا...... مجھے اب پورا یقین ہو گیا تھا کہ تمام انسانوں کی ریں اس قادر مطلق کے ہاتھوں میں ہیں جو وقت آنے پر اپنے بندوں سے جو کام چاہے لے سکتا ہے...... میری کہانی میں آپ کو جگہ جگہ ایسے جھول نظر آئیں گے جو بظاہر فطرت ے ہم آہنگ نظر نہیں آتے، لیکن اگر خود اپنی زندگی پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو تفاقات“ کی بہت سی ایسی خندقیں نظر آئیں گی جو عام حالات میں آپ پار نہیں کر سکتے ے، لیکن اچانک کچھ ایسا ہو گیا کہ وہ مشکل حل ہو گئی اور آپ اسے اتفاق کہہ کر زندگی کے گلے موڑ پر مڑ گئے، حالانکہ اتفاق نام کی یہاں کوئی شے نہیں ہے اور وہ دن رات آپ کو اپنے جزے دکھاتا ہے اور آپ انہیں محض ایک اتفاق کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں...... میں نے جذوب بابا کی روٹی کا ایک ٹکڑا جیسے ہی اپنے منہ میں رکھا مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس سے

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

زیادہ لطیف غذا انسانی تصور ہی میں نہیں آسکتی اور اسی لمحے میرے بدن میں بجلیاں کوندنے لگیں...... اب میں نہ کمزور تھا اور نہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ کبھی بیمار بھی پڑا ہوں۔ شانتی نے تھوڑی دیر بعد سر اُٹھا کر دیکھا تو میں باہر جانے کے لئے بالکل تیار کھڑا تھا...... اس نے بجلی کی سرعت سے کونے میں رکھی ہوئی اپنی رائفل میرے سینہ کی طرف کردی اور سرگوشی کے لہجے میں بولی۔

"بیٹھ جاؤ سکندر! تم میرا نشانہ اس سے پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

وہ چیخی۔

"سکندر اب ایک قدم بھی اگر تم نے آگے بڑھایا تو مجھے مجبوراً تمہاری دونوں ٹانگوں کی ہڈیاں توڑ دینا پڑیں گی اور نتیجہ کے طور پر تم مہینے دو مہینے کے لئے پھر بستر پر پڑ جاؤ گے۔ دیکھو سکندر میں نے سروپ سے وعدہ کیا ہے۔"

وہ اپنی پوری طاقت سے چیخی لیکن اس سے پہلے کہ اس کا جملہ پورا ہوتا میں نے اتنی تیزی سے اس پر حملہ کیا کہ اب رائفل میرے ہاتھ میں تھی اور وہ فرش پر پڑی ہوئی حیران نظروں سے میری جانب دیکھ رہی تھی...... یا شاید حیرانی ان آنکھوں کے لئے کوئی نا...

میں نے رائفل کو پھر اس جگہ لے جا کر رکھ دیا اور سہارا دیتے ہوئے شانتی کو فرش سے اٹھایا۔

"سوری۔" میں نے اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟"

"میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔" اس نے جیسے خود سے سوال کیا۔

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "خواب تم اس وقت دیکھ رہی تھیں جب تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔

"لیکن تم تو بہت کمزور تھے۔" اس کی آنکھوں کی حیرانی ابھی تک نہیں گئی تھی۔ "اور اب تو تمہارے زخموں کے نشان بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔

"یہ ایک مجذوب کی کرامت ہے شانتی۔" میں نے اس کے قریب بیٹھ کر دھیمے لہجے میں کہا...... تمہیں اس حقیقت کا ابھی ادراک نہیں ہے کہ ہماری اس جانی پہچانی دُنیا سے لگی لگی کئی اور ان دیکھی دُنیاؤں کی سرحدیں آباد ہیں...... ایسی ہی ایک سرحد پر وہ بزرگ مجذوب کھڑا ہے، جس نے مجھے تمہارے مذہب کی دیومالائی اور مافوق الفطرت طاقتوں سے نجات دلانے کے لئے یہ روٹی اس وقت دی تھی جب میں بہت بھوکا تھا اور بہت بے آسرا تھا...... اتفاق سے یہ روٹی کا ٹکڑا جیل میں بھی میرے کام آیا، جہاں سے میں فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا اور شاید میرے خدا کی مرضی یہی تھی کہ اس سے پہلے...... مجھے اس روٹی کے ٹکڑے کا خیال نہیں آیا تھا...... جب وہ مجھے ٹھوکروں اور گھونسوں سے مار مار کر ہلاک کر دینے کے درپے تھے، لیکن اس محترم مجذوب کی عطا مجھے اس وقت یاد آئی جب سروپ کو تمہارے سابقہ شوہر امرراج کے چنگل سے چھڑانے کے لئے میں تہیہ کر چکا تھا کہ کمزوری کے باعث زیادہ سے زیادہ میری جان ہی تو جائے گی، مگر لوگ یہ طعنہ تو نہ دیں گے کہ دوست موت اور زندگی کے دوراہے پر کھڑا تھا اور میں بستر پر لیٹا اس کی بیوی کے حسن کے قصیدے پڑھ رہا تھا، میں نے......"

"سکندر" اس نے شرماتے ہوئے اپنا گلابی ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا۔

"میرے بارے میں تم کوئی غلط خیال قائم کر کے یہاں سے نہ جانا...... سروپ نے جاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ جو مریض دوا سے اچھے نہیں ہوتے وہ کسی حسین لڑکی کی ذرا سی کوشش سے زندہ رہنے کی تمنا کرنے لگتے ہیں...... میں نے اپنی جیسی ایک کوشش کی تھی کہ تم مجھ میں دلچسپی لینے لگو، لیکن یہ مجھے یقین تھا کہ اگر تم کسی وقت ذرا بھی حد سے آگے بڑھے تو میں تمہیں ایسا ہولناک سبق سکھاؤں گی کہ آئندہ زندگی بھر تم کسی عورت کا نام لینے کے قابل نہیں رہو گے۔"

"اچھا" میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"پھر یہ سبق تم نے امرراج کو اس وقت کیوں نہیں پڑھایا جب وہ تمہارے اس

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

خوبصورت نازک جسم پر اپنی اذیت پسندی کی مہریں ثبت کر رہا تھا۔"

اس وقت میں ایک سیدھی سادھی عام سی لڑکی تھی...... اس نے کسیلے لہجے میں
دیا، لیکن یہاں سروپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اور ان لوگوں سے نمٹنے
سروپ نے مجھے جوڈو کراٹے کے فن میں یکتا کر دیا ہے۔

"لیکن جب میں نے تم سے رائفل چھینی اس وقت تمہارا فن کہاں چلا گیا تھا؟"

میرے پاس ہی تھا...... اور یہ کہتے ہوئے اس نے پوری برق رفتاری سے میری
پر ہاتھ مارنا چاہا اور اگر میں پہلے سے اس حملہ کے لئے تیار نہ ہوتا تو شاید وہ مجھے کئی
لئے بے ہوش کر دینے میں کامیاب ہو گئی ہوتی، لیکن میں جب اس کے فن کا مذاق اڑ
اس وقت میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ کس سمت سے اور کس قسم کا حملہ مجھ پر کرے
لہٰذا جب اس کا ہاتھ میری گردن پر پڑنے کی بجائے صوفے پر پڑا اور جب تک وہ سنبھ
ہاتھ اس کے گریبان پر اس طرح پڑا کہ اگلے لمحے وہ میرے سامنے بے لباس کھڑی
اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر پلٹ کر کوئی وار کرے میں نے سرگوشی میں کہا۔

"سروپ سے کہنا شانتی کہ کچھ لوگ اس فن کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔" او
ہوئے میں تیزی سے کاٹیج سے باہر نکل آئی۔

آگے جنگل گھنا ہوتا چلا گیا تھا...... اور مجھے اپنی سمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا
وقت میں نے عجلت میں سروپ کا ایک ریوالور اور کچھ گولیاں اپنے ساتھ رکھ لی تھیں
ریوالور اپنے بچاؤ میں تو کام آسکتے ہیں، مگر رہنمائی نہیں کر سکتے...... مجھے شانتی کی خو
توڑ کر افسوس ہوا تھا اور میں اس سے اتنا شرمندہ تھا کہ چلتے وقت اس سے شہر کا را
مجھے اچھا نہیں لگا اور اب جب کہ اس گھنے جنگل میں کسی جانب کوئی پگڈنڈی بھی
آرہی تھی...... مجھے یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی کہ جہاں میں اس وقت چل رہا
وہ عام مسافروں کی گزرگاہ نہیں ہے...... میرے لئے شام ہونے سے پہلے جو
ضروری تھا، کیونکہ راج میڈیسن سٹور بند ہونے سے پہلے مجھے امر راج کے علاوہ

سے بھی اپنے پہلے کے بہت سے قرضے چکانا تھے...... وہ پنجاب کا ایک نامی گرامی ڈاکو تھا......
اس کے گروہ میں تقریباً ستر اسی آدمی شامل تھے...... وہ یونیورسٹی کیمپس میں اس زمانے کے
ایک سٹوڈنٹ لیڈر راجہ کے ساتھ کھلے بندوں دندناتا پھرتا تھا، جس کو چاہتا اغوا کر لیتا، جسے
چاہتا قتل کر دیتا...... کیمپس کے باہر سیاستدانوں کی اور کیمپس کے اندر خود ساختہ ترقی پسند
گروپ کی اسے پوری حمایت حاصل تھی، لیکن اس کی خوش قسمتی تھی کہ میرا اس سے کبھی
آمنا سامنا نہیں ہوا تھا، میں جہاں بھی اس کی خبر سن لیتا...... تیزی سے اس جگہ پہنچنے کی
کوشش کرتا، لیکن میرے پہنچنے سے پہلے ہی وہ وہاں سے جا چکا ہوتا تھا...... اپنی گرفتاری کے
دوران مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ اس نے میرے مکرم استاد چھنگا پہلوان کے اکھاڑے پر بھی
ایک شام حملہ کیا تھا، لیکن اسے اپنے کئی ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر وہاں سے اُلٹے پاؤں
بھاگنا پڑا تھا اور اس وقت قسمت نے مجھے یہ موقعہ فراہم کر دیا تھا کہ راج میڈیسن سٹور کے
راستے میں اس کے ٹھکانے تک پہنچ سکتا تھا، مگر جنگل کے بڑھتے ہوئے سائے میری توقعات
پر اوس گرائے دے رہے تھے...... دُور دُور تک آبادی تو کیا کسی آدمی کے پیروں کے نشان
بھی نظر نہیں آرہے تھے۔

اب چلتے چلتے مجھ پر تھکن غالب آتی جا رہی تھی کہ اچانک مجھے قریب ہی سے رائفل
کی آواز سنائی دی...... یہ یقیناً شانتی کے رائفل کی آواز تھی، جو اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے
لئے میرا پیچھا کرتی ہوئی یہاں تک آگئی تھی۔

عورت کو یا تو پوری طرح مسل دو...... یا پھر اسے بھرپور عزت دو...... استاد چھنگا نے
ایک بار مجھے سمجھایا تھا اور میں شانتی کی انا کو ایک چھوٹا سا جھٹکا دے کر چلا آیا تھا اور یہ بھول گیا
تھا کہ سروپ کی بیوی سمجھ کر میں نے اسے مسلا نہیں تھا...... بہر حال میرے لئے اچھا تھا کہ
وہ یہاں تک آگئی تھی اور اگر اس نے میری معذرت قبول کر لی تو وہ شام ہونے سے پہلے راج
میڈیسن سٹور تک پہنچ جانے میں میری مدد کر سکتی تھی۔

ابھی میں شانتی کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دوسری گولی میرے سر کے قریب

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سے گزر گئی اور تب مجھے احساس ہوا کہ شانتی مجھ سے کتنی ہی نفرت کیوں نہ کرتی ہو وہ
ہلاک نہیں کر سکتی...... محض تقدیر کی یاوری تھی کہ میں اس حملہ سے بچ گیا...... شاید
دشمن وہ جو کوئی بھی تھا...... محض میری آہٹ پر گولی چلا رہا تھا...... اگر اس نے اس تنگ
تاریک جنگل میں دیکھ لیا ہوتا تو وہ جو آہٹ پر اتنا صحیح نشانہ لگا سکتا ہے، دیکھنے کے بعد تو اس
کوئی وار خالی جانے کا امکان ہی نہیں تھا...... میں نے جلدی سے مخالف سمت میں ایک بڑ
درخت کے تنے کے پیچھے پناہ لے لی اور سانس روکے دشمن کی پیش قدمی کا انتظار کرنے
لیکن کافی دیر ہو گئی...... اس جانب سے کوئی گولی نہیں آئی اور پھر اچانک میرے سیدھے ہا
کی جھاڑیوں میں مجھے ایک ساتھ گولی چلنے اور پھر ایک آدمی کی نزع کے کرب میں ڈوبی ہو
چیخ سنائی دی، اسی لمحے کہیں قریب سے شانتی کی تیز آواز سنائی دی۔

"سکندر تم خیریت سے ہو۔"

ابھی تک تو خیریت سے ہوں...... میں آواز کی سمت منہ کر کے چلایا، لیکن تم یہ
کیسے پہنچ گئیں اور یہ شخص کون تھا جو مجھ پر گولیاں چلا رہا تھا۔

اور پھر میں نے دیکھا شکاری کپڑوں میں ملبوس شانتی اپنی رائفل ہاتھ میں لئے میر
طرف بڑھ رہی تھی...... میں بھی جلدی سے اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل آیا...... شانتی مجھے ز
دیکھ کر اتنا خوش تھی کہ بے اختیار مجھ سے آ کر لپٹ گئی، لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے بُر
جانے والے انداز میں اپنے دونوں ہاتھوں سے مجھے پیچھے دھکیل دیا۔

"جایئے ہم آپ سے نہیں بولتے۔" اس نے مصنوعی غصہ سے کہا...... عورت ذات
ننگا کرتے تمہیں شرم نہیں آتی۔"

اور تمہیں مرد ذات پر کراٹے کا ہاتھ مارتے ہوئے جھجک محسوس نہیں ہوئی......
اس وقت تم سے پوری طرح واقف نہیں تھی۔

چلو اب تو واقف ہو گئیں...... لیکن یہ بتاؤ یہ کون بدنصیب تھا جو تمہارے ہاتھو
گیا ہے۔

میں نے تمہیں اس لئے نہیں بتایا تھا سکندر کہ تم بیمار تھے...... اس نے گھاس پر سکون سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ آدمی کئی دن سے ہمارے کاٹیج کی نگرانی کر رہا تھا، لیکن سروپ کی موجودگی میں اسے پیش قدمی کرنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی...... میرا خیال ہے اسے امر راج نے جنگل میں ہمارا کھوج لگانے کے لئے بھیجا ہو گا...... یہ جٹ لوگ بھی عجیب قسم کا دماغ لے کر پیدا ہوتے ہیں...... شاید اسے صرف اتنی ہدایت ملی ہو گی کہ اگر ہم دونوں کا کوئی کھوج مل جائے تو وہ فوراً راج کو جا کر اطلاع دے دے لیکن سروپ کے رخصت ہونے کے بعد اس نے سوچا کہ کیوں نہ راج کو جا کر یہ خوشخبری سنائے کہ کم از کم شانتی کو ہلاک کرنے میں وہ کامیاب ہو گیا ہے...... پھر اس نے جب کاٹیج کے اندر چہل پہل دیکھی تو سمجھا کہ سروپ واپس آ گیا ہے اور اب وہ کسی ایسے موقع کی تاک میں تھا کہ بیک وقت مجھے اور سروپ کو اپنے قبضہ میں کر سکے...... آج جب تم کاٹیج سے نکل رہے تھے، تو وہ سروپ کے دھوکے میں تمہارے پیچھے لگ گیا...... میں دریچہ سے دیکھ رہی تھی کہ وہ فاصلہ رکھ کر تمہارا پیچھا کر رہا تھا اور جنگل میں کافی اندر جا کر تم پر گولی چلائے گا، کیونکہ یہاں درختوں کے اُوپر دُور دُور تک سروپ کے آدمی رات دن پہرے داری کرتے رہتے ہیں...... تمہارا پیچھا کرنے والے کو اس بات کا پتہ تھا، چنانچہ میں نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور اس کے پیچھے روانہ ہو گئی...... بے چارا ایک ہی گولی میں تڑپ کر ختم ہو گیا۔

اچھا اب جلدی سے اُٹھ بیٹھو...... مجذوب مہاراج کی عطا کردہ روٹی اپنی جگہ، لیکن میں بھی روٹی اچھا پکا لیتی ہوں...... وہ اس طرح مجھ سے باتیں کر رہی تھی جیسے اب سے کچھ دیر پہلے میرے اس کے درمیان کوئی تلخی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی...... میں نے اس سے درخواست کی کہ اس کی میزبانی مجھ پر قرض رہی، لیکن سروپ کو اس وقت میری مدد کی ضرورت ہے...... وہ مجھے صرف راج میڈیسن سٹور پہنچنے کا مختصر ترین راستہ بتا دے...... میں نے وعدہ کیا کہ ہو سکتا ہے کہ آج ہی رات میں سروپ کے ساتھ یا...... لیکن آگے میری

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

زبان نے میرے لفظوں کا ساتھ نہیں دیا۔

"تم کچھ کہتے کہتے رُک گئے۔" اس کے لہجے سے معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے شاید میری بات سمجھ لی ہے۔

"حقائق میرے تمہارے کہنے سے رُک نہیں جایا کرتے شانتی...... البتہ میں تم سے وعدہ ضرور کرتا ہوں کہ اگر سروپ کو میری مدد کی ضرورت باقی نہ رہی ہو گی تو میں امر راج اور قاسم دادا کو زندہ تمہارے حوالے کر دوں گا تاکہ تم انہیں خود اپنے ہاتھ سے سزا دے سکو۔"

میرا خیال تھا کہ میرے اس سفاک تجزیہ پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے گی، لیکن اس نے ایک عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

"صورت حال جو بھی ہو، لیکن تم بہر حال واپس آ رہے ہو۔"

"ہاں۔" "میں تم سے کوئی بات چھپاؤں گا نہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے...... میں جیپ لے کر ابھی آتی ہوں۔" اور جس تیزی سے وہ آئی تھی... اس تیزی سے جنگل میں غائب ہو گئی...... سچ تو یہ ہے کہ شانتی کا کردار اب تک میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... بظاہر سروپ کو وہ اپنا مجازی خدا سمجھتی تھی، لیکن اس امکان پر کہ سروپ شاید اب تک ہلاک ہو چکا ہو، اس نے میری توقع کے مطابق مشرقی عورت کا ردِ عمل ظاہر نہیں کیا تھا، ہو سکتا ہے کہ وہ اور سروپ جس قسم کی زندگی بسر کر رہے تھے...... ان حالات میں بری سے بری خبر سننے کے لئے اس نے خود کو بہت پہلے سے تیار کر لیا ہو، لیکن ساتھ ہی وہ میری ذات میں بھی غیر معمولی دلچسپی لے رہی تھی، حالانکہ یہ بات اسے اچھی طرح معلوم تھی کہ سروپ کی ہر چیز میرے لئے محترم اور مقدس تھی...... یہ ٹھیک ہے کہ اتنی خوبصورت تھی کہ کسی مصور کا تخیل معلوم ہوتی تھی...... وہ اپنی ایک معنی خیز مسکراہٹ سے کسی بھی مرد کی مہینوں کی نیندیں اُچاٹ کر سکتی تھی، لیکن مذاق میں اگر میرے کسی جملے سے اس نے غلط معنی لے لئے تھے یا اس کے شاعرانہ جسم کو دیکھ کر بے اختیار میرے منہ سے کوئی بات نکل گئی ہو...... تب بھی میری جانب سے اسے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے

تھا...... میں یہ سب کچھ اس وجہ سے سوچ رہا تھا کہ اسے صرف میری واپسی سے دلچسپی تھی۔

اچانک میرے کان کے قریب جیپ زور سے چیخی اور اسی کے ساتھ شانتی کا قہقہہ سنائی دیا۔

"کہاں کھو گئے تھے مہاراج۔" اس نے اپنی برابر والی نشست پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور مجھے یوں محسوس ہوا، جیسے میں چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا ہوں...... میں بغیر کوئی جواب دیئے خاموشی سے اس کے قریب آ بیٹھا اور اس نے ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھا دی...... راستہ اتنا ناہموار اور تنگ تھا کہ ہر جھٹکے پر اس کا جسم مجھ سے ٹکرا جاتا...... میں نے دانستہ ذرا دور بیٹھنے کی کوشش کی تو اس نے مسکرا کر ایک ساتھ جیپ روک لی۔

"مجھ سے اتنا بچو گے مہاراج تو یہ راستہ کیسے طے ہو گا؟"

میں ہنس دیا۔

میرے پاس اس بے ہودہ سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"تم خود کو کیا واقعی کوئی بڑی چیز سمجھتے ہو؟" اس نے اب قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے شانتی۔" میں نے اس موقع پر صاف صاف بات کر لینا مناسب سمجھا۔

"تمہاری قربت آگ کی قربت ہے۔"

میں کیا کوئی بھی مرد تمہیں نظرانداز نہیں کر سکتا، لیکن میرے اور تمہارے درمیان سروپ بیٹھا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم نے اس موضوع پر اگر دوبارہ بات کی تو میں تمہیں یہیں اُتار کر تنہا جیپ لے کر آگے بڑھ جاؤں گا۔

"وہ شوخی سے بولی۔" تو مہاراج کو اپنے بارے میں کچھ غلط فہمیاں ہیں...... بہر حال میں صرف ایک بات کہوں گی۔

"صرف ایک بات۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

جب تم واپس آؤ گے تب تمہیں اپنی غلط فہمی کا خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔

میں اپنی غلطیوں اور غلط فہمیوں پر نظر ثانی کرنے کا عادی نہیں ہوں شانتی! تمہاری ہی مہربانی بہت ہو گی کہ مجھے جلد سے جلد شہر پہنچا دو۔

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، لیکن اب جیپ کو زیادہ جھٹکے نہیں لگ ر تھے...... ہم جلد ہی ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر آ گئے اور پھر وہ پگڈنڈی ایک بڑے میدان پر ختم ہو گئی، جہاں سامنے راوی کا پل نظر آ رہا تھا۔

"میں رات کو آٹھ بجے پل کے قریب تمہارا انتظار کروں گی...... اس نے گاڑی رو کر کہا۔"

ممکن ہے مجھے دیر ہو جائے...... میں نے اترتے ہوئے جواب دیا۔

میں تمہارا انتظار کروں گی چاہے تمہیں کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جائے...... یہ کہتے ہو اس نے گاڑی بیک کی اور دیکھتے ہی دیکھتے جیپ جنگل میں غائب ہو گئی۔

میں سہ پہر چار بجے کے قریب چوبرجی پہنچا...... راج میڈیسن سٹور پر ا خوبصورت نوجوان کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھا تھا...... جیسے ہی میں دکان میں داخل ہوا، وہ مسکر ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"آیئے سکندر صاحب آج ہمارے بھاگ کیسے جاگ اُٹھے۔" اس نے گرم جوشی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

اور میری ساری منصوبہ بندی کے محل دھڑام سے گر گئے...... میں یہ سوچ کر آ کہ اگر راج مجھے وہاں نہ ملا تو سیلزمین کو کس طرح قابو کر کے اس تک پہنچوں گا اور اگر چیت کے دوران یہ معلوم ہوا کہ خود وہی امر راج ہے تو اچانک میرا ردعمل کیا ہو گا خوفزدہ ہو کر مجھے قاسم دادا یا سروپ تک پہنچا دے، لیکن وہ تو جیسے میرے انتظار ہی میں تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اگلا قدم مجھے کیا اُٹھانا چاہیے، لیکن اسی لمحے میں نے کا دوسرا ہاتھ تیزی سے الماری کی خفیہ دراز کی طرف جاتے دیکھا اور اس سے پہلے کہ

مصافحہ والا ہاتھ مجھ سے چھڑاتا یا دراز سے پستول نکالنے میں کامیاب ہو جاتا...... میں نے اپنے ہاتھ کی گرفت اس کے انگوٹھے کی پشت پر ایک مخصوص رگ پر ذرا مضبوط ہی کی تھی کہ وہ کوئی آواز نکالے بغیر آہستہ آہستہ فرش پر اس طرح جھکتا گیا کہ کوئی سڑک سے دیکھے تو سمجھے کہ وہ کوئی چیز اُٹھانے کے لئے نیچے جھکا ہے، حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ تقریباً پندرہ بیس منٹ تک خود سے بالکل بے خبر رہے گا...... دکان کے پیچھے ایک دروازہ تھا...... معلوم نہیں یہ دروازہ باہر عقبی گلی میں کھلتا تھا یا کسی ایسے کمرے میں جہاں اس کے کچھ ساتھی پہلے سے کمرے میں موجود ہوں...... میں نے تیزی سے دکان کے بیرونی دروازے کو بند کر کے چٹخنی لگا دی...... اب مجھے صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ کسی خطرہ کے پیش نظر اگر فوری طور پر مجھے باہر نکلنا پڑا تو باہر نکلنے کا دوسرا راستہ کون سا ہے...... میں نے تیزی سے کاؤنٹر کے پیچھے جا کر عقبی دروازہ کھولا تو وہ پچھلی سڑک پر کھلا...... اتفاق سے سامنے ہی ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی تھی...... میں تیزی سے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف دوڑا جیسے برسوں بعد اس سے ملا ہوں۔

السلام علیکم! چوہدری صاحب کیسے مزاج ہیں اور یہ کہتے ہوئے میں نے حیران پریشان چوہدری صاحب سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے اور ظاہر ہے ان کا انجام بھی امر راج سے مختلف نہیں ہوا...... میں نے انتہائی سرعت سے کام لیتے ہوئے انہیں پچھلی سیٹ پر لٹایا اور ٹیکسی کو تیزی سے کاٹ کر اسے عقبی دروازے کے ساتھ لا کر کھڑا کیا...... تیزی سے اندر پہنچا اور راج یا جو کوئی بھی وہ تھا اسے کاندھے پر لاد کر برابر کی اگلی سیٹ پر لٹا دیا اور خود سٹیئرنگ سنبھال لی...... راج کا سر میرے شانے پر اس طرح لٹک آیا جیسے وہ تھک کر میرے سینے سے لگ گیا ہو۔

چوبرجی لاہور کا مصروف ترین علاقہ ہے...... اس زمانے میں فلم سٹوڈیوز جانے والے تمام راستے چوبرجی سے گزرتے تھے اور یہاں بعض اوقات ٹریفک جام ہو جاتی تھی...... میں جلد سے جلد یہاں سے نکل کر استاد چھنگا کے اکھاڑے پر پہنچ جانا چاہتا تھا، چنانچہ چوبرجی کے علاقے سے نکلتے ہی میں نے نوے سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی کو بھگانا شروع کر دیا،

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

لیکن اچانک مجھے محسوس ہوا کہ پیچھے پولیس کی دو گاڑیاں پوری رفتار سے میرا پیچھا کر رہی
اور میں ابھی راستہ تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ چند سو گز کے فاصلہ پر
پولیس سے بھرا ہوا ایک ٹرک سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا نظر آیا...... اب میں ہر طرف
گھر چکا تھا...... میں پولیس کا ایک مفرور ملزم تھا اور اس وقت دو بے ہوش افراد میری گا
میں موجود تھے...... اچانک پولیس نے پیچھے سے فائر کیا اور ٹیکسی کے ٹائر میں گولی گھستی چ
گئی...... اگر میں انتہائی ہوشیاری سے گاڑی کے بریک نہ لگاتا تو اتنی تیز رفتاری پر گاڑی کا ال
جانا یقینی تھا...... میں نے جیسے ہی گاڑی کو بریک لگا کر روکا...... پولیس کی دونوں گاڑیوں
مجھے محاصرے میں لے لیا۔

"نیچے اتر آؤ...... ایک پولیس عہدیدار کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

"لیکن بالک ہم کس کارن نیچے اتر آئیں؟" میرے قریب بیٹھے ہوئے سادھو
گاڑی سے باہر پولیس افسر کو جھانکتے ہوئے پوچھا اور میں نے دیکھا نہ وہ ٹیکسی ہے جس پر
بیٹھ کر چوبرجی سے روانہ ہوا تھا...... نہ میرے برابر امر راج ہے اور نہ پیچھے کی نشست پر ٹ
والے کا بے ہوش جسم پڑا ہے...... ہم ایک نئی ٹیوٹا کار میں بیٹھے ہوئے تھے اور سادھو غصہ
گاڑی سے نیچے اتر رہا تھا۔

"شما کر دو مہاراج۔" پولیس افسر جو شاید ہندو تھا...... ہاتھ باندھے سادھو کی منت
کر رہا تھا۔

"ہم دیر سے ایک ٹیکسی کا پیچھا کر رہے تھے...... شاید وہ ٹیکسی راستے میں کسی اور طر
مڑ گئی اور ہم غلطی سے آپ کی گاڑی کا پیچھا کرنے لگے۔

سادھو خاموشی سے دوبارہ میرے برابر آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"سیدھے ہاتھ گاڑی موڑ لو۔"

✿✿✿

پولیس سے میرا پیچھا چھڑا کر سادھو نے گاڑی ایک پرائیویٹ سڑک کی جانب موڑ
لی...... یہ سڑک کئی فرلانگ کے بعد ایک بہت بڑے محل نما بنگلے پر جا کر ختم ہوتی تھی......
جیسے ہی ہم محل کے نزدیک پہنچے اس کا بڑا آہنی گیٹ جو خود کار نظام سے وابستہ تھا...... یکدم
کھل گیا...... اب ہم ایک وسیع پارک کے اندر تھے اور سامنے تقریباً پندرہ بیس فٹ بلند کالے
پتھر کا ایک دیو قامت مجسمہ سر ہنوڑھائے بیٹھا تھا...... سادھو جلدی سے گاڑی سے نیچے اترا اور
اس کے ساتھ ہی میں بھی گاڑی سے باہر آ گیا...... سادھو نے قریب پہنچ کر دونوں ہاتھوں
سے مجسمہ کو پرنام کیا اور بلند آواز سے کہا۔"

"گارما پرنس سلطان کو نمسکار کرو کہ دیوی نے یہ محل پرنس کو انعام میں دیا ہے۔"

اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس مجسمہ میں جان پڑ گئی اور جب وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو
مجھے اس کا قد ساٹھ ستر فٹ کے قریب محسوس ہوا...... کالے پتھر سے تراشے ہوئے اس
دیوزاد مجسمہ کے قد کا ایک ہلکا سا اندازہ آپ یوں لگا لیں کہ اپنی بلند قامتی کے باوجود میں اس
کے انگوٹھے کو پنجوں کے بل کھڑا ہو کر بھی نہیں چھو سکتا تھا۔"

سادھو نے شاید میرے دل کی بات پڑھ لی تھی۔

"گارمو۔" اس نے پھر بلند آواز سے کہا...... یہاں پرنس کے قد سے بڑا کوئی قد
نہیں ہے۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اور اچانک ہی وہ دیو قامت مجسمہ ایک گھٹیلے سیاہ فام لڑکے میں تبدیل ہو گیا......ا نے دوزانو ہو کر کہا۔

"گارمو اپنے آقا کی ہر خدمت کے لئے تیار ہے۔"

"میں نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا...... عالی شان محل کے باہر اس وسیع پائیں میں میرے اور گارمو کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا اور سادھو حسب معمول جس ط اچانک نمودار ہوا تھا، اسی طرح اچانک غائب ہو گیا تھا۔"

"غلام حکم کا منتظر ہے آقا۔" گارمو نے سجدہ ریز ہوتے ہوئے کہا۔

"کھڑے ہو جاؤ! میں نے سخت لہجہ میں کہا۔ "سجدہ صرف خدائے لازوال کے لئے۔

"جو حکم آقا۔" اب وہ سر جھکائے میرے سامنے کھڑا تھا۔"

"تم بھی ایک بلند قامت مجسمہ تھے...... تمہارے کتنے رُوپ ہیں۔ گارمو!"

"آقا نے نرگس کی ایک کنیز کے پاس پڑپشپا نام کی بلی دیکھی ہو گی...... جو ہزار رُ بدل سکتی ہے...... آپ کا یہ غلام بھی ہزار رُوپ بدل سکتا ہے۔"

"سادھو مہاراج سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"

"آج سے میں صرف آپ کا غلام ہوں۔"

"یہ کوٹھی کس کی ہے؟"

"یہ محل آپ کا ہے میرے آقا...... اندر تشریف لے چلئے۔"

"دیکھو گارمو!" مجھے اس وقت بہت سے کام نمٹانا ہیں اور میں کچھ دیر کے لئے با چاہتا ہوں۔"

"غلام کو معلوم ہے کہ آپ اپنے دوست سروپ کی تلاش میں نکلے ہیں...... سرو امرراج نے چند دن ہوئے آپ کے ایک دُشمن قاسم دادا کے حوالے کر دیا تھا اور وہاں دا دادا کی قید میں ہے اور اسے اذیتیں دے دے کر آپ کا پتہ بتانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔"

"وہ اس وقت کہاں ہے؟" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا؟"

"قاسم دادا نے اسے گلبرگ کی ایک کوٹھی میں قید کر رکھا ہے۔"

"گارمو! کیا تم مجھے اس کوٹھی کا پتہ بتا سکتے ہو؟"

"غلام حاضر ہے!"

یہ کہتے ہوئے اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے چند لمحے کے لئے میری آنکھیں خود بخود ہی بند ہو گئی ہوں گی!"

"آقا آپ اس وقت گلبرگ میں قاسم دادا کے خفیہ اڈے کے باہر کھڑے ہیں...... غلام اگلے حکم کا منتظر ہے!" چند سیکنڈ بعد مجھے گارمو کی آواز سنائی دی...... میں نے آنکھ کھول کر دیکھا...... یہ ایک خوبصورت وسیع کوٹھی کا گیٹ تھا، جس کے باہر دو غنڈے رائفلیں لئے کھڑے تھے، لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ آدمی نہ ہوں پتھر کے مجسم ہوں۔

"غلام نے انہیں خاموش کر دیا ہے...... گارمو نے میری اس اُلجھن کو دُور کرتے ہوئے کہا!"

"اچھا تم یہیں ٹھہرو...... اگر ضرورت پڑی تو میں تمہیں آواز دے لوں گا!"

"میں آپ کے قریب رہوں گا آقا...... یہ دوسری بات ہے کہ جب آپ کو میری ضرورت ہو گی اسی وقت میں آپ کو نظر آؤں گا۔"

"میں اب گارمو سے گفتگو کر کے زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا...... پتھر کے ان مجسموں کے درمیان سے گزرتا ہوا جب میں کوٹھی کے اندر پہنچا تو ایسا محسوس ہوا جیسے پتہ نہیں کب سے یہ جگہ خالی پڑی ہے...... پھولوں کی کیاریاں سوکھی پڑی تھیں...... ان پر شاید برسوں سے پانی نہیں دیا گیا تھا...... بلڈنگ کی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند تھے، البتہ درختوں کے ایک جھنڈ کے نیچے ایک نئی مزدا گاڑی اور ایک اسٹیشن ویگن کھڑی تھی، جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ شاید اندر کچھ لوگ موجود ہیں اور پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ سروپ کی بیوی شانتی سے میں نے جو پستول لیا تھا...... وہ پولیس سے بھاگ دوڑ کے نتیجہ میں پتہ نہیں کہاں رہ گیا!"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"آقا جب یہ غلام آپ کے ساتھ ہے تو آپ کو کسی اسلحہ کی ضرورت نہیں۔" نادیدہ گارمو نے کہیں بہت قریب سے مجھ سے سرگوشی کی۔

"نہیں گارمو۔" میں نے بھی اسی طرح سرگوشی ہی میں کہا۔

"مجھے اپنے دشمنوں سے ان کی ہی زبان میں گفتگو کرنا آتی ہے، لیکن مجبوری یہ ہے میں اس وقت بالکل خالی ہاتھ ہوں۔"

"چند سیکنڈ مجھے گارمو کی آواز سنائی نہیں دی...... پھر اچانک ہی وہ میرے سامنے ہوا...... اس نے سر جھکا کر کہا۔"

"آقا میں نے ان کے پستولوں اور رائفلوں سے تمام گولیاں نکال کر ضائع ہیں...... اس وقت وہ لوگ ڈرائنگ روم میں موجود ہیں، ان میں سے ایک قاسم دادا۔ اس کے نائب ہیں اور ایک امر راج ہے جو قاسم کو بتا رہا ہے کہ اس نے اپنی بیوی شانتی کو پار سے اُٹھوانے کے لئے ایک جیپ میں چھ غنڈے بھیجے ہیں اور شانتی کسی وقت بھ کوٹھی میں پہنچنے والی ہے!"

اور ابھی گارمو مجھے شانتی کے بارے میں اطلاع دے ہی رہا تھا کہ ایک جیپ گیٹ اندر داخل ہوئی...... میں تیزی سے ایک تناور درخت کے پیچھے چھپ گیا...... شاید گاڑی کے آنے کی آواز سن کر کسی نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا۔

"کون؟ جمالے!" اس نے احتیاطاً اپنے لہجے کو نرم رکھتے ہوئے پوچھا!"

"ہاں دادا!" جیپ میں سے گوشت کے ایک پہاڑ نے نیچے اترتے ہوئے جواب دیا

"مال لے آیا۔" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"ہاں دادا۔" گوشت کے پہاڑ نے پھر مختصر جواب دیا۔

"اسے اندر لے آ۔" باقی لوگ کہاں ہیں!"

"میں مال لے کر ادھر آ گیا ہوں...... باقی لوگوں کو اس سے کاٹیج کا پتہ پوچھ کر لینے کے لئے جنگل روانہ کر دیا ہے۔"

"شاباش...... اب تو ہوشیار ہو گیا ہے۔" ڈرائنگ روم کے دروازے پر کھڑے ہوئے شخص نے جمالے کو لفظوں کے ہار پھول پہناتے ہوئے کہا۔

"مال کو گاڑی ہی میں چھوڑ دے...... ڈرائیور اسے راج کے گھر چھوڑ آئے گا اور تو اندر آجا۔ اس کے زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔"

"نہیں دادا۔" جمالے نے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا...... "بس ذرا سا کلوروفام سنگھا دیا تھا...... حرامزادی راوی کے اس پار اپنے نئے سکندر کا انتظار کر رہی تھی۔"

"ڈرائیور کی ضرورت نہیں ہے دادا۔" میں شانتی کو خود ہی گھر لے جاؤں گا...... یہ کہتے ہوئے ایک اور آدمی کا سایہ برآمدے میں نظر آیا...... یہ یقیناً امر راج تھا...... شانتی کا پہلا شوہر جس کی اذیت پسندی سے بھاگ کر اس نے سروپ کے دامن میں آ کر پناہ لی تھی۔

پہلا آدمی ڈرائنگ روم کے اندر واپس چلا گیا...... اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر لیا تھا...... چھ سات بجے شام کا وقت ہو گا، لیکن یہاں پہلے ہی سے اتنا اندھیرا تھا کہ برآمدے سے نیچے آتے ہوئے امر راج ایک سایہ سا محسوس ہوتا ہے...... جمالے شاید امر راج کے نزدیک آنے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ "مال" اس کے حوالے کر دیا جائے اور وہ اندر جائے...... میں درخت کی اوٹ سے بلی کی طرح نرم قدم رکھتا ہوا جیپ کی آڑ میں آ گیا اور جب میں نے اپنی ہتھیلی کو ترچھا کر کے اس طرح دیکھا جیسے کوئی تلوار کی دھار کو آزمائے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم و جاں کی تمام طاقت صرف میری ہتھیلی میں مرکوز ہو کر رہ گئی ہے اور اگلے ہی لمحے جب میری ترچھی ہتھیلی کا وار پوری شدت سے اس بن مانس نما غنڈے کی کنپٹی پر پڑا تو وہ کوئی آواز نکالے بغیر جیپ کی باڈی سے آہستہ آہستہ سرکتا ہوا زمین تک پہنچتے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔

"کیا بہت تھک گئے جمالے!" امر راج نے مسکراتے ہوئے نیچے لیٹے ہوئے بے سدھ جمالے سے سوال کیا۔

"لیکن اس سے پہلے کہ جمالے اس کی بات کا کوئی جواب دیتا دوسرے ہی لمحے امر راج

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اپنے ساتھی ہی کے برابر بے ہوش پڑا تھا۔

"گارمو" میں نے سرگوشی میں کہا...... شانتی کو پورے احترام کے ساتھ کیا محل کا۔"

"آنند محل۔"

"آنند محل میں میرے بیڈ روم میں ایک معزز مہمان کی طرح شانتی کو ٹھہرا دونوں بدمعاشوں کو وہیں کہیں لے جا کر بند کر دو...... شانتی کو صرف اتنا معلوم ہونا چا یہ سکندر کا گھر ہے، اس کی خدمت کے لئے دو لڑکیاں مقرر کر دی جائیں...... تم ا سامنے نہیں آؤ گے!"

"آقا کے ایک ایک حرف کی تعمیل ہوگی۔"

"تم یہاں سے جیپ ہی میں بیٹھ کر جاؤ گے، تاکہ اندر والوں کو یہ احساس ہو امر راج اپنا "مال" یہاں سے لے کر چلا گیا ہے"۔

"مناسب آقا!"

"اب تم جاسکتے ہو...... مجھے اندر قاسم دادا اور اس کے غنڈوں سے کچھ باتیں ہیں۔"

"صرف قاسم دادا سے آقا۔" وہ آہستہ سے سر جھکا کر مسکرایا۔

"یہاں بڑے بڑے عوامی وزیر اور پولیس والے اور حکمران پارٹی کے کار رہتے ہیں۔" اگر یہاں بہت سی لاشیں ایک ساتھ ملیں تو ہنگامہ ہو سکتا ہے۔ غلام کی خواہش ہے کہ آپ کچھ دن ان ہنگاموں سے الگ رہ کر اپنے محل پرسکون زندگی گزار سکیں۔"

"کیوں باقی آدمی کہاں گئے؟"

"آپ کے لئے کام کا آدمی صرف قاسم دادا ہی ہے...... باقی تو سب اس کے میں نے انہیں وہاں سے ہٹا دیا ہے۔"

"کس طرح؟"

"ابھی دوسرے اڈے سے انہیں فون ملا تھا کہ پنجاب کے بڑے صاحب کو کسی لڑکی کو گھر سے اُٹھوانا ہے...... پچھلے دروازے پر ایک گاڑی انہیں لینے آئی تھی اور اب تک وہ گاڑی اگلے چوراہے پر ایک ٹرک سے ٹکرا کر اپنی سواریوں کے ساتھ اس طرح کچل گئی ہوگی کہ کوئی کسی کا چہرہ تک نہیں پہچان سکے گا۔"

"گارمو!" تم بہت اچھے منتظم ہو...... کاش تم میرے جیسے ہوتے۔"

"آپ پرنس ہیں آقا...... میں صرف ایک غلام ہوں...... غلام ہزار بہروپ بدل لے پھر بھی ایک غلام ہی رہے گا۔"

"ابے...... الو کے پٹھے! قاسم دادا کی ڈرائنگ روم سے آواز آئی۔"

"ابے حرامزادے......" "ابے جمالے کیا وہاں اپنی ماں سے باتیں کرنے لگا۔"

"میں بھاری قدموں سے چلتا ہوا دروازے کے قریب آکر رُک گیا...... دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی۔"

"ابے تجھے کیا ہوا ہے؟" یہ کہتے ہوئے قاسم دادا نے دھڑام سے دروازہ کھول دیا۔

اندھیرے میں ہونے کے باوجود میری صورت دیکھتے ہی اسے ایک جھٹکا سا لگا، مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی اس ذہنی کیفیت سے باہر نکلتا...... میں نے اسے اندر کی جانب اس زور سے دھکا دیا کہ وہ لڑھکتا لڑکھڑاتا ہوا قالین پر جا گرا...... میں نے گھوم کر جلدی سے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی اور ابھی میں پلٹا ہی تھا کہ قاسم دادا میرے سینے کی جانب پستول تانے کھڑا تھا اور اس کے دائیں جانب صوفے پر نیم دراز ایک نیم برہنہ لڑکی اس طرح ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی، جیسے اس کے نزدیک کوئی مزیدار ڈرامہ اب شروع ہونے والا ہو۔"

"سکندر! میں تو سمجھا تھا...... تو مر گیا۔" وہ غرایا!

"نہیں دادا...... ابھی کیسے...... ابھی تو مجھ پر بہت سے خون قرض ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ شریف آدمی قرضہ اتارے بغیر مکان نہیں چھوڑا کرتے۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"جمالے کہاں ہے؟" اس نے ٹریگر پر اُنگلی کا زور بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"جمالے تو گیا دادا۔ اور یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے سینہ پر فلائنگ کک ما
پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ایک صوفے کے نیچے چلا گیا اور وہ خود بھی لڑکھڑا
اس صوفے پر گرا جہاں وہ لڑکی نیم دراز تھی...... لڑکی نے ایک خوفزدہ چیخ ماری اور ساتھ
قاسم دادا کے گرتے گرتے...... میں نے لڑکی کو دھکا دے کر فرش پر گرا دیا...... اس سے
کہ دادا کوئی دوسرا قدم اُٹھاتا...... میں اب فرشتہ اجل کی طرح اس کے سرہانے کھڑا
اس کے چہرے پر میرے تابڑ توڑ مکے برس رہے تھے...... یہاں تک کہ اس نے ہاتھ پیر
دیئے اور لمبے لمبے سانس بھرنے لگا...... اس دوران نیچے پڑی ہوئی لڑکی کو ہوش آنے
وہ آہستہ آہستہ اپنی نیم برہنگی کو چھپا رہی تھی...... مجھے اندازہ تھا کہ وہ کوئی دم میں اُ
بھاگ کھڑی ہوگی۔"

"جہاں ہو وہیں کھڑی رہو لڑکی۔" میں نے انتہائی سرد لہجے میں اس سے کہا۔

"اس نے مجھے گھر سے اُٹھوا لیا تھا۔" اس نے خوف سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن تم تو یہاں اس طرح بیٹھی تھیں کہ جیسے یہ تمہارا گھر ہو۔"

"دادا کے یہاں فریاد کرنے کا مطلب ہوتا ہے کہ آدمی اپنی موت طلب کر رہا۔
اس نے کراہتے ہوئے جواب دیا، میں اپنی ایک بہن کا حشر دیکھ چکی ہوں۔

"اچھا ہے کہ آج تم اس کا حشر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو...... یہ کہہ کر میں پھر د
طرف متوجہ ہو گیا۔"

"میں شاید پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ آج سے آٹھ دس سال پہلے کے جس زمانے
ذکر کر رہا ہوں...... اس وقت کسی سیاستدان یا وزیر کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگ
تھا کہ اس نے کتنے غنڈے پالے ہوئے ہیں...... اس زمانے میں قاسم دادا شہر کے تمام غن
کا بے تاج بادشاہ تھا...... وہ صرف وزیروں اور سیاستدانوں کے لئے کام کرتا تھا...... ظا
صورت شکل اور اپنے لباس اور رہن سہن سے کوئی بہت بڑا صنعت کار یا لیڈر معلو

تھا...... یوں بھی قومی معاملات میں اس کے بیانات اخبارات میں شائع ہوتے رہتے تھے......
لاہور میں بچے بچے کو معلوم تھا کہ قاسم صاحب جو قوم کے غم میں دُبلے ہوئے جا رہے ہیں،
راصل ایک ایسے سفاک قاتل کا نام ہے جس کے پستول کی زد میں پارلیمان کا ہر ممبر ہے اور
کے ایک اشارے پر یہی سفاک قاتل دن میں نہ جانے کتنے گھروں کا سہاگ اُجاڑتا
ہے۔ "کتنی عفت مآب بہنوں اور ماؤں کی عزت لوٹتا ہے اور جب پولیس نے مجھ سے پیچھا
چھڑانے کا فیصلہ کیا تو یہی قاسم دادا تھا جس کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ وہ میری لاش کو
س طرح ٹھکانے لگادے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، لیکن راستے میں سروپ اس سے ٹکرا
یا۔" اور اس کے بزدل ساتھی مجھے مردہ سمجھ کر جنگل میں پھینک کر چلے آئے۔

اگر عین وقت پر سروپ اور اس کے ساتھی وہاں نہ پہنچ جاتے تو قاسم دادا نے میری
نام قبر بنانے میں اپنی جیسی کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی...... دور بھی قاسم دادا کا تھا......
کومت بھی قاسم دادا کی تھی، لیکن اس وقت وہ بے حس و حرکت صوفہ پر میرے سامنے نیم
بے ہوش پڑا تھا اور اس کا چہرہ اس کے اپنے ہی خون سے لہولہان ہو رہا تھا۔

"اُٹھ کر بیٹھ حرامزادے...... میں نے اس کا گریبان کھینچ کر زور سے جھٹکا دیا۔"

وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

"میں کہاں ہوں...... شاید اسے موجودہ صورتحال پر یقین نہیں آ رہا تھا۔"

"تو اپنے یوم حساب میں ہے...... دادا اور آج تیری موت تجھ سے ایک ایک لمحے کا
ساب لینے آئی ہے۔"

اس دوران میں نے اپنے پیچھے کسی کے بھاگنے کی آواز سنی۔

لڑکی دوسرے دروازے سے بھاگتی ہوئی باہر نکل چکی تھی۔

"اس اثناء میں زخمی قاسم دادا نے اُچھل کر میری گردن داب لی، زخمی ہونے کے
وجود اس کی بانہوں میں اتنی طاقت تھی کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ ذرا سا دباؤ اور پڑا تو میری
کھیں اُبل کر باہر نکل پڑیں گی، لیکن میرے ہاتھ آزاد تھے...... میں نے ایک بھرپور مکا اس

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کی ناف کے نیچے مارا اور وہ ایک چیخ مار کر پیچھے اُلٹ گیا...... میں حریف کو کبھی دوسرا
نہیں دیتا، چنانچہ میں نے دیوانہ وار ایک ایک جھٹکے میں اس کے دونوں ہاتھ شانوں
اتار دیئے اور ابھی اس نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس کے شانوں کی ہڈیاں
وقت کئی جگہوں سے ٹوٹ گئیں اور درد کی شدت سے وہ جہاں پڑا تھا...... وہیں بے
ہو گیا، میری آپ کمزوری سمجھ لیں یا عادت میں اپنے دشمن کو ہمیشہ کے لئے بے کار کر
خاطر اسے اندھا ضرور کر دیتا ہوں۔"

اب اندھا اپاہج قاسم دادا اپنے دور کی حکومت کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا اور نہ ا
کے کسی کام آ سکتا تھا، میں سوچتا ہوا کوٹھی سے باہر آ گیا کہ اگر اندھا لولا دادا بے غیر
سبب زندہ رہ بھی گیا تو اپنا باقی حساب اس سے پھر بھی چکایا جا سکتا ہے۔

"اس وقت میرے سامنے سب سے بڑا مسئلہ سروپ کا تھا...... امر راج شانتی کو
لے کر جس یقین کے ساتھ یہاں سے واپس جانا چاہتا تھا...... اس کا مطلب یہ تھا کہ سر
اس نے اپنے کسی ٹھکانے پر چھپا کر رکھا ہوا تھا اور سروپ کا پتہ معلوم کرنے کے لئے ا
سے ملاقات کرنا ضروری تھی!"

"میں کوٹھی سے باہر خطرات میں گھرا کھڑا تھا...... معلوم نہیں وہ لڑکی کون تھی ا
نے اس ہنگامے کی اطلاع کیسے کیسے کس کس انداز میں پہنچائی ہو گی...... دوسرے شہ
بڑے لوگ قاسم دادا کے پاس اپنی زیرزمین سرگرمیوں کی خاطر روزانہ ہی آتے جاتے
تھے...... کسی بھی وقت اس زمانے کا کوئی بڑا پولیس افسر علاقہ کا کوئی پارلیمانی رکن یا کسی وز
گاڑی گیٹ میں داخل ہو سکتی تھی...... یہ کوٹھی شہر بھر کے غنڈوں کا ویسے بھی ایک
اڈہ تھی، لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں سے کس سمت جاؤں، کیونکہ سادھو مجھ
محل نما کوٹھی میں لے کر گیا تھا، اس کا صحیح محل وقوع مجھے نہیں معلوم تھا...... گارمو
تک واپس آ جانا چاہئے تھا، لیکن اس کا اب تک کوئی پتہ نہیں تھا۔"

"غلام بہت دیر سے حاضر ہے۔"

"مجھے کہیں قریب سے گارمو کی آواز سنائی دی۔" اور اسی وقت ایک نئی پیکارڈ گاڑی
بالکل میرے قریب آ کر رُک گئی۔

"قاسم گھر پر ہے؟" ایک چوہدری نما شخص نے گاڑی سے گردن باہر نکال کر مجھ
سے پوچھا۔

"دادا تو کام سے باہر گیا ہے۔" میں نے اسے ٹالنے کے لئے یونہی کہہ دیا۔

"الو کا پٹھا۔" جانے اس نے مجھے یہ خطاب دیا یا قاسم دادا کو۔

"تیرا کیا نام ہے؟" اس نے اسی روانی میں مجھ سے پوچھا۔

"کام بتاؤ چوہدری جی...... نام میں کیا رکھا ہے......" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ دادا نے چلتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ اگر میاں صاحب تشریف
لائیں تو ان کے حکم کی فوراً تعمیل کی جائے۔"

"مگر تو اکیلا بندہ کیا کرے گا۔"

"بندے تو اور بھی آ جائیں گے آپ حکم تو دیں۔"

"تو پھر گاڑی میں بیٹھ جا۔" اس نے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"

"اور میں ایک ملازم کی طرح سر جھکا کر گاڑی کی پچھلی نشست پر جا کر بیٹھ گیا۔"

"قاسم نے تمہیں پوری بات سمجھا دی ہے یا نہیں۔" اس نے گاڑی آگے بڑھاتے
ہوئے پوچھا؟

"دادا کی طرح آپ بھی میرے مائی باپ ہیں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا......
"اس نے اگر بات نہیں بھی سمجھائی ہے تو آپ سمجھا دیجئے گا۔"

"میں تمہیں یونیورسٹی کیمپس کے قریب چھوڑ دوں گا...... وہاں تمہیں سٹوڈنٹ لیڈر
امر راجہ ملے گا وہ جس لڑکی کی طرف اشارہ کرے شام تک وہ لڑکی اپنے بھائیوں کے ہمراہ
مہری کوٹھی پر پہنچ جانا چاہئے۔" پھر اس نے پلٹ کر میرے چہرے کو غور سے دیکھا...... اس
سے پہلے میں نے قاسم دادا کے پاس تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

پتہ نہیں اسے میری جانب سے کیوں شبہ ہو گیا تھا۔

مجھے آپ کہاں دیکھتے میاں صاحب...... میرا نام بانکے ہے اور مجھے شاید آپ ہی کے حکم سے سیاسی مخالفین کے ایک جلسے میں فائرنگ کے لئے بھیجا گیا تھا۔

"اوہ! انہوں نے اطمینان کی ایک ٹھنڈی سانس لی...... پنڈی کی اب کیا صورت حا ہے۔"

"آپ کا اقبال سلامت رہے۔" میں نے دبی زبان سے عرض کیا۔

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو...... پھر تو اصغر راجہ کو پہچانتے ہو گے۔"

"نہیں میاں صاحب! ان سے ملاقات کرنے کا شوق تو بہت ہے، ان کے حکم پر چ گانجے کے سگریٹ دادا میرے ہی ہاتھوں یونیورسٹی کیمپس میں ایک ہوسٹل کے خانسا کے پاس بھجواتا رہا ہے، آج آپ کی عنایت سے راجہ صاحب کو بھی دیکھ لوں گا...... سنا بہت بڑے کمیونسٹ ہیں اور انہوں نے لینن پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔"

"تم تو خاصے سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو...... کبھی فرصت سے بنگلے پر آنا تو ا اصغر راجہ کے بارے میں بھی تفصیل سے باتیں کریں گے، لیکن اتنا یاد رکھنا...... اگر میر بات کسی دوسرے تک کبھی پہنچی تو میں اپنے ذاتی آدمیوں کی قبریں زمین پر نہیں کتوں پیٹ میں بنایا کرتا ہوں۔"

"نہیں میاں جی۔" ایسا غضب نہ کرنا...... میں پستول اور رائفل سے نہیں ڈرتا سانپوں اور شیروں سے نہیں ڈرتا، لیکن کتوں سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔" میں نے سہم کی اداکاری کی۔

"میاں صاحب میری اس عاجزی پر ایسے خوش ہوئے کہ انہوں نے گاڑی وہیں رُ لی اور ہنستے ہوئے بولے۔

"کیا نام ہے تیرا۔"

"میرے علاقے میں مجھے لوگ بانکے دادا کہتے ہیں۔"

"اور بانکے تیرا علاقہ کون سا ہے۔"

"برا تو نہیں مانو گے...... میاں جی۔"

"برا ماننے کی بات ہو گی...... تو برا مان جاؤں گا۔"

"بس تو پھر آگے چلو۔" اپنا کام کرالو اور بات ختم، میں کسی ایسے آدمی کو اعتماد میں نہیں ا جو ذرا ذرا سی بات پر برا مان جاتا ہو میری تو یہ سمجھ میں نہیں آتا میاں صاحب! میں نے ن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"قاسم دادا کو اب آدمیوں کی پرکھ نہیں رہی ہے...... ورنہ کتوں کے پیٹ میں قبریں اتے بناتے خود تمہاری شکل کتوں جیسی ہو گئی ہے اور یہ کہتے ہوئے میں نے انتہائی پھرتی سے ن کی مڑی ہوئی گردن پر ہاتھ مارا اور وہ وہیں اپنی سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔"

"وہ جو کوئی بھی تھا...... میری بلا سے، مر چکا ہو یا زندہ ہو، لیکن میں اسے اب زیادہ دیر رداشت نہیں کر سکتا تھا...... یوں بھی گاڑی اب یونیورسٹی کیمپس سے چند گز کے فاصلہ پر ھی اور مجھے جلد از جلد اصغر راجہ کی دستار بندی کر کے سروپ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے امر راج کے پاس پہنچنا تھا، لیکن گارمو پھر غائب تھا اور گارمو کے بغیر میں اب امر راج اور شانتی کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"غلام آپ کے قریب ہی موجود ہے...... گارمو کی آواز پھر کہیں بہت قریب سے سنائی دی۔"

"میں گاڑی سے نیچے اتر آیا۔"

"گارمو کیا یہ گاڑی ایکسیڈنٹ کا شکار نہیں ہو سکتی۔"

"اور میری حیرت زدہ آنکھوں نے دیکھا کہ گاڑی بغیر ڈرائیور کے بہت تیزی سے بیک ہونے لگی تھی...... دوسری طرف سے واپڈا کا بجلی کا ٹرک آ رہا تھا اور توبہ ہے...... دونوں گاڑیوں میں ایک زبردست تصادم ہوا جس کے بعد ایسی ہولناک آواز اُٹھی کہ آدمیوں کے اعضاء اور گاڑیوں کے انجر پنجر ایک ایک ساتھ فضا میں دُور دُور تک اُڑ رہے تھے...... گارمو

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

نے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا...... چند لمحوں کے لئے میری آنکھیں بند سی ہو گئیں۔
گار مو مجھ سے کہہ رہا تھا۔"

"آقا! وہ داڑھی والا ابراہیم لنکن کے قد کا آدمی اصغر راجہ ہے...... یہاں یونی
کیمپس میں نوجوان طالب علموں اور طالبات کو چرس کا عادی بنا کر ان کے ہاتھوں
طالب علموں کا قتل عام کرانا اس کا پیشہ ہے۔"

"میں اصغر راجہ کو حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔"

وہ اسی کیمپس میں بی اے میں میرا کلاس فیلو تھا...... طالب علم اس سے نفرت
تھے، لیکن اس نے چند ترقی پسند لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا...... کیمپس میں
کے لڑکے اسے راسپوتین کہا کرتے تھے...... پھر وہ ایک سیاسی پارٹی سے منسلک
سٹوڈنٹ لیڈر بن گیا، لیکن میرے سامنے آنے سے وہ ہمیشہ کتراتا رہا...... اس
ساتھیوں نے ایک معصوم لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن میری وجہ سے اس
کوشش ناکام ہو گئی...... لیکن لڑکیاں تو یہاں بہت تھیں...... وہ جب چاہتا کوئی اور لڑکی
سے اُٹھوا سکتا تھا، لیکن اسے دُکھ اس بات کا تھا کہ اس کے دو بہترین ساتھی غائب
تھے...... پولیس اور حکومت کی شبانہ روز کوشش کے باوجود اب تک ان کا پتہ نہ چل
تھا...... اصغر راجہ کو صرف اتنا علم تھا کہ اگر دھوکے سے بھی کبھی اس کی انگلی میری جانب
گئی تو اس کا اپنا حشر بھی اپنے دو ساتھیوں سے مختلف نہ ہو گا، لیکن اب جس زمانہ کا
کر رہا ہوں اصغر راجہ...... "امور طلباء" کا وزیر تو نہیں تھا...... لیکن طلباء کے معاملے میں
وقت کی حکومت نے اسے وزیر کے برابر ہی درجہ دے رکھا تھا...... اسے سرکاری گاڑی
ہوئی تھی...... پولیس والوں کو حکم تھا کہ اصغر راجہ کے حکم کو سنیں اور تسلیم کریں۔
بھیانک تجویز تھی کہ ملک بھر میں محلے محلے یوتھ سینٹر قائم کئے جائیں...... یہ تمام یوتھ
ایک مخصوص سیاسی پارٹی کے آزمودہ کار اور وفادار اراکین پر مشتمل ہوں، پھر ان
سینٹروں کے اراکین ضلعی سطح پر یوتھ کونسل تشکیل دیں اور یہ یوتھ کونسلیں مرکزی

کارپوریشن سے منسلک ہوں...... مقامی یوتھ سینٹر کی اجازت کے بغیر کسی شہری کو نہ سکولوں میں داخلے ملیں...... نہ راشن کارڈ جاری کئے جائیں اور جب تک یوتھ سینٹر کی سفارش موجود نہ ہو اس علاقے کے باشندے کو کسی جگہ ملازمت بھی نہ ملے، اصغر راجہ اتنا بڑا شیطان تھا اور اس وقت میں اس سے ملنے جا رہا تھا...... اتفاق سے وہ مجھے یونیورسٹی کے ایک برآمدے سے گزرتا ہوا مل گیا۔

"ہیلو راجہ۔"

"اوہ ہیلو سکندر...... میں تو تمہیں بہت عرصہ سے تلاش کر رہا تھا۔"

آپ جیسے اشارہ کرتے...... وہ مجھے پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیتا...... مذاق نہیں مجھے واقعی آپ کی ضرورت تھی۔

"قاسم دادا کی موجودگی میں راجہ صاحب میری کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"اوہ...... تو آج کل قاسم دادا کے لئے کام کر رہے ہو۔"

"بہرحال اس وقت قاسم دادا کے حکم پر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔"

وہ چند لمحے اپنی تیز نگاہوں سے گھورتا رہا۔

"اب تم یہاں سے جا نہیں سکتے جب تک میں قاسم دادا کو فون نہ کر لوں۔"

"دادا کو میاں صاحب نے ایک ضروری کام سے ملتان بھیجا ہے۔"

"کون میاں صاحب؟" اس کے لہجے میں اب بھی شبہ تھا۔

جب آپ کو حالات کا علم نہیں ہے تو میں میاں صاحب کا نام آپ کو نہیں بتا سکتا...... البتہ مجھے اس لڑکی اور اس کے بھائیوں کا پتہ چاہئے۔

"سکندر!" مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم ہمارے لئے کام کرنے کو تیار ہو گئے ہو۔"

پتہ بتائیے راجہ صاحب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

"اب ایسی بھی کیا جلدی ہے یار۔" اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"آج تو جشن منانے کا دن ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہو۔"

"لیکن مجھے فوراً میاں صاحب کو رپورٹ پیش کرنا ہے۔" ملاقاتیں تو انشاءاللہ رہیں گی۔

وہ پھر کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا...... پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

"نہ جانے سکندر مجھے کیوں یقین نہیں آرہا ہے کہ تم ہمارے ساتھ ہو...... ہم میں تمہیں لڑکی دکھائے دیتا ہوں...... آگے تم جانو اور میاں صاحب جانیں۔"

"یوں نہیں راجہ...... میں نے مسکراتے ہوئے کہا...... صرف لڑکی کے دکھانے سے کام نہیں چلے گا...... تمہیں مجھے اس کا گھر بھی دکھانا ہوگا۔"

"سکندر! میرا وہاں جانا ٹھیک نہیں ہے...... میں اگر اس کے گھر کے آس پاس دیکھا گیا تو حکومت بدنام ہو جائے گی...... خاص طور پر ایسے وقت جب میں پرسوں طلباء کے عہدہ سنبھالنے جا رہا ہوں۔"

"مبارک ہو۔" لیکن تم پر کوئی بات نہیں آئے گی...... ہم تانگہ پکڑ لیتے ہیں مجھے دُور سے مکان دکھا کر آگے بڑھ جانا...... میں وہیں اُتر جاؤں گا۔

"میرے پاس گاڑی ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھا ہے۔"

ویسے لڑکی کا نام بلقیس ہے...... فلسفہ میں ایم اے فائنل کر رہی ہے...... بائی تمہارا ابھی تو فلسفہ کا یہ آخری سال ہے۔

"ہاں راجہ" مجھے پھر ہنسی آگئی۔ "تم لوگ مجھے پڑھنے کہاں دیتے ہو۔"

"کب تک پڑھو گے سکندر۔" وہ بزرگوں کی طرح مجھے سمجھانے لگا۔

"تم انگریزی میں ایم اے کر چکے ہو...... اب یہ فلسفہ کا خواہ مخواہ چکر چلا بیٹھے... تک تو تمہیں عملی زندگی میں کہیں بہت اچھا سیٹ ہو جانا چاہئے تھا...... کہو تو اُوپر تمہارا کروں یہاں اس نے ایک بہت بڑے آدمی کا نام لیا تھا۔"

"شکریہ دوست۔" میں نے انکساری سے کہا۔

"زندگی نے خود مجھے ایک جگہ سیٹ کر لیا ہے اور اب میں جہاں بھی ہوں خوش ہوں۔"

تمہاری مرضی...... اس نے کندھے اُچکاتے ہوئے کہا...... میں تو چاہتا تھا کہ ہم ماضی کے اختلافات ماضی میں دفن کر دیں...... ویسے اس وقت ملک میں کوئی ایسا عہدہ نہیں ہے جو تمہاری پہنچ سے باہر ہو، صرف میرے اُنگلی اُٹھانے کی دیر ہے۔

تم نے بلقیس کی طرف اُنگلی اُٹھا دی یہی تمہاری مہربانی ہے...... ورنہ کئی دن تو مجھے اس کی تلاش میں لگ جاتے۔

"تم بلقیس کو جانتے ہو؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تم تو اس طرح پوچھ رہے ہو راجہ جیسے کوئی پوچھے...... کیا تم نے کبھی چاند دیکھا ہے؟" جاؤ یہ چاند میں نے تمہیں دیا...... اس نے بڑے لچر انداز میں ہنستے ہوئے کہا...... خیر چھوڑو ان باتوں کو...... آؤ میں تمہیں اس کا گھر دکھا دوں۔

اس نے اپنی لمبی گردن اُٹھا کر دیکھا...... چاروں طرف سے اس کے چمچے ہمیں گھیرے میں لئے ہوئے کھڑے تھے اور دُور ہونے کے باوجود میں ان کی جیبوں میں پستول صاف طور پر دیکھ سکتا تھا۔

شاید اس نے بھی میرے خیالات کو بھانپ لیا تھا۔

"میرا کام کچھ اس نوعیت کا ہے...... سکندر کہ ان لوگوں کو ساتھ رکھنا پڑتا ہے۔"

باہر آکر ہم اس کی نئی مزدا گاڑی میں بیٹھ گئے...... گاڑی شہر کا ایک غنڈہ حمیدے ڈرائیو کر رہا تھا...... مجھے دیکھ کر وہ جلدی سے گاڑی سے باہر آگیا اور میرے پاؤں چھو کر بولا۔

"بڑے دنوں کے بعد دیدار ہوئے، سکندر میاں۔"

"ہاں...... آخری بار حمیدے ہماری ملاقات محلہ کی ایک دکان میں ہوئی تھی، جہاں تم اپنا غنڈہ ٹیکس لینے آئے تھے۔"

"یہ لنگڑی ٹانگ اس دن کی گواہ ہے...... سکندر میاں...... بہت دن ہسپتال میں پڑا رہا،

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

پھر راجہ کی مہربانی سے یہاں ڈرائیوری کا کام مل گیا ہے۔"

"ٹانگ گئی تو کیا ہوا...... میں نے ہنستے ہوئے کہا...... تمہارا نشانہ اتنا اچھا ہے کہ اس
کون ٹانگ توڑ سکتا ہے۔"

"مجھ سے کوئی گستاخی ہو گئی سکندر میاں...... اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور وہ پھر میر
پاؤں پر جھک گیا۔"

" گاڑی چلا۔" اصغر راجہ کی غصے میں جھنجھلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔"

اور وہ گڑبڑا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

" گاڑی جب کیمپ سے روانہ ہوئی تو راجہ نے پوچھا۔"

"یہ تم سے بہت مرعوب معلوم ہوتا ہے۔"

"نہیں...... یہ سب کچھ آپ کی خوشامد میں کر رہا ہے۔"

اور راجہ کا چھوٹا سا سینہ مرغے کی طرح پھیل گیا۔

"ہم پہلے ذرا قاسم دادا کے گھر چلیں گے۔"

"کیوں؟" راجہ اس طرح اُچھلا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔"

"وقت کا کوئی بھروسہ نہیں راجہ۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں اپنا پستول جمالے کے پاس بھول آیا ہوں۔"

"میرے پاس تو ہے پستول۔"

"نہیں راجہ میں دوسروں کے پستولوں پر بھروسہ کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"لیکن میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"یا یوں ہے کہ مجھ سے ڈر رہے ہو۔"

ایسی کوئی بات نہیں ہے...... اب ہمارا اور تمہارا کاز ایک ہی ہے...... پہلے قاسم د
گھر چلو...... اس نے حمیدے کو آرڈر دیا۔

اور گاڑی دادا کے گھر کی طرف مڑ گئی۔

"راجہ یہ بلقیس تمہارے راستے میں کہاں سے آ گئی...... میں نے کچھ دیر بعد پوچھا؟"

"بلقیس نہیں...... اس کا بھائی ہمارے راستے میں آ گیا ہے۔" اس کے لہجے میں بڑی
رعونیت تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں نے بلقیس کے بھائی کو بہت سمجھایا کہ ہماری پارٹی کی مخالفت چھوڑ دے، لیکن
میرا خیال ہے کہ اب بات اس کی سمجھ میں آ جائے گی۔"

"کس طرح؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"تم ابھی تک بہت معصوم ہو سکندر...... جب ہم کسی کو سزا دینے پر آتے ہیں تو اس سزا
کو دیکھ کر تمہارا فلسفہ اخلاقیات لرز اُٹھتا ہے۔"

"مگر بلقیس بے چاری تو سیاست کی...... الف...... ب...... ث...... سے بھی واقف
نہیں ہے، میں نے لجاجت سے کہا۔"

راجہ کچھ دیر میرے لہجے پر غور کرتا رہا...... پھر اس نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

"میں سمجھتا ہوں سکندر اس کیس میں تمہارا انتخاب کر کے ان لوگوں نے غلطی کی
ہے۔" پھر وہ دفعتاً سنجیدہ ہو گیا۔

"میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ شاید تمہارا قاسم دادا سے بھی کوئی تعلق نہیں
ہے اور تم مجھ سے کوئی بہت بڑا کھیل کھیلنے جا رہے ہو...... یہ کہتے ہوئے اس نے جلدی سے
اپنے پستول پر ہاتھ ڈالنا چاہا، لیکن اس سے کہیں زیادہ تیزی سے میرا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا
اور وہ ایک ہچکولا لے کر میری گود میں آ پڑا۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے...... سکندر صاحب...... حمیدے نے آئینہ میں دیکھتے
ہوئے پوچھا؟"

اسی طرح چلتے رہو۔

قاسم دادا کے اڈے پر۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"آقا...... آپ کو سروپ کی بھی خبر لینا ہے...... حسب معمول گارمو نے کہا میرے قریب ہی سے سرگوشی کی۔"

"ٹھیک ہے...... میں نے زیر لب کہا...... میں حمیدے کو یہیں اُتارے دیتا ہوں تمہیں معلوم ہے...... ان لوگوں نے سروپ کو کہاں رکھا ہے؟"

"سروپ امر راج کے گھر ایک تہہ خانہ میں بند ہے۔"

"حمیدے گاڑی یہیں روک لو۔"

حمیدے نے گاڑی سائیڈ میں کر کے روک لی اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"اب تم جا سکتے ہو حمیدے۔"

"جو حکم سکندر میاں...... اس نے ایک طرف جاتے ہوئے کہا۔"

"لیکن سنو حمیدے...... تمہیں معلوم ہے...... میں اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے سکندر میاں!"

"تو تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے...... کہ تمہیں اس واقعہ کا کوئی علم نہیں ہے...... تم اس راجہ کو لے کر میرے ساتھ کیمپس سے ضرور چلے تھے...... پھر راجہ نے تمہیں راستے میں اُتار دیا اور اب تمہیں نہیں معلوم کہ راجہ یا اس کی گاڑی کہاں ہے؟"

"ہاں سکندر میاں...... مجھے نہیں معلوم کہ راستے میں مجھے اتار کر راجہ صاحب آ... کے ساتھ کدھر گئے۔"

"شاباش! اب تم جاؤ۔"

اس کے جاتے ہی گارمو میرے سامنے آگیا...... اس نے جھک کر مجھے تعظیم دی اور کہ قاسم دادا کے گھر پر پولیس اور حکومت کے بہت سے اعلیٰ افسر جمع ہیں اور۔

"میری بات سنو گارمو۔" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ قاسم دادا کے زخمی ہونے کی بات زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہ...

اور اس وقت تک وہاں تحقیقات کے لئے کافی لوگ جمع ہو چکے ہوں گے، لیکن سوائے اس لڑکی کے جو کمرے سے نکل کر بھاگی تھی، وہاں ہمیں کسی اور نے نہیں دیکھا تھا...... یا پھر ہمارے خلاف دوسرا گواہ اصغر راجہ ہو سکتا ہے، جو اس وقت بے ہوش گاڑی میں پڑا ہوا ہے...... تم اصغر راجہ کو وہیں لے جاؤ، جہاں جمالے کو رکھا ہے...... مجھے ڈر ہے کہ بلقیس اور اس کے بھائیوں کو کہیں اغوا نہ کر لیا گیا ہو۔"

"آقا! آپ اس غلام کو حکم دیں کہ سروپ کو تہہ خانے سے نکال لاؤں، ورنہ اس کی حالت بہت نازک ہو جائے گی۔"

"مجھے یہ ساری باتیں کچھ بہت عجیب لگ رہی تھیں...... میں ان ماورائی طاقتوں کے چکر میں پڑ کر بے اعتمادی کا شکار ہوتا جا رہا تھا، لیکن حالات کچھ اس تواتر کے ساتھ پیش آ رہے تھے کہ بیک وقت اتنی جانب نگاہ رکھنا مجھ اکیلے کے بس کی بات بھی نہیں تھی...... مجھے فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا تھا...... یا تو اپنے سارے کام گارمو پر چھوڑ کر خود اطمینان سے ایک سچ مچ پرنس جیسی زندگی بسر کروں اور اپنے اندر کے انسان کو ہمیشہ کے لئے مار دوں...... یا پھر گارمو کو ہمیشہ کے لئے رُخصت کر دوں اور پہلے کی طرح خود کو حالات کے رُخ پر بہنے دوں، مگر پشپا کے ہاتھوں میں اپنے عزیز از جاں دوست رحیم سے زمانہ ہوا جدا ہو چکا تھا اور مجھے اب تک نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ پشپا نے رحیم کو کہاں چھپایا ہے...... اب یہی صورت حال سروپ کی بیوی شانتی کی تھی...... جسے گارمو کی مدد کے بغیر میں دوبارہ حاصل نہیں کر سکتا تھا...... دوسری جانب خود سروپ نہ جانے کن اذیتوں سے گزر رہا ہوں، لیکن اگر میں سروپ کی مدد کو جاؤں تو اس وقت تک بلقیس بے آبرو ہو چکی ہو گی اور میں بلقیس کو جانتا تھا...... وہ میری کلاس کی واحد لڑکی تھی جو جب بھی کلاس میں آتی تو محسوس ہوتا جیسے اس کا بدن چاندی اور سونے کے ذرات سے گوندھ کر بنایا گیا ہو...... یونیورسٹی میں اس کا کوئی دوست نہیں تھا، لیکن ہر دوسرا طالب علم اس کی دوستی کا دعویٰ کرتا تھا...... مجھے اس سے کبھی بات کرنے کی جرات نہیں ہوئی تھی، لیکن نہ جانے کیوں میں نے خود کو اس کا محافظ سمجھ لیا تھا...... ہم سب

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کی حفاظت کرنے والا تو اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، لیکن اللہ ہی کی راہ م
یہ زندگی اگر کسی کی عزت و آبرو بچانے میں کام آجاتی تو اپنے رب سے میں یہ تو کہہ سکتا تھا
یادِ الٰہی میں خود تو اپنی زندگی کی حفاظت نہیں کرپایا، لیکن تیری راہ اور تیرے نام اور تیر
فضل سے تیرے نیک بندوں کی زندگی بچانے میں اپنا نذرانہ جاں پیش کرتا ہوں۔"

مجھے بلقیس کا گھر معلوم نہیں تھا...... مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کون لوگ تھے...... جو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے بلقیس جیسی پاکیزگی کو بے لباس کرن چاہتے تھے......اس کی ایک ہی صورت تھی کہ چھپ کر بلقیس کی نقل و حرکت پر نظر رکھ جائے، میاں صاحب جہنم رسید ہوچکے تھے...... میاں صاحب جس غنڈے قاسم دادا کے ہاتھوں اسے اغوا کرانا چاہتے تھے...... وہ اندھا اور اپاہج ہوچکا تھا...... اصغر راجہ جیسے درمیا میں بلقیس کو کیمپ سے اُٹھانے کے لئے دلالی فرائض انجام دینے تھے......وہ اپنی کار میں اس وقت بے ہوش پڑا تھا...... مجھے معلوم تھا کہ اگر یہ اس وقت کی حکمران پارٹی کی انا کا مسئلہ تھا...... تو میاں صاحب کے اچانک ایکسیڈنٹ، قاسم دادا پر حملہ اور اصغر راجہ کے اغوا کی کڑیاں اچانک ملالی گئی ہوں گی اور بڑے لوگوں کے لئے بلقیس اور اس کے بھائیوں کو حاصل کرنے کے لئے نئے تار ہلانے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگی ہوگی۔

"گارمو۔"

"آقا۔"

"گارمو کیا کچھ دیر کے لئے میری شکل تبدیل ہوسکتی ہے۔"

"کیسی شکل میرے آقا۔"

"بات یہ ہے کہ پولیس ناکردہ گناہی کی سزا میں کئی ہفتوں سے ہر ہر شہر اور دیہات میں مجھے تلاش کررہی ہے...... میں بلقیس کو اسی صورت بچاسکتا ہوں کہ اپنی شکل تبدیل کرکے اس کے اغوا کرنے والوں پر اپنی نگاہ رکھوں۔"

"آقا! جس وقت آپ اصغر راجہ سے بلقیس کے بارے میں گفتگو کررہے تھے...... شیطان نے

نے آپ کی آئندہ ہدایت تک اسے اور اس کے بھائیوں کو ایک محفوظ مقام پر منتقل کردیا ہے...... ہر اچھے غلام کو اپنے آقا کی فکر سے ایک قدم آگے چلنا پڑتا ہے۔"

"پھر اصغر راجہ کو کیمپس ہی میں ڈال آؤ...... سروپ کا معاملہ نپٹا کر ہم پھر کسی وقت اصغر راجہ سے بات کریں گے۔"

"حکم کی تعمیل ہوگی آقا...... آپ میرے ساتھ تشریف لائیے۔"

اور پھر اس نے آہستہ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرے ہی لمحے میں اس محل میں موجود تھا...... جو دیوی نے بخشش کے طور پر مجھے عنایت کیا تھا۔"

یہاں بے شمار ملازم ہیں آقا، جنہیں محل کی ہر بات کا پتہ ہے اور وہ آپ کے حکم کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھیں گے۔

"لیکن سروپ۔"

وہ اپنے کاٹیج میں اس وقت اپنے وفادار ساتھیوں کے ساتھ موجود ہیں اور انہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ امر رواج سے ایک زبردست لڑائی کے بعد انہیں جنگل والے کاٹیج میں چھوڑ کر شانتی کو تلاش کرنے گئے ہیں۔

"لیکن یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟"

میں آپ کی شکل بنا کر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ وہاں گیا تھا، چنانچہ تھوڑی سی مزاحمت کے بعد سروپ کو کاٹیج پہنچادیا گیا...... وہ کچھ زخمی ضرور ہوگئے تھے...... لیکن اب بالکل ٹھیک ہیں...... بس اب اجازت چاہوں گا...... اصغر راجہ کو کیمپس پہنچانا ہے۔

"لیکن گارمو! ہوش میں آنے کے بعد وہ بہت شور مچائے گا۔"

"نہیں میرے آقا! اسے صرف اتنا یاد رہے گا جیسے اس نے کوئی پریشان کن خواب دیکھا تھا۔"

"ٹھیک ہے راجہ کو کیمپس چھوڑ آؤ...... اور یہ کہتے ہوئے میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

وہ ڈرائنگ روم تھا یا دُنیا بھر کی آسائشوں کو جمع کر کے خیالی جنت کا کوئی ٹکڑا زمین پر لا کر رکھ دیا گیا تھا...... میں نے سجاوٹ کی اتنی بیش قیمت اشیاء اپنی تمام زندگی میں نہیں دیکھی تھی...... فرش پر ایران و ترکی کے بیش قیمت قالین بچھے ہوئے تھے...... صوفوں اور میزوں پر سونے چاندی کے کام کی پچہ کاری تھی...... دیواروں پر دُنیا کے عظیم ترین مصوروں کے شاہکار آویزاں تھے۔

"خوش آمدید آقا! ایک نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔"

ایک بیس بائیس برس کا نادر روزگار مجسمہ حسن جھک کر مجھے سلام پیش کر رہا تھا...... وہ شلوار قمیض میں ملبوس تھی، لیکن اس کا حسن اس ملبوس سے چھلک رہا تھا...... جیسے بادلوں سے چاندنی کی پھوار پڑے۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"کنیز کا نام صرف کنیز ہوتا ہے میرے آقا...... حمام تیار ہے غسل فرمالیجئے۔"

میں واقعی بہت تھک چکا تھا...... سہ پہر سے جب میں امر راج کے میڈیسن سٹور پہنچا تھا، اب رات کے دس بج چکے تھے...... اس دوران زیادہ کام گار مو نے انجام دیئے تھے، لیکن مجھے بری طرح تھکن کا احساس ہو رہا تھا...... اس بات نے اور زیادہ تھکا دیا تھا کہ میرے پاس حکم دینے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہ گیا تھا اور یہ کام میری فطرت کے خلاف تھا...... بہر حال موجودہ حالات میں شاید بہتری اسی میں تھی کہ تھوڑی دیر آرام کرلوں۔

غسل کرنے کے بعد جب میں باہر نکلا تو جسم و جان میں ایک سرور کی سی کیفیت طاری تھی...... ڈائننگ ٹیبل پر انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے اور حسین و دلآویز لڑکیاں جگہ جگہ مودب انداز میں حکم کی منتظر کھڑی تھیں...... مجھے ہنسی آگئی۔

یہ کیسی زندگی ہے کہ ابھی سب کچھ ہے اور ابھی جب اس خواب جیسی زندگی سے آنکھ کھلے گی تو دشمنوں کی ٹھوکریں ہوں گی اور اپنا لہولہان بدن ہوگا۔

ابھی میں کھانے کی میز پر بیٹھا ہی تھا کہ میرے قریب سے آواز آئی۔

"پرنس! میں تمہیں خوش آمدید کہنے آئی ہوں۔" آواز تھی کہ محسوس ہوتا تھا، جیسے میں سکندر نہیں بلکہ خود کوئی دلآویز نشہ ہوں۔"

"نشہ مجھ میں نہیں ہے یا معزز خاتون آپ کی آواز میں۔" میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے زیر لب کہا۔

مجھے صرف یہ حکم ہے کہ آپ کو نئے مکان میں دیوی کی جانب سے خوش آمدید کہوں ور آج آپ نے یہاں تشریف لا کر جو مدبرانہ فیصلہ کیا ہے اس پر اپنی اور دیوی کی طرف سے بارک باد پیش کروں۔

"اور اگر میں یہاں نہ آتا۔"

"تو یقیناً آپ کسی حوالات میں پڑے ہوتے۔"

"شفاخانے اور حوالات میری زندگی کا ایک حصہ ہیں، محترم خاتون...... آپ کی بڑی ازش ہوگی...... اگر میرے چھوٹے سے مکان میں آپ مجھے دوبارہ واپس بھجوادیں۔"

اور ابھی میں نے جملہ پوری طرح ادا بھی نہیں کیا تھا کہ ہر چیز میری نگاہوں کے امنے سے غائب ہوگئی...... ہیرے جواہرات سے جگمگاتا ہوا ایک بڑا کمرہ تھا جہاں ایک جانب نت پر ایک حسین لڑکی بیٹھی تھی...... رنگ برنگے مہین بادل ایک چادر کی طرح اس کے ن کے اطراف سے اس طرح اُمڈ رہے تھے کہ ان رنگین لہروں کی اوٹ سے اگر کبھی اس کے بدن کی کوئی جھلک نظر آ بھی جاتی تو یوں لگتا جیسے آنکھوں پر بجلی سی گر گئی...... تخت کے لکل نیچے خاموش شعلوں میں گھرا ایک نسوانی حسن کا مکمل نمونہ خاموشی سے جل رہا تھا...... ند لمحے میں شعلے اس لڑکی کو اس طرح چاٹ گئے کہ اس کی راکھ تک وہاں باقی نہیں رہی۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے اور وہ لڑکی کس جرم میں اتنی موشی سے جل مری۔"

"پرنس دیوی کو آپ کے حضور اس کنیز کی گستاخی پسند نہیں آئی تھی۔"

"ایک لڑکی مودب انداز میں سر جھکائے مجھ سے کہہ رہی تھی...... منظر اچانک پھر

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint
www.paksociety.com

بدل گیا تھا اور میں دوبارہ پھر اس محل میں اپنی کھانے کے میز پر بیٹھا ہوا تھا، لیکن مجھ پر مناظر کی تبدیلی یا ایسے شعبدوں کا اب کوئی زیادہ اثر نہیں ہوتا تھا...... یہ سب کچھ میں نے طرح قبول کر لیا تھا...... جیسے میں نے اپنی نجی زندگی قبول کر لی تھی۔"

"اور اپنی نجی زندگی پر غور کرتے ہوئے مجھے سروپ کی بیوی شانتی یاد آئی...... جسے گار مو میرے حکم پر قاسم دادا کے غنڈوں سے بچا کر اسی محل میں لے آیا تھا۔"

"شانتی کہاں ہے؟" میں نے لڑکی سے دریافت کیا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہیں آقا!"

"انہوں نے کھانا کھا لیا؟"

"انہیں آپ کا انتظار تھا۔"

"کہو! کھانے پر ان کا انتظار ہو رہا ہے۔"

"لڑکی مجھے تعظیم دیتی ہوئی اُلٹے پاؤں واپس چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد شانتی کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں واپس آگئی...... سچ یہ ہے کہ شانتی کے چہرے پر ایسا نکھار تھا جیسے ابھی ابھی کوئی کلی چٹک کر گلاب بنی ہو...... ایک بار اس کے چہرے پر نظر پڑی تو وہیں جم کر رہ گئی۔ میں نے زیبائی اور رعنائی کے الفاظ پڑھے تھے...... لیکن شانتی کے شگفتہ سنہرے سنولائے چہرے کو دیکھ کر یاد آیا رعنا کہیں جسے، زیبا کہیں جسے۔"

"میں نے اپنی زندگی میں تم سے زیادہ جھوٹا آدمی نہیں دیکھا...... سکندر" اس نے شکایت بھری نظروں سے کہا۔"

"پہلے قصور تو بتا دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے برابر کی کرسی پر بٹھا لیا۔"

"یہ بتاؤ کہ تم نے اپنی اصل حیثیت کو مجھ سے کیوں چھپایا تھا۔"

"تم نے مجھ سے کب پوچھا تھا؟ خیر کھانا تو شروع کرو۔"

"نہیں! بہت سی باتیں ابھی جواب طلب ہیں...... وہ مجھ سے ذرا دور ہٹ کر بیٹھ گئی۔"

"پہلے کھانا کھا لو شانتی پھر میں تمہاری ساری باتوں کا بہت تفصیل سے جواب دے دوں گا۔"

"پھر وہ جب تک کھانا کھاتی رہی اس نے میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا...... شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنی بہت سی مودب لڑکیوں کو دیکھ کر اسے خیال آیا ہو کہ اسے مجھ سے اتنے بے تکلف انداز میں سب کے سامنے باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔"

"کھانا ختم کر کے ہم سٹنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے...... ایک لڑکی چاندی کی ٹرالی میں مشروبات اور پھل رکھ کر ادب سے واپس چلی گئی، اس کے جاتے ہی شانتی میرے برابر صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔

"سکندر! یہ سب کچھ کیا ہے...... میں واقعی اب پاگل ہو جاؤں گی۔"

"لیکن وہ خود مجھ سے اتنا قریب آگئی تھی کہ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو سچ مچ پاگل ہو گیا ہوتا، اس نے شاید ابھی ابھی نہا کر گلابی رنگ کی ساڑھی بدلی تھی اور میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ کیا وہ کاٹیج سے یہ لباس اپنے ساتھ لے کر آئی تھی...... مجھے اعتراف ہے کہ عورتوں سے باتیں کرنے کا ڈھنگ مجھے نہیں آتا، لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ وہ میرے دوست کی بیوی تھی...... اسے ایک شائستہ سوچ ہرگز نہیں کہا جا سکتا تھا۔"

"اب میرے بارے میں زیادہ مت سوچو سکندر! مجھے صرف یہ بتاؤ کہ اتنے بہت سے اور اتنے قیمتی ملبوسات اور زیورات مجھے دینے کا تمہیں کہاں سے حق پہنچ گیا، لیکن یہ دوسری بات تھی...... پہلی بات یہ ہے کہ تم ایک پرنس ہو اور یہ بات تم نے کاٹیج میں مجھ سے کیوں چھپائی۔"

اس کا چہرہ غصہ میں تھوڑا اور گلابی ہو گیا تھا اور میں یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ واقعی غصہ میں ہے...... یا خود کو غصہ میں ظاہر کرنا چاہ رہی ہے۔"

"تعجب ہے تم نے سروپ کے بارے میں اب تک مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔"

"وہ حیرت سے میرا منہ دیکھنے لگی۔"

"کیوں؟ جب مجھے غنڈوں سے تم چھڑا کر یہاں لائے تھے...... تب تم ہی نے بتایا تھا
سروپ صرف معمولی زخمی ہوا ہے اور تم رات میں کسی وقت اسے یہاں لے کر آجاؤ گے۔"

"چلو یونہی سہی۔" میں سمجھ گیا کہ گار مو بدمعاشوں کے سامنے میرا بھیس بدل کر
ہو گا اور شانتی سے بھی اس نے اسی بہروپ میں بات کی ہو گی۔"

"پر شانتی! میرے آنے کے بعد تو تمہیں مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا کہ سروپ کہاں ہے؟"

"مجھے تم پر اعتماد ہے سکندر! کہ جب تم اکیلے اتنے غنڈوں پر حاوی ہو سکتے ہو تو سر
کے لئے تم اپنی جان بھی دے سکتے ہو، وہ جہاں بھی ہو گا...... خیریت سے ہی ہو گا۔"

"اور فرض کرو کہ وہ خیریت سے نہ ہو۔"

"میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم جیسے دوست کی موجودگی میں وہ خیریت سے ہی؛
ورنہ تم تنہا نہ آتے...... اس کا قاتل اس وقت تم میرے حوالے کر چکے ہوتے...... خیر
بتاؤ کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ میں سروپ کی بیوی ہوں، تمہیں اتنے قیمتی تحا
دینے کا مجھے کیا حق پہنچتا ہے۔"

"تحائف واپس کر دو۔" میں نے آہستہ سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور تم برا نہیں مانو گے۔"

"نہیں! کیونکہ کم از کم تم میرا ایک تحفہ یہ ساڑھی اپنی خوشی سے قبول کر چکی ہو۔"

"اس لئے سکندر! کہ تمہاری ملازمہ نے جو میری خدمت کے لئے معمور کی گئی
اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہارے آنے سے پہلے میں تمہارے پسندیدہ رنگ کی یہ سا
پہن لوں۔"

"اور تم نے محض اس کے کہنے کی بنا پر یہ ساڑھی پہن لی۔"

"ہاں۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "شاید تمہاری دولت نے مجھے مسحور کر لیا ہے۔"

"صرف دولت نے۔" میں نے آزردگی سے کہا۔"

"میری دوستی نے نہیں۔"

"تم میرے نہیں...... سروپ کے دوست ہو۔"

"اگر تم مجھے سروپ سے پہلے ملتیں تو اس بھری دُنیا میں تم تنہا میری دوست ہوتیں۔"

"وہ حیرت سے میرا چہرہ دیکھنے لگی۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"شانتی...... مجھ میں بہت سی خرابیاں ہیں، لیکن میں جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔"

"پھر تم نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ تم ایک بے حد دولت مند آدمی ہو۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بہت فرق پڑتا ہے، سکندر اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔"

اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم اتنے بڑے آدمی ہو تو جب تم ہمارے کاٹیج میں آئے تھے، تب ہی میں سروپ سے کہہ دیتی کہ وہ تمہیں اس ملک کے بہت بڑے کلینک میں داخل کرا آئے...... میں نے تو تمہیں اپنا جیسا غریب سمجھ کر تمہاری سیوا کی تھی اور یہ کہتے ہوئے کوشش کے باوجود وہ اپنے آنسو نہ ضبط کر سکی۔

"ایمان کی بات تو یہ ہے کہ یہ عورت میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی...... اب میرے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ سروپ خیریت سے واپس آجائے اور اس کی یہ خوبصورت امانت اسے سونپ کر میں اس کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اپنے دل کے دروازے بند کر لوں...... روتے روتے اس نے اپنے رخسار میرے شانے پر رکھ دیئے...... اور میں جسے گولیوں اور خنجروں کی کاٹ کی جلن کبھی محسوس نہ ہوئی تھی، یوں محسوس کرنے لگا کہ میرے شانے پر کسی نے انگارے رکھ دیئے ہوں۔"

"شانتی! پلیز میرا تھوڑا سا خیال کرو۔" میں نے خوشامدی لہجے میں کہا۔

"تم نے جہاں اپنا رخسار رکھا ہے...... اتنا حصہ اب تک ایک بڑے انگارے کے برابر

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

جل چکا ہے۔"

"ارے ہاں! وہ اپنا رونا بھول کر دفعتاً سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"وہ تمہاری پشپا کہاں ہے؟"

"بلاؤں۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جلنے کہیں اور ہو اور الزام مجھ پر رکھ رہے ہو...... دیکھو میں پشپا کو سچ سچ بتا دوں گی کہ اس کی موجودگی کے باوجود یہ تمہارے شہزادے صاحب میرا چہرہ دیکھ کر کبھی کبھی بہکنے لگتے ہیں۔"

"میں تو کچھ بھی نہیں بہکا شانتی...... مجھے تو سروپ بیچارے پر رحم آتا ہے...... تمہارے اس تپتے حسن نے اس کے تو پورے وجود کو جلا کر راکھ کر دیا ہوگا...... جب ہی تو امر راج جیسے چوہے کے ہاتھ آسانی سے آگیا۔

"سکندر تمہیں بات کاٹنا خوب آتی ہے۔"

"اپنی اس پشپا کو بلاؤ نا۔"

"تم بھی کیا یاد کرو گی...... میں نے صوفے سے اُٹھتے ہوئے کہا۔" ابھی بلواتا ہوں۔

"سٹنگ روم سے جیسے ہی باہر نکلا...... دروازے سے لگی ہوئی ملازمہ سر جھکائے کھڑی تھی اور پہلی بار مجھے یہ احساس ہوا کہ یہاں کی تمام لڑکیاں ایک عمر اور ایک شکل کی ہیں...... صرف ان کے رنگ برنگے لباس انہیں ایک دوسرے سے مختلف کرتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔" میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔

"تارہ متی...... میرے آقا...... اس نے جھک کر میرے پیر چھوتے ہوئے کہا۔"

"امر راج کہاں ہے؟"

"برابر کے کمرے میں۔"

"برابر کے کمرے میں۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اور وہ کوئی احتجاج بھی نہیں کر رہا تھا...... میرا مطلب ہے اس کے شور کرنے یا چیخنے

وغیرہ کی کوئی آواز نہیں آرہی ہے۔"

"دیوی نے اس کی یادداشت اس سے چھین لی ہے۔"

"پھر۔"

"جس آدمی کو یہی یاد نہ ہو کہ وہ کون ہے؟ وہ کیا احتجاج کرے گا آقا۔"

"بہرحال اسے سٹنگ روم میں لایا جائے۔"

"یہ کہتے ہوئے میں کمرے میں واپس آگیا۔"

"تم کیسے ہو جی...... شانتی تنک کر بولی...... میں تو سمجھی تھی کہ پشپا کو اس طرح اپنے ساتھ لے کر آؤ گے، جیسے کوئی بادشاہ اپنے ساتھ ملکہ کو لے کر آتا ہے۔"

"وہ بھی آئی جاتی ہے...... یہ وعدہ کرو اسے دیکھ کر گھبرا نہیں جاؤ گی۔"

"پتہ نہیں...... ہم دونوں میں سے کون کسے دیکھ کر گھبرا جائے، وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

لیکن جیسے ہی دروازے پر اس کی نظر پڑی اسے سکتہ ہو گیا۔"

"سامنے امر راج کھڑا تھا...... شانتی کا سابق شوہر جس سے سروپ شانتی کو چھین کر اپنے گھر لے آیا تھا۔"

"سکندر! یہ تمہیں کہاں ملا۔"

"جہاں تم نے مجھے سروپ کی تلاش میں بھیجا تھا۔"

"شانتی آہستہ آہستہ امر راج کی طرف بڑھ رہی تھی...... امر راج مجھے اور شانتی کو اس طرح دیکھ رہا تھا...... جیسے زندگی میں پہلی بار ہم دونوں سے ملا ہو...... شانتی نے اس کے قریب پہنچ کر چند لمحے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور پھر اچانک اس کا بھرپور تھپڑ امر راج کے چہرے پر پڑا۔"

"بے غیرت...... بے حیا...... اور یہ کہتے ہوئے وہ واپس مڑی اور میرے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اسی لمحہ مجھے اپنے قریب سے گارمو کی آواز سنائی دی۔"

"آقا! سروپ مر گیا!"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"شانتی کا جسم ہولے ہولے میرے وجود میں کانپ رہا تھا۔"

"سروپ مر گیا!"

سرگوشی میں گارمو کے یہ الفاظ مجھے یوں محسوس ہوئے جیسے بے خبری میں خامو سے کوئی سینے میں خنجر اتار دے...... میرے سامنے کھڑا ہوا امرراج شانتی کو اس طرح دیکھ تھا...... جیسے کوئی اجنبی کسی اجنبی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو...... گارمو نے شاید اس یادداشت اس سے چھین لی تھی...... شانتی میرے سینے سے سر لگائے آہستہ آہستہ سسک بھر رہی تھی...... اپنے سابق شوہر کو دیکھ کر اسکے وہ تمام زخم تازہ ہو گئے تھے جو امرراج کی اذ پسندی نے اس کے سنہرے بدن پر نیلے داغوں کی شکل میں مہر کی طرح ثبت کر دیئے تھے اب میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شانتی کو کن الفاظ میں سروپ کے مرنے کی خبر پہنچاؤں

"وہ سروپ سے نفرت کرتی تھی آقا۔" مجھے گارمو کی آواز پھر سرگوشی میں سنائی د

"چپ ہو جاؤ۔" میں غصہ سے چیخ پڑا۔

شانتی سمجھی شاید میں اسے رونے سے منع کر رہا ہوں...... وہ ایک جھٹکے میں مجھ علیحدہ ہو گئی۔

اس کے گلابی رُخسار آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے اور وہ مجھے ایسی رحم طلب نظرو سے دیکھ رہی تھی، جیسے میں نے کسی چھوٹی سی چڑیا کو اُٹھا کر زور سے زمین پر پٹخ دیا ہو...... لیک ایک ساتھ اس کی نگاہیں میرے پیروں پر پڑیں، جہاں چمکیلے سانولے رنگ کا نوعمر لڑکا گار میرے قدموں پر پڑا زیر لب کہہ رہا ہو۔

"رحم میرے آقا رحم۔"

اور تب دفعتاً ہی شانتی کی سمجھ میں آیا کہ غلطی اس سے نہیں بلکہ میرے اس غلام ہوئی ہے۔

"اُٹھ جاؤ گارمو۔" میں نے اپنے غصہ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اور آئندہ میرے خیالوں سے آگے سفر کرنے کی جرات نہ کرنا۔"

"آقا کا حکم میرے سر آنکھوں پر۔" یہ کہہ کر وہ نگاہیں نیچی کئے سر جھکائے میرے آئندہ حکم کا منتظر کھڑا رہا۔

"تم اچانک اتنے بے رحم کیوں ہو جاتے ہو سکندر؟" شانتی نے جھجکتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

"اور یہ کون آدمی ہے؟"

"میرا ایک ملازم۔"

اور میں نے سوچا کہ شانتی کو سروپ کی موت کی اطلاع دینے کے لئے شاید یہی مناسب وقت ہے۔

یہ ایک انتہائی افسوس ناک خبر لے کر آیا ہے...... میں نے آہستہ سے کہا۔

"سروپ کے بارے میں؟"

"ہاں...... سروپ تمہارے اس سابق شوہر امرراج کے تہہ خانے سے بحفاظت تمام اپنے کاٹیج پر پہنچا دیا گیا تھا...... بظاہر وہ ٹھیک ٹھاک معلوم ہوتا تھا، لیکن ابھی کچھ دیر پہلے وہ اچانک مر گیا۔"

وہ چند لمحے بت بنی ہوئی میرا چہرہ دیکھتی رہی...... پھر سر جھکا کر اس نے زیر لب کہا۔

"مجھے معلوم تھا سکندر! کہ وہ کسی دن اتنی ہی خاموشی سے چلا جائے گا۔"

"کیسے؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"تم نے پہلے تو کبھی اس کا ذکر نہیں کیا!"

"وہ دل کا مریض تھا سکندر! ڈاکٹروں نے اسے مسلسل آرام کا مشورہ دیا تھا، لیکن پچھلے ایک سال سے شاید وہ چند راتیں ہی سو سکا۔"

"لیکن شانتی۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا سروپ اتنا برا تھا کہ اس کے لئے تمہاری آنکھوں میں ایک بھی آنسو نہیں ہے۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"میرے پاس دکھاوے کا ایک بھی آنسو نہیں ہے سکندر۔"

"کیا تم مجھے جلد از جلد کاٹیج بھجوا سکتے ہو۔"

"ابھی چند منٹ کے اندر...... لیکن کریا کرم سے پہلے ایک بار اس کا چہرہ دیکھنا چاہوں گا۔"

"اس کا کریا کرم تو اب صبح ہی کو ہوگا۔"

"میں تمہارے ساتھ چلوں۔"

"نہیں سکندر...... کاٹیج میں میری حیثیت سروپ کے نائب کی ہے...... اس وقت اس کے تمام آدمی اسے الوداعی سلام کہنے کے لئے اس کی ارتھی کے اطراف جمع ہوں گے۔ ہمیں باہمی مشورے سے بہت سی باتیں طے کرنا ہوں گی اور شاید ایسے موقع پر وہ لوگ کسی اجنبی کو اپنے درمیان پسند نہ کریں۔"

"لیکن تمہارا اور سروپ کا مجرم...... امر راج یہ سامنے کھڑا ہے...... اس کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ تو تم ہی کو کرنا ہے۔"

"یہ فیصلہ دو ایک دن کے انتظار کے بعد بھی ہو سکتا ہے...... اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا...... میں اس وقت جلد سے جلد کاٹیج پر پہنچنا چاہتی ہوں۔"

"گارمو!"

"غلام حکم کا منتظر ہے۔"

شانتی کو ایک جیپ میں تم خود کاٹیج چھوڑ آؤ...... پھر میں نے شانتی کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"وہاں تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو تم بلا جھجک گارمو کو حکم دے سکتی ہو۔"

"سروپ کی جگہ لینے کے کئی دعویدار ہو سکتے ہیں۔"

اس نے جیسے خود سے کہا...... لیکن مجھے اپنی جانب متوجہ پا کر اچانک چپ ہو گئی۔

"کون لوگ ہیں وہ؟" میں نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو اب وہیں جا کر معلوم ہوگا...... لیکن سکندر! کیا تم یہاں سے دو چار ایسے لوگوں کا انتظام کر سکتے ہو جن پر میں مکمل بھروسہ کر سکوں؟"

"تم جب کاٹیج پہنچو گی تو میرے آدمی وہاں موجود ہوں گے، جو ضرورت پڑنے پر تمہاری ہر قسم کی مدد کریں گے۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے گارمو کی جانب دیکھا...... گارمو نے میرا مطلب سمجھ کر سر جھکا دیا اور شانتی کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔

اب میرے محسن سروپ کا قاتل، امر راج، کمرے میں تنہا میرے سامنے کھڑا تھا...... لیکن ایک بے دست و پا دشمن سے بات کرنے میں کوئی مزا نہیں تھا...... یوں بھی سروپ کی بے وقت اور اچانک موت نے میرے پورے وجود کو اتنا ویران کر دیا تھا کہ روح کے اندر ہر طرف خاک ہی خاک اُڑ رہی تھی...... میں نے آہستہ سے تالی بجائی...... ایک لڑکی سامنے آ کر سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

"امر راج کو اس کے گھر واپس بھیج دیا جائے۔" میں نے بیزاری سے کہا اور اس کی یادداشت اسے واپس کر دی جائے۔"

"بسر و چشم آقا۔" لڑکی نے شرمندہ سی ہوتے ہوئے ادب سے جواب دیا۔

"لیکن دوسرے مجرم جمالے سے صبح ناشتہ کے بعد ملاقات کروں گا۔"

رات کافی بیت چکی تھی اور میں نے ایک ہنگامہ خیز دن گزارا تھا...... شاید یہی وجہ تھی کہ تھکن اور اُداسی کی بنا پر بستر پر لیٹتے ہی میری آنکھیں خود بخود بند ہوتی چلی گئیں۔

صبح ہوتے ہی اچانک ایک سنسنی خیز احساس سے میری آنکھ کھل گئی۔

صبح ہوتے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا اور سفید ساڑھی میں ملبوس ایک چاند کی طرح دمکتا چہرہ میری پیشانی کو بوسہ دے رہا تھا...... میں تیزی سے بستر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور میری خواب گاہ ایک مترنم ہنسی سے مہک اُٹھی۔

"تم تو بڑے جی دار مرد ہو سکندر۔" اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"پھر عورتوں سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟"

"آپ کون ہیں؟" میں نے غصہ سے پوچھا۔

"اور رات کے اس پہر میرے کمرے میں کیا کر رہی ہیں۔"

"تم نے پشپا سے تو کبھی یہ سوال نہیں پوچھا کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ کیوں رہ
تھی۔" لڑکی نے بے تکلفی سے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو تم نرگس ہو...... وہ لڑکی جس کا پشپا نے عارضیاً جسم حاصل کیا تھا۔"

"نہیں۔" وہ اب بھی میری گھبراہٹ دیکھ کر مزے لے رہی تھی۔"

"میں نرگس نہیں بلکہ اس کی بے شمار کنیزوں میں سے ایک کنیز ہوں۔"

"بڑی دیر بعد تمہاری نرگس کو میرا خیال آیا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پولیس مجھے مردہ سمجھ کر ایک جنگل میں پھینک آئی تھی...... تب تم لوگوں نے سو
ہو گا کہ تمہاری اس صدی کی تاجدار ہز ہائی نس نرگس صاحبہ کا اقبال بلند رہے...... انہیں م
جیسے سکندر بہت مل جائیں گے، لیکن انجھانی سروپ اور اس کی بیوی شانتی نے جب دن را
میری دیکھ بھال کر کے مجھے اللہ کے حکم سے نئی زندگی بخش دی...... تب دیوی کی طرف
مجھے انعام میں گارمو اور "آنند محل" ملا اور بازی پلٹتے دیکھ کر اب ہز ہائی نس نرگس صاحبہ
تمہیں بھیجا ہے کہ میری پھر کوئی زیادہ قیمت لگا کر مجھے بکاؤ مال کی طرح خرید کر ان کے حضو
حاضر کر دیا جائے۔"

میں نے اس کے نرم و نازک ہاتھ کو ایک جھٹکا دے کر اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا۔

"چلی جاؤ یہاں سے۔"

میرے لہجے میں سانپ جیسی پھنکار تھی اور میرے اندر سکندر ایک انگڑائی لے کر اب
پوری طرح بیدار ہو چکا تھا...... میں نے اسے بتایا کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ آنند محل سے
مجھے یہاں کس طرح اور کب لائیں، لیکن اگر تم مجھے یہاں نہ بھی لاتیں تو آنند محل میں صبح
قاسم وادا کے چچے جمالے سے اپنا حساب صاف کر کے میں خود ہی دیوی کو، گارمو کو

سادھو مہاراج کو اور آنند محل اور آنند محل کے ساتھ پشپا، نرگس اور تم جیسی اس کی تمام
کنیزوں اور تمام غلاموں کو جو جادو منتر کے ذریعے پیدا ہوئی ہیں اور خبیث ارواح سے زیادہ
اہمیت نہیں رکھتیں، ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ دینا چاہتا تھا۔

"سنو!" اس بار میرا ہاتھ اس کے شانے پر تھا...... تم جو کوئی بھی ہو براہ کرم اپنی اس
صدی کی حکمران نرگس تک میرا یہ پیغام ضرور پہنچا دو کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں......
مجھے اپنے اللہ کے علاوہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ میں غیر اللہ کے سہارے زندہ رہنا
پسند کرتا ہوں...... موت اور زندگی میرے رب کے ہاتھ میں ہے...... اس سے...... وہ جو
کوئی بھی ہے کہہ دو کہ سکندر کو نہ لڑکیاں چاہئیں، نہ دولت چاہئے، البتہ میرا دوست رحیم
مجھے واپس مل جانا چاہئے۔"

"بس یا کچھ اور کہنا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ آہستہ سے میری کمر میں
حمائل کر دیا، لیکن اس بار میں اپنی پوری قوت صرف کرنے کے باوجود خود کو اس کی گرفت
سے آزاد نہ کر سکا۔"

"میں تمہاری تمام باتوں کا جواب اسی طرح دے سکتی تھی...... سکندر کہ تمہیں اچھی
طرح یہ احساس ہو جائے کہ تم ایک بے بس آدمی ہو اور تمہاری تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ
بہر حال پورا ہو کر رہے گا۔"

اس کے لہجے میں تلوار جیسی کاٹ تھی۔

"تم اب دیوی اور سادھو کو وقتی طور پر بالکل بھول جاؤ...... ایک معاہدے کے تحت اب
وہ لوگ کچھ عرصہ تک تمہارے سامنے بالکل نہیں آئیں گے...... مجھے حکم دیا گیا ہے کہ
تمہاری مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے...... شاید آئندہ کئی دن تک میں یا پشپا بھی
تمہارے راستے میں نہیں آئیں گے...... تم اپنی مرضی کے پوری طرح مالک ہو...... ہاں اگر
تمہیں رحیم یا رحیم کو حاصل کرنے کے لئے پشپا کی ضرورت پڑے تو صرف پشپا کو آواز دینا
کافی ہو گا اور نرگس صاحبہ اسے تمہیں بخشش کے طور پر دے چکی ہیں۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"مجھے رحیم کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔" اپنی مجبوری پر اب میری آنکھیں
ہو چلی تھیں۔

"سوری سکندر صاحب۔" اُس نے جاتے ہوئے کہا۔

"بعض مصلحتوں کی بنا پر آپ رحیم کو کچھ دن کے لئے بالکل بھول جائیں...... جاتے جاتے وہ دروازے پر رُک گئی اور کہنے لگی...... پشپا بہر حال آپ کی خدمت پر معمور رہے گی اسے آپ ایک طرح سے اپنا باڈی گارڈ تصور کر سکتے ہیں...... ایک ایسا محافظ جسے آپ کی جان کی حفاظت کرنے کا حکم دیا جا چکا ہے...... آپ چاہیں یا نہ چاہیں وہ ہر آڑے وقت پر آپ کی لاشعوری طور پر مدد کرتے رہے گی، کیونکہ نرگس صاحبہ کو آپ کی جان ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، لیکن چلتے چلتے میں ایک مشورہ ضرور دوں گی کہ پشپا ایک ایسی قوت کا نام ہے جو برس برس کی انتہائی کڑی عبادتوں کے بعد بھی بڑے بڑے مہار شیوں کو بھی حاصل نہیں ہوتی...... آپ تو قسمت اتنی اچھی لے کر آئے ہیں کہ پشپا آپ کے قدموں پر بیٹھی ہے اور آپ کفران نعمت کر رہے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ آہستہ سے دروازے سے باہر نکل گئی اور میں بے دم سا ہو کر اپنے بستر پر گر پڑا۔

صبح کوئی گیارہ بجے کے قریب میری آنکھ کھلی...... خدا کا شکر ادا کیا کہ میں اپنے ہی گھر میں اپنے ہی بستر پر ہوں...... مجھے یوں لگا جیسے میں بھیانک خواب دیکھ کر بیدار ہوا ہوں...... صحن میں کئی دن کے اخبارات جمع ہو گئے تھے...... ہر طرف گرد جمی ہوئی تھی...... سوچا پہلے گھر ٹھیک ٹھاک کر لوں، بعد کو نہا دھو کر شہر کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد کوئی اگلا قدم اُٹھاؤں گا...... ابھی میں بستر سے اُٹھا ہی تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی اور نہ جانے کیوں مجھے پہلی بار خود اپنے اُوپر رحم آ گیا...... اس دروازے پر مدت سے پولیس یا دشمنوں کے علاوہ کسی دوست نے دستک نہیں دی تھی...... دبے قدموں میں صحن پار کر کے دروازے کے پاس گیا اور کواڑ کے سوراخ سے جو خاص طور سے اس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا، احتیاط سے باہر جھانک کر دیکھا تو استاد چھنگا کا ایک شاگرد نصیرے بے چینی سے دروازہ پیٹ

رہا تھا...... مجھے تعجب اس بات پر ہوا کہ استاد کو اچانک میرے آنے کی اطلاع کس طرح ہوئی...... میں نے جلدی سے دروازہ کھول کر ہاتھ پکڑ کر جلدی سے نصیرے کو اندر کیا اور پھر دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیسے آنا ہوا نصیرے؟"

"تمہیں استاد نے ابھی بلایا ہے۔"

"استاد کو میرے گھر پہنچنے کی اطلاع کس نے دی۔"

"پتہ نہیں...... میں اکھاڑے میں پہنچا تو استاد باہر ہی ٹہل رہے تھے...... مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے کہ سکندر کو بلا لا اور رحمت علی سے کہتے ہوئے جانا کہ اکھاڑے میں شام کو ایک من لڈو پہنچ جائیں۔"

میری آنکھیں نم ہو گئیں...... استاد چھنگا کے اگر کوئی اپنا بیٹا ہوتا تب بھی وہ شاید اس سے اتنی محبت نہ کرتے جتنی استاد مجھ سے محبت کرتے تھے...... لیکن وہ ٹوٹ کر جس طرح مجھ سے پیار کرتے تھے، میں بدلے میں اب تک ان کے لئے کچھ بھی نہ کر سکا تھا۔

"پر نصیرے کچھ تو بتا انہیں میرے گھر پہنچنے کی اطلاع کس نے دی؟"

"یہ استاد ہی سے پوچھ لینا...... اب تم سیدھے اکھاڑے پہنچو میں رحمت علی سے مٹھائی کا کہنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر نصیرے باہر جانے کے لئے مڑا، لیکن اچانک مجھے خیال آیا کہ استاد چھنگا خود بھی کئی بار اس شبہ کا اظہار کر چکے تھے کہ نصیرے پولیس کی مخبری کرتا ہے...... پھر نصیرے نے نہ مجھے گھر واپس آنے کی مبارک باد دی نہ یہ پوچھا کہ اتنے دن کہاں رہے...... کیسے رہے، بس اس نے تو اجنبی کی طرح ایک پیغام دیا اور واپس جانے لگا...... یہ خیال آتے ہی میں نے پیچھے سے اس کی گردن داب لی...... اس نے گھبرا کر پلٹ کر دیکھا...... اس کی گول گول چھوٹی آنکھیں حیرت سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔

"کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی سکندر۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"غلطی کا تو ابھی پتہ چل جائے گا نصیرے۔" میں نے جھٹکا دے کر اسے فرش پر گرا
"یہ بتا اس گھر کی مخبری تو کب سے کر رہا ہے؟" اور یہ کہتے ہوئے میں اس کے
ایک ٹھوکر جمانے ہی والا تھا کہ وہ ہاتھ جوڑ کر رونے لگا۔

"معاف کر دو...... سکندر بھیا...... شرفو ٹھیک ہی کہتا ہے تم سے کوئی بات
چھپ سکتی۔"

یہ کہتے ہوئے میری ٹھوکر سے بچنے کے لئے اس نے فرش پر لیٹے ہی لیٹے پلٹی ک
لیکن اس دوران میری ٹھوکر اس کی پیٹھ کی ہڈیوں کو کئی جگہ سے علیحدہ کر چکی تھی اور ت
کی شدت سے وہ بری طرح چیخ رہا تھا...... مجھے پتا تھا کہ درد سے زیادہ وہ ہمدردی حاصل ک
کے لئے چیخ رہا ہے، کیونکہ اکھاڑے میں دو چار ہڈیوں کا نکل جانا ایک معمولی بات سمجھ
ہے، مگر اب خود نصیرے نے یہ بات ظاہر کر دی تھی...... استاد چھنگا کا تو اس نے بہانہ
اس وقت یہاں آنے کا اس کا کوئی اور مقصد تھا...... میں نے آگے بڑھ کر اپنا پیر اس کی گ
پر رکھ دیا۔

"دیکھ نصیرے تجھے معلوم ہے کہ میرے کمرے کے نیچے تہہ خانے میں تج
جاسوسوں کی ہڈیوں پر سانپ اور بچھو رینگ رہے ہیں...... سیدھی طرح بتا دے ک
یہاں کس نے بھیجا ہے، ورنہ چند لمحے بعد تو اپنے ہم پیشہ مخبروں کی ہڈیوں کے ڈھیر
ہوش پڑا ہوگا۔"

"استاد بس ایک بار معاف کر دو میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں۔" اس نے گھگیا کر

"جلدی کر۔" مجھ پر سچ مچ خون سوار ہونے لگا تھا۔

"بات یہ ہے استاد۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی کمر کو دباتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پیچھے استاد چھنگا نے بڑے کورٹ تک تمہارا مقدمہ لڑا تھا اور تمہیں
نے بے قصور قرار دے کر سارا الزام پولیس پر رکھ دیا...... پولیس نے اب عدالت سے
راضی نامہ کرنے کے لئے مہلت لے لی ہے۔

"استاد میری بات مان لو...... پولیس کی دشمنی سے تمہیں کیا حاصل ہوگا...... راضی نامہ
کر لو اور معاملہ ختم کر دو۔"

"حالانکہ انہوں نے مجھے ختم کر دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی...... خیر یہ بتا کہ
تجھے میرے آنے کی اطلاع کیسے ملی۔"

"میری ڈیوٹی پولیس نے اس گلی ہی میں لگا دی تھی...... رات میں نے تمہیں گیارہ بجے
بڑی سی گاڑی میں ایک لڑکی کے ساتھ یہاں آتے دیکھا تھا...... رات ہی کو میں نے اس کی
اطلاع پولیس انسپکٹر رضا کو دے دی تھی...... وہ اب پہنچنے ہی والے ہوں گے، لیکن ان کے
آنے سے پہلے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ رات کو مجھے دھوکا تو نہیں ہوا تھا۔"

ویسے میرے لئے یہ خبر ایک بڑی خبر تھی کہ مجھے پولیس کے تمام جھوٹے مقدموں
سے اب نجات مل چکی ہے اور میں آزادی سے ملک میں گھوم پھر سکتا ہوں، لیکن نصیرے نے
مجھ سے جھوٹ کیوں بولا...... کیا معلوم وہ اپنی اس بات میں بھی کس حد تک سچا تھا...... میں
ابھی ان ہی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ ایک موٹر سائیکل دروازے پر آ کر رکی...... میں انسپکٹر
رضا کی موٹر سائیکل کی آواز کو پہچانتا تھا، لیکن اس سے پہلے کہ میں بڑھ کر دروازہ کھولوں......
نصیرے کراہتا ہوا خوشی سے اُٹھا اور اس نے تیزی سے دروازہ کھول دیا...... رضا کی نظر سب
سے پہلے نصیرے ہی پر پڑی۔

"ارے نصیرے یہ تو نے کیا حالت بنا رکھی ہے...... کیا پھر کہیں مار پیٹ کر بیٹھا۔"

"نہیں مالک۔" وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"ابھی یہاں آتے ہوئے تانگے سے گر پڑا...... پیٹھ اور کمر میں کئی زخم آئے ہیں۔"

رضا کے ساتھ تھانے کا اے ایس آئی ملک شاہ بھی تھا...... رضا نے اسے حکم دیا کہ
اسے فوراً پولیس ہسپتال لے جا کر اس کا علاج معالجہ کرائے اور پھر گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ
ملاتے ہوئے بولا۔

"سکندر صاحب! آپ تو واقعی عید کا چاند ہو گئے۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"آپ لوگوں نے تو مجھے دفن کرنے کی اپنی جیسی کوئی کوشش چھوڑی نہیں تھ
میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شکر ہے کہ زندہ تو ہوں۔"

"اچھا ہے اب ہم ماضی کو بھلادیں سکندر صاحب...... ہم دونوں کو اسی شہر میں
ہے۔ آج مہلت کی آخری تاریخ ہے...... اگر عدالت میں آج راضی نامہ نہ داخل ہوا تو لا
پولیس کے کئی سینئر افسر لمبی مدت کے لئے اندر چلے جائیں گے۔"

"رضا صاحب۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا آپ کا واقعی یہ خیال ہے کہ لاہور پولیس کے سینئر افسروں سے مجھے کسی بھی
کی کوئی ہمدردی یا دلچسپی ہوگی۔"

"نہیں سکندر...... تمہارے ساتھ جو بے انصافیاں ہوتی رہی ہیں...... مجھے ذاتی طو
ان کا سخت افسوس ہے، لیکن تم پڑھے لکھے آدمی ہو...... کچھ اُوپر کا دباؤ ہوتا ہے......
حکومت کا نشہ ہوتا ہے...... معاشرے میں کچھ لوگ اچھے ہوتے ہیں، کچھ برے ہ
ہیں...... یوں بھی یہ دور ایسا ہے کہ پارلیمان کا ہر رکن اپنے علاقے کا بے تاج بادشاہ بن
ہے...... ہم ملازم پیشہ لوگ ہیں...... ان کا حکم نہ مانیں تو نوکری سے جائیں، ان بے
بادشاہوں نے عوام پر اپنی دہشت قائم کرنے کے لئے اپنا اپنا علیحدہ ایک غنڈہ سیل
کر رکھا ہے...... تم سے زیادہ بہتر اس بات کو اور کون سمجھ سکے گا کہ شہر کا کوئی بھی بدمعا
عوامی حکومت سے پہلے کسی تھانے کے سامنے سے گزرتا ہوا ڈرتا تھا اب بے خوفی سے تھ
انسپکٹر کی میز پر پیر پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے اور اسے اس طرح آرڈر دیتا ہے جیسے وہ آئی جی یا
پی ہو...... کیا تمہارا خیال ہے کہ پولیس والے خود بھی اس صورت حال سے خوش ہ
گے...... کل رات ہی کی بات ہے، اصغر راجہ نے یونیورسٹی کی ایک لڑکی بلقیس کا پیچھا
لیکن جب تک گشت کا سپاہی راجہ کو سمجھاتا اس کا دوسرا ساتھی بلقیس کو لے اُڑا...... م
ات بھر کئی مقامات پر چھاپے مارے لیکن لڑکی کا ابھی تک کہیں پتہ نہیں چلا۔"

ادھر کورٹ کا وقت قریب آ رہا تھا...... میں اِدھر آنے کے لئے نکلا ہی تھا کہ اُوپر سے آرڈر
آئے کہ بلقیس ماں اور بھائیوں کے ظلم سے تنگ آکر خود اپنی مرضی سے اصغر راجہ کے پاس
گئی ہے...... لہٰذا کیس کو داخل دفتر کر دیا جائے۔

"لیکن رضا صاحب! آپ تو بتا رہے تھے کہ راجہ نے نہیں بلکہ اس کے کسی دوسرے
ساتھی نے بلقیس کو اغوا کیا ہے۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سکندر صاحب ہمارے یہاں سچ وہ ہے جس کے آرڈر اُوپر سے آئیں، رضا کے
چہرے پر ایک مردہ سی مسکراہٹ تھی۔"

"تو آپ کے خیال میں اس وقت بلقیس کہاں ہوگی۔" میں اب رضا کے ساتھ زیادہ
وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"کہاں ہو سکتی ہے؟" اس نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں خود مجھ سے سوال کیا۔

"آج صبح تک وہ اصغر راجہ کی تحویل میں تھی، لیکن اغوا شدہ لڑکیاں بہتے ہوئے پانی کی
طرح ہوتی ہیں...... ابھی یہاں ہیں اور ابھی وہاں ہیں...... تھوڑی دیر اور گزرے گی تو نہ
جانے کہاں ہوں گی، لیکن تم بلقیس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

"اس لئے کہ وہ کسی کی بہن ہے...... کسی کی بیٹی ہے۔" میں نے غصہ سے کہا۔

"میں اس میں اس لئے اتنی دلچسپی لے رہا ہوں کہ قاسم دادا کو اسے اغوا کرنے کا حکم دیا
گیا تھا، لیکن جب قاسم دادا اپاہج ہو گیا۔"

"وہ کل مر گیا۔" رضا نے مجھے اطلاع دی۔

"خس کم جہاں پاک۔" میں نے اپنی بات جاری رکھی۔

"وہ اپاہج ہو گیا یا مر گیا تو یہ کام میرے سپرد کیا گیا، یا یوں کہو کہ یہ کام میں نے اپنے ذمہ
لے لیا، تاکہ براہ راست اصغر راجہ سے ایک ٹکر لے سکوں، لیکن کل کا دن اس کے لئے سعد
دن تھا...... میں ایک دوسرے اہم کام میں لگ گیا اور میری بدقسمتی کہ اب تم مجھے بتا رہے
ہو کہ بلقیس اغوا ہو گئی...... رضا صاحب وہ تو خوشبو کا ایک جھونکا تھی، جس طرف سے گزر

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

جاتی...... جسم و جاں کو معطر کرتی چلی جاتی...... خدا غارت کرے ان لوگوں کو جو اب ہ
کے جھونکوں کو اغوا کرنے لگے ہیں...... میں سچ کہتا ہوں رضا صاحب اصغر راجہ کو اپ
جرم کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔"

"چھوڑو سکندر۔" رضا نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم کس کس بلقیس کے پیچھے بھاگتے پھرو گے...... میں تمہیں ایک بھائی کی حیثیت
ایک ہی مشورہ دے سکتا ہوں کہ خود کو اب کسی مصیبت میں نہ ڈالنا...... ہمارے محکمے کو تم
راضی نامہ کر کے ظاہر ہے کوئی خوشی نہیں ہوئی ہو گی...... وہ لوگ برابر تمہاری تاک م
رہیں گے کہ تم کوئی غلط قدم اٹھاؤ تو تمہیں اندر کر دیں...... میں تم سے درخواست کروں گا
اصغر راجہ پر لعنت بھیجو اور اپنی تعلیم کی طرف توجہ دو...... یہ ایم اے کا تمہارا آخری سال
اور یہ نہ بھولنا کہ تمہارے مرحوم باپ نے تم سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔"

"ٹھیک ہے رضا صاحب۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میرے قرضے میرے ذمے ہیں اور خود مجھ ہی کو ان قرضوں کی ادائیگی کرنا ہے......
فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

اس نے جلدی سے اپنی جیب میں سے ایک ٹائپ کیا ہوا کاغذ نکالا اور مجھے اپنا قلم د
ہوئے کہنے لگا۔

"یہ راضی نامہ ہے...... جو ابھی کورٹ میں داخل کرنا ہے، اس پر دستخط کر دو...... با
تم جانو تمہارا کام جانے۔"

میں نے راضی نامے پر دستخط کر کے اس کے حوالے کئے اور وہ خدا حافظ کہتا ہوا گھر
باہر نکل گیا۔

لیکن میرے راستوں میں تاریکیاں بکھیر گیا...... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک
لڑکی کی خاطر وہ اتنی جلدی کریں گے...... گار مو نے مجھے بتایا تھا کہ اصغر راجہ یہ بات بھول گیا
ہو گا کہ بلقیس کے سلسلہ میں میری اس کی کبھی کوئی ملاقات بھی ہوئی ہو گی، لیکن وہ صرف

میری ملاقات ہی تو بھولا ہو گا...... بلقیس تو اسے یاد رہی ہو گی اور اس نے ہوش میں آتے ہی
پہلا قدم یہ اٹھایا ہو گا کہ اپنے کسی پالتو غنڈے کو اس کے پیچھے لگا دیا ہو گا...... بیچاری بلقیس میں
نے دکھ سے سوچا...... صرف اتنی بات پر اغوا کی گئی کہ اس کے دونوں بھائی کسی پارٹی کی
سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہتے تھے اور اس دور کی حکومت کی ڈکشنری میں "انکار" کا کوئی
لفظ ہی نہیں تھا...... بہرحال یہ میرے رحمان و رحیم خدا کی مہربانی تھی کہ ابھی میں زندہ
تھا...... آزاد تھا اور سڑکوں پر نکل سکتا تھا۔

چنانچہ میں منہ ہاتھ دھو کر سڑک پر نکل آیا...... مجھے اس وقت نہ یہ خیال تھا کہ سروپ
کے مرنے کے بعد شانتی پر کیا بیتی ہو گی...... کالج پہنچ کر اس پر کیا گزری اور حالات کا اس نے
کس طرح مقابلہ کیا...... بہرحال وہ اس زندگی کی عادی تھی اور حالات سے بھرپور مقابلہ
کرنے کی ہمت رکھتی تھی...... سوال یہ تھا کہ اس وقت بلقیس کو کہاں تلاش کیا جائے......
انسپکٹر رضا کے بقول تو اغوا ہونے والی لڑکیاں تو تیز بہتے ہوئے پانی کی طرح ہوتی ہیں کہ ابھی
یہاں ہیں اور نگاہ اٹھا کے دیکھو تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کتنی دور نکل گئیں...... بلقیس کو تلاش
کرنے کا میرے پاس صرف ایک سرا تھا اور وہ سرا خود اصغر راجہ تھا...... ابھی صبح کے نو بجے
تھے...... اصغر راجہ یونیورسٹی کیمپس دوپہر سے پہلے نہیں پہنچتا تھا اور کبھی کسی ایک جگہ وہ قیام
نہیں کرتا تھا...... اس کے پاس صرف حکومت وقت کا سہارا تھا، ورنہ اس نے اپنے اتنے دشمن
پیدا کر رکھے تھے کہ کوئی بھی ہڈیوں کے لمبے تڑنگے ڈھانچے کو جو خود کو ابراہیم لنکن اور
مستقبل کا وزیراعظم کہلوا کر خوش ہوتا تھا...... ایک تھپڑ میں راہی ملک عدم کر سکتا تھا، مگر
میرے پاس وقت بہت کم تھا اور اصغر راجہ تک پہنچنے کے لئے میں انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن اپنی گلی سے مڑتے ہوئے اچانک مجھے رحمت دین نظر پڑ گیا، جو بظاہر سڑک پر بجلی
کے ایک کھمبے سے ٹیک لگائے صبح کا اخبار دیکھ رہا تھا...... رحمت دین بدنام سکیورٹی فورس کا
آدمی تھا اور سادہ کپڑوں میں ملبوس عموماً ان لوگوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتا تھا......
جنہیں بے تاج بادشاہوں نے شرپسندوں کا نام دے رکھا تھا...... اسے دیکھتے ہی مجھے خیال آیا

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کہ میرے حق میں عدالت کا فیصلہ کو بظاہر مقامی حکام نے تسلیم کر لیا تھا لیکن وہ مجھے آسانی سے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

"کہو رحمت دین آج کوئی شر پسند تم نے پکڑا یا نہیں۔" میں نے اس کے قریب جا بے تکلفی سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

رحمت دین کی اداکاری قابل دید تھی...... وہ اس طرح اُچھلا جیسے اس نے مجھے اپنی سے نکلتے دیکھا ہی نہیں تھا۔

"ارے سکندر میاں!" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اتنے دن کہاں غائب رہے میاں۔"

"پولیس کی خفیہ اطلاع پر تم نے اپنی فہرست میں تو مجھے مردہ لکھ ہی دیا ہوگا۔" میں ہنستے ہوئے جواب دیا...... البتہ ایک بات کا یقین کر لو تم نے تو اپنی فہرست سے میرا نام کاٹ ہوگا، لیکن میری فہرست میں تمہارا نام ابھی تک لکھا ہوا ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو سکندر میاں۔" گھبراہٹ میں اخبار اس کے ہاتھ سے گر گیا اور پیشانی پسینے سے بھیگ گئی تھی۔

"کیسی فہرست، کون سی فہرست کی بات کر رہے ہو، مدت ہوئی میں تو سکیورٹی فور کی ملازمت بھی چھوڑ چکا ہوں۔"

"پھر یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟"

"بس یونہی ذرا اخبار دیکھ رہا تھا۔"

"گڑبڑ ہو گئی رحمت دین...... تم خود کہہ چکے ہو کہ سکیورٹی فورس کی ملازمت چھوڑ ہو...... اب اگر میں نے تمہیں اپنا پیچھا کرتے ہوئے کہیں بھی کسی سڑک پر دیکھ لیا تو تمہا نوکری برقرار رہے یا نہ رہے لیکن اتنا یاد رکھنا کہ تمہاری کوئی ہڈی سلامت نہیں رہے گی۔"

اور یہ کہتے ہوئے میں تیزی سے آگے بڑھ گیا اور مجھے یقین تھا کہ رحمت دین کم آج میرا راستہ نہیں کاٹے گا۔

کچھ دور آگے بڑھ کر میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور موچی گیٹ کی طرف روانہ ہو گیا، مسز راجہ کا ڈرائیور موچی گیٹ کا مشہور غنڈہ تھا اور بلقیس کے سلسلہ میں اس سے بہت سی کام کی باتیں معلوم ہو سکتی تھیں...... میں نے وہاں پہنچ کر ایک سنسان سی گلی میں ٹیکسی رکوائی اور ٹہلتا ہوا رفن خاں کے ہوٹل پہنچ گیا...... رفن خاں کا یہ ہوٹل لاہور کی زیر زمین سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا اور حکومت کی انٹیلی جنس، سکیورٹی اور سی آئی ڈی سے بہت پہلے خبریں یہاں پہنچ جاتی تھیں...... رفن خاں خود ایک زمانے میں پولیس میں ملازم رہ چکے تھے، لیکن ایک لمبا مال مار کر اور ایک طویل قید بھگت کر پچھلے پانچ برسوں میں شہر بھر کے بدمعاشوں کو اپنا ہوٹل ایک اڈے کے طور پر پیش کر کے لاکھوں روپیہ کما چکے تھے، اب وہ موچی گیٹ کے نواب کہے جاتے تھے۔

اس وقت نواب صاحب کے ہوٹل میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی...... چھوٹا سا کمرہ چرس کی سگریٹوں کے دھوئیں سے بھرا ہوا تھا...... ہوٹل کے اوپر دو فلیٹ تھے، جہاں اغوا شدہ لڑکیاں عارضی طور پر ٹھہرائی جاتی تھیں...... نواب صاحب نے پولیس سے سانٹھ گانٹھ کر رکھی تھی...... لہٰذا آج تک ان کے ہوٹل پر کوئی چھاپہ نہیں پڑا تھا، کیونکہ یہاں ہر علاقہ کا بدمعاش آتا تھا...... لہٰذا اس ہوٹل کو اقوام متحدہ کی عمارت کی حیثیت حاصل تھی، جہاں آپس کے جھگڑوں کے فیصلے پرامن طور پر نمٹائے تو جا سکتے تھے، لیکن یہاں کوئی جھگڑا فساد نہیں کر سکتا تھا...... میں سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا، جہاں نواب رفن خان مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کالے رنگ کے ایک لمبے تڑنگے آدمی سے سرگوشیوں میں کچھ باتیں کر رہے تھے، لیکن مجھے دیکھتے ہی انہیں کوئی ایسا ذہنی دھچکا پہنچا جیسے دل کا دورہ پڑ گیا ہو...... سلام کے لئے ان کا کانپتا ہوا ہاتھ تو اٹھا، لیکن گھبراہٹ اور پریشانی میں کوئی لفظ ان کے منہ سے نہیں نکل رہا تھا...... اس لمبے آدمی نے بھی پلٹ کر مجھے دیکھا اور تب میں نے محسوس کیا کہ اس کی بڑی بڑی آنکھیں نشہ میں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ پر چاقو کے ایک زخم کی ایک بڑی سی لکیر تھی جو بائیں آنکھ کے نیچے سے پورے چہرے کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی جبڑے تک

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کھینچی ہوئی تھی...... مجھے اس آدمی کے چہرے کو دیکھ کر پہلا تاثر اس کی سخت جانی کا ہوا۔ یوں بھی قریب سے وہ پتھر کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا اور مجھے تعجب یہ تھا کہ اب سے پہلے میں نے لاہور میں اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"کہئے نواب صاحب کاروبار کیسا چل رہا ہے۔" میں نے ہاتھ سے ہی ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ان کے قریب جا کر پوچھا۔

"آپ کی دعا ہے سکندر میاں!" بڑی مشکل سے اس کے منہ سے ہکلاتے ہوئے الفاظ نکلے۔

"کئی دن ہوئے کوئی بتا رہا تھا کہ آپ تو...... یعنی آپ تو۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ میں مر چکا تھا۔" میں نے ہنستے ہوئے اس کا جملہ پورا کیا۔

"اللہ نہ کرے...... انہوں نے بہت حد تک خود کو اب سنبھال لیا تھا آپ کے سہارے تو سکندر میاں ہم یہ کاروبار کھولے بیٹھے ہیں۔

"خیر ان رسمی باتوں کو چھوڑیئے نواب صاحب۔" میں نے بات کو مختصر کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے حمیدے کی تلاش ہے۔"

"حمیدے تو کل ملتان گیا۔" وہ حیرت سے بولے۔

"خیریت تو ہے میاں حمید سے کیا کام پڑ گیا۔"

"پھر کل سے اصغر راجہ کے ساتھ ڈیوٹی کس کی ہے...... میرا مطلب ہے اس کی گاڑی کون ڈرائیو کر رہا ہے۔"

"ان کی گاڑی تو اپنے یہ شریف صاحب جو ہیں یہ خاص طور پر میانوالی سے اصغر راجہ صاحب ہی کے لئے بلوائے گئے ہیں۔" شریف پلٹ کر اب بالکل میرے روبرو کھڑا ہو گیا...... اس کا قد مجھ سے دو تین انچ نکلتا ہوا تھا۔

"ہم سے بولو راجہ صاحب سے آپ کو کیا کام ہے۔" اس کی آواز شراب نوشی کی

ت سے بہت موٹی اور بھاری ہو گئی تھی۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ براہ راست نواب صاحب سے پھر طب ہو گیا۔

"رفن خان تم اس وقت تم میانوالی کے اس نووارد سے بلقیس کے بارے میں شاید ں کر رہے تھے۔"

"ایسے۔" شریف نے شیر کی طرح اپنا پنجہ میرے شانے پر مارا۔

"مردوں کی طرح مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا۔" اور اس سے پہلے کہ شریف کچھ ھ پائے میرے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی چاقو کی طرح اس کی کلائی پر پڑی اور چٹ سے ہڈی نے کی آواز آئی، لیکن مجھے ایک بار پھر حیرت کا سامنا کرنا پڑا کہ نہ وہ درد سے چیخا نہ پیچھے ہٹا اس کا بے جان پنجہ جو نیچے لٹک پڑا تھا...... اس نے دوسرے ہاتھ سے اُٹھا کر میرے شانے رکھنے کا بہانہ کیا، لیکن اسی دوران وہ نیفے سے اپنا خنجر نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اگر میں پہلے سے اس کے متوقع حملے کے لئے تیار نہ ہوتا تو ایک ساعت کے اندر میرا چہرہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہوتا...... میں کاؤنٹر کی طرف ذرا سا ترچھا ہو گیا اور اپنی جھونک میں وہ کاؤنٹر کے قریب پڑی ہوئی میز پر اوندھے منہ جا گرا، جہاں چار اچھے ڈیل ڈول کے لڑکے بیٹھے پیتے ہوئے شاید اپنے رات کے کسی مشترکہ کارنامے پر زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے...... لیکن شریف کا سر پتھر کی میز سے جب ٹکرایا تو اس کی چربی، گوشت، خون اور ہڈیاں نظر آ رہی تھیں...... وہ پاگلوں کی طرح چند سیکنڈ میں اُٹھ کر پھر میری جانب لپکا لیکن اس دوران ہوٹل میں بیٹھے ہوئے بہت سے لوگوں کی نظریں میری طرف اُٹھ چکی تھیں اور انہوں نے جیسے ہی مجھے پہچانا تیزی سے بھاگتے ہوئے آ کر انہوں نے مجھے اپنے حفاظتی حلقے میں لے لیا، لیکن میانوالی کا شریف اب ایک کتے کی طرح پاگل ہو چکا تھا...... اس نے پے درپے مجھ پر کئی وار کرنے کی کوشش کی لیکن جب ہر بار اس کا حملہ ناکام رہا تو وہ چیخ کر بولا۔

"ابے...... اپنے دلوں کے حلقے میں کھڑا بہادر بن رہا ہے...... باہر نکل۔" شریف اپنے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

چہرے پر بہتے ہوئے خون کو ایک ہاتھ سے صاف کرتا ہوا دھاڑا۔

لیکن نواب رفن خان نے تیزی سے آگے بڑھ کر پیچھے سے اس کی کمر کس لی اور ا
کھینچتا ہوا اُوپر لے گیا۔

اس وقت میرے چاروں طرف کچھ میرے جاننے والے لوگ تھے...... کچھ ایسے ل
تھے جنہیں میں نہیں جانتا تھا، لیکن وہ مجھے اچھی طرح جانتے تھے...... ان میں اکثریت ا
لوگوں کی تھی، جو اس بات پر خوش تھے کہ باہر سے آئے ہوئے ایک آدمی کو جلد ہی یہ اح
دلا دیا گیا کہ لاہور کے مرد چوڑیاں پہن کر نہیں بیٹھ رہے ہیں، لیکن خود میرے ر
شہروں کا مسئلہ نہیں بلکہ بلقیس کی بازیابی ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی...... اوز بلقیس کے :
شریف نے جس شدید رد عمل کا اظہار کیا تھا...... اس سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اس معاملہ
کافی حد تک ملوث ہے...... یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی لاعلمی میں ایک ایسے آدمی سے ٹکر
تھا جس کو سامنے آتا دیکھ کر اب بڑے بڑے بدمعاش راستہ کاٹ کر گزرنے ہی میں اپنی
سمجھتے تھے، لیکن میں جلوس ساتھ لے کر چلنے کا کبھی عادی نہیں رہا تھا اور یہاں ہر دوسرا
میرے پیر چھو کر مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلا رہا تھا...... اس دوران رفن خان سیڑھیول
اتر کر تیر کی طرح میری طرف آیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

"سکندر میاں وہ تمہیں جانتا نہیں تھا...... وہ ایک دن شہر میں رہتا تو پہچان جاتا ار
گستاخی ہوگئی...... اب اسے معاف کر دو کیونکہ وہ اپنے کیے کی کافی سزا بھگت چکا ہے۔"

میں رفن خان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔

"دیکھو نواب رفن خاں۔" میں نے سرد لہجہ میں کہا...... مجھے دس منٹ میں یہ
ہو جانا چاہئے کہ بلقیس کو کس نے اغوا کیا ہے اور اب وہ کہاں ہے...... اتنا وقت تمہارے
بہت ہے، میں نور علی کے چائے خانے میں تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا۔"

نواب رفن کے جسم پر رعشہ سا طاری ہوگیا۔

"مجھ پر رحم کر دو سکندر میاں۔" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں بہت چھوٹا آدمی ہوں...... کسی کو اگر اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی کہ آپ نے مجھ
سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہی کی ہے تو میرا تو جو حشر ہوگا وہ ہوگا ہی لیکن ان کے ہاتھ اتنے
لمبے ہیں کہ میری بیوی اور بیٹیوں تک کو گھر سے اُٹھا کر لے جائیں گے۔"

"میں صرف اس آدمی کا نام جاننا چاہتا ہوں، جس نے بلقیس کے پاک اور مقدس جسم
پر اغوا کی نیت سے پہلا ہاتھ ڈالا ہے اور مجھے اب یقین ہوگیا ہے کہ تم اس آدمی کو جانتے
ہو۔" رفتہ رفتہ میرا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔

"یہ لوگ تو حکم کے بندے ہیں۔" رفن نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"آپ سے بہتر اس بات کو اور کون جانتا ہوگا کہ اصل ڈوری تو اُوپر سے ہلائی جاتی ہے۔"

"آپ کٹھ پتلیوں کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہیں؟"

"اس لئے رفن خاں کہ ابھی اپنی جس کٹھ پتلی کو تم اُوپر فلیٹ میں چھوڑ کر آئے ہو
لڑکیوں کو اغوا کرنا اس کا پیشہ ہی نہیں بلکہ یہ کام اس کا ایک محبوب مشغلہ بھی ہے۔" میں نے
ذرا بلند آواز میں اسے جواب دیا۔

"رفن خاں...... میرے تمہارے تعلقات بہت پرانے ہیں، لیکن قبرستان جانے والی
لاشوں سے انسانی زندگی کے سارے رشتے یکلخت ٹوٹ جاتے ہیں۔"

میرا جواب سن کر رفن خاں کا چہرہ پیلا پڑ گیا...... وہ چند لمحے سر جھکائے ایک سناٹے
کے عالم میں کھڑا رہا...... پھر ادھر اُدھر دیکھ کر میرے کان کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔

"بلقیس کو شریف کے چھوٹے بھائی عزیز نے بس سٹینڈ سے اٹھایا تھا...... صبح تک وہ
یہیں اُوپر والے فلیٹ میں تھی اور اصغر راجہ نے شریف کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ فلیٹ سے
بھاگ کر کہیں باہر نہ جا سکے...... پھر ابھی ملک صالح اپنی جھنڈا لگی گاڑی میں آئے تھے اور
اسے بے ہوش کر کے اپنی کوٹھی میں لے گئے ہیں۔"

رفن خاں کے یہ الفاظ مجھ پر بجلی بن کر گرے۔

"خدا بلقیس کی حفاظت کرے۔" میں نے زیر لب کہا اور تیزی سے ایک ٹیکسی کو آواز

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دیتا ہوا، اس کے پیچھے بھاگنے لگا...... جو ابھی میرے برابر سے گزری تھی۔

ٹیکسی میں بیٹھتے ہی میں نے پھولی ہوئی سانسوں سے ڈرائیور سے کہا۔

"گلبرگ چلو۔" جتنا بھی تیز چل سکتے ہو۔

"میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا۔"

"اور اگر انعام میں کوئی خود آپ ہی کو مانگ بیٹھے۔" اس نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

اور اب یہ دوسری بار مجھ پر بجلی گری۔

ڈرائیور کی سیٹ پر اس بوڑھے کے بجائے پشپا بیٹھی ہوئی تھی۔

"میرے آقا آپ مجھے دیکھ کر اتنے پریشان کیوں ہو گئے؟"

اس نے مسکراتے ہوئے گاڑی روک لی۔ "آپ تو جانتے ہیں کہ میں ہزار بھیس بدل سکتی ہوں۔"

اور یہ واقعہ تھا کہ اس گھمبیر موقعہ پر پشپا کو دیکھ کر میں پریشان ہو گیا تھا...... یوں بھی اب تہیہ کر چکا تھا کہ سادھو، دیوی یا نرگس اور اس کی بخشی ہوئی بلی پیٹر پشپا سے جو ہزار روپ بدل سکتی تھی...... آئندہ زندگی میں کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا، لیکن زندگی کے موڑ تھے کہ گھوم پھر کر ان ماورائی طاقتوں سے جا کر مل جاتے تھے۔

"نہیں آقا...... آپ غلط سوچ رہے ہیں۔" وہ مجھے چھیڑنے کے انداز میں بولی۔

"آپ سے سودا ہوا ہے کہ آپ کو اگر ضرورت ہوگی تو مجھے آواز دے لیں گے، لیکن اگر میں آپ کو کسی بڑی مصیبت میں گرفتار دیکھوں تو خود پہنچ جاؤں...... آپ میری سابقہ مالکہ نرگس کی ایک بہت قیمتی امانت ہیں اور مجھے آپ کو بخشتے ہوئے یہ بات میرے مزاج پر ثبت کر دی گئی ہے کہ اگر آپ کسی غلط راستے پر جا رہے ہوں تو آپ چاہیں یا نہ چاہیں کنیز کو تو ہر صورت میں آنا پڑے گا۔"

لیکن اس وقت میں پشپا کے ساتھ باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا...... یوں

بھی ملک صالح پنجاب کے شہریوں پر اس زمانے میں غذاب کا دوسرا نام تھا...... میں کوشش کے باوجود اس کے ظلم و دہشت کی دیواروں کو نہیں پھلانگ سکتا تھا۔

"ہاں کسی پاک دامن کی عصمت و آبرو بچانے کے لئے ان بلند دیواروں سے ٹکرا کر اپنا سر ضرور زخمی کر سکتا تھا۔"

"سنو پشپا! میں نے اپنی سوچ سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"اس وقت بلقیس کہاں ہے؟"

"ملک صالح کی کوٹھی کے ایک ساؤنڈ پروف کمرے میں۔" اس نے اس طرح جواب دیا، جیسے میرے اس سوال کے لئے وہ پہلے سے تیار تھی۔

"اور ملک صالح اس وقت کہاں ملے گا؟"

"وہ تھانے میں اس وقت انسپکٹر حمید کے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے۔"

انسپکٹر حمید کا نام سن کر میرے پرانے زخم تازہ ہو گئے...... ایک وقت میں دو شکار ایک ہی جگہ تھے۔

"ٹیکسی تھانے لے چلو۔" میں نے پشپا کو حکم دیا۔

"جو حکم میرے آقا۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور ہم تھوڑی دیر میں اس پولیس تھانے کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے جہاں انسپکٹر حمید نے میرے زخمی بے ہوش جسم کو ایک لاش سمجھ کر جنگل میں پھینک آنے کا حکم دیا تھا...... پولیس کیس سے عدالت مجھے باعزت طور پر بری کر چکی تھی، لیکن انسپکٹر حمید جیسے آدمی سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ کسی بھی بہانے پھر مجھے حوالات میں بند کر دے...... میں نے پشپا سے مشورے کے لئے ٹیکسی کی جانب دیکھا، لیکن ڈرائیونگ سیٹ پر پشپا کی جگہ وہی بوڑھا ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا...... ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں یہ سوال آیا کہ پشپا کے حسین چہرے کی یاد میں لاشعوری طور پر میں کچھ عرصہ تصورات کی دنیا میں تو نہیں کھو گیا تھا، لیکن میں نے ڈرائیور سے تو میں نے گلبرگ ملک صالح کی کوٹھی پر چلنے کے لئے کہا تھا اور خود پشپا کی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اطلاع پر کہ ملک صالح تھانہ میں انسپکٹر حمید کے ساتھ بیٹھا تھا...... میں ان دونوں سے یہیں حساب صاف کرنے چلا آیا تھا...... بوڑھے ڈرائیور نے مجھے اپنی جانب متوجہ پا کر آہستہ سے کہا۔

"مالک آپ اندر جائیں...... یہ غلام آپ کو بالکل صحیح جگہ لے کر آیا ہے۔"

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب میں نے حیران ہونا چھوڑ دیا تھا اور زندگی کو اس طرح قبول کر لیا جس طرح قدم قدم پر نئے بہروپ بھر کر وہ میرے سامنے آ رہی تھی...... انسپکٹر حمید کے کمرے کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا اور اندر سے دو آدمیوں کے بلند آواز میں باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں...... میں نے کمرے کے اندر داخل ہونا چاہا تو دفعتاً ایک سپاہی نے پیچھے سے میرے کندھے پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ دیا۔

"ایک منٹ میاں صاحب۔" اس نے نرمی سے مجھ سے کہا۔

"ایس ایچ او اندر اہم میٹنگ میں مصروف ہیں... کوئی بہت ضروری کام ہو تو اند اطلاع کر دوں، ورنہ آپ پندرہ بیس منٹ بعد تشریف لے آئیں۔"

"حمید صاحب سے کہو کہ سکندر آیا ہے۔"

"کون سکندر؟ وہ چونک کر بولا۔"

"کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ میرا نام سکندر ہے اور انسپکٹر حمید سے میں فوری ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ...... آپ......" وہ ہکلاتے ہوئے بولا۔

آپ وہ سکندر تو نہیں ہیں۔"

شاید وہ کوئی نیا رنگروٹ تھا اور اس نے میرا صرف نام ہی سنا تھا۔

"ہاں میں وہی سکندر ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

اور ابھی کانسٹیبل ڈرتے جھجکتے اندر گیا ہی تھا کہ ملک صالح تیزی سے انسپکٹر کے کمرے سے باہر نکل کر سیدھا اپنی مرسڈیز کار میں بیٹھ گیا... شکار ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر میں بھاگتا ہوا ٹیکسی میں واپس آ گیا۔

"اس مرسڈیز کا پیچھا کرو۔" میں نے پشپا یا بوڑھے ڈرائیور کو وہ جو کوئی بھی تھا حکم دیا۔

اور ٹیکسی مرسڈیز سے ایک مقررہ فاصلہ قائم رکھ کر گلبرگ کی طرف بھاگنے لگی اور پھر اچانک ہی میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔

"پشپا! کیا تم بلقیس کا روپ دھار سکتی ہو؟ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے اس سے سوال کیا۔"

"کیا فرمایا آقا۔" اس نے ڈرائیونگ سیٹ سے پلٹ کر مجھے دیکھا اور آج مجھ پر قدم قدم پر ایک نئی حیرت کا دن طلوع ہوا تھا...... وہ اب پشپا نہیں سو فیصد بلقیس تھی...... وہی آنکھیں وہی معصوم سرخ و سفید چہرہ، وہی لباس ویسا ہی قد۔

"واقعی پشپا تم تو واقعی انتہائی باکمال آرٹسٹ ہو۔"

"بس اتنی کسر ہے کہ آپ اس آرٹسٹ کی قدر نہیں کرتے۔"

"اچھا اب گاڑی روکو۔" میں نے جواب دیا۔

میں ڈرائیو کروں گا...... اور تم میرے برابر کی نشست پر آ جاؤ...... پھر ہم جب مرسڈیز کے برابر سے گزریں گے تو تم بچاؤ، بچاؤ کی آوازیں لگانا شروع کر دینا جیسے میں تمہیں اغوا کر کے لے جا رہا ہوں۔"

"لیکن جب تک ہم نے ایک دوسرے سے نشستیں تبدیل کیں مرسڈیز بہت آگے نکل چکی تھی۔"

پشپا ملک صالح کی گاڑی تو بہت آگے نکل گئی...... میں نے ٹیکسی کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔

"آپ چلیں تو سہی...... نہر کے موڑ پر اس کی گاڑی اس وقت تک خراب رہے گی، جب تک ہم وہاں پہنچ نہ جائیں۔"

اور واقعی یہ دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا کہ نہر کے موڑ پر مرسڈیز کا ڈرائیور انجن کا ڈھکنا اٹھائے نقص کو ڈھونڈ رہا تھا...... اس دوران ٹیکسی میں پشپا نے بری طرح چیخنا شروع

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کر دیا...... او...... بچاؤ...... ارے خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔

ملک صالح نے ایک نظر ٹیکسی میں چیختی چلاتی ہوئی لڑکی پر ڈالی اور پھر بجلی کی سی تیزی سے وہ سڑک پر اُتر کر کھڑا ہو گیا...... اس کے ہاتھ میں پستول تھا...... اس نے پیچھے سے ٹیکسی پر فائرنگ شروع کر دی، میں نے جان بوجھ کر ٹیکسی کی رفتار کم کر دی تھی...... پھر میں نے ٹیکسی کو اس طرح لہرایا جیسے ملک کی تمام گولیاں صحیح نشانے پر بیٹھی ہوں اور پھر اچانک ایک درخت سے ہلکی سی ٹکر لے کر مرسڈیز سے کچھ فاصلہ پر ٹیکسی روک دی...... ٹیکسی کے رُکتے ہی پشپا جو اس وقت ہو بہو بلقیس لگ رہی تھی...... ٹیکسی سے اُتر کر بچاؤ بچاؤ کے نعرے لگاتی مرسڈیز کی جانب بھاگی...... دوسری طرف سے ملک صالح اپنا موٹا تھلتھلاتا جسم ہلاتا کسی فلم کے ہیرو کی طرح ایک مصیبت زدہ لڑکی کو بچانے چلا آ رہا تھا...... اس کے پستول کا رُخ اب میری طرف تھا، لیکن بلقیس کو دیکھ کر زمین نے جیسے اس کے قدم جکڑ لئے۔"

"تمہارا نام بلقیس ہے ناں۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"جی جناب...... میں ایک شریف لڑکی ہوں اور رات سے کئی بار اغوا ہو چکی ہوں...... ابھی یہ غنڈہ مجھے کسی ملک صالح کی کوٹھی سے اغوا کر کے لایا ہے اور راستے میں مجھے بتا رہا تھا کہ آزاد علاقے میں میرے دام اچھے لگیں گے۔"

لیکن اس سے پہلے کہ ملک صالح کو مزید حیرتوں کا سامنا کرنا پڑتا، میں نے اس پر ایک جست لگائی اور میرا ہلکا سا ایک گھونسا اس کی کنپٹی پر پڑا اور وہ بغیر آواز نکالے وہیں سڑک پر بے ہوش ہو کر گر پڑا...... میں نے پشپا کی طرف دیکھا۔

وہاں پشپا یا بلقیس کے بجائے پھر وہی بوڑھا ڈرائیور کھڑا ہوا تھا۔

"اس موٹے کو کسی طرح اُٹھا کر ٹیکسی میں ٹھونسا دو۔"

مناسب آقا اور یہ کہتے ہوئے اس بوڑھے نے موٹے ملک صالح کو اس طرح دونوں ہاتھوں سے اُٹھا لیا جیسے کوئی بچہ پالنے سے اٹھایا جائے...... ملک صالح کو ٹیکسی میں ٹھونس کر وہ پھر اپنی ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا تھا۔

"کس طرف چلوں آقا۔" اس نے انتہائی سعادت مندی سے پوچھا...... ملک صالح کا ڈرائیور تو ہمارا پیچھا نہیں کرے گا۔

"بے چارہ ڈرائیور...... کہیں قریب سے پشپا کی آواز آئی۔" اسے تو اب تک یہی معلوم نہیں ہے کہ اس کا مالک گاڑی میں موجود نہیں ہے...... وہ تو ابھی مزید ایک گھنٹہ اسی طرح ہر طرف سے بے نیاز اپنے انجن پر جھکا رہے گا۔"

تمہیں سروپ کے کاٹیج کا پتہ معلوم ہے۔

آپ شانتی کا نام لیتے ہوئے کیوں شرما رہے ہیں...... اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

چلو شانتی کا کاٹیج سہی...... میں جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتا ہوں...... آنکھیں بند کر لیجئے، وہ پھر مسکرائی...... اس بار ہم ٹیکسی کے بجائے وقت کی رفتار سے ہزار گنا تیز سفر کریں گے...... اور ابھی میں نے آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ وہ آہستہ سے بولی۔

"ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں آقا۔"

اور واقعی ٹیکسی سروپ کے کاٹیج کے سامنے کھڑی ہوئی تھی...... فرق یہ تھا کہ آج سروپ کے کاٹیج کے دروازے پر کئی جیپ گاڑیاں اور کئی قیمتی کاریں کھڑی تھیں۔

"سنو پشپا! میں اندر جا رہا ہوں اس کاٹیج کے نیچے ایک کمرہ ہے جس سے آنجہانی سروپ اپنے ذاتی قید خانے کا کام لیا کرتا تھا...... ملک صالح کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اس زیر زمین کمرے میں لے جا کر پھینک دو...... دوسری اہم بات یہ ہے کہ بلقیس جس کا تم نے بہروپ بھرا تھا...... گلبرگ میں ملک صالح کی کوٹھی کے کسی کمرے میں بند ہے...... اسے شانتی کی خواب گاہ میں لا کر اس وقت تک مکمل نیند ہی میں رکھنا جب تک میں اس سے گفتگو کے لئے فارغ نہ ہو جاؤں اور تیسری۔"

"اہم بات یہ ہے۔" پشپا نے مسکراتے ہوئے میری بات جاری رکھی کہ بلقیس کے دونوں بھائیوں اور اس کی بوڑھی والدہ کو کسی ایسی محفوظ جگہ پہنچا دو جہاں پارٹی کے غنڈوں یا

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

پولیس کا ہاتھ نہ پہنچ سکے۔"

"تم ٹھیک سمجھیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن رحیم کی طرح کسی ایسی جگہ بھی نہ پہنچا دینا کہ میں ان سے ملنے کو ترس جاؤں۔"

"آپ کہیں تو رحیم صاحب کو اپنے ساتھ لیتی آؤں۔" اس نے شرمندگی سے جواب دیا۔

"ابھی نہیں پشپا...... میں کئی کاموں میں اُلجھ کر رہ گیا ہوں...... اللہ نے چاہا تو ان سے نمٹ کر میں جلد ہی اس سے ملوں گا...... ہاں یہ کام کرنے میں تمہیں کتنی دیر لگے گی۔"

وہ ہندو عورتوں کی طرح میرے پیر چھوتے ہوئے بولی۔

"آقا اس کنیز کو کام بتاتے جا رہے تھے اور وہ کام اسی انداز میں پایہ تکمیل کو پہنچ جا رہے تھے۔"

"ملک صالح اس کاٹیج میں پہنچایا جا چکا ہے...... بلقیس شانتی کی خواب گاہ میں اس بستر پر اتنی گہری نیند سو رہی ہے کہ صرف آپ ہی کے آواز دینے ہی پر اب اُٹھ سکتی ہے۔ میں نے شانتی کے ذہن سے اس کی خوابگاہ اس وقت تک بھلا دی ہے، جب تک آپ خود اسے یاد نہ دلائیں، اس طرح بلقیس کو جب تک آپ خود نہیں چاہیں گے کوئی دوسرا آدمی بھی ڈسٹرب نہیں کر سکے گا...... البتہ بلقیس کے بھائیوں کو جیل سے لانے میں ذرا دیر لگے گی...... میں نہیں چاہتی کہ کسی بے قصور پر ان کے فرار کا الزام آئے۔"

"دیر سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ پندرہ بیس منٹ تو لگ ہی جائیں گے اور وہ بھی صرف اس لئے جیل سے فرار ہو کر میری مقرر کردہ کوٹھی تک جب وہ بھاگ کر خود ہی پہنچیں گے تو انہیں یہی احساس ہو کہ کسی دوسرے آدمی کی مدد کے بغیر فرار ہوئے ہیں اور ایک آدمی نے ان کی شرافت پر ترس کھا کر اپنی کوٹھی میں پناہ دے دی ہے، لیکن آقا ان دونوں آدمیوں کے بے شمار سیاسی دشمن ہیں...... میں آپ کی اجازت سے انہیں چند دن میں ان کی والدہ کے مشرق وسطیٰ کے ایک ملک میں بھجوا دوں گی...... یہاں وہ کوئی بڑا کاروبار کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے پشپا...... اب تم جا سکتی ہو۔" میں نے کاٹیج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"یوں کہیے آقا کہ آپ کے سامنے سے ہٹ جاؤں، ورنہ میری ڈیوٹی تو آپ کے وجود کے ساتھ یوں پیوست ہے جیسے۔

"ایک کاغذ سے تصویر کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔"

مجھے ہنسی آگئی۔

"اس سے پہلے گار مو بھی یہی کہا کرتا تھا پشپا...... لیکن بہرحال اب میں نے تم لوگوں کے سلسلہ میں احتجاج کرنا بھی چھوڑ دیا ہے...... سادھو کیوں آگیا تھا اور تم اچانک کیوں چلی گئی تھیں...... پھر سادھو اور گار مو اور ان کی دیوی اچانک کیوں پیچھے ہٹ گئے اور رات سے نرگس صاحبہ مجھ پر یکطرفہ طور پر کیوں اتنی مہربان ہو گئیں...... آدمی حیرت انگیز اور ناقابل یقین واقعات سے جب ہر موڑ پر اتنی تیزی سے دوچار ہوتا چلا جاتا ہے تو پھر ہر چیز اس کے لئے بے معنی ہوتی چلی جاتی ہے...... بہرحال اس وقت میں تمہارا اور تمہاری نرگس صاحبہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ خداوند کریم کے فضل سے بلقیس کی آبرو محفوظ ہے۔" اور میرا اللہ جس سے جو کام چاہے لے سکتا ہے۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہاں نہ ٹیکسی تھی اور نہ بوڑھا ڈرائیور اور نہ پشپا کا کہیں کوئی پتہ تھا...... میں اس کاٹیج کے اندر داخل ہو گیا، لیکن گیٹ سے اندر داخل ہونے سے پہلے میں نے یہ چیک کر لیا تھا کہ میرا پستول بھرا ہوا ہے اور میرا زہریلا خنجر میری کلائی سے ایک خودکار نظام کے ساتھ اس طرح بندھا ہوا ہے کہ ایک مخصوص جنبش پر اس کا دستہ میرے ہاتھ میں آ سکتا ہے۔

کاٹیج کے اندر پہنچ کر میں تھوڑی دیر تک دم سادھے گملوں میں لگے ہوئے اُونچے پودوں کے پیچھے کھڑا رہا...... ڈرائنگ روم سے چند مردوں کی کرخت آوازیں سنائی دے رہی تھیں...... غور سے سننے پر پتہ چلا کہ وہ لوگ شانتی سے جنگل میں کسی "موجی کے ٹیلے" کا پتا پوچھ رہے تھے، جس سے شانتی اپنی لاعلمی کا اظہار کر رہی تھی...... میرے خیال سے یہ گفتگو بہت دیر سے جاری تھی، کیونکہ اچانک ان میں سے کسی ایک نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"بھائی اب میں دس تک گنوں گا...... اگر آپ کو اس دوران بھی "موجی کا ٹیلہ" یاد رہا
تو اس پستول کی گولی آپ کے دماغ میں گھس کر ہر چیز آپ کے ذہن سے بھلا دے گی۔"

اس آواز کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم میں سناٹا چھا گیا...... میرا خیال تھا کہ شانتی اس کے جواب میں کچھ کہے گی، لیکن وہ بالکل چپ تھی اور اس آدمی نے بڑے ڈرامائی انداز میں گنتی گننا شروع کی ایک...... دو...... تین...... چار...... پھر اس نے اتنی تیزی سے گننا شروع کر دیا جیسے وہ اب شانتی کو مارنے کا تہیہ ہی کر چکا ہو...... میں کسی چیتے کی طرح انتہائی سرعت سے ڈرائنگ روم کے دروازے پر جا پہنچا...... سب لوگوں کی میری جانب سے پیٹھ تھی...... اور شانتی کو جو کالی ساڑھی میں ملبوس تھی...... انہوں نے بالکل میرے سامنے دروازے کی طرف رُخ کر کے ایک کرسی سے باندھ کر بٹھا دیا تھا...... شانتی کا چہرہ سپید پڑ گیا تھا اور خوف کی وجہ سے اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں...... وہ تعداد میں چار تھے...... چوتھا آدمی ایک جنگلی بھینسے کی طرح موٹا اور تقریباً اتنا ہی کالا تھا...... باقی تین آدمی بھی کافی قد آور اور وحشی معلوم ہو رہے تھے...... ان میں سے ہر ایک کے پاس رائفل تھی...... وہ انتہائی سکون سے اپنی رائفلوں کو زمین سے ٹکائے ان کے دستوں پر ہاتھ رکھے اس کارروائی کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے ان کے سامنے نوٹنکی کا کوئی انتہائی دلچسپ سین کھیلا جا رہا ہو...... موٹا بھینسا جیسے ہی نو پر پہنچا میں نے بلند آواز میں دس کہا...... اور میرے پستول کی گولی ٹھیک اس کے دماغ کے پشت میں اس طرح جا کر بیٹھی کہ وہ کوئی آواز نکالے بغیر آگے جھکتا ہی چلا گیا اور پھر گر پڑا، لیکن اس سے پہلے کہ باقی تینوں آدمی اپنی رائفلیں اٹھاتے میں نے ان میں سے دو اور آدمیوں کو گرا دیا، جو وحشی درندے ایک مظلوم عورت کو باندھ کر ہلاک کرنے کو بہادری کا کارنامہ سمجھتے ہوں، انہیں میرے عقیدے کے مطابق ان زمینوں پر زندہ رہنے کا حق نہیں ہے......
چوتھے آدمی نے اپنے ساتھیوں کا یہ حشر دیکھ کر جلدی سے اپنی رائفل پھینک دی اور دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا دیئے، لیکن مجھ پر خون سوار ہو چکا تھا...... میری چوتھی گولی اگلے لمحے ٹھیک اس کے دل پر جا کر بیٹھی اور وہ بھی دھڑام سے زمین پر آ رہا...... گولیوں کی آواز سن کر شانتی بے

ہوش ہو گئی تھی اور اس کا سر ایک طرف لٹک گیا تھا...... میں نے جلدی جلدی اس کی رسیاں کھولیں اور اس کے بے ہوش جسم کو بانہوں میں اٹھا کر اسے ڈرائنگ روم سے ملحقہ کمرے میں جو گیسٹ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا، پلنگ پر لٹا دیا...... پھر ڈرائنگ روم سے واپس آ کر میں نے پشپا کو آواز دی۔

"حکم میرے آقا۔" اس بار وہ ایک کڑیل جوان کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔

"کیا تمہیں معلوم تھا کہ میں نے تمہیں کس کام کے لئے بلایا ہے۔"

"میں اپنے آقا کے ذہن سے علیحدہ ہی کب ہوئی تھی۔"

"لیکن اس سے پہلے کہ ان لاشوں کو اس طرح ڈرائنگ روم سے لے جاؤ کہ یہاں کسی جگہ کوئی خون کا دھبہ یا ان لوگوں کی انگلیوں کے نشانات کا پتہ نہ چلے، میں چاہوں گا کہ آئندہ جب بھی تم میرے سامنے آؤ...... پشپا کی شکل میں آؤ۔"

اور اسی لمحے میری آنکھوں کے سامنے چکا چوند سی ہوئی اور سفید ساڑھی باندھے، سرخ بندیا لگائے شباب مجسم بنی وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر اس والہانہ انداز میں مجھے سلام کر رہی تھی کہ میرا جی چاہا کاش یہ کوئی حقیقی جسم ہوتا۔

"بس یہی بات میرے بس میں نہیں ہے آقا...... اس نے شوخی سے میرے خیال کا جواب دیا۔"

"ورنہ کنیز کے لئے اپنے آقا کا ہر خیال، ہر لفظ حکم کا درجہ رکھتا ہے...... ایسا حکم جس کے معنی صرف تعمیل کے ہیں۔"

"خیر اس موضوع پر ہم پھر کسی دن بات کریں گے...... یہ ڈرائنگ روم صاف کر دو اور آئندہ اس بات کا خیال رکھنا کہ اس کاٹیج تک کسی دشمن کے قدم نہ پہنچنے پائیں۔"

"اس گروہ کے دس مسلح آدمی جنگل کے آخری سرے پر اپنے ان چار آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے جیسے مجھے اطلاع دی۔

"ٹھیک ہے! میں نے لاپرواہی سے کہا۔" ان دس آدمیوں کو بھی ان چار لاشوں کے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ساتھ ہی روانہ کردو...... زندگی میں ساتھ دیا ہے تو انہیں اپنے دوستوں کی موت کے سفر میں بھی ساتھ دینا چاہئے۔" اور یہ کہتا ہوا میں شانتی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

شانتی کالی ساڑھی میں بے سدھ پڑی اپنی ویرانیوں میں بھی روشنیاں جگا رہی تھی...... میں نے اس کے چہرے پر پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹے دیئے تو کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور جب اس کی حیرت زدہ نظر مجھ پر پڑی تو وہ دفعتاً گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"سکندر وہ لوگ کہاں گئے؟"

"کون لوگ؟"

"وہ......وہ......" خوف کی وجہ سے اسے لفظ نہیں مل رہے تھے۔

"شانتی......دھیرج رکھو...... تم نے شاید کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔"

میں نے اس کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ مت بولو مجھ سے سکندر جھوٹ مت بولو۔"

اس نے آنسوؤں سے ڈولی ہوئی آواز میں کہا...... اور پھر اس کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ میرے سینے سے لگ کر بچوں کی طرح رونے لگی۔

لیکن میں اسے جتنی زیادہ تسلی دیتا تھا، وہ اتنا ہی زیادہ بلک کر روتی تھی...... میں نے سوچا خوف اور دہشت کے ان آنسوؤں کا بہہ جانا ہی اچھا ہے...... روتے روتے نڈھال ہو کر وہ پھر بستر پر گر گئی اور تکیہ پر سر رکھ کر سسکیاں بھرنے لگی...... بستر پر وہ اس طرح گری تھی کہ اس کی ساڑھی جگہ جگہ سے بے ترتیب ہو گئی تھی اور وہاں ایک لمحہ ٹھہرنا بھی میرے لئے ناممکن ہوا جا رہا تھا...... میں دبے پاؤں ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا...... پشپا احکامات کے مطابق یہاں سے لاشیں ہٹا چکی تھی...... کوئی بھی شخص اس کمرے کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے یہاں چار آدمیوں کا خون ہو چکا ہے...... کمرے میں بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور پشپا نے چیزوں کو دوبارہ اپنی جگہ پر رکھنے میں ایک گھریلو عورت کے سگھڑ پن کا ثبوت دیا تھا...... میں ابھی کمرے کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ شانتی آہستہ قدموں سے وہاں

داخل ہوئی...... اور میرے قریب آ کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی۔

"سکندر! تم کیا چیز ہو؟ میں اب تک تمہیں سمجھ نہیں پائی۔"

"تم ایسا کرو شانتی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرو...... یوں سارا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو جائے گا۔"

"تم یہاں کب آئے؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جب ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے موجی ٹیلہ کا پتہ نہ بتایا...... تو وہ دس تک گنتی گننے کے بعد تمہیں گولی مار دے گا۔"

وہ لمحہ یاد کر کے شانتی اپنے پورے بدن سے لرز کر رہ گئی۔

"پھر کیا ہوا؟" اس نے سرگوشی کے لہجے میں پوچھا۔

"پھر جب وہ گنتی گنتا ہوا نو تک پہنچا تو میں نے دس کا ہندسہ کہہ کر گنتی شمار کر کے اس کا کہنا تو پورا کر دیا، لیکن خود اس بیچارے کو یہ ہندسہ سننا نصیب نہیں ہوا کیونکہ اس لمحے اس کی لاش زمین پر تڑپ رہی تھی۔"

"پھر؟" وہ غور سے میرا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"پھر میں نے اس کے باقی تینوں ساتھیوں کو بھی اس کے ساتھ ہی موت کے سفر پر روانہ کر دیا...... وہ شاید چاروں مل کر یہاں آئے تھے اور واپسی میں بھی میں نے ان کے مابین جدائی مناسب نہیں سمجھی۔"

"لیکن...... لیکن...... سکندر...... ان کی لاشیں تم نے کہاں چھپائیں۔"

وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔

"ان لوگوں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں...... اور اب ان کا گروہ کسی قیمت پر بھی مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔" شانتی کے چہرے پر اچانک موت کی زردی چھا گئی تھی۔

"ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس صوفہ پر بٹھا لیا...... مجھے بالکل شروع سے بتاؤ کہ یہ

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کون لوگ تھے ؟اور موجی کا ٹیلہ کہاں ہے، کیا ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے ؟"

"مجھے خود نہیں معلوم سکندر! کہ یہ لوگ مجھ سے کس ٹیلے کا پتہ پوچھ رہے تھے...... میں تمہارے "آنند محل" سے تمہارے خادم کے ساتھ جب یہاں کاٹیج پہنچی تو یہ لوگ جو خود کو سروپ کا ساتھی بتاتے تھے، اس کا کریا کرم کر چکے تھے...... بہانہ یہ بنایا کہ کیونکہ میرا کوئی اتا پتا نہیں تھا...... لہٰذا انہوں نے ہندو دھرم کے مطابق سروپ کی آخری رسوم کی ادائیگی میں دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا...... مجھے دُکھ ہے سکندر کہ میں آخری بار اپنے شوہر کا چہرہ تک نہ دیکھ سکی...... اس پر ایک بار بھی دل بھر کر رو نہ سکی...... میں جب یہاں پہنچی تو ہر چیز بکھری پڑی تھی...... جیسے کسی نے بڑی بے دردی سے پورے کاٹیج کی تلاشی لی ہو...... سروپ کے تین وفادار ساتھی چوبیس گھنٹے کاٹیج کے باہر درختوں پر چڑھے اس جگہ کی مسلسل نگرانی کرتے رہے تھے...... میرا سرگباشی شوہر، ڈاکو نہیں تھا...... چور نہیں تھا...... قاتل نہیں تھا...... البتہ اس نے ڈاکوؤں، چوروں اور قاتلوں سے مجھے چھینا ضرور تھا اور جب ان لوگوں نے شہر میں رہنا اس پر دوبھر کر دیا تو اپنی حفاظت کے لئے اس نے اپنا ایک علیحدہ گروہ بنا کر اس جنگل میں بود و باش اختیار کر لی...... شاید تمہیں معلوم نہ ہو وہ ایک بڑی خاندانی جائیداد کا مالک تھا، لیکن میری وجہ سے اس پر قتل و ڈاکہ زنی کے اتنے جھوٹے مقدمات دائر کر دیئے گئے کہ موجودہ نافذ نظام الانصاف کی طرف سے ناامید ہو کر اس نے خود انصاف حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس کا سب سے بڑا دشمن میرا سابق شوہر امرزاج تھا، جو بدقسمتی سے اس ملک کا سب سے بڑا سمگلر بھی ہے...... امرزاج کو شکست دینے کے لئے سروپ کو سمگلروں اور بدمعاشوں ہی کی مدد لینا پڑی، جس کی وجہ سے وہ خود ایک سمگلر اور بدمعاش مشہور ہو گیا۔"

"جانی! یہ سب باتیں مجھے معلوم ہیں...... لیکن مجھے موجی ٹیلے کے بارے میں کچھ بتاؤ۔" میں نے نرمی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"میں نے سروپ سے صرف ایک بار اتنا سنا تھا کہ اگر وہ مر بھی گیا تو موجی کے ٹیلے میں

اتنا کچھ ہے کہ ہماری سات پشتیں دونوں ہاتھوں سے بھی اس خزانہ کو لٹائیں گی تب بھی یہ خزانہ ختم ہونے میں نہیں آئے گا، لیکن اس کے بعد اس نے اس ٹیلہ کا مجھ سے کوئی ذکر نہیں کیا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے شانتی کہ سروپ اس جنگل میں اس خزانہ پر نظر رکھنے ہی کے لئے یہاں رہتا ہو۔" میں نے اپنے شک کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے کبھی اس سے پوچھا تو ہوتا کہ ٹیلے میں یہ خزانہ کس نے اور کن حالات میں دفن کیا تھا اور وہ ٹیلہ جنگل میں کس جگہ واقع ہے۔"

"نہیں سکندر۔" وہ سرگوشی کے لہجے میں بولی۔

"ایک عورت کے ناطے میں اس سے یہ سوال نہیں پوچھ سکتی تھی کہ اس نے خود کو پوری طرح میرے سپرد کر دیا تھا اور میرے لئے یہی بہت تھا کہ وہ زندہ ہے اور دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرتا ہے...... میں خزانے کا ذکر بیچ میں لا کر اپنی محبت کو داغدار نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"لیکن تعجب ہے کہ سروپ نے تم سے بھی کسی ایسے خفیہ خزانہ کا ذکر نہیں کیا۔"

"ممکن ہے وہ کسی موزوں وقت کے انتظار میں ہو...... یہاں تک کہ خود اس کا اپنا وقت ختم ہو گیا۔"

یہ کہتے کہتے شانتی کا چہرہ پھر میرے شانے پر ڈھلک آیا اور وہ آہستہ آہستہ رونے لگی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے غم میں پورا جنگل سسکیاں بھر بھر کے رو رہا ہو۔

میں پشپا کے ذریعے موجی کے ٹیلے کا پتہ اور اس میں چھپے ہوئے خزانے کا احوال جب چاہتا معلوم کر سکتا تھا، لیکن شاید ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا...... شانتی کے نازک کاندھے اتنی بڑی دولت کا بوجھ نہیں سہار سکتے تھے...... اس کا کوئی بچہ بھی نہیں جو اس خزانے کو بڑے ہونے کے بعد سنبھال سکتا، لیکن اس وقت میرے ذہن میں اُبھرنے والے یہ سارے سوال شاید بے معنی تھے، کیونکہ شانتی اپنی ذات میں خود اتنا بیش قیمت خزانہ تھی کہ سب سے پہلے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

مجھے اس خزانے کی حفاظت کا کوئی انتظام کرنا تھا۔

"میرے لئے تم موجی کے ٹیلے سے زیادہ قیمتی ہو شانتی...... اور میری سمجھ میں نہ
آرہا کہ میں تمہاری حفاظت کس طرح کرسکوں گا۔"

میرے اس سوال پر وہ چونک کر مجھ سے علیحدہ ہوگئی۔

"میرے اس سوال کا بالکل سیدھا جواب دینا۔" اس نے انتہائی سنجیدگی سے میری
آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سکندر کیا تم صرف سروپ کی بیوی کے ناطے مجھ سے اب تک اتنی ہمدردی کا اظہار
کرتے آئے ہو۔"

اس کی آنکھیں دو آبدار موتیوں کی طرح میرے دل میں اترتی چلی جارہی تھیں
اس نے چند لمحے رُک کر اپنی بات جاری رکھی۔

"مجھے نہیں معلوم تمہیں اپنی پشپا کو حاصل کرنے کے لئے کتنے قتل کرنا پڑیں
گے، لیکن مختلف ہاتھوں سے گزرتے ہوئے سروپ تک آتے آتے میری خاطر بارہ آدمی
اپنی جانیں دے چکے ہیں۔" اور یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں بلا کا فخر تھا۔

"اور جب میں تمہارے کا میج میں داخل ہوا اور اگر قسمت اچھی نہ ہوتی تو تمہارے
مقتولین میں تیرہواں نام میرا بھی شامل ہوتا اور یقین کرو کہ مجھے اس طرح مارے جانے کا
کوئی دُکھ نہ ہوتا۔"

سر گباشی سروپ کی مظلوم بیوی کو ڈاکوؤں سے بچاتے ہوئے؟ اس نے بھرپور
لہجے میں پوچھا۔

"ہاں شانتی۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا...... سروپ کے مجھ پر بہت احسان
ہیں...... اپنے آنجہانی دوست کا قرضہ میں شاید اپنی جان دے کر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

وہ کچھ دیر مجھے عجیب نظروں سے دیکھتی رہی۔

"لیکن سروپ اب مرچکا ہے سکندر...... اس نے بڑے دُکھ سے کہا اور میں اس

دُنیا میں تنہا رہ گئی ہوں۔"

"اس موضوع پر ہم پھر کسی وقت تفصیل سے بات کریں گے شانتی۔"
میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اس وقت تمہارے ہی سلسلہ میں بہت سے مسائل ہیں۔"

"اس طرح میں تم پر بھروسہ نہیں کرسکوں گی۔" اس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔
دیکھو نہ تمہارا آنند محل ہے، مجھ سے کہیں زیادہ خوبصورت عورتیں چوبیس گھنٹے
تمہاری خدمت کے لئے حاضر رہتی ہیں...... اپنی رنگینیوں میں تم ایک بیوہ کا کہاں تک ساتھ
دے سکو گے...... اس سے پہلے کہ میں تم سے کچھ امید باندھ لوں، میں اپنی جان بچانے پر
تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں، لیکن میری خواہش ہے کہ اب تم یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے
مسائل سے مجھے خود ہی نمٹنے دو...... ان مسائل کا سامنا کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مر ہی تو
جاؤں گی اور کیا ہوگا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

شانتی کا رویہ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا...... اس وقت یہاں آنے کا میرا پہلا مقصد
یہ تھا کہ اسے سروپ کی موت کا پرسا دوں گا...... دوسرے بلقیس یا ملک صالح کو چھپانے کے
سلسلہ میں اگر کوئی موزوں ترین جگہ ہوسکتی تھی تو وہ یہی کا میج ہوسکتا تھا، لیکن یہاں میں ذرا
بدلے ہوئے حالات میں آیا تھا...... میں نے دیوی اور اس کے آنند محل اور اس کے پتھر کے
آدمی گارمو کے چکر میں آکر پورے یقین کے ساتھ شانتی کی حفاظت کا ذمہ لے لیا تھا، مگر
اس دوران دیوی اور نرگس کے مابین ایک باہمی معاہدے میں ایک بازاری جنس کی طرح میں
نرگس کے زیر کفالت آگیا تھا اور گارمو کی جگہ مجھے برازیل کے جنگلوں کی ہزاروں سال
پرانی کوئی بدروح پیٹر پشپا کی شکل میں مل گئی جو پشپا سمیت ہزار روپ بدل سکتی تھی...... اس
ہنگامے کے دوران گارمو دیوی کے پاس چلا گیا...... اور میں جو یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ شانتی
سروپ کے بعد مضبوط ہاتھوں میں ہے...... جب آج کا میج پہنچا تو شانتی اور موت کے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

درمیان صرف گنتی کے چند لمحوں کا فاصلہ رہ گیا تھا...... شانتی کو میرے بدلے ہوئے حالات کا علم نہیں تھا...... آنند محل میں اس نے مجھے ایک پرنس کی زندگی گزارتے دیکھا تھا اور اب وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب تھی کہ میں اپنی شان و شوکت اور عیش و آرام میں اسے بھول گیا...... چنانچہ میں نے تہیہ کرلیا کہ آئندہ سے میں اپنے خدا اور اپنی ذات کے علاوہ نہ کسی پر بھروسہ کروں گا اور نہ غیر اللہ کی مدد طلب کروں گا...... ان میں شک نہیں کہ تقدیر نے مجھے ان دیکھی طاقتوں کے حوالے کر دیا تھا اور قدم قدم پر مجھے ان ماورائی طاقتوں سے اتنی بار سامنا کرنا پڑا تھا کہ نہ صرف میں نے حالات سے سمجھوتہ کرلیا تھا بلکہ اپنے مزاج کے بالکل برخلاف ان ماورائی طاقتوں پر بھروسہ بھی کرنے لگا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ میں جو سکندر تھا اب دوسروں کے دست نگر بن کر رہ گیا تھا۔

"پشپا۔" میں نے آہستہ سے آواز دی۔

"حکم میرے آقا۔" پشپا ہاتھ باندھے میرے سامنے کھڑی تھی۔

"دیکھو پشپا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم میرا ہر حکم ماننے پر مجبور ہو...... میں تمہیں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں۔"

"وہ تو مجھے آپ کئی بار آزاد کر چکے ہیں۔" اس نے شوخی سے کہا۔

"لیکن ایک بار جب میں کسی کو بخش دی جاتی ہوں...... پھر خود مجھ پر واپسی کا ہر دروازہ بند ہو جاتا ہے۔"

"پھر مجھے بتاؤ میں تم سے اور نرگس سے کس طرح چھٹکارا حاصل کر سکتا ہوں۔" میں نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"کسی بھی طرح نہیں آقا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"البتہ اتنا ضرور پوچھوں گی کہ مجھ سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے۔"

"اور اگر میں تمہیں کسی بات کا حکم نہ دوں؟"

"میں خاموشی سے انتظار کرتی رہوں گی۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم خاموشی سے انتظار کرتی رہو۔" میں تمہیں آئندہ کوئی حکم نہیں دوں گا...... البتہ آخری حکم یہ ہے کہ اب میری راہ میں آنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"جو حکم میرے آقا۔" اس نے سنجیدگی سے سر جھکا کر کہا...... میں آپ کے وجود سے گی اس وقت تک خاموشی سے انتظار کرتی رہوں گی جب تک اپنے آقا کی طرف سے مجھے ئی حکم نہیں ملے گا، لیکن کسی بھی خطرے یا غیر طبعی موت سے اپنے آقا کو بچانا میری رت میں ودیعت ہے اور اس کے لئے مجھے آپ کی طرف سے کسی حکم کی ضرورت نہیں گی...... یہ کہتے ہوئے اس نے سجدہ ریز ہو کر مجھے سلام کیا اور پھر میری نظروں کے سامنے ے غائب ہو گئی۔

"چلو کسی حد تک تو جان چھوٹی۔" میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سوچا اور شانتی کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے گیسٹ روم کی طرف بڑھ گیا۔

شانتی بستر پر اوندھی لیٹی آہستہ آہستہ رو رہی تھی...... اس کے ترشے ہوئے جسم کے اویز خطوط سسکیوں کے ساتھ اس طرح ہچکولے کھا رہے تھے کہ میرے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو گئیں...... میری زندگی ایک بیکراں خشک صحرا کی مانند تھی...... اس صحرا سے رنگ و بو کے بے شمار قافلے گزرتے رہتے تھے، لیکن میں تو صرف ایک گزرگاہ تھا...... چند لمحے کسی رتی خوشبو سے مہکا، پھر صحرائے وجود میں وہی بگولوں کا رقص، حد نظر تک اڑتی ہوئی ریت اور وہی ازلی پیاس، لیکن شانتی کو دیکھ کر دل میں ایک عجیب قسم کا اضطراب پیدا ہو جاتا ہے...... وہ اتنی بے باک اور نڈر تھی کہ اگر عورت نہ ہوتی تو میری طرح ہوتی...... اس نے بڑے وقار اور سنجیدگی سے اپنے شوہر کی موت کے صدمے کو سہا تھا...... وہ ہر لڑکی کے بس کی ت نہیں ہوتی تھی...... اس کے حصول کیلئے بارہ آدمی اپنی جان کا نذرانہ پیش کر چکے تھے، لیکن ے لئے وہ سروپ کی ایک امانت تھی...... میں اس امانت کی حفاظت کا وعدہ بھی کر چکا تھا، ن اس سے آگے وہ مجھ سے اور کیا چاہتی تھی؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"شانتی۔" میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"ہم ان دیکھے دشمنوں کے درمیان بیٹھے ہیں...... پلیز اس رونے دھونے کو ختم کر
وہ اپنی چار لاشوں کا انتقام لینے کے لئے کسی وقت بھی کسی طرف سے بھی ہم پر حملہ کر
ہیں۔"

میرے اس جملے کا شانتی پر خاطر خواہ اثر ہوا...... وہ چند لمحے خاموش لیٹی رہی......
آنکھیں ملتی ہوئی اُٹھ بیٹھی...... آنسوؤں سے نم اس کا سنہرا چہرہ اور سرخ آنکھیں اور
ترتیب بال اور جگہ جگہ سے ڈھلکی ہوئی اس کی کالی ساڑھی اس وقت اسے ایک مصور کا شا
بنائے ہوئے تھی...... وہ کچھ دیر سر جھکائے بیٹھی رہی...... پھر اس نے آہستہ سے اپنا
اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور بے حد ضبط کرنے کے باوجود دو موٹے موٹے آنسو اس
رخساروں پر ڈھلک آئے۔

"اگر سروپ آج زندہ ہوتا سکندر تو کیا اس کا تیج پر کوئی حملہ کرنے کی جرات کر سکتا تھا
اس نے بڑے دُکھ اور کرب کے ساتھ مجھ سے پوچھا۔

میں اس کے قریب ہی پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گیا اور اس کے بے ترتیب بالوں کو اپنے
سے درست کرتے ہوئے بولا۔

"ہم اب سروپ کو واپس نہیں لا سکتے شانتی...... لیکن اگر تم اسی طرح جذباتی بنی
تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دشمن کو اپنی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا ہم خود اپنی طرف سے
پورا پورا موقع فراہم کر رہے ہیں۔"

اس نے آہستہ سے میرے ہاتھ کو اپنے بالوں پر سے ہٹا دیا اور بستر سے کھڑی
پھر اس کی نظر اپنی ساڑھی پر پڑی جو سینے پر سے ڈھلک گئی تھی اور...... میں نے اپنی نگاہیں
کر لیں...... چند ساعت گزرنے کے بعد میں نے کنکھیوں سے اس کی جانب دیکھا
خود کو سنبھالنے کی اتنی جلدی نہیں تھی...... میں نے جلدی سے اپنی آنکھیں پھر نیچی کر
اور میں سچ کہتا ہوں کہ شانتی عجیب عورت تھی...... ابھی وہ روتے روتے اُٹھی

مجھے اتنا شائستہ دیکھ کر اس کی شوخی پھر عود آئی تھی۔

"اے مسٹر۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا میں واقعی اتنی بدصورت ہوں کہ میری جانب نظر اٹھاتے تمہیں اتنی کراہت
س ہو رہی ہے۔"

میری مجبوری ہے شانتی! میں سورج کو اپنی ننگی آنکھوں سے دیکھوں گا تو خود اندھا
جاؤں گا...... میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

کیا تمہیں اس سے پہلے سورج کو ننگی آنکھوں سے دیکھنے کا کوئی تجربہ نہیں ہوا۔

"نہیں۔" میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا چکا ہوں۔"

"اور میں نے پہلے یقین بھی کر لیا تھا، لیکن تمہارے آنند محل میں کچھ وقت گزارنے
بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ تم نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا جھوٹ تھا...... بہرحال
تم مجھے سر اُٹھا کر دیکھ سکتے ہو...... میں نے اپنے بدن کے تمام بدصورت حصے پوری طرح
لئے ہیں۔"

اور میں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو اس نے اپنی ساڑھی کو اس طرح کس کر باندھا تھا کہ اس
بدن کا ایک ایک پیچ و خم نمایاں تھا...... مجھے اپنی ذات سے نفرت ہونے لگی...... میں بار بار
رہا تھا کہ وہ میرے آنجہانی دوست کی ایک مقدس امانت ہے...... دوسرے اگر میں
ت کے چکر میں پڑنا ہی چاہتا تو اس شہر کی خوبصورت ترین لڑکیاں میرے قدموں پر
ہونے کو تیار تھیں، لیکن ایسے موقع پر جبکہ ابھی تک سروپ کی چتا سے ہلکا ہلکا دھواں اُٹھ
اور موجی کے ٹیلے میں چھپے ہوئے خزانے کی تلاش میں ہزاروں زہر میں بجھے ہوئے خنجر
بے شمار پستولوں اور رائفلوں کی گولیاں میرے جسم میں داخل ہونے کے لئے بے قرار
...... یہ رومانوی گفتگو کچھ اس طرح کی تھی، جیسے میں اپنے تہذیبی اقدار پر خود اپنے ہی
سے طمانچے مار رہا تھا، مگر آدمی اپنی ذات سے لاکھ معافی مانگے لیکن کوئی ادھر بھی تو

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دیکھے...... ایمان اور تہذیبی اقدار کی سلامتی اگر یکطرفہ ذمہ داری ہے تو اسے ذمہ دار
عذاب جسم وجاں کا نام دیا جائے گا۔

"کس سوچ میں پڑ گئے سکندر۔" اس نے انتہائی بے تکلفی سے میرے کندھے
رکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ سوچ رہا ہوں شانتی کہ میں تمہیں اب تک کیوں نہیں سمجھ پایا۔"

"اس لئے کہ تمہارا ذہن میری طرف سے بہت اُلجھا ہوا ہے۔"

"مثلاً۔"

"مثلاً کبھی میں تمہیں سروپ کی بیوہ نظر آتی ہوں اور کبھی محض ایک عورت۔"

"کیا یہ میری مجبوری نہیں ہے؟"

"تم صرف میری مجبوریوں پر نظر رکھو سکندر تو میں تمہارے لئے کوئی مسئ
رہوں گی...... ویسے مجھے تمہاری مجبوری کا تھوڑا بہت اندازہ بھی ہو چکا ہے اور یہی وجہ
کبھی تم میرے لئے بالکل اجنبی بن جاتے ہو اور کبھی مجھے تسلی دینے کے بہانے تمہارے
مالکانہ حقوق کے ساتھ میرے بالوں سے کھیلنے لگتے ہیں...... ہم دونوں اب بچہ نہیں
صرف اتنی بات ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھ نہیں رہے ہیں۔"

"تم سے باتوں میں کوئی نہیں جیت سکتا شانتی...... آؤ اب ذرا ڈرائنگ روم میں
ان لوگوں کے بارے میں باتیں کریں جو تمہاری جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

اور پھر ہم دونوں ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے...... شانتی نے پہلی بار اپنے
روم کا گہری نظروں سے جائزہ لیا۔

"نہیں...... میں یقین نہیں کر سکتی۔" اس نے تعجب کے ساتھ جیسے خود سے
پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو گئی...... کیا تم نے اسی کمرے میں ان چاروں کو ہلاک کیا؟"

"ہاں۔"

"گلا گھونٹ کر۔"

"نہیں...... میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا...... مجھے مجبوراً اپنا پستول استعمال کرنا پڑا۔"

میرے اس جواب پر وہ بے یقینی کے ساتھ ہنسی۔

"سکندر۔" کیا تم نے ان لاشوں کے ساتھ ان کا خون بھی دفن کر دیا...... یا تمہارے
پاس کوئی ایسا جادو ہے کہ چھڑی گھمائی اور یہاں سے خون کا ہر دھبہ غائب ہو گیا...... کیا تمہیں
معلوم ہے کہ مجھے خوفزدہ کرنے کے لئے انہوں نے سب سے پہلے اس کمرے میں وہ توڑ پھوڑ
مچائی تھی کہ معلوم ہوتا تھا قیامت آ گئی...... پھر انہوں نے مجھے اس سامنے والی کرسی سے
نائلون کی ڈوری سے خوب کس کر باندھ دیا...... اس کے بعد انہوں نے مجھے پانچ منٹ کی
مہلت دی کہ میں انہیں موجی کے ٹیلے کا پتہ بتا دوں اور میں اتنی خوفزدہ ہو گئی تھی کہ اگر مجھے
معلوم ہوتا تو یقیناً انہیں سب کچھ بتا دیتی، کیونکہ سروپ کے ان وفادار ساتھیوں کو جو کاٹیج
کے اطراف پہرے پر مقرر تھے وہ پہلے ہی ختم کر چکے تھے، اب جبکہ انہیں یقین ہو گیا کہ مجھ
سے وہ کچھ معلوم نہیں کر سکیں گے...... تب انہوں نے گنتی گننا شروع کر دی...... میرے دل
کی دھڑکنیں ویسے ہی ختم ہوتی جا رہی تھیں کہ پستول کی آواز آئی اور میں سمجھی کہ میں گئی......
پھر میری آنکھ کھلی تو تم میرے سامنے تھے۔

اور تم نے پہلا سوال مجھ سے یہ کیا کہ سکندر تم کیا شے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

لیکن شانتی اس وقت بہت سنجیدہ تھی۔

"مجھے قدرتی طور پر تم سے یہی سوال پوچھنا تھا، کیونکہ میں تو خود کو مردہ سمجھ بیٹھی
تھی...... تمہیں دیکھ کر پہلا خیال یہی آیا کہ ظالموں کی گرفت سے تم ہی نے مجھے چھڑایا ہوگا،
لیکن وہ چار تھے اور تم تنہا ہو...... میری سمجھ میں اب بھی نہیں آرہا ہے کہ یہ سب کچھ کس
طرح ہو گیا ہے اور پوری بازی کس طرح ایک ساتھ اُلٹ گئی۔"

"اچھا ہے کہ گزرے واقعات کو بھول جاؤ شانتی...... ذہن پر ذرا زور دے کر یہ سوچو کہ
کیا اس سے پہلے تم نے ان میں سے کسی آدمی کو سروپ کے پاس آتے جاتے دیکھا تھا یا کسی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ایسے گروہ کا نام سنا تھا، جس سے سروپ کی زندگی کو خطرہ درپیش ہو۔"

"نہیں۔" اس نے پورے یقین کے ساتھ جواب دیا۔

"ان میں سے کبھی کوئی آدمی ہمارے کاٹیج پر نہیں آیا...... البتہ سروپ کی جان کے دشمن تو بہت تھے...... میں کس کس کا نام تمہیں بتاؤں۔"

"کبھی بھی کسی ایسے دشمن کا نام شانتی جس سے سروپ خوفزدہ رہتا ہو۔"

"وہ اکثر کسی ٹھاکر کا ذکر کرتا تھا۔" اس نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"وہ کہتا تھا کہ ٹھاکر اس کے راستے کی دیوار بن گیا ہے۔"

ٹھاکر کے نام پر میں چونکا...... وہ امر کوٹ کے اطراف کا بہت بڑا ڈاکو تھا اور پنجاب اور سندھ کی پولیس نے اس کی گرفتاری پر بڑے بڑے انعامات کا اعلان کیا تھا...... یوں بھی بات کچھ سمجھ میں آتی تھی...... امر راج بھی صحرائے تھرپارکر کا رہنے والا تھا...... ٹھاکر اور امر راج کے مابین یقینی تعلقات ہوں گے اور امر راج ہی نے ٹھاکر کے گروہ کو سروپ کا پتہ دیا ہوگا...... اب امر راج ہی سے ٹھاکر کا پتہ معلوم کیا جاسکتا تھا۔

"تم نے میرا ایک بہت بڑا مسئلہ حل کردیا شانتی۔" میں نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ٹھاکر کو جانتے ہو؟" اس نے انتہائی حیرت سے پوچھا۔

"ہاں شانتی...... امر راج کو کون نہیں جانتا۔" میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"امر راج اور ٹھاکر...... وہ جیسے خواب میں بول رہی تھی، لیکن پھر جلد ہی اس نے خود کو سنبھال لیا۔"

"مگر سکندر...... امر راج کو تم نے زندہ اپنے آنند محل میں گرفتار کرکے بلوایا تھا...... اس کی قسمت اچھی تھی کہ مجھے اچانک ہی آنند محل سے واپس آجانا پڑا ورنہ میرا یہ عہد تھا کہ جہاں بھی مجھے وہ مل گیا...... میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گی۔"

"کوئی بات نہیں شانتی...... امر راج جلد ہی اپنے جرائم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا انشاء اللہ تمہارے قدموں پر پڑا ہوگا۔"

"لیکن تم ٹھاکر اور امر راج کو کیوں ملا رہے ہو۔" اس کے چہرے پر ابھی تک حیرت تھی۔

"اس لئے کہ ٹھاکر ڈکیت کا پورا نام آج تک کسی کو نہیں معلوم...... یہ بات صرف مجھے معلوم ہے کہ امر راج اور ٹھاکر دونوں تھرپارکر کے رہنے والے ہیں...... مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ امر راج اکثر ہفتوں تک لاہور سے غائب رہتا ہے اور شانتی ابھی جب میں یہ کڑیاں جوڑنے بیٹھا ہوں تو شروع میں میرا خیال تھا کہ ٹھاکر کا پتہ امر راج سے آسانی کے ساتھ معلوم کیا جاسکتا ہے، مگر فوراً ہی مجھے یہ بات بھی ابھی یاد آئی کہ لاہور کی زیرزمین دنیا میں امر راج صرف ٹھاکر کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" بالکل ٹھیک ہے...... شانتی کا چہرہ جوش سے کچھ اور سرخ ہوگیا تھا۔

"جب میں امر راج کے پاس تھی...... تو وہ مہینوں گھر سے باہر رہتا تھا اور جب واپس آتا تو زیورات اور نوٹوں سے لدا پھندا واپس آتا تھا...... اس کے ساتھی اگر کبھی گھر پر آتے تو اسے ٹھاکر کہہ کر ہی پکارا کرتے تھے، لیکن اس طرف میرا خیال یوں نہیں گیا کہ ادھر تھرپارکر میں ہر دوسرا آدمی ٹھاکر کے نام سے ہی جانا پہچانا جاتا ہے۔"

"خیر شانتی...... یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے کہ جسے ہم حل نہ کرسکیں...... میں نے پورے یقین کے ساتھ کہا۔"

امر راج کو آج شام ہونے سے پہلے ہم اس کاٹیج میں لے آئیں گے اور اگر یہ ثابت ہوگیا کہ وہ چار آدمی جو تمہیں قتل کرنے آئے تھے...... اس کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے تو امر راج کو اس کی بہت مہنگی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔

"یہ کہتے ہوئے میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔"

"کہاں جارہے ہو؟" اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

"مجھے فوری طور پر کچھ دوسرے مسئلے بھی طے کرنے ہیں۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"لیکن ہم نے تو ابھی تک اپنے مسئلے پر بات ہی نہیں کی۔"

"میں سمجھتا ہوں شانتی جب تک امر راج پر ہاتھ نہ ڈالا جائے، اس وقت تک ہم اس مسئلے کو یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔"

"میں امر راج کی بات نہیں کر رہی ہوں۔" اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"میں اپنی بات کر رہی ہوں۔"

"چلو اپنی بات بھی کر ڈالو۔" میں مسکراتے ہوئے پھر بیٹھ گیا۔

"تم اب یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گے۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"یہ تو میرا مسئلہ ہے...... تم تو اپنے کسی مسئلے کی بات کر رہی تھیں۔" مجھے اس کے اس انداز پر ہنسی آ گئی۔

"میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں مستقل طور پر یہیں کاٹیج میں رہنا ہے...... ورنہ میں خود کو شوٹ کر لوں گی۔"

"لیکن سوچو تو شانتی...... میں بھوکا پیاسا یہاں کس طرح رہ سکتا ہوں...... جب کہ صبح سے میں نے ایک پیالی چائے تک نہیں پی ہے۔"

"میں ابھی ایک منٹ میں ناشتہ لے کر آتی ہوں۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے باورچی خانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

میں اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھتا رہا...... یہ عورت میرے لئے قیامت بنتی جا رہی تھی...... نہ اسے دیکھا جا سکتا تھا اور نہ اسے دیکھے بنا رہا جا سکتا تھا...... اس نے شاید سچ ہی کہا تھا کہ تضادات خود میرے اپنے ذہن میں تھے...... میں یہ تصفیہ نہیں کر پا رہا تھا کہ شانتی کو اگلی راہوں کے سفر کے لئے تنہا چھوڑ دوں یا اس کی حفاظت کی خاطر کچھ عرصہ اس کے ساتھ رہوں لیکن یہ تھوڑا سا بھی عرصہ میرے لئے ایک آزمائشی وقت بن سکتا تھا، کیونکہ میں اب تک عورت سے بالکل ہی بیگانہ رہا تھا...... پہلی بار ایک ایسی عورت کے سحر میں گرفتار ہوتا چلا جا رہا تھا، جو میرے لئے ہر حیثیت سے انتہائی قابل احترام تھی، لیکن کاش کوئی ہوتا جو

اسے بھی سمجھا سکتا۔

"اے" اس نے مجھے باورچی خانہ سے پکارا۔

"فریزر میں کچھ قیمہ رکھا ہے...... کیا پراٹھوں کے ساتھ کچھ کباب بنا دوں؟"

"کباب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا تم گوشت کھاتی ہو؟"

ابھی تو پرنس سکندر میں تمہیں بہت سے شاک دوں گی...... اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بولو بناؤں کباب۔"

جو چاہو بنا دو...... میں ذرا تہہ خانے تک جا رہا ہوں۔

ایک منٹ...... ایک منٹ...... وہ تیزی سے کمرے میں آتی ہوئی بولی...... کیا تم نے ان لوگوں کی لاشیں تہہ خانے میں چھپائی ہیں۔

نہیں شانتی...... میری اپنی ایک امانت تہہ خانے میں رکھی ہوئی ہے۔

"یہ امانت وہاں تم نے کب رکھی۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا تم جب پہلے پہل آئے تھے؟"

"نہیں...... آج ہی یہ امانت وہاں رکھی ہے۔"

"شکریہ سکندر! وہ دلجمعی سے مسکرائی۔"

"کس بات کا شکریہ!"

"یہی کہ تم نے آنند محل کے مقابلے میں اس چھوٹے سے غیر محفوظ کاٹیج کو ترجیح دی۔"

"آنند محل کو بھول جاؤ شانتی...... اب میں وہاں واپس نہیں جاؤں گا۔"

"وہ کچھ دیر حیرت سے مجھے دیکھتی رہی...... پھر آگے بڑھ کر اس نے بڑے پیار سے دونوں بانہیں میری گردن میں ڈال دیں۔"

"میرے اس اظہار ممنونیت سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑ جانا سکندر۔"

اس نے میری گردن پر اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے کہا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"سروپ اگر میری مرضی کے مطابق کوئی کام کرتا تھا تو میں اسی طرح اس کا شکریہ ادا کیا کرتی تھی۔"

"لیکن میں سروپ نہیں ہوں شانتی۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

وہ بے اختیار میرے سینے سے لگ گئی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... تم سروپ کے واحد دوست ہو، جس پر میں آنکھ کر کے اطمینان کر سکتی ہوں۔"

"لیکن مجھے خود پر اعتماد نہیں ہے۔"

"اس وجہ سے کہ جیسا تم نے مجھے بتایا ہے...... تمہارا اب تک کسی عورت سے وا نہیں پڑا ہے۔"

اس نے چہرہ اُٹھا کر میری پیشانی کو آہستہ سے چوم لیا...... جب عورت مرد دوا با اعتماد دوستوں کی طرح ساتھ رہتے ہیں، تو انہیں آپس میں پیار و محبت کے پھول کرتے رہنا چاہئیں...... مجھے تمہاری آنکھیں اچھی لگتی ہیں...... تو اگر میں انہیں آہستہ بوسہ دے کر خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں، تو تمہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے...... ا تمہیں میرے لب و رخسار پسند ہیں تو کھل کر انہیں خراج عقیدت پیش کرنے سے کون مجبوری تمہارے آڑے آ سکتی ہے۔

"میرا مذہب شانتی...... میں نے آہستہ سے خود کو علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔"

وہ تعجب سے مجھے دیکھتی رہ گئی۔

"مذہب تو کوئی مجبوری نہ ہوئی...... اس نے حیرت سے کہا۔"

"میں ابھی مسلمان ہوئی جاتی ہوں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"اس قسم کی بے تکلفی مسلمانوں کے یہاں بھی صرف میاں بیوی کے درمیان ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"خیر۔" وہ دوبارہ باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے بولی...... اس پر بھی دوبارہ

جا سکتا ہے، لیکن میں پہلے تمہارے لئے ناشتہ تیار کر لوں...... تم جب تک تہہ خانے سے اپنی امانت اُٹھا لاؤ۔"

اور جب کافی دیر بعد وہ مختلف قسم کے کھانوں سے لدی ٹرالی گھسیٹتی ڈرائنگ روم میں واپس آئی تو ملک صالح کو وہاں بیٹھا دیکھ کر چند ساعت کے لئے جھجکی، لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی ساڑھی کا پلو سر پر ڈال لیا اور ٹرالی میرے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کی تعریف۔"

"یہ ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے آدمی ہیں شانتی اور ان کی تمام بڑائی کا انحصار اس بات پر ہے کہ یہ اپنے سے زیادہ بڑے لوگوں کے لئے سیاست کے نام پر شہر کی سڑکوں سے شریف لڑکیوں کو اغوا کراتے رہتے ہیں...... انہوں نے اس سلسلہ میں بے شمار تنخواہ دار غنڈے ملازم رکھ چھوڑے ہیں۔"

"تو آپ اپنے دس، پانچ غنڈے ساتھ میں نہیں لائے۔" شانتی نے ملک صاحب سے پوچھا۔

"میں نے انہیں اس کا وقت نہیں دیا۔"

"لیکن یہ منہ چھپائے کیوں بیٹھے ہیں۔"

"لمبی داستان ہے شانتی...... اب اچھی لڑکیوں کی طرح تم اپنے کمرے میں جا کر بیٹھو مجھے ان سے بہت اہم باتیں کرنا ہیں۔"

"اس پر یاد آیا سکندر...... وہ جاتے جاتے رُک گئی...... ہمارے بیڈ روم کا دروازہ شاید اندر سے بند ہو گیا ہے...... ان سے فارغ ہو کر پہلے دروازہ کھول دینا...... میں نے تو ابھی کپڑے تک نہیں بدلے ہیں۔"

اور پھر مجھے یاد آیا کہ بیڈ روم میں تو بلقیس کو پشپا نے اس وقت تک سلانے کا انتظام کر رکھا ہے...... جب تک میں خود ہی آواز دے کر اسے نہ اٹھاؤں...... بلقیس کی شرافت اور معصومیت کا خیال آتے ہی میری نفرت اس درندے سے کچھ اور زیادہ بڑھ گئی، لیکن آپ جو

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

شروع سے میری عادت واطوار سے واقف ہیں جانتے ہیں کہ مجھے دوسروں کا کیا ہوا
کھانے میں مزا نہیں آتا۔

اور ابھی میں اس بارے میں کوئی آخری فیصلہ کرنا چاہ ہی رہا تھا کہ پشپا نے میرے ذہن
میں سرگوشی کی۔

"آقا...... امر راج اپنے آدمیوں کا بدلہ لینے کے لئے تین جیپوں میں مسلح غنڈے بھر کر کاٹیج میں شانتی کو اغوا کرنے آرہا ہے...... میں معافی چاہتی ہوں، لیکن آقا کی سلامتی میری ذمہ داری ہے...... کاٹیج تک پہنچتے پہنچتے تینوں جیپوں میں آگ لگ جائے گی...... صرف امر راج زندہ بچے گا...... اس سے آپ چاہیں تو بات کرلیں، ورنہ کنیز حاضر ہے۔"

"نہیں پشپا۔" میں نے اپنے ذہن ہی میں اسے حکم دیا۔

"ان جیپوں کو فی الحال واپس کردو...... امر راج کے اڈے ہی پر میں کسی دن امر راج سے بات کروں گا...... بلقیس اور اس کے بھائیوں کو تم گھر پہنچادو...... یہاں حالات کچھ بدل چکے ہیں...... البتہ آج سے بلقیس اور اس کے گھر والوں کی مکمل حفاظت تمہارے ذمہ ہے۔"

"اور آقا! اس بھینسے کے بارے میں کیا حکم ہے۔"

"اسے اس ہی کے آدمیوں کے ہاتھوں لاہور کے کسی بڑے بازار میں ختم کروادو، مجھے تو اس پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بھی کراہت ہو رہی ہے۔"

اور جیسے ہی میں نے اپنے ذہن میں پشپا کو حکم دیا، ملک صالح میری نظروں کے سامنے سے اچانک غائب ہو گیا۔

"اے۔" دور سے شانتی کی آواز آئی۔

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ ہماری خواب گاہ اندر سے کسی نے بند کردی ہے، لیکن ابھی میں نے ہاتھ ہی لگایا تھا کہ کواڑ کھل گئے۔"

"ٹھیک ہے...... میں نے مسکراتے ہوئے بلند آواز سے کہا...... تم غسل کرکے لباس تبدیل کرلو...... ناشتہ میں تمہارے ساتھ ہی کروں گا۔"

"نہیں پرنس...... ناشتہ آپ دیوی کے ساتھ کریں گے۔" میں نے دیکھا سادھو مہاراج میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور میرے جسم میں کاٹو تو لہو نہیں تھا۔

میری آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا، نہ جانے کیوں اس وقت میری کیفیت کچھ عجیب سی ہونے لگی تھی...... مجھے شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی...... یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی ان ہونی بات ہو رہی ہے...... میری کیفیت میں یہ تعین ناقابل فہم تھا...... میرا دماغ ماؤف ہوتا جارہا تھا...... یہاں تک کہ میری آنکھیں بند ہوگئیں...... پھر نہ جانے وہ کون سی جگہ تھی، کون سا ماحول تھا، نہ جانے میں کون تھا...... یہ سب لوگ کون تھے جو میرے دشمن تھے، میں ایک نئے ہی کردار میں ڈھل گیا تھا، لیکن ایک انوکھا اعتماد...... ایک عجیب سی کیفیت تھی میری...... سب کچھ اجنبی...... سب کچھ شناسا سا، اس وقت میں یہ بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ میں کچھ کھو بیٹھا ہوں...... میں بالکل مطمئن تھا...... اپنے حالات سے...... اپنے ماحول اور اپنی شخصیت سے، بہت سے کردار میرے شناسا تھے...... بہت سے رشتے آشنا تھے...... میں ایک مکمل اجنبی وجود تھا، خود اپنے آپ سے۔

میں کون ہوں...... میں نے خود سے سوال کیا۔

شعبان۔

یہ میرا نام ہے۔

"ہاں"

میرے اطراف بکھرے لوگ۔

جس جگہ میں موجود ہوں...... یہ خان کا ڈیرہ ہے۔

خان کون ہے۔

میرا دوست۔

لیکن میری آنکھوں میں تو اس کی صورت بھی نہیں ہے۔

آجائے گی۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

یہ سارے سوالات میرے اندر پیدا ہو رہے تھے اور مجھے اندر سے جواب مل رہا تھا، لیکن ایک بار پھر دماغ میں چکر سا پیدا ہوا اور مجھے سادھو بابا نظر آیا۔

”دیکھ لوگ تیرے اور میرے بیچ آ رہے ہیں...... میں نے محنت کر کے تجھے جو شکتی مان بنایا ہے وہ تجھ سے ساری شکتی چھین لینا چاہتے ہیں...... تجھ سے پیشا چھین لینا چاہتے ہیں۔

”تو مسلمان ہے...... باعمل باوقار...... کالی قوتوں کا غلبہ تجھ پر زیب نہیں دیتا...... ایک آواز سنائی دی۔

”مگر دشمنوں میں گھرا ہوا ہے...... سادھو کی آواز اُبھری۔

”یہ بھی کالی قوتوں کی ایک چال ہے...... وہ تیرے ذہن کو آزادی نہیں دینا چاہتے...... انہوں نے تجھے ایک نئے کردار میں ڈھال دیا ہے...... بس وہ ایک مسئلے میں تجھ پر قابو نہیں پا سکے...... وہ تیرا مسلم نام نہیں چھین سکے تو اب بھی مسلمان ہے...... وہ تجھے سکندر سے ہری ناتھ نہیں بنا سکے، دوسری آواز نے کہا۔

آہ...... میرا دماغ دُکھ رہا ہے...... میں سو جانا چاہتا ہوں...... میں چیخ پڑا پھر سو گیا، لیکن رات کے نہ جانے کون سے حصے میں آنکھ کھل گئی۔

ادھوری نیند کی کرچیاں میری آنکھوں میں چبھ رہی تھیں، مگر میرے حواس پوری طرح بیدار تھے...... میں ہمہ تن گوش ہو کر باہر سے آنے والی آوازوں کو سننے کی کوشش کر رہا تھا...... نیم تاریک کمرے سے باہر ڈھلتی ہوئی رات سرسرا رہی تھی اور کھیتوں اور کھالوں میں ٹراتے ہوئے مینڈکوں کے علاوہ کہیں سے کوئی معمولی سی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی...... میں نے فوراً ہی کارنس پر رکھا ہوا لیمپ گل کر دیا اور غور سے سننے لگا...... جلد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ ڈیرے کی طرف بڑھنے والے مسلح افراد کی تعداد دس ہے...... میں اپنی اس عجیب و غریب صلاحیت سے باآسانی یہ جان سکتا تھا کہ وہ لوگ ڈیرے سے کتنے فاصلے پر ہیں اور کس کس جگہ پر ہیں...... ان میں سے تین مسلح افراد ڈیرے کی پشت پر تھے، دو آدمی ڈیرے کے دائیں اور بائیں دیوار کی طرف آ رہے تھے، جب کہ پھاٹک کی طرف

بڑھنے والے مسلح افراد کی تعداد بھی تین تھی...... ان میں سے ایک جو نسبتاً آگے تھا خاصی تیز رفتاری سے ڈیرے کے پھاٹک کی طرف آ رہا تھا، جبکہ باقی تمام افراد رک رک کر اور نہایت محتاط انداز سے چل رہے تھے...... میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اور میرا ذہن انتہائی سرعت سے اس گھیرے سے بچ نکلنے کی ترکیبیں سوچنے لگا...... وقت کے مختصر ترین وقفے میں، میں نے ایک فیصلہ کیا...... میں نے ٹٹول کر تکئے کے نیچے سے اپنا ریوالور اور ٹارچ اٹھائی اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی میں نے محسوس کیا کہ دائیں بائیں اور پشت کی طرف سے آنے والے افراد ڈیرے کے بالکل قریب پہنچ کر رک گئے ہیں، جبکہ سامنے سے آنے والے تینوں افراد بھی ڈیرے کے پھاٹک سے کچھ دور تھے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے...... میں نے تیزی سے صحن کا جائزہ لیا، ڈیرے کا صحن خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا...... یہ ایک اندھیری رات تھی، مگر تاروں کی مدہم روشنی میں توری کے ان بڑے بڑے بوروں کو دیکھ سکتا تھا جو صحن کے آخری حصے میں بنے ہوئے ڈھاروں میں اور ڈھاروں سے باہر تک بکھرے ہوئے تھے...... میرے پاس سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لئے محض چند سیکنڈ تھے، کیونکہ پھاٹک کی طرف بڑھنے والے مسلح افراد اب پھاٹک کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے...... میں نے کمرے سے باہر نکل کر دروازے کو آہستگی سے بند کیا، پھر پنجوں کے بل دوڑتے ہوئے ڈیرے کا صحن پار کیا اور پھاٹک کے قریب ایک ڈھارے میں داخل ہو گیا...... ڈھارے میں گہری تاریکی تھی، مگر کچھ دیر ٹٹولنے کے بعد مجھے بوروں کے درمیان ذرا سی خالی جگہ محسوس ہوئی اور میں وہاں دبک کر بیٹھ گیا...... اس جگہ سے میں پھاٹک کو اور ڈیرے کے صحن کو دیکھ سکتا تھا، مگر باہر سے کوئی بھی میری وہاں موجودگی کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

پھاٹک کی طرف بڑھنے والے تینوں افراد اب پھاٹک کے سامنے پہنچ کر رُک گئے تھے اور میں ان کے پیروں تلے چرچرانے والے سوکھے پتوں کی آواز بھی سن سکتا تھا...... چند لمحوں کے بعد ایک خفیہ سی آہٹ اُبھری اور پھر نیم روشن آسمان کے سامنے میں نے ایک

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

انسانی ہیولے کو ڈیرے کی بیرونی دیوار پر بلند ہوتے ہوئے دیکھا...... وہ شخص دیوار پر چڑھ کر چند لمحوں تک ڈیرے کے صحن کا جائزہ لیتا رہا...... پھر آہستگی سے اندر کو کود گیا...... کچھ دیر تک وہیں زمین پر بیٹھا رہا، پھر آہستگی سے اُٹھا اور بے آواز قدموں سے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا...... تاریکی کی وجہ سے میں اس کی صورت اور اس کی حرکات کو واضح طور پر نہیں دیکھ پا رہا تھا، مگر پھاٹک کے کنڈے کی خفیف سی کھڑکھڑاہٹ سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ تالا کھولنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر اگلے ہی لمحے پھاٹک کے پٹ بے آواز آہستگی کے ساتھ کھل گئے۔ میں نے اپنا سانس روک لیا اور بورے کی اوٹ سے سر اٹھا کر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگا۔ اونچے قد کا ایک قوی ہیکل شخص، جس کے دائیں ہاتھ میں لمبی نال کی ایک رائفل نظر آ رہی تھی، پھاٹک میں داخل ہوا اور پھر اس کے پیچھے پیچھے بھاری بدن اور درمیانے قد کا ایک شخص اندر آ گیا...... تاروں کی مدھم روشنی میں وہ تینوں تاریک ہیولوں کی طرح نظر آ رہے تھے، مگر بغور دیکھنے پر مجھے محسوس ہوا کہ ان سب نے چہروں پر ڈھاٹے باندھ رکھے ہیں۔ وہ تینوں کچھ دیر تک وہیں کھڑے ڈیرے کے صحن کا جائزہ لیتے رہے، پھر دبے قدموں کمروں کی طرف بڑھ گئے جو ڈیرے کے شمالی حصے میں بنے ہوئے تھے...... پہلے وہ دائیں کمرے کی طرف بڑھے، مگر فوراً ہی وہ مڑے اور آہستہ آہستہ اس کمرے کی طرف بڑھنے لگے جہاں کچھ دیر پہلے میں سویا ہوا تھا...... شاید انہوں نے دائیں دروازے کی باہر سے لگی ہوئی کنڈی کو دیکھ لیا تھا۔

میں اسی لمحے کا منتظر تھا...... میں جانتا تھا کہ اس کمرے میں مجھے نہ پا کر وہ مایوسی کے عالم میں باہر نکلیں گے اور فوراً ہی صحن کا چپہ چپہ چھان ماریں گے...... یہی چند سیکنڈ میرے لیے نہایت اہم تھے...... وہ لوگ ابھی کمرے کے دروازے سے چند قدم دور ہی تھے کہ میں اپنی پناہ گاہ سے نکلا اور صحن میں پڑے ہوئے ایک بورے کی اوٹ میں آ کھڑا ہوا...... جونہی وہ افراد کمرے میں داخل ہوئے میں بورے کی اوٹ سے نکلا اور بے آواز قدموں سے دوڑتا ہوا ڈیرے کے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا، مگر پھاٹک میں پہنچتے ہی مجھے ٹھٹک کر رُک جانا پڑا۔

پھاٹک کے سامنے ایک اور شخص موجود تھا...... خوش قسمتی سے اس کا رخ دوسری طرف تھا اور وہ ٹہلتا ہوا دائیں طرف جا رہا تھا...... میں نے ایک بار پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف دیکھا...... تینوں مسلح آدمی اس کمرے میں داخل ہو چکے تھے اور اب کسی بھی لمحے باہر آنے والے تھے...... میں نے کرتے کی جیب سے ریوالور نکال لیا اور نہایت محتاط قدموں سے اس شخص کی طرف بڑھا...... چند ثانیوں کے بعد میں اس کی پشت پر پہنچ چکا تھا...... اسے ابھی تک میری موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا...... دونوں ہاتھ پشت پر باندھے دھیرے دھیرے دائیں طرف بڑھ رہا تھا۔

میں نے ریوالور کو نال سے تھام لیا اور اس شخص کے بالکل قریب پہنچ کر ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اس کی گدی پر دے مارا...... پھر اس سے پہلے کہ اس کے حلق سے کوئی آواز بلند ہوتی میں نے اپنا بایاں ہاتھ مضبوطی سے اس کے منہ پر جما دیا، مگر میرا وہ ہاتھ اس کے چہرے پر جما نہ رہ سکا...... وہ شخص لڑکھڑایا اور کوئی آواز نکالے بغیر زمین پر ڈھیر ہو گیا...... میں اسے وہیں چھوڑ کر تیزی سے ان کھیتوں کی طرف بڑھ گیا جو ڈیرے کے سامنے سے شروع ہو کر دور تک پھیلے ہوئے تھے...... اگلے ہی لمحے میں ان کھیتوں میں پہنچ گیا...... میں نے جھک کر اپنے آپ کو پودوں کی آڑ میں چھپایا اور اسی حالت میں تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا جدھر گھنے درختوں کا ایک جھنڈ نظر آ رہا تھا، مگر میں ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ اچانک بارود کی تیز اور تیکھی بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور اس کے ساتھ ہی ایک چمک لہرائی۔

سیکنڈ کے دسویں حصے میں مجھے معلوم ہو گیا ڈیرے کے دائیں طرف متعین افراد میں سے کسی نے مجھے دیکھ لیا ہے اور مجھ پر گولی چلا دی ہے...... میں نے اچھل کر خود کو ایک طرف گرا لیا...... اگلے ہی لمحے ایک گولی زناٹے کے ساتھ میرے اوپر سے گزر گئی اور اس کے ساتھ ہی ٹارچ کی روشنی کھیتوں میں حرکت کرنے لگی...... میرا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا...... میں اب تک اسی گمان میں تھا کہ میرے دشمنوں کو میرے فرار کا علم ہونے میں کچھ وقت لگے گا اور اس دوران میں ڈیرے سے کافی دور نکل چکا ہوں گا، مگر اب صورت حال یکسر بدل چکی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

تھی...... دشمنوں کو نہ صرف یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میں ڈیرے سے نکل آیا ہوں، بلکہ انہیں بھی علم تھا کہ اس وقت میں کہاں ہوں...... میں نے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا تو اچانک مجھے دائیں طرف چند گھوڑوں کے ہیولے نظر آئے...... یہ یقیناً انہی مسلح لوگوں کے گھوڑے تھے جنہوں نے اس وقت ڈیرے کو گھیر رکھا تھا...... وہ گھوڑے تعداد میں تین تھے اور غالباً کھیتوں کے گرد ایستادہ درختوں سے باندھے گئے تھے، مگر وہ مجھ سے کم و بیش پچاس گز کے فاصلے پر تھے...... میں نے پلٹ کر ڈیرے کی طرف دیکھا اور پھر کہنیوں اور گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا تیزی سے ان گھوڑوں کی طرف بڑھنے لگا...... ڈیرے کی طرف سے دوبارہ سی فائر کی آواز اُبھری، مگر کئی ٹارچوں کی روشنی اب کھیتوں میں گردش کر رہی تھی...... تاہم میرے اردگرد اُگے ہوئے گھنے پودے اتنے بلند ضرور تھے کہ میرا دیکھ لیا جانا ممکن نہ تھا۔

چند لمحوں کے بعد میں ان گھوڑں کے بالکل قریب پہنچ گیا...... اسی وقت میری نظر اس جیپ پر پڑی جو کچھ دُور بائیں طرف ٹاہلی کے ایک گھنے درخت کے نیچے کھڑی تھی۔ پہلے تو میرے جی میں آئی کہ میں اس جیپ کی طرف جاؤں اور اسے سٹارٹ کرنے کی کوشش کروں، مگر پھر فوراً ہی مجھے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے اس جیپ میں بھی کوئی شخص موجود ہو۔ گھوڑوں کے قریب پہنچ کر میں نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا...... تاریکی کی وجہ سے مجھے کچھ نظر نہ آسکا، مگر ڈیرے کی طرف سے اب کئی لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور ٹارچوں کی روشنیاں اب بھی کھیتوں میں حرکت کر رہی تھیں...... وہ تینوں گھوڑے کھیتوں کے قریب اُگے ہوئے آم کے پیڑوں سے بندھے ہوئے تھے...... میں پہلے پیڑ کے قریب پہنچ کر اٹھا اور اپنے آپ کو تنے کی اوٹ میں چھپا کر اس پر سوار ہو گیا...... آموں کے پیڑ ایک دوسرے کے بہت قریب تھے اور اگر میرے دشمن مجھ پر فائر بھی کرتے تو زیادہ امکان یہی تھا کہ گولی مجھے نہیں لگے گی، مگر یہ بات شاید ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ میں یہاں پہنچ چکا ہوں...... گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ ٹارچوں کی روشنی ابھی تک اسی کھیت پر مرکوز تھی جہاں مجھ پر گولی چلائی گئی تھی۔

میں نے گھوڑے کا رخ جنوب کی طرف موڑا اور پھر لگام کو جھٹکا دیتے ہوئے اسے ایڑی دی...... اگلے ہی لمحے وہ گھوڑا گھنے کھیتوں میں سرپٹ دوڑ رہا تھا اور تیزی سے درختوں کے اس جھنڈ کے قریب ہوتا جا رہا تھا جو چند فرلانگ دور جنوب کی طرف نظر آ رہا تھا...... کچھ دیر کے بعد مجھے عقب سے فائروں کی آواز سنائی دی، مگر اس وقت تک میں ان کے نشانے کی زد سے نکل چکا تھا...... گھنے درختوں کا سلسلہ اب مجھ سے چند گز ہی دور تھا...... درختوں کے اس جھنڈ میں داخل ہونے کے بعد بھی میں نے اپنی رفتار کم نہ کی، بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتا رہا...... اونچے اور گھنے درختوں کا یہ سلسلہ کئی ایکڑوں پر پھیلا ہوا تھا...... درختوں کے جھنڈ سے نکلتے ہی میں نے گھوڑے کا رخ بائیں جانب موڑ دیا اور تیزی سے مشرق کی طرف بڑھنے لگا...... اس وقت تک میں اپنے ذہن میں یہ طے کر چکا تھا کہ مجھے کہاں جانا ہے...... کھیتوں سے آگے بنجر اور غیر آباد زمین کا ایک وسیع و عریض خطہ تھا جو کئی میل تک پھیلا ہوا تھا، اس ویران خطے کی زمین کلر زدہ تھی اور اس میں جا بجا اُونچے نیچے ٹیلے تھے اور کہیں کہیں خودرو جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں...... اس خطے کے آغاز میں اینٹوں کے اس پرانے بھٹے کے کھنڈر تھے جو شاید میری پیدائش سے بھی پہلے متروک ہو چکا تھا...... ان کھنڈروں کے متعلق اِردگرد کے دیہاتوں میں طرح طرح کے قصے مشہور تھے...... کھیتوں کے پاس سے گزرتے ہوئے میں انہی کھنڈروں کے بارے میں سوچ رہا تھا...... میں نے درختوں کے جھنڈ سے نکلتے ہی گھوڑے کا رُخ اس کلر زدہ، ویران خطے کی طرف موڑ دیا تھا اور میرے نامعلوم دشمنوں کا گھوڑا گھنے کھیتوں میں سرپٹ دوڑتا ہوا اسی طرف بڑھ رہا تھا...... کچھ ہی دیر کے بعد میں ایک باغ کے قریب پہنچ گیا...... وہاں سے میں اس بنجر خطے کو دیکھ سکتا تھا...... ستاروں کی مدھم روشنی میں اس کا سفید کلر دُور ہی سے نظر آ رہا تھا...... باغ میں پہنچ کر میں نے گھوڑے کو روکا اور نیچے اتر آیا...... پھر ایک لکڑی اُٹھا کر میں نے گھوڑے کو واپس اسی طرف دوڑا دیا جدھر سے میں آیا تھا...... جب وہ نگاہوں سے اُوجھل ہو گیا تو میں بھی باغ سے نکلا اور تیزی سے اس بنجر خطے کی طرف بڑھ گیا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

چند ثانیوں کے بعد میں اوپر پہنچ گیا، مگر میرا ایک پاؤں ابھی آخری زینے پر تھا کہ اچانک مجھے قریب ہی کسی جانور کی غصیلی غراہٹ سنائی دی...... میرے قدم وہیں ٹھٹک کر رہ گئے...... خطرے کے احساس سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں، میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا، میرے اردگرد جلی ہوئی اینٹوں کے ڈھیر پڑے تھے اور میرے سامنے بھٹے کا مہیب اور شکستہ ٹاور تھا، اس ٹاور کے نیچے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کمرے صبح کے دُھندلکے میں تاریک غاروں کی مانند محسوس ہو رہے تھے...... اچانک ہی وہ غراہٹ دوبارہ اُبھری...... میں نے چونک کر ان اندھیرے کمروں کی طرف دیکھا اور ایک لمحے کے لئے مجھے یوں لگا جیسے میرا دل دھڑکنا بھول گیا ہو...... ٹاور کے نیچے بنے ہوئے ایک تاریک کمرے میں دو سرخ آنکھیں مجھ پر مرکوز تھیں...... پھر اچانک اس تاریکی میں دو اور انگارے دہک اُٹھے اور اگلے ہی لمحے اس اندھیرے کمرے کی آخری گوشے میں دو اور آنکھیں روشن ہوگئیں...... پھر مجھے ایسا لگا جیسے وہ سارا آنکھیں دھیرے دھیرے میری طرف بڑھ رہی ہیں۔

مجھے اپنا خون رگوں میں جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا...... میں نے ایک بار پلٹ کر دیکھا، تو ہر طرف ملگجے اندھیرے اور سناٹے کا راج تھا...... میرا ہاتھ بے اختیار کرتے کی جیب میں رینگ گیا...... میں نے اپنا ریوالور نکال لیا اور دوبارہ اس اندھیرے کمرے کی طرف دیکھنے لگا...... وہ چمکتی ہوئی سرخ آنکھیں اب کچھ اور قریب آگئی تھیں اور ان کے غرانے کی آوازیں پہلے سے زیادہ غصیلی اور واضح ہوگئی تھیں...... میں نے ریوالور کے ٹریگر پر انگلی جما اور کھسکتا ہوا تیزی سے ٹاور کے قریب پہنچ گیا، مگر اسی وقت وہ تینوں ہیولے اُچھل کر اندھیرے کھوہ سے باہر آگئے...... صبح کے مدھم اجالے میں، میں نے دیکھا کہ وہ تین جنگلی گیدڑ ہیں، مگر ان کی جسامت تقریباً بھیڑیوں جیسی تھی...... ان کے نوکیلے دانت چمک رہے تھے اور ان کی دہکتی ہوئی سرخ آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں...... میں نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا اور ریوالور کی لبلبی دبانے ہی والا تھا کہ اچانک ہی مجھے اپنے ان نامعلوم دشمنوں کا خیال آیا

...اس وقت بھی دیوانہ وار مجھے کھیتوں میں تلاش کر رہے ہوں گے...... یہ کھنڈر ان کھیتوں ...زیادہ دُور نہیں تھا...... فائر کی آواز سن کر ان کے لئے یہ جاننا ذرا بھی مشکل نہ تھا کہ میں ...وقت کہاں ہوں اور پھر ان کا چند لمحوں میں یہاں پہنچ جانا بھی یقینی تھا۔

میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا...... وقت کے مختصر ترین وقفے میں، میں نے ایک ...ب سوچی...... میں نے ریوالور دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا اور کرتے کی بائیں جیب سے ...ٹارچ نکالی...... ٹارچ روشن کر کے میں نے اس کا رخ ان غضبناک گیدڑوں کی طرف ...دیا جو دھیرے دھیرے میری طرف بڑھ رہے تھے اور مجھ پر جھپٹ پڑنے کو بے تاب تھے، ...ر ٹارچ کی تیز روشنی جونہی ان کی آنکھوں پر پڑی وہ گھبرا کر چند قدم پیچھے ہٹ گئے، میں ان ...اس گھبراہٹ سے فائدہ اٹھانے کے لئے پوری طرح مستعد تھا، جونہی وہ پیچھے ہٹے، میں ...نے قریب پڑے ہوئے اینٹوں کے ٹکڑے اٹھائے اور پوری قوت سے ان پر پھینکنے لگا...... وہ ...نوں گیدڑ چیختے اور غراتے ہوئے تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بھاگے اور اگلے لمحے بھٹے ...ے نیچے اُتر گئے...... نیچے اترنے کے بعد بھی وہ بہت دیر تک بھٹے کے اِردگرد منڈلاتے رہے ...ر میری جانب منہ کر کے غضبناک آوازوں میں غراتے رہے...... اس دوران میں مسلسل ...ن پر اینٹیں اور پتھر پھینکتا رہا، پھر ایک بھاری اینٹ ان گیدڑوں میں سے ایک کے سر پر لگی اور ...چیختا ہوا مغربی ٹیلوں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا...... اس کے بعد دوسرے گیدڑ بھی اسی طرف بھاگے اور کچھ دیر کے بعد ٹیلوں کی اوٹ میں غائب ہوگئے...... میں وہیں بھٹے کے ٹاور ...ے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور اپنی بے ترتیب سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا...... صبح کا ...ملگوں دھندلکا دن کے اجالے میں بدلنے لگا...... گرد و پیش کی چیزیں اب مجھے واضح طور پر ...دکھائی دے رہی تھیں، میں چند منٹ تک وہیں بیٹھا رہا...... پھر اچانک مجھے احساس ہوا کہ جس طرح مجھے دُور تک کی چیزیں اب نظر آنے لگی ہیں اسی طرح کوئی دُور سے مجھے بھی دیکھ سکتا ہے...... یہ خیال آتے ہی میں وہاں سے اٹھا اور ٹاور کے نیچے بنے ہوئے کمروں کی طرف بڑھ گیا...... ٹوٹی اور جلی ہوئی اینٹوں کے ڈھیر پر قدم رکھتا ہوا پہلے میں اس کمرے میں پہنچا جس

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میں کچھ دیر پہلے تک گیدڑ بسیرا کئے ہوئے تھے...... یہ کمرہ تین اطراف سے بند تھا، اس لـ اس میں اب بھی کسی قدر تاریکی تھی...... میں نے ٹارچ روشن کرلی اور محتاط قدموں سـ آگے بڑھا...... میرا خیال تھا کہ شاید اب بھی اس میں کوئی جانور موجود ہوگا، مگر ٹارچ روشنی میں جب میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا تو مجھے علم ہوا کہ کمرہ بالکل خالی ہے، لیکن ا کمرے میں اتنا تعفن تھا کہ چند منٹ سے زیادہ وہاں ٹھہرنا ممکن نہ تھا...... میں اس کمرے سـ نکلا اور دوسرے کمروں کا جائزہ لینے لگا...... یوں تو سبھی کمرے اینٹوں سے اور جھاڑ جھنکاڑ سـ اٹے ہوئے تھے، مگر بائیں جانب کا آخری کمرہ قدرے صاف ستھرا تھا...... دوسرے کمرو کے برعکس اس کے سامنے کی دیوار بھی تقریباً سلامت تھی...... صرف چھت کے قریـ کچھ اینٹیں نکلی ہوئی تھیں...... میں نے اسی شگاف میں سے جھانک کر اس کمرے کا جائزہ لیا ا پھر کچھ اور اینٹیں نکال کر اندر کود گیا...... اس کمرے کے ایک گوشے میں اینٹوں کا ایک چھو سا ڈھیر تھا اور دوسرے گوشے میں لکڑی کے کچھ ٹوٹے ہوئے بکسے بے ترتیبی سے پڑے تھے...... ان بکسوں میں اور کمرے کی دیواروں پر مکڑی کے بے شمار جالے تھے اور کمرے گرد آلود فرش پر چھپکلیوں اور کیڑوں کے رینگنے سے لکیروں کے جال سے بنے ہوئے تھے......

میں نے پہلے تو لکڑی کے ایک پتلے سے تختے کی مدد سے جالے صاف کئے اور پھر ان بکسوں جوڑ کر ایک تخت سا بنایا اور اس پر بیٹھ گیا...... لکڑی کے بکسوں پر بیٹھا میں گزشتہ رات واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا...... چند گھنٹے پیشتر جن مسلح افراد نے ڈیرے پر دھاوا بو تھا وہ یقیناً دشمنوں کے بھیجے ہوئے تھے، مگر حیرانی کی بات یہ تھی کہ انہیں اس بات کا علم کیـ ہوا کہ میں وہاں موجود ہوں...... لیکن میں اس کھنڈر میں کب تک چھپا رہوں گا...... میں اپنے آپ سے پوچھا، مگر میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا...... میں فوری طور پر کمرے سے نکلنے کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتا تھا، کیونکہ اس بات کا قوی امکان تھا دشمنوں کے پالتو آدمی ابھی تک اس علاقے میں مجھے کھوجتے پھر رہے ہوں...... ان کے پا گھوڑوں کے علاوہ ایک جیپ بھی تھی...... وہ یقیناً میری تلاش میں علاقے کا چپہ چپہ چھا

نا گے...... یہ درست تھا کہ گاؤں کے آدمی دن کے وقت بھی ان کھنڈروں کی طرف ے ہوئے گھبراتے تھے، مگر پھر بھی اس امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا تھا کہ شاید میرے ن مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آپہنچیں۔

یہ خیال آتے ہی میں اٹھا اور سامنے کی دیوار میں بنے ہوئے شگاف میں اینٹیں جمانا ع کردیں...... چھت کے قریب میں نے دو اینٹوں کی جگہ خالی چھوڑ دی تاکہ کمرے میں ا کی آمدورفت جاری رہے، مگر اس جگہ کو پر کرنے کے لئے بھی میں نے دو اینٹیں دیوار کے یب ہی رکھ دیں تاکہ اوپر سے کوئی آہٹ سنائی دے تو میں فوراً ہی وہاں اینٹیں جما دوں...... ن کو پر کرکے میں پھر لکڑی کے بکسوں پر آبیٹھا...... تاریکی اب پہلے کی نسبت بہت گہری خوفناک ہوگئی تھی، اس تنگ و تاریک کمرے میں بیٹھے ہوئے مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا ے جیتے جی کسی قبر میں آگیا ہوں...... کمرے کے اندر اور باہر مکمل خاموشی طاری تھی...... ہمت کرکے اٹھا اور شگاف میں چنی ہوئی اینٹیں نکالنے لگا...... جب شگاف خاصا بڑا ہوگیا تو اینٹوں کے ڈھیر پر پیر رکھتا ہوا اس شگاف سے نکل کر باہر آگیا۔

باہر گرمیوں کی تیز چمکدار دھوپ پھیلی ہوئی تھی...... میں نے بھٹے کے شکستہ ٹاور کے ب پہنچ کر چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر بھٹے کی ٹوٹی ہوئی سیڑھیاں اتر کر نیچے آگیا۔ ے اردگرد اونچے نیچے ٹیلوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا...... میں ٹیلوں کے اس سلسلے کے میان سبک روی سے سفر کرتا رہا...... تھوڑی دیر تک چلتے رہنے کے بعد کھیت نظر آنے وع ہوگئے تھے، اس کا مطلب تھا کہ یہ بنجر سلسلہ یہاں ختم ہوجاتا تھا اور آگے کھیت شروع جاتے تھے...... کچھ ہی دیر میں کھیتوں کے قریب پہنچ گیا...... ہرے بھرے کھیتوں کا یہ سلہ حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا، مگر کسی انسان کا دور دور تک پتہ نہ تھا...... میں ان کھیتوں کے میان سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا رہا، لیکن میں ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ مجھے دور سے رہٹ لنے کی آواز سنائی دی اور میں وہیں ٹھٹک کر رُک گیا...... رہٹ چلنے کا مطلب یہ تھا کہ کھیتوں درمیان لگے ہوئے رہٹ پر اس وقت کچھ لوگ یقیناً موجود ہوں گے...... میں وہیں ایک

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

www.paksociety.com

کھالے کے کنارے بیٹھ گیا اور ہاتھوں کی مدد سے اس کا گدلا پانی پینے لگا...... خوب سیر ہونے کے بعد میں اٹھا اور واپس اسی طرف چل دیا جدھر سے آیا تھا...... مجھے بھوک اب بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی، مگر مجھ پر اب نقاہت سی طاری ہونے لگی تھی...... میں نے قریب کے ایک کھیت سے چنے کے کچھ پودے اکھاڑے اور بغل میں دبا لئے، پھر میری نظر بائیں طرف ایک سبزیوں کی کیاری پر پڑی...... میں نے وہاں سے چند شلجم اور پیاز کے پودے بھی اکھاڑ لئے اور تیز قدموں سے اسی کلر زدہ خطے کی طرف بڑھ گیا...... میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں ابھی اس ڈیرے کی طرف جاؤں اور اگر وہاں کوئی خطرہ نہ ہو تو کم از کم اپنا سامان ہی اٹھا لاؤں، مگر پھر میں نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا...... میں اپنے دشمنوں کو اچھی طرح جانتا تھا...... وہ یقیناً اس ناکامی پر جھنجھلائے ہوئے ہوں گے اور اب پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی سے مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔

میں شام تک اس کھنڈر میں چھپا رہا، جب سورج غروب ہونے لگا تو میں اس گڑھے سے نکلا اور اُوپر آ گیا...... کچھ دیر کے بعد کہیں دُور سے مغرب کی اذان سنائی دی اور پھر مغرب کے طرف سے پے در پے دھماکوں کی آوازیں اُبھرنے لگیں...... ان آوازوں کو سنتے ہی میرے دل میں پہلا خیال یہ اُبھرا کہ شاید کہیں فائرنگ ہو رہی ہے...... میرا ہاتھ بے اختیار کرتے کی جیب میں رینگ گیا اور میں نے اپنا ریوالور نکال لیا، مگر فوراً مجھے احساس ہوا کہ یہ آوازیں فائرنگ کی نہیں ہیں، شاید کہیں قریب ہی پٹاخے چھوڑے جا رہے تھے...... کچھ لمحے تو میں ذرا حیران سا ہوا، لیکن پھر اچانک ہی مجھے یہ پٹاخے اپنے ذہن میں پھوٹتے ہوئے محسوس ہوئے، مجھے یوں لگا کہ جیسے ہر آواز کے ساتھ میرے ذہن کے خانے کھلتے جا رہے ہوں...... استاد چھنگا، میرے سارے دوست، میرا ماضی اور پھر سب سے بڑا میرا بچپن کا یار رحیم، جس نے ہمیشہ میری مصیبت اپنے سر لی اور اب بھی وہ میری ہی وجہ سے نجانے کیسے کیسے عذاب میں گرفتار ہو گا، آہ مگر یہ سب کچھ ہے کیا، تمام تر قوتیں حاصل ہونے کے باوجود میں اپنے دشمنوں کو زیر کرنے میں ناکام رہا ہوں...... صاف محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ پراسرار

...مجھے اپنے راستوں پر چلانے کی کوششیں کر رہی تھیں اور ایک طرح سے انہوں نے ...اپنے جال میں جکڑ کر بے عمل بنا دیا تھا...... میں خود کچھ بھی نہیں رہا تھا، بس ضرورت ...ے پر پشپا میری مدد کرتی، سادھو آ جاتا، یا پھر کوئی اور قوت جو مجھے قانون سے آنکھ مچولی ...پر مجبور کرتی رہی تھی، بے شک ان پراسرار قوتوں نے مجھے مشکلات سے نکالا تھا، لیکن ...کے ساتھ ساتھ ہی وہ مجھ پر حاوی رہی تھیں اور ابھی تک یہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ رحیم ...ے ہاتھ لگ جاتا اور میں سے بچا لیتا، لیکن یہ اچانک، یہ جگہ، یہ سب کچھ، بات وہی اپنے ...ے سوال کی تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے سوال کا جواب مجھے اپنے اندر سے ...جاتا تھا...... سو ایک آواز پھر میرے اندر سے اُبھری۔

"ٹھیک سوچا تو نے، وہ قوتیں تجھے بے عمل کر کے مفلوج کر دینا چاہتی ہیں اور اب جو ...ن تیرے گرد بکھرے ہوئے ہیں یہ بھی تیرے لئے ایک امتحان ہے...... ایک اور پراسرار ...ت جسے تو نرگس کے نام سے جانتا ہے، تجھ سے چمٹی ہوئی ہے، ابھی تک تو اس کے لئے بے ...ضرر رہا ہے اور دوسری شیطانی قوتیں تجھ پر زیادہ حاوی رہی ہیں، لیکن اب تجھے جن دشمنوں ...امنا ہے وہ نرگس کی پارٹی کے لوگ ہیں اور باقاعدہ انہوں نے تیرے گرد جال بننا شروع ...دیا ہے...... اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اس جال سے نکل اور جب تو ان دونوں طلسمی ...قوتوں کے جال توڑ دے گا تو پھر تجھے وہ قوت ملے گی جسے ایمان کی قوت کہا جاتا ہے، لیکن اس ...کے لئے تجھے خود عمل کرنا ہو گا، خود اپنے اردگرد بکھرے ہوئے لوگوں سے روشناس ہو جا، یہ ...جہاں تو چھپا ہوا ہے نیاز کا ڈیرا ہے، اس کے ساتھ ہی کچھ ایسے کردار تیری زندگی میں ...ئے ہیں جنہیں اب تو اجنبی نہیں سمجھے گا، اپنے آپ کو ان سے اجنبی سمجھنا چھوڑ دے اور اپنی ...رلی قوتوں سے کام لے کر اس نئے جال سے نکلنے کی کوشش کر، وقت، حالات تیری مدد ...یں گے اور جب تو ان دونوں قوتوں کے اثر سے نکل جائے گا تو خود تیرے اندر ایک ایسی ...ت موجود ہو گی جس سے تو اپنے روشن مستقبل کو دیکھ سکے گا۔" پھر یوں لگا جیسے میرے ...ن میں سینکڑوں شیشے ٹوٹ گئے ہوں، نیا ماحول، نیا کردار، اب میں اپنے ماضی سے اجنبی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

نہیں رہا تھا...... میرا حال بے شک میرے لئے مشکلات کا باعث تھا، میرا بدلا ہوا نام چاہے کچھ بھی ہو، میں جانتا تھا کہ شعبان اور سکندر ایک ہی ہیں، لیکن سکندر کو اب شعبان کی حیثیت سے دنیا سے روشناس ہونا پڑے گا...... نرگس ایک جرائم پیشہ عورت تھی، نجانے کیسے کیسے راز مجھ پر منکشف ہو رہے تھے...... وہ پراسرار اور حسین شکلیں جنہوں نے میرے گرد حالہ باندھا ہوا تھا اب نمایاں ہوتی جا رہی تھیں اور مجھے ہر قیمت پر اس ماحول سے بچنا تھا، چنانچہ میں اب پوری طرح ہوشیار ہو گیا تھا...... نہ اب میں اس ماحول سے اجنبی تھا اور نہ حالات سے بہر حال انتظار کرتا رہا۔

رفتہ رفتہ مغربی اُفق کی سرخی غائب ہو گئی اور شام کا دُھندلکا رات کی تاریکی میں بدل گیا۔ جب دور سے اذان کی آواز سنائی دی تو میں بھٹے سے اترا اور ٹیلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا کھیتوں کی طرف چل دیا...... میں نے جان بوجھ کر طویل راستہ اختیار کیا تھا، تقریباً دو گھنٹے کے بعد میں نیاز کے ڈیرے کے قریب پہنچ گیا اور درختوں کے جھنڈ سے نکل کر ایک پگڈنڈی پر آ گیا جو ڈیرے کے سامنے سے گزرتی ہوئی گاؤں کی طرف جاتی تھی، نیاز اب میرے لئے اجنبی نہیں تھا، اسی طرح عزیز بھی میرا واقف تھا، یہ سارے کے سارے میرے اِردگرد پھیلے ہوئے لوگ تھے، میرے نئے کردار کے ساتھ سفر کرنے والے...... وہ میرے لئے اجنبی ہو سکتے تھے لیکن میں ان کے لئے اجنبی نہیں تھا...... ابھی چند قدم اور چلا تھا کہ اچانک ہی کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں اور میں رُک گیا، یہ آہٹیں ڈیرے کے آس پاس ہی تھیں۔ کون ہو سکتا ہے، میں نے سوچا اور محتاط قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا، پھر چند ہی لمحوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ یہ آہٹیں اسی جگہ سے آ رہی ہیں جہاں کل رات میرے دشمنوں نے اپنے گھوڑے باندھے ہوئے تھے، میں کھیتوں میں جھک کر چلتا ہوا کچھ ہی دیر میں اس جگہ کے قریب پہنچ گیا، اب میں تاریکی میں اس شخص کو دیکھ سکتا تھا جو آم کے پیڑ کے نیچے کھڑا ہوا تھا، اس کا رخ ڈیرے کی طرف تھا اور وہ بالکل بے حس و حرکت کھڑا تھا، میں ایک درخت کی اوٹ سے کھڑے ہو کر بہت غور سے چاروں طرف دیکھا مگر اس شخص کے

علاوہ دُور دُور تک کسی اور کا پتہ نہیں تھا، میں گھنے کھیتوں میں جھک کر چلتا ہوا آہستہ سے اس شخص کی پشت پر پہنچ گیا، وہ اب مجھ سے تقریباً پانچ گز دور تھا، میں نے جیب سے اپنا ریوالور نکالا اور فاصلے کا صحیح اندازہ لگانے کے بعد پنجوں کے بل چلتا ہوا اس کی طرف بڑھا، میرا ارادہ تھا کہ میں پہلے اس نہتا کر دوں پھر اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ وہ کون ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے، لیکن میری یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکی، میں اس سے کچھ ہی دُور تھا کہ اچانک ہی وہ پلٹ پڑا، اس نے مجھے دیکھ لیا اور بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے لباس کی جانب بڑھا، میرے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں فوراً ہی اس پر جھپٹ پڑوں...... اسے ہتھیار نکالنے کا موقع نہ دوں چونکہ یہ میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے...... میں نے اُچھل کر درمیانی فاصلہ طے کیا اور اس کے سر پر پہنچ گیا...... پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنا پستول نکال سکتا، میں نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر دے مارا...... اس شخص کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی کراہ نکلی اور وہ تیورا کر وہیں ڈھیر ہو گیا...... میں نے جھک کر اس کے لباس سے پستول نکال لیا...... یہ پرانی طرز کا گھوڑا پستول تھا...... میں نے وہ پستول اپنے کرتے کی جیب میں ڈال لیا اور جھک کر اس کی نبض ٹٹولنے لگا...... وہ شخص زندہ تھا مگر ایک آدھ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا تھا...... پھر بھی احتیاط کے طور پر میں نے اس کے کندھے پر پڑا ہوا صافہ اتارا اور اسے وہیں درمیان سے پھاڑ کر دو لمبی پٹیاں بنا لیں...... ایک پٹی سے میں نے اس کے دونوں پیر کس کر باندھ دیئے اور دوسری پٹی سے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے...... اس کی جیب کی تلاشی لینے پر مجھے ایک بڑا سا سوتی رومال بھی مل گیا...... میں نے اس کا گولا سا بنا کر اس شخص کے منہ میں ٹھونس دیا اور پھر اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا...... چند لمحوں کے بعد میں ڈیرے کے قریب پہنچ گیا...... ڈیرے کا پھاٹک بند تھا...... میں نے اِردگرد کے کھیتوں میں جھک کر چلتے ہوئے ڈیرے کا چکر لگا لیا، مگر اندر سے نہ تو کوئی آواز سنائی دی اور نہ کہیں سے روشنی کی کوئی کرن نظر آئی...... اس کا مطلب یہ تھا کہ ڈیرے میں اس وقت کوئی بھی موجود نہیں ہے......

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میں یہاں اس لئے آیا تھا کہ ڈیرے پر رکھی ہوئی اپنی کچھ ضروری چیزیں اور پانی کے لئے
تھرماس وغیرہ لے جاؤں...... اتفاق سے میرے کمرے کی ایک چابی اس وقت بھی
جیب میں موجود تھی، مگر مشکل یہ تھی کہ پھاٹک پر تالا لگا ہوا تھا اور اس کی چابی یا تو نیاز
پاس تھی اور یا رحمان کے پاس...... میرے لئے ڈیرے میں داخل ہونے کی واحد صورت
تھی کہ چار دیواری پھلانگ کر اندر جانے کی کوشش کروں...... میں ڈیرے کی بیرونی
کے بالکل قریب چلا گیا اور اس کے چاروں طرف گھوم کر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا
سے میں دیوار پر چڑھ سکوں...... تاروں کی روشنی اتنی مدھم تھی کہ مجھے اپنی آنکھوں پر
دینے کے علاوہ ہاتھوں سے بھی کام لینا پڑ رہا تھا...... میں دیوار کو ٹٹولتا ہوا آگے بڑھتا رہا
جب میں بائیں دیوار کے قریب گیا تو اس میں مجھے ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں ایک چھو
اینٹ نکلی ہوئی تھی...... میں نے وہاں رک کر ایک بار چاروں طرف کا بغور جائزہ لیا، پھر
خالی جگہ پر پاؤں رکھ کر دیوار پر چڑھ گیا...... میرے سامنے ایک ڈھارے کی چھت تھی
میں دبے پاؤں اس چھت پر سے گزرا اور صحن میں رکھے ہوئے ایک بورے پر چھ
لگا دی...... جب بہت دیر تک کہیں سے کوئی آہٹ نہ ابھری تو میں اٹھ کر دھیرے دھ
اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں میرا سامان پڑا تھا...... جیب سے چابی نکال کر میں نے
کھولا، پھر آہستگی سے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا...... اس کمرے میں ایک لا
موجود تھی، مگر میں اسے روشن کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا...... میں ٹٹو
مسہری کے قریب آ گیا اور اس کے نیچے سے اپنا بریف کیس نکال لیا...... پھر اندھیرے
ہی میں نے ہینگر سے اپنے کپڑے اتارے اور بریف کیس میں رکھ لئے...... اب م
تھرماس تلاش کرنے کا تھا جو عموماً مسہری کے قریب ایک تپائی پر پڑا رہتا تھا، مگر اب تھ
وہاں موجود نہ تھا...... شاید رحمان نے اٹھا کر کہیں اور رکھ دیا تھا۔ میں اندھوں کی طرح
کے آس پاس فرش کو ٹٹولتا رہا، مگر وہاں سوائے گرد کے کچھ بھی نہ تھا...... پھر مجھے لکڑی
اس بڑی الماری کا خیال آیا جو کمرے کی دائیں دیوار کے سامنے پڑی تھی، اسی الماری میں

وہ بکس بھی رکھا ہوا تھا جس میں میری وگیں، میک اپ کا سامان اور چاقو وغیرہ تھے...... میں
اندازے سے الماری کے قریب گیا اور اس کے پٹ کھول کر شیلفوں کو ٹٹولنے لگا...... میرا
بکس ابھی تک درمیانی شیلف پر موجود تھا، مگر اس میں سے ضروری سامان نکالنے کے لئے
روشنی کا موجود ہونا بہت ضروری تھا...... پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ کارنس پر رکھی ہوئی
لالٹین اُٹھا کر الماری میں رکھ دوں اور اس کی لو دھیمی کر کے اسے روشن کر دوں، مگر پھر
اچانک مجھے پنسل ٹارچ کا خیال آیا جو میرے کرتے کی جیب میں پڑی ہوئی تھی...... میں نے
جیب سے وہ ٹارچ نکالی اور الماری کے ایک کونے میں رکھ کر روشن کر دی...... اس کی روشنی
اتنی مدھم تھی کہ باہر سے اس کا دیکھ لیا جانا بہت مشکل تھا...... تاہم میں اس کی مدد سے اپنا
ضروری سامان بکس میں سے نکال سکتا تھا...... میں نے بکس میں پڑے ہوئے کپڑے نکال کر
الگ رکھ لئے اور اس میں سے وہ سامان نکالنے لگا جس کی مجھے کھنڈر میں قیام کے دوران
ضرورت پیش آ سکتی تھی، اسی وقت اچانک مجھے بکس میں رکھا ہوا لیٹر پیڈ نظر آیا اور میں نے
سوچا کہ کیوں نہ میں نیاز کے لئے کوئی پیغام لکھ کر یہاں رکھ جاؤں...... میں اچھی طرح جانتا
تھا کہ وہ آج جب یہاں آیا ہوگا تو مجھے نہ پا کر سخت پریشان ہوا ہوگا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ
رحمان کو لے کر اس وقت میری تلاش میں ہی کہیں مارا مارا پھر رہا ہو۔ میں نے بریف کیس
سے اپنا قلم نکالا اور پنسل ٹارچ کی مدھم روشنی میں نیاز کے نام پیغام لکھنے لگا، لیکن ابھی میں نے
ایک ہی لائن لکھی تھی کہ اچانک مجھے صحن کی جانب سے ایک ہلکی سی آہٹ سنائی دی...... میں
نے قلم وہیں رکھ دیا، ٹارچ بجھائی اور تیزی سے کمرے کے دروازے کے قریب آ گیا......
دروازے سے ذرا سا سر نکال کر میں نے بغور صحن کی طرف دیکھا مگر صحن میں کہیں کوئی
متحرک شے نظر نہیں آ رہی تھی...... اسی وقت وہی آہٹ دوبارہ ابھری۔ یہ آواز پھاٹک کی
طرف سے آ رہی تھی اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی آہستہ آہستہ پھاٹک کھولنے کی کوشش
کر رہا ہو...... وہی آہٹ ایک بار پھر اُبھری اور پھر ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ پھاٹک کے پٹ
آہستہ آہستہ کھل گئے...... میں نے دروازے کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو مجھے اُونچے قد

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کہ ایک چوڑے چکلے شخص کا ہیولا نظر آیا جو نہایت محتاط انداز سے پھاٹک میں داخل ہو
تھا۔ اندر آنے کے بعد اس نے آہستگی سے پھاٹک کے پٹ دوبارہ بھیڑ دیئے اور پھر پنجوں
بل چلتا ہوا اسی کمرے کی طرف بڑھنے لگا جس میں اس وقت میں کھڑا ہوا تھا...... میں
جیب سے اپنا ریوالور نکال لیا اور دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا...... میرے اعصاب
گئے تھے اور دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں...... چند ثانیوں کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ
نامعلوم شخص اب کمرے کے دروازے پر پہنچ چکا ہے...... میں نے سانس روک لیا اور ریوا
کے دستے پر میری گرفت مضبوط ہو گئی...... میں نہایت بے چینی سے اس کے اندر آ
منتظر تھا، مگر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ شخص کمرے میں داخل ہونے سے ہچکچا رہا ہے۔
شاید وہ بھی کمرے کے اندر سے کسی آہٹ کے اُبھرنے کا منتظر تھا...... چند لمحوں کے بع
مجھے صدیوں سے بڑھ کر طویل محسوس ہوئے اچانک وہ کمرہ ٹارچ کی تیز روشنی سے بھر گیا
اس کے ساتھ ہی وہ نامعلوم شخص کمرے میں داخل ہو گیا...... میں اسی لمحے کا منتظر تھا
میں نے لپک کر اپنا بایاں ہاتھ پشت کی جانب سے اس کی گردن میں ڈال دیا اور ریوالور کی
اس کے پہلو سے لگا دی۔

"کون ہو تم؟" میں نیچی آواز میں غرایا...... میری آواز سنتے ہی وہ شخص تیزی
میری طرف مڑا اور اٹکتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ارے شعبان! یہ تم ہی ہو نا، شعبان...... تم...... تم...... بالکل ٹھیک تو ہو
کہیں...... خدانخواستہ دشمنوں نے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی، تم بچ کر کیسے آ گئے؟"
نیاز کی آواز تھی، وہ بار بار میرا جسم ٹٹول رہا تھا اور ٹارچ کی روشنی میں میرے چہرے
میرے ہاتھ پاؤں کا معائنہ کر رہا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے اس کے شانوں کو تھامتے ہوئے کہا......"
اختیار مجھ سے لپٹ گیا اور میری کمر تھپکتے ہوئے گلوگیر آواز میں بولا۔

"میں تو پاگل ہو گیا تھا شعبان، یقین کرو صبح سے ایک کھیل اُڑ کر منہ میں نہیں گئی

میں دوپہر سے تمہاری تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں...... اس وقت بھی رحمان کو دشمنوں کے
بنگلے پر بھجوا کر آ رہا ہوں کہ وہاں سے ٹوہ لے کر آؤ، کہیں دشمن شعبان کو وہاں تو نہیں لے
گئے۔ اللہ کا شکر ہے تم بالکل ٹھیک ٹھاک یہاں پہنچ گئے۔"

"مگر تم ابھی چوروں کی طرح ڈیرے میں کیوں داخل ہوئے تھے؟" میں نے چند لمحوں
کے بعد اسے اپنے آپ سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بھئی مجھے کیا خبر کہ اس کمرے میں تم موجود ہو، میں سمجھا دشمنوں کا کوئی
آدمی ہے؟"

"مگر تمہیں کیسے پتہ چلا کہ اس کمرے میں کوئی موجود ہے؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"میں ڈیرے کے پھاٹک کی طرف ہی آ رہا تھا، پچھواڑے سے گزرتے ہوئے اچانک
مجھے اس کمرے کی کھڑکی میں ہلکی سی روشنی نظر آئی...... میں فوراً گھوڑے سے اترا اور کھڑکی
کے قریب آ گیا...... تب مجھے اندر سے عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں...... میں سمجھا شاید
دشمنوں کا کوئی آدمی ہے جو تمہارے سامان کی تلاشی لینے آیا ہے۔" نیاز یہ کہہ کر ایک ثانئے کو
خاموش ہوا، پھر میری طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"تم یہ بتاؤ کہ صبح سے تم تھے کہاں، کیا واقعی دشمنوں کے آدمی تمہیں اٹھا کر لے گئے
تھے؟"

"نہیں نیاز، ان کے گھیرے سے تو میں بچ کر نکل گیا تھا...... مگر دن بھر۔"

"ایسے نہیں یار! تم مجھے شروع سے سارے واقعات سناؤ...... آؤ ادھر اطمینان سے
کرسی پر بیٹھو...... میں لالٹین روشن کرتا ہوں۔" میں تھکے تھکے قدموں سے کمرے کے وسط
میں پڑی کرسیوں کی طرف بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا...... نیاز نے کارنس پر رکھی ہوئی
لالٹین روشن کی اور میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں اب سناؤ کیا ہوا تھا؟"

میں نے گزشتہ رات سے اب تک پیش آنے والے واقعات اسے تفصیل سے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سنا دیجئے، میں نے بات ختم کی تو نیاز کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"یقیناً وہ آدمی بھی دشمنوں کا کارندہ ہوگا؟"

"کون آدمی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"آج صبح دس گیارہ بجے ایک آدمی ہماری حویلی پر آیا تھا..... نیاز نے کہا۔ "وہ
شرٹ اور پتلون پہنے ہوئے تھا..... میں پہلے تو یہ سمجھا کہ وہ محکمہ زراعت کا کوئی آدمی ہے
مگر جب اس نے تمہارے متعلق پوچھا تو میرا ماتھا ٹھنکا، میں نے اس سے کہہ دیا کہ شعبان
یہاں نہیں ہے۔"

"تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟" میں نے تیز
سے کہا۔

"پوچھا کیوں نہیں تھا، مگر وہ کہنے لگا کہ میں شعبان کا دوست ہوں، میں نے اسے ا
آنے کے لئے کہا، مگر وہ فوراً ہی اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔" نیاز یہ کہہ
ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا، پھر دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"مجھے اس وقت یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ سانڈوں کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے، مگر تمہارے
متعلق تشویش پیدا ہو گئی اور میں اسی وقت ڈیرے پر آ گیا..... یہاں تو ڈیرے کا پھاٹک کھلا
تھا، پھاٹک کے قریب ہی جھاڑیوں میں کتے کی لاش پڑی تھی اور اس کمرے کی ہر چیز اُل
پلٹ ہو چکی تھی..... میں فوراً سمجھ گیا کہ دشمن اپنا وار کر گئے اور رحیم کی طرح تم بھی ان
قید میں چلے گئے ہو، مگر خدا کا شکر ہے کہ عین وقت پر تمہاری آنکھ کھل گئی اور تم بچ نکلنے
کامیاب ہو گئے۔"

ایک جھٹکا، ایک شدید جھٹکا، میرے دماغ کو لگا..... سارے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے
میری سکندر والی شخصیت پھر جاگ گئی..... نیاز نے بھی رحیم کا نام لیا تھا، حالانکہ نیاز بر
بدلے ہوئے ماحول کا ساتھی تھا۔

آپ نے وہ میری شخصیت والے لوگ دیکھے ہوں گے، وہ ذہنی طور پر غیر متوا

ہوتے ہیں جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں اس سے ناواقف ہوتے ہیں اور لوگ انہیں مریض
سمجھتے ہیں، لیکن میرا معاملہ اس سے مختلف تھا..... میں دونوں رنگوں میں منفرد تھا..... مجھے
ایک راستے سے ہٹا کر دوسرے راستے پر لگایا گیا تھا، لیکن ان اہم چیزوں کو قائم رکھا گیا تھا جو
ضروری تھیں، جیسے رحیم..... حالانکہ نیاز، رحمان یہ جگہیں سب میرے لئے اجنبی
تھیں..... یعنی میرے اصل کیلئے، لیکن میں انہیں جانتا تھا، سانڈے میرے دشمن تھے ان کی
قوت اور دشمنی کی وجہ بھی مجھے معلوم تھی..... آخر کیوں۔

"اس لئے تو یہ ضروری ہے، تجھ سے تیری اصل نہیں چھینی گئی کیونکہ اس میں شناخت
ہوتی ہے اور اصل ہی انتہا..... لیکن بھٹک جانے والوں کو متبادل راستے سے نکالا جاتا ہے، یہ
متبادل راستہ ہے جس کا اختتام تیری اصل پر ہی ہوگا۔

آہ..... یہ میرے اندر کی آواز تھی..... یہ میری نئی قوت تھی جو صرف میری تسلی
کرتی تھی اور میری بے سکونی سکون پا جاتی تھی۔

میرے کانوں میں نیاز کی آواز اُبھری۔

"مجھے تمہاری حفاظت کے لئے کچھ اور کرنا پڑے گا..... رحمان کو مستقل تمہارے پاس
چھوڑے دیتا ہوں۔"

"نہیں نیاز..... میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟"

"میرا یہاں رہنا اب بہت خطرناک ہے۔"

"ہوں۔"

"دشمنوں کو اس ٹھکانے کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے..... میں تمہیں
بتا چکا ہوں کہ وہ یہاں تک آ چکے ہیں اور دوبارہ بھی ضرور آئیں گے۔"

"تو پھر۔" "تم کہاں رہو گے؟"

"اسی کھنڈر میں۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"آخر کیسے...... وہ تو بڑی بیکار جگہ ہے۔"

"مجھے معلوم ہے، لیکن مجبوری۔"

"اور کھانے پینے کا معاملہ۔"

"کچھ دیکھیں گے...... لیکن میرے خیال میں یہ ضروری ہے...... مجھے ان لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہ کر رحیم کی تلاش کی منصوبہ بندی کرنا ضروری ہے۔"

نیاز سوچ میں ڈوب گیا...... پھر اس نے کہا...... "ٹھیک ہے یہ ذمے داری بھی میں ہی اٹھاؤں گا، بلکہ میری ایک بات مان لو۔"

"کیا......؟ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی...... نیاز میرے سلسلے میں جس فکرمندی کا اظہار کر رہا تھا، وہ بڑی دلچسپ تھی۔"

"رحمان کو اپنے ساتھ ہی رکھ لو۔"

"بالکل غلط...... میں نے کہا۔"

"آخر کیوں۔"

"اس طرح میرے اوپر ایک اور ذمے داری آ جائے گی۔"

"ذمے داری۔"

"ہاں رحمان کی حفاظت کی ذمے داری، جبکہ تنہا بندہ اپنی حفاظت کے لئے زیادہ چوکنا ہوتا ہے...... میرے الفاظ پر نیاز سوچ میں ڈوب گیا، پھر کچھ دیر کے بعد ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے یار...... یہ بدلے دن بھی ٹل ہی جائیں گے...... جیسی تمہاری مرضی۔

"اب ایک بات اور سن لو۔"

"جتنی جلدی ممکن ہو تم یہاں سے نکل چلو...... ان لوگوں کو میری یہاں موجودگی کا علم ہو چکا ہے اور وہ دوبارہ زیادہ قوت کے ساتھ یہاں آ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے...... باہر میرا گھوڑا موجود ہے...... ہم پہلے گاؤں چلتے ہیں...... وہاں تم

تمہیں میرے آموں کے باغ میں گزارنا ہوگا، اس دوران میں تمہارے لئے کچھ تیاریاں کر کے لے آؤں گا۔

"کیسی تیاریاں۔"

"یار اب کچھ میرے لئے بھی چھوڑ دو۔"

"تمہارے لئے تو سب کچھ چھوڑ دیا ہے نیاز...... میں نے ہنس کر کہا۔"

"چلو اب باہر چلو۔"

"آؤ...... ہم دونوں باہر نکل آئے...... پھر اکیلا گھوڑا ہم دونوں کو لے کر چل پڑا...... راستے میں میں نے نیاز سے پوچھا۔

"ایک بات تو تم نے بتائی ہی نہیں۔"

"وہ بھی پوچھ لو۔"

"تم اس وقت یہاں کیسے آئے تھے...... میرا مطلب ہے اتنی رات گئے۔"

"کچھ سامان لینا تھا یہاں سے۔"

"لے لیا......؟ میں نے سوال کیا۔"

"اتنا ضروری بھی نہیں تھا...... پہلے تمہارے لئے معقول بندوبست کر لوں...... اس کے بعد دوسرے کام کروں گا...... نیاز نے جواب دیا۔"

"تیرا ممنون ہوں یار...... بڑا ساتھ دیا ہے تو نے میرا...... میں نے شکرگزار لہجے میں کہا تاریک خلاؤں میں گھورنے لگا...... نہ جانے یہاں کیا تھا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

زندگی کا آغاز صحیح معنوں میں اس وقت سے ہوتا ہے جب انسان ہوش کی منزل میں داخل ہوتا ہے، جب شعور جاگتا ہے، اب اس وقت عمر کتنی ہوتی ہے وہ حالات پر منحصر ہے۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بچپن کی ابتدائی منزل میں ہوتے ہیں، لیکن مشکلات، بے بسی انہیں ان کی عمر سے سالوں آگے لے جاتی ہے...... وہ گھروں کے مرد ہوتے ہیں، گھروں کے کفیل ہوتے ہیں، ذمے داریاں نبھاتے ہیں۔

میں نے خیر یہ ذمے داری تو نہیں نبھائی تھی لیکن سکول، دوست، سب سے بڑا کردار شیر محمد تھا جس نے میرے اس مزاج کی بنیاد ڈالی، اگر وہ جگہ جگہ مجھے بے بسی کا احساس نہ دلاتا تو شاید میں بھی ایک عام شریف آدمی ہوتا...... لیکن ایک شخص نے ایک ایسے کردار کو جنم دیا تھا جو اب نہ جانے کیا بن چکا تھا...... بہرحال اس نئے کردار کی تمام وجوہات میرے علم میں آگئی تھیں...... طاغوتی قوتیں مجھ پر حاوی ہوگئی تھیں...... سادھو بابا اپنے گیان سے کام لے کر مجھے کچھ سے کچھ بتانے پر تلا ہوا تھا...... پشپا اور نرگس اپنا اپنا کھیل کھیل رہی تھیں...... اب جب ان سب کے بارے میں سوچنے کا موقع ملا تھا تو واقعی ایک انوکھا راز مجھ پر کھلا تھا...... یہ ساری قوتیں میری معاون تھیں لیکن میں بدستور مشکلات میں پھنسا ہوا تھا...... میری زندگی خوف کا شکار تھی، آخر کیوں...... صرف اس لئے کہ میں اپنے بارے میں نہ سوچ سکوں، میں ان کے لئے کام کرتا رہوں...... آہ...... واقعی ایسا ہی تھا...... سو فیصد ایسا ہی تھا۔

نیاز نے میرے لئے بہت معقول بندوبست کیا تھا...... کھانے پینے کا سامان، مٹی کے چولہا، ماچس اور ایک تیز دھار کلہاڑی، یہ ساری چیزیں ضروری تھیں۔

"رحمان تمہارے پاس آتا جاتا رہے گا...... ضرورت کی کوئی بھی چیز تم اس سے کہہ کر سکتے ہو۔"

"جو بندوبست تم نے کر دیا ہے، اس کے بعد بھلا کس چیز کی ضرورت رہ جاتی ہے...... بے فکر رہو سارے کام ہوشیاری سے ہوں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، پھر بھی کچھ چیزوں کا خیال تو رکھنا ہوگا...... نیاز نے پرخیال لہجے میں ...... پھر ہم چل پڑے، ایک لمبا چکر کاٹ کر آخر کار ہم ٹوٹے ہوئے بھٹے پر پہنچ گئے...... وہ گیدڑ جنہیں میں نے کھنڈر سے بھگایا تھا پھر اپنی جگہ موجود تھے...... ہم نے پتھر مار مار کر بھگایا...... اب چونکہ یہاں طویل قیام کرنا تھا اس لئے نیاز نے میرے لئے جگہ صاف شروع کر دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔"

"آؤ...... تم بھی میرے ساتھ شریک ہو جاؤ......"

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"یار تم یہاں رہو گے، کیا یہ جگہ گندی رہنی چاہئے۔"

"اچھا کیا کرو گے میرے لئے نیاز۔"

"جو کچھ مجھ سے ہو سکا میرے دوست...... نیاز نے جذباتی لہجے میں کہا۔

میں خود بھی اس کے ساتھ صفائی میں مصروف ہو گیا اور میری قیام گاہ خوب صاف ...... تب میں نے نیاز سے کہا۔

"میرے خیال میں اب تم چلے جاؤ۔"

"ہاں...... میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ مجھے دن کی روشنی میں کوئی یہاں نہ دیکھے، تم بے فکر رہنا، میں ایک لمحے تمہاری طرف سے غافل نہیں رہوں گا۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"مجھے یقین ہے میرے دوست، میں نے مسکراتے ہوئے کہا...... پھر نیاز، چلا گیا......
اور میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا...... تنہائی میں خیالات کی فوج مجھ پر حملہ آور ہوئی
لیکن اس وقت میں نے اپنی قوت ارادی سے کام لے کر اس حملے کو پسپا کر دیا اور آنکھیں بند
کر لیں...... نیند کو کمک ملی اور وہ میری آنکھوں میں داخل ہو گئی، سو گیا اور دیر تک سویا......
لیکن پھر رات کا آخری پہر تھا کہ کسی آہٹ سے آنکھ کھل گئی...... میں چیتے کی طرح جست
لگا کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

"میں ہوں شعبان میاں...... مجھے رحمان خاں کی مانوس آواز سنائی دی اور میں نے
تعجب سے بھنویں سکوڑ کر ادھر دیکھا۔"

"خیریت رحمان خاں۔"

"ہاں جی سب ٹھیک ہے۔"

"تم کیسے آئے۔"

"سائیکل سے جی۔"

"مگر کیوں آئے ہو۔"

"ناشتہ لائے ہیں جی...... نیاز نے کہا کہ گرم ناشتہ لے کر جاؤ...... یہ تھرماس، یہ مکھن،
انڈے، توس، رحمان نے ساری چیزیں دکھاتے ہوئے کہا۔

"افوہ...... سب کچھ تو یہاں موجود ہے، کیا ضرورت تھی ان چیزوں کی...... میں نے
ہونٹ سکوڑ کر کہا...... پھر بولا۔"

"کیا وقت ہوا ہے۔"

"چھ بج گئے جی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ نیاز ساری رات نہیں سویا۔"

"نہیں جی...... وہ تو پانچ بجے اٹھے ہیں...... اس وقت ہمیں جگایا تھا...... رحمان نے کہا اور
میں سمجھ گیا کہ رحمان کو ہماری رات کی سرگرمیوں کے بارے میں معلوم ہی نہیں ہے، مگر

ں نے اسے کچھ نہیں بتایا یہ سوچ کر اگر نیاز مناسب سمجھتا تو اسے تفصیل بتا دیتا۔

"ٹھیک ہے رحمان شکریہ...... تم جانا چاہو تو چلے جاؤ۔"

"کوئی ایسی جلدی نہیں ہے شعبان میاں...... سائیکل ہم نے چھپا کر کھڑی کر دی ہے
پھر ادھر کون آتا ہے۔"

ویسے شعبان میاں نیاز جی نے ایک کام ہمیں دیا تھا، وہ ہم نے کر لیا ہے۔

"کیا؟"

"انہوں نے کہا تھا کہ کسی طرح ہم ساندوں کے ڈیرے میں داخل ہوں اور وہاں کا
ائزہ لیں، سو ہم نے یہ کام کر لیا۔"

"کر لیا......؟ میں حیرت سے اُچھل پڑا...... مجھے اس اطلاع پر بڑی خوشی ہوئی تھی اور اس
ت پر حیرت کہ کچھ نہ معلوم ہوتے ہوئے بھی ساندوں میں کسی قدر دلچسپی لے رہا ہوں......
جھے تو پتہ بھی نہیں تھا کہ ساندوں کے اور میرے درمیان کیا دشمنی چل رہی ہے۔"

"ہاں جی...... ہم ان کے ڈیرے میں داخل ہو گئے۔"

"مگر کیسے؟"

"ایک بندہ تلاش کر لیا تھا جی، حسین خان نام ہے اس کا...... بس کچھ کھلا پلا کر اسے اپنا
دست بنا لیا...... رحمان نے بتایا۔

"یار یہ تو کمال کیا تو نے...... میری آنکھیں کھل گئی ہیں، ذرا منہ ہاتھ دھو لوں، تم
ائے نکالو۔"

"جاؤ شعبان میاں...... ہم چائے نکال رہے ہیں...... رحمان بولا، میری دلچسپی عروج پر
ھی منہ ہاتھ دھو کر میں دوبارہ رحمان کے پاس آ بیٹھا...... اس نے ایک پیالے میں چائے نکالی
ہوئی تھی۔

"تمہاری چائے کہاں ہے۔"

"ہماری...... رحمان جھجک کر بولا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"ہاں، کیوں۔"

"نہیں ٹھیک ہے...... رحمان نے دوسرا پیالہ نکال کر اس میں چائے انڈیلی اور پھر میرے سامنے بیٹھ گیا، اس دوران میں چائے کے کئی گھونٹ لے چکا تھا...... پھر میں نے کہا۔

"ہاں رحمان اب بتاؤ، تم نے وہاں کوئی کام کی بات دیکھی، میرا مطلب ہے تمہیں وہاں کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہوئیں؟"

"ہاں جی کیوں نہیں، سانڈوں کا ڈیرہ بہت بڑا ہے، بے شمار جانور دس پندرہ مزارعے ہر وقت وہاں رہتے ہیں اور پورے ڈیرے میں بہت سارے بڑے بڑے کمرے ہیں۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم اتنی آسانی سے اندر کیسے داخل ہو گئے؟"

"بس جی بتایا نا آپ کو حسین خاں بہت اچھا آدمی ہے، مگر ہم نے اسے کوئی شبہ نہیں ہونے دیا۔"

"ویری گڈ! ویسے ڈیرے کے اندر حفاظتی انتظامات کیسے ہیں؟"

"کوئی خاص نہیں جناب، بس رات کو کچھ بندے پہرہ دیتے ہیں۔" میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا، جو سوالات میں اس سے کر رہا تھا وہ میری ضرورت کے مطابق تھے اور یہ ضرورت کیسے اور کب پیدا ہوئی اس کے بارے میں میرے فرشتے بھی کچھ نہیں بتا سکتے تھے، بس ایک انوکھی کہانی کا آغاز ہو گیا تھا، لیکن ساری ہی کہانیاں انوکھی تھیں، زندگی کا آغاز ہی جس انداز میں ہوا تھا وہ عام لوگوں کی زندگی سے بہت مختلف تھا، پھر کسی بات پر حیرت کیسے کی جا سکتی تھی، میں نے اپنا سوال پھر دہرایا۔

"یہ بتاؤ...... ڈیرے میں داخل ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے، اس کی دیواریں وغیرہ کتنی اُونچی ہیں؟"

"باہر والی دیوار تو زیادہ اُونچی نہیں ہے شعبان میاں...... بس زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین گز اُونچی ہو گی۔"

"ہم رات کو وہاں داخل ہوں گے، کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

"جیسا آپ کا حکم شعبان میاں...... ہم تو آپ کے حکم کے غلام ہیں، آپ جو بھی کہو خوشی سے کر کے دیں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے پر جوش لہجے میں کہا۔

"تو ہم چلتے ہیں، کھانا وانا لے کر آئیں گے آپ کے لئے، مگر آپ احتیاط سے کام لینا۔"

"میری فکر مت کرو...... میں بالکل احتیاط رکھوں گا، لیکن تم خود بھی احتیاط رکھنا، ادھر تے جاتے دیکھ کر لوگ تمہارے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔"

"فکر مت کرو ہم کسی کو پتہ نہیں لگنے دیں گے۔" رحمان نے پر اطمینان لہجے میں کہا۔

بہر حال اس کے بعد وہ رخصت ہو گیا تھا اور میں اس کھنڈر میں وقت گزارنے لگا تھا۔ ناسوچتا، کیا کیا سوچتا، سوچیں کسی کو کیا دیتی ہیں، عمل ہی کا نام زندگی ہے...... سوچ میں بے رہیں تو دماغ بھی اُلجھ جاتا ہے اور جسم بھی نڈھال ہو جاتا ہے، سورج غروب ہونے ے کچھ وقت پہلے میں نے تیاری شروع کر دی، جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا اپنا حلیہ بدلا اور ب اپنے آپ پر غور کیا تو ہنسی آنے لگی...... اچھا خاصا بہروپیا بن گیا تھا میں اور کوئی بھی مجھے آسانی سے شناخت نہیں کر سکتا تھا...... ان تیاریوں کے بعد میں رحمان کا انتظار کرنے لگا اور رے سے نکل کر اُوپر آ گیا، بھٹے کے ٹاور کی اوٹ میں ہو کر میں اس طرف دیکھنے لگا جدھر ے رحمان کو آنا تھا...... رفتہ رفتہ سورج مغربی ٹیلوں کے پیچھے غائب ہو گیا...... مغرب کی اذانیں سنائی دینے لگیں، مگر رحمان کا کہیں پتہ نہیں تھا...... میں دیر تک وہیں کھڑا اس کا راستہ دیکھتا رہا، اندھیرا تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا، پھر آسمان پر اکا دکا تارے بھی ٹمٹانے لگے...... میں شکستہ ٹاور کے گرد گھومتا ہوا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا، مگر دُور دُور تک کسی کا پتہ نہیں تھا...... جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا، رحمان کے بارے میں میری تشویش بڑھتی جا رہی تھی، اس سے کسی غیر ذمے داری کی توقع تو نہیں کی جا سکتی تھی...... پتہ نہیں کیا ہو گیا، کہیں دشمنوں کو اس پر شک نہ ہو گیا ہو، اس کے ساتھ کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو، میرے دل میں طرح طرح کے اندیشے اُبھر رہے تھے، لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں، آخر

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

رات کی تاریکی چاروں طرف پھیل گئی...... آسمان تاروں سے بھر گیا، دور سے عشاء کی اذانیں سنائی دینے لگیں اور میرا دل طرح طرح کے اندیشوں میں گھرتا چلا گیا...... بہت دیر تک سوچتے رہنے کے بعد آخر کار میں نے خود ڈیرے پر جانے کا فیصلہ کیا اور کمرے سے چند ضروری چیزیں اٹھا کر بیٹھے سے نیچے اتر آیا...... کھیتوں میں چھپتا چھپاتا جب میں کافی دیر کے بعد ڈیرے کے قریب پہنچا تو مجھے اس کے آس پاس کچھ روشنیاں حرکت کرتی دکھائی دیں، میں دبے قدموں چلتا ہوا کچھ اور آگے بڑھا تو مجھے ڈیرے کی بیرونی دیوار کے پاس چار پانچ گھوڑے نظر آئے، میں وہیں رک گیا...... ایک لمحے کے اندر اندر میری چھٹی حس نے اعلان کر دیا تھا کہ ڈیرے کے اندر اس وقت یقیناً میرے دشمن موجود ہیں، البتہ رحمان کے بارے میں پریشانی کچھ اور شدت اختیار کر گئی تھی، لیکن میں ابھی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا، کچھ دیر میں وہیں کھیتوں میں چھپا ڈیرے کے پھاٹک کی طرف دیکھتا رہا اور صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا، لیکن کافی دیر گزر گئی اور کوئی باہر نہ نکلا تو میں وہاں سے واپس پلٹ پڑا، ڈیرے میں داخل ہونے کی کوشش تو اس وقت سو فیصدی حماقت تھی، بہتر یہ تھا کہ نیاز کے گھر جاؤں اور اسے اس صورتحال سے آگاہ کروں، حالانکہ گاؤں کی طرف رخ کرنا اس وقت انتہائی خطرناک تھا لیکن صورت حال کچھ ایسی تھی کہ نیاز سے ملنا بہت ضروری تھا...... البتہ جو حلیہ میں نے تبدیل کیا تھا اس سے میں محسوس کر رہا تھا کہ میرے لئے خطرہ کم ہو گیا ہے۔

بہر حال میں آگے بڑھتا رہا، اس وقت نجانے کیوں ذہن میں بہت سے خطرناک خیالات جاگ رہے تھے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ صورت حال بڑی سنگین شکل اختیار کر چکی ہے، پھر میں نیاز کی حویلی پر پہنچ گیا، لیکن اس وقت مجھے شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا جب نیاز کے ایک ملازم نے مجھے نہ پہچان کر نیاز کے بارے میں سوال کرنے پر جواب دیا۔

"نہیں جی، چھوٹے چودھری تو چلے گئے ہیں، کل یا پرسوں واپس آئیں گے۔"

"کہاں گئے ہیں؟"

"بس جی بتا کر نہیں گئے، پر یہاں سے باہر گئے ہیں، اصل میں بڑے چودھری صاحب

طبیعت آج سویرے بڑی خراب ہو گئی تھی، انہوں نے ہی کسی کام کے واسطے چھوٹے چودھری صاحب کو کہیں بھیجا ہے، پر بھائی جان آپ کون ہیں، کوئی کام ہو تو ہمیں بتاؤ۔"

"بس کوئی ایسی بات نہیں، میں تھوڑی دیر پہلے ان کے ڈیرے سے گزرا تھا تو کچھ لوگ مجھے نظر آئے...... چار پانچ گھوڑے بھی ڈیرے کے باہر کھڑے ہوئے تھے اور آدمی اسلحہ لئے اندر پھر رہے تھے...... ایسا کرو آدمی بھیج کر پتہ کراؤ، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کوئی چور وغیرہ ہوں۔"

"اچھا جی ابھی اندر بڑے چوہدری صاحب کو خبر کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے جا کر انہیں بتاؤ۔"

"آپ ادھر رکو جی۔"

"نہیں مجھے جلدی ہے۔" میں نے کہا اور تیزی سے کھیتوں کی طرف چل دیا...... نیاز کی حویلی سے تقریباً سو گز دور مغرب کی طرف ان لوگوں کا باغ تھا، میں اس باغ کے سامنے سے گزرا اور کھیتوں میں چھپ کر چلتا ہوا اس باغ کے قریب پہنچ گیا...... باغ کے آخری سرے پر بنی ہوئی مالی کی جھونپڑی کا دروازہ بند تھا، ایک جگہ رک کر میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور پھر قریبی درختوں کے پھل توڑ کر کھانے لگا، میں نے تھوڑے سے پھل توڑ کر اپنے لباس میں بھی رکھ لئے اور باغ سے نکل کر نہر کی طرف چل پڑا...... پھل کھانے کے بعد میں نے نہر کے پانی سے پیاس بجھائی اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گیا، نہر کے کنارے کنارے چلتا ہوا میں اسی الجھن کا شکار تھا کہ مجھے اب واپس کھنڈر میں جانا چاہئے یا سانڈوں کے ڈیرے پر، نیاز تو کسی دوسرے گاؤں چلا گیا تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی ایک دو روز میں اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے...... رحمان کا بھی کوئی پتہ نہیں تھا کہ اس پر کیا مصیبت پڑی ہے...... کھنڈر میں چھپ کر وقت گزارنا اب میرے لئے انتہائی مشکل کام تھا، بار بار رحیم کا خیال بھی دل میں آتا تھا اور یہ حیرانی کی بات تھی کہ رحیم کے تصور کے ساتھ سانڈوں کا تصور بھی ذہن میں ابھرتا تھا، مالک دو جہاں! آخر یہ میرے وجود کے مختلف ٹکڑے کیسے ہو گئے ہیں، کیا

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کروں کیا نہ کروں، رحیم یاد آتا ہے تو سارے وسوسے دل سے نکل جاتے ہیں اور بس یہی دل چاہتا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے رحیم کو حاصل کرلوں...... بہر حال اس وقت دل و دماغ پر یہی وزن آپڑا تھا اور میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کرلیا تھا، ایک آتشیں غبار میرے سر میں گیا تھا، میں نہر کے کنارے سے اترا اور کھیتوں سے چلتا ہوا تیزی سے ڈیرے کی جانب چل پڑا۔

✿ ✿ ✿

ساندوں کا ڈیرہ ان کی زمینوں پر بنا ہوا تھا اور نہر سے اس کا فاصلہ کم و بیش ڈیڑھ میل تھا...... میں جب ڈیرے کے قریب پہنچا تو رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے...... اس ڈیرے کے سامنے ایک ٹیوب ویل لگا ہوا تھا اور دائیں بائیں دور تک سبزیوں کے کھیت تھے۔ ڈیرے کے پیچھے وہ خالی کھیت تھے جہاں سے غالباً کچھ دن پہلے ہی گندم کاٹی گئی تھی، ٹیوب ویل کے قریب گھنے درختوں کا ایک مختصر سا جھنڈ تھا اور میرے لئے یہ جھنڈ سب سے بہتر تھا...... میں ان درختوں کے درمیان پہنچ کر رک گیا اور وہاں سے ڈیرے کا جائزہ لینے لگا۔ ڈیرے کے اُوپر پھاٹک کے قریب دیوار میں بنے ہوئے ایک طاق میں لالٹین روشن تھی اور پھاٹک کے سامنے کئی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں...... ان چارپائیوں پر ڈیرے کے ملازم سو رہے تھے...... میں درختوں کے ایک جھنڈ سے نکلا اور کھیتوں میں چھپتا ہوا ڈیرے کی پشت پر پہنچ گیا، پھر اس کے بعد عقبی دیوار کے پاس جاکر میں رکا اور اندر سے آنے والی آوازیں سننے کی کوشش کرنے لگا...... ڈیرے پر مکمل سکوت طاری تھا اور کبھی کبھی ہلکی سی آہٹیں نمودار ہو جاتی تھیں، جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی پہریدار ڈیرے کے اندر بنے ہوئے کمروں کے گرد ٹہل رہا ہے...... ڈیرے کی عقبی دیوار تقریباً آٹھ فٹ بلند تھی، لیکن اس دیوار میں دو تین جگہوں پر لوہے کے کنڈے نصب تھے جو غالباً گھوڑوں یا بھینسوں کے باندھنے کے کام آتے تھے...... یہ کنڈے زمین سے تقریباً چار فٹ اونچائی پر تھے اور ان میں پاؤں پھنسا کر

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دیوار کے اُوپر چڑھا جا سکتا تھا، میں ایک کنڈے کے قریب جا کھڑا ہوا اور سانس روک کر اس لمحے کا انتظار کرنے لگا جب ڈیرے کے اندر ٹہلنے والا پہریدار مخالف سمت میں چلا جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آہٹوں سے اندازہ ہوا کہ پہریدار اب ڈیرے کے اندر بنے ہوئے کمروں کے سامنے پہنچ چکا ہے، چنانچہ میں نے فوراً ہی اپنا دایاں پاؤں کنڈے میں پھنسایا اور اچھل کر دیوار کے اُوپر جا چڑھا، دیوار کے اوپر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ اس وسیع و عریض ڈیرے کے صحن میں بہت سے مویشی بندھے ہوئے ہیں، صحن کا زیادہ تر حصہ میری نگاہوں سے اوجھل تھا کیونکہ میرے سامنے وہ چار پانچ کمرے تھے جو اس دیوار سے تقریباً پانچ گز آگے بنے ہوئے تھے، تاہم صحن کا جو مختصر سا حصہ میری نگاہوں کے سامنے تھا اس میں پھیلی ہوئی مدھم روشنی سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ ان کمروں کے سامنے بھی ایک یا دو لالٹینیں روشن ہیں، میں جس دیوار پر بیٹھا ہوا تھا اس کے قریب کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جس کے ذریعے میں نیچے اتر سکتا...... ڈیرے کے سامنے والی دیوار کے ساتھ کچھ ڈھارے بنے ہوئے تھے اور دائیں دیوار کے قریب بوریوں کا ایک ڈھیر بھی نظر آ رہا تھا، مگر وہ اتنے فاصلے پر تھا کہ میں دیوار کے اوپر چلتا ہوا وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ادھر وہ مسلح پہریدار جسے میں اب باآسانی دیکھ سکتا تھا، کمروں کے سامنے سے گزر کر اب دائیں طرف پہنچ چکا تھا اور کسی بھی لمحے ڈیرے کے عقبی حصے میں آ سکتا تھا، میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں دیوار کی بلندی کا اندازہ لگایا اور آخر کار اندر کود گیا...... فرش میری توقع سے بڑھ کر سخت تھا، میرے قدم جونہی فرش سے ٹکرائے اچھی خاصی آواز ہوئی اور اگلے ہی لمحے کمروں کے دائیں طرف سے کسی کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟" میں بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور کمرے کی بائیں دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا...... قدموں کی چاپ سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ پہریدار اب کمروں کے پیچھے پہنچ چکا ہے...... میں نے کرتے کی جیب سے نائلون کی رسی نکال لی اور بے چینی سے اس پہریدار کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا...... پہریدار کی پوزیشن کا اندازہ کرنا میرے لئے بہت

ن تھا، میں اسے دیکھے بغیر اس کے ہر بڑھتے ہوئے قدم کو محسوس کر رہا تھا...... جونہی وہ ے کے باہر کونے پر پہنچ کر مڑا میں نہایت تیزی سے اس پر جھپٹا اور نائلون کی رسی کا پھندا ے گلے میں ڈال کر پوری طاقت سے کس دیا، پہریدار کی زبان باہر نکل آئی اور اس کے ے ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہونے لگیں...... میں نے رسی کو بل دے کر بائیں ہاتھ میں تھاما دایاں ہاتھ اس کے منہ پر سختی سے جما دیا...... پہریدار میری گرفت سے آزاد ہونے کے دیوانہ وار کوشش کر رہا تھا، مگر میں جانتا تھا کہ یہ شخص بھی میرے سفاک دشمنوں کا ندہ ہے جنھوں نے رحیم کو اپنی قید میں ڈال رکھا ہے...... میں نے رسی اس کے گلے پر کس ے دو تین مرتبہ زور زور سے جھٹکا دیا اور چند ہی لمحوں کے بعد اس کا بدن ڈھیلا پڑ گیا۔ ھیں بند ہو گئیں اور بندوق اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر آ رہی...... ایک لمحے کے میرے دل پر یہ احساس ہوا کہ میں نے اسے مار کر غلطی کی ہے، یہ تو دنیا کے ان کروڑوں ھیوں میں سے ایک ہے جو اپنی اور اپنے بچوں کی بقاء کے لئے دولت مندوں اور بااختیار وں کی چاکری پر مجبور تھا...... ان کے اشاروں پر ناچتا تھا اور ان کے ہر جائز اور ناجائز حکم کو لانے کا پابند تھا...... میں نے پہریدار کو زمین پر لٹا کر اس کی نبضیں ٹٹولیں اور مجھے اس کی ں میں حرکت کا احساس ہوا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا...... وہ زندہ تھا...... بہر حال میں اسے گھسیٹ کر دیوار کے قریب ڈال دیا اور پنجوں کے بل چلتا ہوا ڈیرے کے صحن کی ف بڑھ گیا...... بائیں کمرے کی دیوار کی اوٹ سے جھانک کر میں نے صحن کا جائزہ لیا تو مجھے نا کے درمیان میں تین چار پائیاں بچھی ہوئی دکھائی دیں...... ان میں سے ایک چارپائی خالی ا، جبکہ دو پر دو آدمی کھیس اوڑھے سو رہے تھے، ان دونوں چارپائیوں کے درمیان ایک ر کھا ہوا تھا، مگر اس کی چلم بجھی ہوئی تھی...... پھاٹک کے قریب دائیں بائیں بہت سی ینسیں، بکریاں اور بیل وغیرہ بندھے ہوئے تھے، مگر خلاف توقع کہیں کوئی کتا نظر نہیں آ رہا ...... شاید انہوں نے کتے پھاٹک سے باہر باندھ رکھے ہوں گے...... کمروں کے دروازوں قریب بنے ہوئے طاقوں میں سے دو لالٹینیں جھانک رہی تھیں...... یہ کمرے تعداد میں

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

پانچ تھے اور ان میں سے ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا...... تین دروازوں کی کنڈیاں باہر سے لگی ہوئی تھیں، جبکہ پانچویں اور آخری دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا...... میں نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور سب سے پہلے اس کمرے میں داخل ہوا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا، مگر وہاں ایک چارپائی، چند کنستر اور دو صندوق رکھے ہوئے تھے...... اس کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا...... اس کمرے سے نکل کر میں نے آہستگی سے اگلے تین کمروں کے دروازے کھولے اور ٹارچ کی روشنی میں ان سب کا جائزہ لیا، مگر وہاں بھی اسی قسم کا سامان بھرا ہوا تھا...... اب مرحلہ پانچویں کمرے میں داخل ہونے کا تھا...... کھنڈر سے آتے وقت آہنی تار کے اس ٹکڑے کو لانا نہیں بھولا تھا جس کا اگلا سرا ایک خاص زاویے پر مڑا ہوا تھا اور اس کی مدد سے کسی بھی تالے کو ذرا سی کوشش کے بعد کھولا جا سکتا تھا...... میں نے جیب سے تار کا وہ ٹکڑا نکالا اور پانچویں کمرے کا تالا کھولنے لگا، چند لمحوں کے بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز ابھری اور تالا کھل گیا، مگر جونہی میں نے اس تالے کو کنڈے سے باہر نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اچانک مجھے صحن کی طرف سے کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی اور میں نے فوراً ہی کمرے کے دائیں طرف کی دیوار کا سہارا لیا اور اس کی اوٹ میں دم سادھ کر کھڑا ہو گیا، کچھ لمحوں کے بعد دوبارہ ہی مدہم آواز پھر ابھری اور اس کے بعد سناٹا چھا گیا...... میں کچھ دیر وہیں کھڑا رہا، پھر ذرا سا سر نکال کر دیکھا تو صحن میں بچھی ہوئی چارپائیوں پر اب بھی وہی دو آدمی سو رہے تھے...... ان کے علاوہ کہیں اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، ہو سکتا ہے ان دونوں میں سے کوئی سوتے میں بڑبڑایا ہو اور کوئی بات نہیں سوچی جا سکتی تھی، چنانچہ میں ہمت کر کے آگے بڑھا اور محتاط قدموں سے چلتا ہوا اسی کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا...... پھر میں نے آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا...... دروازے کو بند کرنے کے بعد جب میں نے ٹارچ کی روشنی کمرے میں ڈالی تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہ کمرہ یا تو کسی خاص مہمان کی آمد پر کھولا جاتا ہو گا یا اس وقت کھلتا ہو گا جب کبھی کبھار سانڈوں میں سے کوئی یہاں آتا ہو گا، کیونکہ اس کمرے کو نہایت شاندار طریقے سے آراستہ کیا گیا تھا...... فرش پر قیمتی قالین بچھا ہوا تھا...... کھڑکیوں

پر ریشمی پردے لہرا رہے تھے...... ایک طرف ایک لمبا سا دیوان پڑا ہوا تھا اور اس کے سامنے ایک جدید طرز کا صوفہ سیٹ، میں پنسل ٹارچ کی روشنی میں کافی دیر تک اس کمرے کا جائزہ لیتا رہا...... پھر نجانے کس خیال کے تحت میں نے قالین ہٹا کر فرش کے چپے چپے کو بہت غور سے دیکھا اور تمام دیواروں کو ٹھونک ٹھونک کر دیکھتا رہا، مگر مجھے کہیں کوئی خفیہ راستہ یا ایسا دروازہ نظر نہیں آیا جو کسی تہہ خانے کا ہوتا، ڈیرے پر چونکہ بجلی بھی نہیں تھی اس لئے کسی برقی میکنزم کا بھی کوئی امکان نہیں تھا، میرے دل میں ناامیدی پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں اس کمرے سے باہر نکل آیا، صحن میں سوئے ہوئے دونوں آدمی اب بھی بے سدھ پڑے خراٹے لے رہے تھے...... میں نے کمرے کا دروازہ بند کر کے دوبارہ تالا لگا دیا اور ڈیرے کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا...... بائیں کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے میری نظر اس مسلح پہریدار پر پڑیں جو ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا تھا...... میں نے اس کے قریب جھک کر ایک بار پھر اس کی نبضیں دیکھیں جن کی حرکت پہلے سے واضح ہو چکی تھی...... وہ شخص نہ صرف زندہ تھا، بلکہ اب کسی بھی وقت ہوش میں آ سکتا تھا، چنانچہ میں فوراً وہاں سے اٹھا اور ڈیرے کے پچھلی دیوار کی طرف بڑھ گیا، لیکن ابھی میں دیوار سے چند قدم دور ہی تھا کہ اچانک صحن کی طرف سے کسی نے اونچی آواز میں کہا۔

"غیاث خاں، اوئے غیاث خاں، کدھر مر گیا تو...... سو گیا کیا؟" میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا...... غیاث خاں غالباً اس پہریدار کا نام تھا جو بائیں کمرے کی دیوار کے پاس بے ہوش پڑا ہوا تھا...... اسے پکارنے والا کوئی جواب نہ پا کر اب اسی طرف آئے گا، چنانچہ میں تیزی سے پچھلی دیوار کے قریب پہنچ گیا اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جس میں پاؤں ٹکا کر میں اوپر چڑھ سکتا، مگر دیوار بالکل ہموار تھی...... صحن کی طرف کسی نے ایک بار پھر چیخ کر غیاث خاں کو آواز دی اور اس کے ساتھ ہی چارپائی کی چرچراہٹ بھی سنائی دی، صحن میں سوئے ہوئے آدمیوں میں سے کوئی اٹھ کر شاید اس طرف آ رہا تھا...... میں نے نیم نگاہوں سے دیوار کی بلندی کا اندازہ کیا، دو قدم پیچھے ہٹا اور اچھل کر دیوار کے اوپری کنارے کو تھام

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

لیا۔ پھر اپنے جسم کا سارا بوجھ ہاتھوں پر ڈالتے ہوئے میں نے پوری قوت سے خود کو اوپر اچھالا اور اگلے ہی لمحے میں دیوار کے اوپر پہنچ گیا، لیکن اس کوشش میں میرے گھٹنے اور کہنیاں چھل گئے تھے، مگر اب میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں ان کی طرف دھیان دے سکتا، صحن کی طرف سے ایک اور مسلح آدمی ڈیرے کے عقبی حصے کی طرف آ رہا تھا...... میں نے فوراً پچھواڑے کی طرف چھلانگ لگا دی...... ڈیرے کے عقب میں خالی کھیت تھے اور ان میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی، جہاں چھپا سکے، مگر پچاس ساٹھ گز دور شمال مشرق کی طرف کماد کے گھنے کھیت نظر آ رہے تھے، البتہ کماد کے پودے ابھی زیادہ اونچے نہیں تھے، لیکن بہر حال اتنے ضرور تھے کہ ان میں چھپا جا سکے، چنانچہ میں دیوار سے چھلانگ لگاتے ہی اٹھا اور کماد کے کھیتوں میں دوڑ لگا دی۔

میں نے کافی تیز رفتاری سے کھیتوں کے درمیان کا آدھا فاصلہ طے کر لیا، مگر اسی وقت ڈیرے کی طرف سے کسی نے چیخ کر کہا۔

”وہ رہا...... وہ ادھر جا رہا ہے۔“ اور اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی چمک ہوئی، اس وقت اگر میں انتہائی پھرتی سے خود کو ایک طرف نہ جھکا لیتا تو ڈیرے کی طرف سے آنے والی گولی میری کمر میں سوراخ کر چکی ہوتی، میں اسی طرح جھک جھک کر چلتا ہوا زگ زیگ کی شکل میں لہراتا ہوا تیزی سے کماد کے کھیتوں کی جانب دوڑتا رہا، کماد کے کھیت کے کنارے پانی سے بھرا ہوا ایک کھالا تھا...... میں اس کھالے کو پھلانگنے لگا تو ڈیرے کی طرف سے کئی ٹارچوں کی روشنیاں مجھ پر پڑیں اور پھر بہت سی ملی جلی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں۔

”پکڑو پکڑو...... پکڑ لو خبردار جانے نہ پائے۔“ میں نے ان آوازوں پر کوئی دھیان نہ دیا، میں نے خود کو کماد کے کھیت پر گرا دیا، ایک بار پھر فضا فائر کے دھماکوں سے گونج اٹھی اور کئی گولیاں میرے سر کے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر گئیں...... کماد کے پودے زیادہ اونچے نہیں تھے اس لئے ان میں سیدھا چلنا ممکن نہیں تھا...... میں چاروں ہاتھ پاؤں پر چلتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا رہا، ڈیرے کی طرف سے اب بہت سے لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنائی دے

رہی تھیں، لیکن مجھے یقین تھا کہ اب وہ مجھے پکڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے...... کچھ دیر کے بعد جب یہ اندازہ ہو گیا کہ اب میں پیچھا کرنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہوں تو میں اٹھا اور کھیتوں میں جھک کر چلتے ہوئے آگے دوڑنے لگا...... کماد کے نوکیلے سخت پتے میرے چہرے اور بازوؤں پر خراشیں لگا رہے تھے، لیکن اس وقت رکنا بے حد خطرناک تھا کیونکہ ڈیرے کی طرف سے مسلسل اکا دکا فائروں کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں اور ٹارچ کی روشنیاں کماد کے کھیت میں حرکت کر رہی تھیں...... اب میں تقریباً کھیت کے آخری سرے پر تھا، کھیت ختم ہوا تو میں نے خود کو ایک اور چوڑے کھالے کے سامنے کھڑا پایا...... کھالے کے دوسری طرف بھی گھنے کھیتوں کا ایک طویل سلسلہ نظر آ رہا تھا اور ان کھیتوں میں جا بجا اونچے درخت کھڑے دکھائی دے رہے تھے...... میں نے وہ کھالا بھی پھلانگ کر پار کیا اور دوسری طرف کے کھیتوں میں پہنچ گیا...... ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو کر میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو مجھے کماد کے کھیتوں کے پار کئی روشنیاں حرکت کرتی ہوئی نظر آئیں...... وہ لوگ اب کماد کے کھیت میں داخل ہونے ہی والے تھے، مگر میں ان سے کافی دور نکل آیا تھا اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ڈیرے پر اس وقت شاید انہیں کوئی گھوڑا دستیاب نہیں ہو سکا ہوگا، ورنہ شاید وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر دوڑ پڑے ہوتے...... میں کسی قدر مطمئن ہو کر آگے بڑھا، لیکن اسی وقت مجھے قریب ہی اچانک ایک تیز سرسراہٹ سنائی دی، میں چونک کر مڑا تو میری نگاہ دو انسانی سایوں پر پڑی جو درختوں کی اوٹ سے نکل کر تیزی سے میری طرف آ رہے تھے...... تاروں کی مدھم روشنی میں ان کے ہاتھوں میں لہراتی ہوئی کلہاڑیوں کو دیکھ سکتا تھا، میرے اعصاب تن گئے اور دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، وہ دونوں آدمی مجھ سے کم و بیش دس گز کے فاصلے پر تھے اور اس تیزی سے میری طرف آ رہے تھے کہ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لمحے بھر میں مجھ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ ایک بار پھر ان لوگوں نے مجھے میری اصل حیثیت میں آنے پر مجبور کر دیا تھا، میں نے ریوالور نکالا اور ان میں سے ایک آدمی کے ہاتھ کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا...... رات کا سناٹا اس کی چیخ سے گونج اٹھا

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اور نیم تاریک آسمان کے سامنے مجھے اس کی کلہاڑی فضا میں اُڑتی ہوئی نظر آئی اور پھر وہ شخص زمین پر گر پڑا...... میرا خیال تھا کہ دوسرا شخص یا تو بھاگ کھڑا ہو گا یا کلہاڑی پھینک کر دونوں ہاتھ اُٹھا لے گا، مگر میری توقع کے برعکس وہ شخص اپنے ساتھی کے گرتے ہی چیتے کی سی پھرتی سے مجھ پر جھپٹا، میں نے تیزی سے ایک طرف جھک کر اپنے آپ کو کلہاڑی کے وار سے بچایا، لیکن اس کے باوجود کلہاڑی کا دستہ میرے شانے کو چھوتا ہوا آگے بڑھا اور اسی وقت ریوالور بھی اتفاق سے میرے ہاتھ سے گر پڑا، وہ شخص بھی مجھ سے اُلجھ کر چند قدم آگے اوندھے منہ گر پڑا تھا، مگر جس قدر پھرتی سے وہ مجھ پر جھپٹا تھا اسی طرح وہ فوراً ہی دوبارہ اُٹھ کھڑا ہوا...... اب میرے پاس اتنا وقت تو تھا نہیں کہ میں کھیتوں میں اپنے ریوالور کو تلاش کرتا، میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو اس کے وار سے بچایا اور دوسرے لمحے اسے اپنے ہاتھوں پر روکا، وقت کے ایک مختصر ترین وقفے میں مجھے اس کی کلہاڑی فضا میں بلند ہوتی دکھائی دی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ نیچے آتی میں نے پھرتی سے اپنا بایاں ہاتھ کلہاڑی کے دستے پر ڈالا اور ایک زوردار جھٹکا دے کر اسے نہتا کر دیا، پھر دوسرے لمحے کلہاڑی کا پھل اس کے شانے کو توڑتا ہوا نیچے تک اُتر گیا...... اس شخص کے حلق سے ایک کربناک چیخ بلند ہوئی اور وہ ایک دم زمین پر گر پڑا، یہ میری مجبوری تھی، چنانچہ میں نے ایک بار پھر کلہاڑی اٹھائی، کلہاڑی اب میرے ہاتھ میں آ چکی تھی، ایک لمحے کے لئے دل تو چاہا کہ اس کی گردن شانوں سے جدا کر دوں، بس ایک جنبش کی دیر تھی، لیکن پھر مجھے یہ مناسب نہ لگا اور میں چند قدم پیچھے ہٹ گیا...... دوسرا آدمی بھی ابھی تک زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور بار بار گردن جھٹک رہا تھا...... میں نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور اس کی مختصر سی روشنی میں اپنا ریوالور تلاش کرنے لگا، میرے ہاتھ میں کلہاڑی بھی تھی اور میں پوری طرح مستعد تھا کہ اگر ان میں سے کوئی جنبش کرے تو بحالت مجبوری میں اس کا خاتمہ کر دوں۔

بہر حال ریوالور مجھے مسلے ہوئے پودوں میں پڑا دکھائی دیا اور میں نے اُٹھا کر اس کی نال کا رخ ان کی جانب کر دیا اور پھر اُلٹے قدموں تیزی سے پیچھے ہٹنے لگا۔ پندرہ بیس قدم تک میں

طرح چلتا رہا اور پھر مڑ کر انتہائی تیز رفتاری سے دوڑنے لگا، میرا تعاقب کرنے والے اب کے کھیت میں پہنچ چکے اور مجھے ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں...... وہ دونوں ی جنہوں نے مجھ پر کلہاڑیوں سے وار کیا تھا شاید کھالے کے کنارے سو رہے تھے اور ے کی طرف سے گولیوں کے دھماکے اور چیخ و پکار سن کر جاگ اُٹھے تھے...... بہر حال یہ ی مجبوری تھی کہ میں انہیں ناکارہ کر دوں، اگر میں ایسا نہ کرتا تو شاید خود ناکارہ ہو چکا ہوتا۔ حال اب وہ دونوں بالکل ہی بیکار ہو گئے تھے، بلکہ خاص طور سے جس شخص کے شانے پر اڑی پڑی تھی وہ بے چارہ تو مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا...... شاید مہینوں میں ٹھیک پائے، کیونکہ ہڈی کا معاملہ تھا...... بہر حال کچھ دیر کے بعد میں اس کھیت سے نکلا اور جنوب طرف ایک ایسے کھیت میں گھس گیا جس کے پودے انسانی قد سے بھی اونچے تھے، اب مجھے نوروں کی طرف رینگنے اور جھک کر چلنے کی ضرورت نہیں تھی...... میں دونوں ہاتھوں سے دوں کو ہٹاتا ہوا اندھا دھند چلنے لگا اور نجانے کب تک ان کھیتوں میں چلتا رہا...... آخر کار وہ یت بھی ختم ہو گئے اور میں نے خود کو ایک بہت بڑے جوہڑ کے کنارے کھڑے پایا، اس جوہڑ ے چاروں طرف اونچے اونچے بے شمار درخت تھے، میں ایک درخت کے تنے سے ٹیک ار بیٹھ گیا اور اپنی پھولی ہوئی بے ترتیب سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا...... ہر رف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا...... کچھ دیر پہلے تو مجھے جو آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ اب عدوم ہو چکی تھیں، بس کبھی کبھار دور سے کسی فائر کی آواز سنائی دیتی اور اس کے بعد اموشی چھا جاتی...... کھیتوں کے درمیان دوڑتے ہوئے میں نے اتنی بار سمت تبدیل کی تھی اب مجھے خود اندازہ نہیں تھا کہ میں اس وقت کہاں ہوں، میں اس وقت جس جوہڑ کے نارے بیٹھا ہوا تھا آج سے پہلے میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا، کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں اٹھا اور تاروں کی مدد سے سمت کا اندازہ کر کے مشرق کی طرف چل دیا...... میرا خیال تھا کہ میں زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں اس خطے میں پہنچ جاؤں گا، مگر ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد بھی میں ابھی کھیتوں میں ہی بھٹک رہا تھا...... کہیں کہیں کھیتوں میں مدھم روشنیاں نظر

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

آرہی تھیں...... میں ان روشنیوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا، آخر کچھ دیر کے بعد مجھے تھکن ہونے لگی اور پھر ایک بار دوبارہ میں نے بیٹھنا ہی مناسب سمجھا اور ایک کھالے کے کنارے بیٹھ گیا...... پنسل ٹارچ کی روشنی میں، میں نے اپنی گھڑی کو دیکھا، معلوم ہوا کہ رات کے تقریباً پونے چار بجے ہیں...... پیاس کی شدت سے میری زبان اکڑ گئی تھی اور حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے...... میں نے کھالے کے گدلے پانی سے اپنی پیاس بجھائی اور کچھ دیر ستانے کے بعد وہاں سے پھر اٹھ گیا...... میں جانتا تھا کہ چلتے رہنا ہی میرے حق میں بہتر ہے ورنہ میرے دشمن اتنی آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

بہت دیر تک کھیتوں میں بھٹکتے رہنے کے بعد جب مجھے دور سے اس ویران خطے کا سفید کلر چمکتا ہوا نظر آیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا...... میرے بدن میں ایک بار پھر ہمت پیدا ہوگئی اور میں تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کلر زدہ خطے میں داخل ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد آخر کار میں بھٹے کے کھنڈر میں پہنچ گیا...... بھٹے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے مجھے ان جنگلی گیدڑوں کا خیال آیا مگر آج کہیں سے کوئی غراہٹ نہیں سنائی دے رہی تھی، اوپر پہنچ کر میں نے ٹارچ کی روشنی میں شکستہ کمرے کو دیکھا تو وہاں جلی ہوئی اینٹوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آیا، جنگلی گیدڑ یا تو پیٹ بھرنے کے لئے نکلے تھے یا پھر انہوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اب اس چمن میں ان کا گزارا نہیں، آخری کمرے کے سامنے پہنچ کر میں نے دیوار کے شگاف میں چنی ہوئی اینٹوں کو ہٹایا اور کمرے کے اندر چلا گیا...... اندر پہنچ کر میں اس طرح بستر پر لیٹ گیا جیسے درخت کا تنا کٹ کر زمین بوس ہو جاتا ہے...... میرا بدن پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا اور تھکن اس شدت سے طاری تھی کہ آنکھیں بند ہوئی جارہی تھیں، میرے گھٹنے اور کہنیاں چھل گئی تھیں اور پسینے میں بھیگے ہوئے کپڑے ان جگہوں سے چپک کر پورے بدن میں مرچیں چھڑک رہے تھے، لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود جسم کا آرام انتہائی ضروری تھا، چنانچہ میں بہت دیر تک آنکھیں بند کئے بستر پر لیٹا رہا...... رفتہ رفتہ تھکن اور تکلیف کا احساس کم ہوا اور مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی، مگر اسی وقت اچانک مجھے خیال آیا کہ اب صبح ہونے

ں زیادہ وقت نہیں ہے، کچھ بھوک بھی محسوس ہو رہی تھی، غالباً یہ شدید محنت کا نتیجہ تھا، نانچہ میں نے کھانے پینے کے لئے تلاشی لینا شروع کی اور جو کچھ بھی حاصل ہوا اس سے پیٹ دوزخ بھرا۔

بہر حال کچھ دیر پہلے کے واقعات میرے ذہن میں گھوم رہے تھے اور میرے دل پر ھی تک ہیجان سا طاری تھا...... ساندوں کے ڈیرے سے ناامید واپس آنے کے بعد اب ری تمام سوچیں اس نکتے پر مرکوز تھیں کہ دشمنوں نے رحیم کو کہاں قید کر رکھا ہے، اگر یہ ض کر لیا جائے دشمن اسے اغوا کر کے اسی علاقے میں لائے ہیں تو اب صرف ایک ہی جگہ ی تھی جہاں اس کی موجودگی کا امکان ہو سکتا تھا اور وہ جگہ داراب شاہ کا ڈیرہ تھی...... راب شاہ کا وہ ڈیرہ جو اس کے وسیع و عریض باغ کے وسط میں بنا ہوا تھا...... ایک بار پھر ذہن ایک ضرب سی لگی، داراب شاہ آخر کون ہے اور رحیم کو اس نے کیوں گرفتار کیا ہوا ہے، ارے حالات میرے ذہن میں ایک فلم کی طرح چل پڑے...... داراب شاہ سے بھی قفیت حاصل ہو گئی تھی...... آہ یہ پراسرار ماحول، یہ عجیب و غریب زندگی، آخر مجھے کیوں ا ہے، اس سے مجھے کیا نفع اور کیا نقصان ہے، کیا عجیب و غریب کیفیت ہو کر رہ گئی ہے۔ پنے طور پر تو کوئی فیصلہ کرنے کے قابل رہا ہی نہیں ہوں...... ساندوں کا وہ باغ گاؤں سے ریباً دو میل دور جنوب کی طرف تھا اور ایک طویل و عریض رقبے پر پھیلا ہوا تھا...... اس ں آم اور کینو کے سینکڑوں درخت لگے ہوئے تھے...... اس کے علاوہ بے شمار درخت، کیلے، ور اور جامن کے بھی تھے...... داراب شاہ کا بنگلہ اس باغ کے بیچوں بیچ بنا ہوا تھا...... باغ کے چاروں طرف اونچی جھاڑیوں کی باڑھیں تھیں جن میں کانٹے لگے ہوئے تھے اور کئی مالی ں باغ کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے...... داراب شاہ کے اس بنگلے پر ہمیشہ مسلح آدمیوں کا پہرہ ہتا تھا...... مجھے یقین تھا کہ اگر رحیم اس بنگلے میں ہوا تو وہاں کے حفاظتی انتظامات اور بھی ت کر دیئے گئے ہوں گے، لیکن بہر حال میری اگلی منزل وہی بنگلہ تھی...... نجانے کیوں رے دل کو ایک یقین سا ہوتا جا رہا تھا کہ رحیم اسی بنگلے میں قید ہے، وہ بنگلہ آبادی سے بہت

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دور اور انتہائی محفوظ جگہ پر تھا، کسی دشمن کو قید کرنے کی اس سے اچھی جگہ اور کوئی نہیں ہوسکتی تھی، لیکن رحیم کیا صرف دوستی کی بنیاد اس قدر مضبوط ہوسکتی ہے کہ انسان کسی دوست کے لئے اپنی پوری زندگی داؤ پر لگادے...... میں انہی لوگوں میں سے تھا اور میں نے ایسا کیا تھا، مگر اب سچی بات ہے میری زندگی کا کوئی اہم مقصد تو تھا ہی نہیں، جو طریقہ کار زندگی بسر کرنے کے لئے متعین ہوگیا تھا اس کے مطابق نہیں رہا تھا...... اگر زندگی کا کوئی مقصد تھا تو صرف رحیم کی تلاش، رحیم جن حالات میں مجھ سے الگ ہوا تھا، ان میں مجھے اس بات کا اندازہ نہیں ہوپاتا تھا کہ ساندوں کے داراب شاہ نے اسے اغوا کیوں کیا ہے، جہاں تک ماضی کی بات تھی مجھے یاد تھا اور اب تو خاص طور سے یاد آگیا تھا کہ جن پراسرار قوتوں نے میرے گرد احاطہ کیا تھا، میری مخالفت میں کام کیا تھا، اب نیا ماحول انہیں شکست دے رہا تھا، اگر ایسا ہے تو پھر مجھے یہ سہولت فراہم کیوں نہ کی گئی کہ میں رحیم کو حاصل کرلیتا...... بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ رحیم کا حصول میری زندگی کا اہم مقصد تھا اور میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ وہ جگہ جو میرے خیال میں مشکوک تھی اس قدر مشکل جگہ واقع ہوئی تھی کہ وہاں تک پہنچنا آسان نہیں تھا اور میرا ذہن سب سے پہلے اسی جگہ تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا...... پھر اسی جدوجہد میں مجھے نیند آگئی۔

انسان کی زندگی کا کوئی اہم مقصد ہوتا ہے تو اس کے خواب بھی وہی رُوپ دھار تے ہیں...... میں نے اپنے خوابوں میں اپنا چہرہ دیکھا، ایک ایک چیز یاد آئی، استاد چھنگا، اس ے ساتھ ساتھ ہی سادھو بابا، پشپا، نرگس، دور دور تک پھیلا ہوا ماحول، اس میں کوئی شک ں کہ اگر سنجیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے تو برے راستے بڑے خوشنما ہوتے ہیں، جو زندگی انے گزاری تھی اس کے سلسلے میں اس وقت میرے ذہن میں یہ بات تک نہیں آئی تھی کچھ پراسرار قوتیں مجھے اپنے جال میں پھانس کر میرے دین، میرے مذہب کے خلاف تے پرلے جارہی ہیں، لیکن یہ بھی سچائی تھی کہ وہ راستے اس قدر دلکش تھے کہ پیچھے پلٹ دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی تھی، بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ دیکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا، ان تمام سوچوں میں اور انہی تمام خوابوں میں نجانے کتنا وقت گزر گیا اور ب آنکھ کھلی تو بدن پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اور کمرے میں شدید حبس ہو رہا تھا...... سامنے کی ار پر بنے ہوئے شگاف سے باہر پھیلی ہوئی چمکدار دھوپ نظر آرہی تھی...... اس کا مقصد کہ دھوپ کی پختگی وقت کا تعین کررہی ہے اور وقت کافی ہوچکا ہے...... تھکے تھکے انداز اپنی جگہ سے اُٹھا اور باہر نکل آیا...... ٹاور کے سائے میں بیٹھ کر میں نے چاروں طرف یے ہوئے ویرانے میں دور دور تک دیکھا...... کسی انسان کا پتہ نہیں تھا، میرا دل چاہ رہا تھا کہ بدن کی کثافت دور کرنے کے لئے کہیں سے پانی دستیاب ہوجاتا، مگر اس کھنڈر کے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

آس پاس کہیں پانی نہیں تھا...... البتہ مجھے یاد آیا کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر کھیتوں کا جو سلسلہ پھیلا ہوا ہے وہاں پانی مل سکتا ہے...... میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک بار پھر کمرے میں داخل ہو گیا...... میں نے اپنے سامان میں سے تولیہ اور صابن نکالا اور تھرماس کندھے سے لٹکا کر میں بھٹے سے نیچے اتر آیا...... کھیت کے ایک متروک حصے میں پون میل کے فاصلے پر شمال کی طرف ایک ایسی جگہ بنی ہوئی تھی جہاں ایک پرانا ٹیوب ویل لگا ہوا تھا، ایک چھوٹی سی نہر بھی ان کھیتوں کے قریب سے گزرتی تھی...... تھوڑی ہی دیر کے بعد میں اس نہر کے قریب پہنچ گیا...... نہر کے کنارے اکا دکا عورتیں کپڑے دھونے میں مصروف تھیں اور کہیں بچے نہر میں چھلانگیں لگا کر نہا رہے تھے...... میں نہر کے کنارے کنارے چلتا ہوا بہت دور تک نکل آیا اور جب وہ عورتیں اور بچے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں بھی کپڑے اتار کر نہر میں اتر گیا...... بہت دیر تک نہاتے رہنے کے بعد میں نہر سے نکلا، کپڑے پہنے اور نہر کے پانی سے تھرماس بھر کر واپس کھنڈر کی طرف چل دیا...... کھنڈر کی طرف آتے ہوئے میرا ذہن پھر رحیم کے خیال میں اُلجھا رہا اور میں سانڈوں کے ڈیرے میں داخل ہونے کی ترکیبیں سوچتا رہا...... اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں براہ راست داراب شاہ سے رابطہ قائم کروں اور اس سے کہوں کہ رحیم کے سلسلے میں وہ مجھ سے تعاون کرے، اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میرے اور اس کے درمیان ایک نئی دشمنی کا آغاز ہو جائے گا...... بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے...... میں نے یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے اس دوران نیاز بھی واپس آ گیا ہو، بہر حال تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا اور آخر کار میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے داراب شاہ کو کوئی خط وغیرہ لکھا جائے، چنانچہ میں نے کاغذ اور قلم لے کر اسے ایک خط لکھنا شروع کر دیا...... میں سوچ رہا تھا کہ داراب شاہ سے صلح کی پیشکش کروں اور اس سے کہوں کہ میرے اور اس کے درمیان جو اختلافات ہیں انہیں ختم کر دیا جائے، پھر میں نے اسے ان الفاظ میں خط لکھا۔

"داراب شاہ میں تمہیں خلوص کے ساتھ یہ پیشکش کر رہا ہوں کہ رحیم کو رہا کر دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو مجھ پر سے تمام اخلاقی ذمے داریاں ختم ہو جائیں گی اور ایک بات ذہن میں

کھنا کہ میں تمہیں اور تمہارے بھائی کو بھی قتل کر سکتا ہوں...... یا پھر وہ تمام راستے اپنا سکتا ں جس سے میں تمہیں مجبور کر سکوں، میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم رحیم کو رہا دو اور سنو اگر تمہارا جواب اثبات میں ہو تو میں اپنے کسی آدمی کو تمہارے پاس بھیج دوں، تم ں سے مل کر شرائط طے کر لو، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ جو کوئی بھی تمہاری طرف سے رائط طے کرنے کے لئے آئے وہ تنہا ہو۔

داراب شاہ! تم میری بات کو ہو سکتا ہے مذاق سمجھ رہے ہو یا پھر تمہارے ذہن میں یہ یال ہو کہ میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا تو اس تصور کو ذہن سے نکال دینا، اگر میں تم سے شمنی پر آمادہ ہو گیا تو تمہیں شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا، سمجھ رہے ہو، بہر حال اب کھنا یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں کیا فیصلہ کرتے ہو۔"

میں اس خط کو کئی بار پڑھنے کے بعد لفافے میں رکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اس ے بعد میں نے وہاں سے آگے بڑھنے کے بارے میں فیصلہ کر لیا...... تھوڑی دیر کے بعد ا اپنے آپ کو تیار کر کے وہاں سے نکل آیا اور چل پڑا...... بہت دیر کے بعد جب گاؤں میں ل ہوا تو رات ہو چکی تھی، ماحول معمول کے مطابق سنسان ہو گیا تھا...... میں بچتا بچاتا گے بڑھتا رہا اور ابھی میں تھوڑا سا آگے بڑھا تھا کہ اچانک کسی نے عقب سے چیخ کر کہا۔

"رکو، ابھی رک جاؤ، کون ہو تم؟" میں نے پلٹ کر دیکھا تو لمبے تڑنگے قد کا ایک کیدار کھڑا ہوا مجھے گھور رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"یہ تو تم بتاؤ گے کہ کیا بات ہے، کیا کرتے پھر رہے ہو یہاں؟"

"میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو، میں چوکیدار ہوں، میری یہ ذمے داری ہے کہ میں لوگوں پر ر رکھوں۔"

"تو نظر رکھو، راستہ کیوں روکتے ہو۔" میں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا، مجھے اب

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہر قیمت پر اپنا کام کر لینا تھا اور جس طرح بھی ممکن ہو سکا میں نے آخر کار وہ خط ایک ایسی جگہ پہنچا دیا جہاں سے وہ داراب شاہ کو مل سکے...... میں نے اپنا یہ کام کر لیا تھا اور اس کے بعد میں جانتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے، داراب شاہ اگر صلح پر آمادہ ہوا تو یقینی طور پر میری بتائی ہوئی جگہ پر اس کا آدمی پہنچے گا، بہر حال سارے اندازے میں نے اپنے طور پر ہی لگائے تھے۔

آخر کار میں موقع پا کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں داراب شاہ کے آدمی کو مقررہ وقت پر آنا چاہئے تھا، لیکن ایسا نہ ہوا، میں نے جو وقت اور جگہ بتائی تھی، وہاں سے کافی دور رہ کر اس جگہ کی نگرانی کرتا رہا کہ شاید داراب شاہ کا آدمی وہاں پہنچے، لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اور جب وہ وقت گزر گیا تو میرے اندر انتقام کی آگ شدت سے بھڑک اُٹھی، اس نے میری یہ پیشکش ٹھکرا کر اپنے لئے مصیبت مول لے لی تھی اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں داراب شاہ کے مقابلے پر ڈٹ جاؤں، چنانچہ میں نے اپنے طور پر بہت سے فیصلے کئے اور آخر کار تیار ہو کر ساندوں کے باغ والے بنگلے کا جائزہ لینے کے لئے چل پڑا، نہر کے کنارے کنارے چلتا ہوا پل تک آیا اور پل پار کر کے تیزی سے ساندوں کے باغ کی طرف روانہ ہو گیا...... ساندوں کا یہ وسیع و عریض باغ گاؤں سے تقریباً ایک میل دور تھا، میں کھیتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا جب اس باغ کے قریب پہنچا تو رات کے تقریباً دس بجے تھے...... اس باغ میں ہر قسم کے پھلوں کے درختوں کے علاوہ پیپل کے بے شمار درخت بھی تھے اور انہی اونچے اور گھنے درختوں کے درمیان وہ دو منزلہ بنگلہ تھا جس میں حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے میں یہاں آیا تھا، اس باغ کے گرد خاردار تار جو خاردار جھاڑیوں کے پیچھے ایک باڑھ تھی اور اس باڑھ کے چاروں طرف ساندوں کے کھیت پھیلے ہوئے تھے، میں کھیتوں میں جھک کر چلتا ہوا اس باغ کا چکر لگانے لگا اور کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگا جہاں سے باغ کے اندر داخل ہوا جا سکتا ہو...... میں جب باغ کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ باغ کے اندر جانے والی کشادہ جگہ پر چند کاریں اور جیپیں کھڑی ہوئی ہیں اور بنگلے کے سامنے کچھ لوگ اِدھر سے اُدھر آ جا رہے ہیں...... باغ کے اندر سے ڈیزل جنریٹر کی آواز سنائی دے رہی

تھی...... بنگلے کی نچلی منزل کی کھڑکیاں روشن تھیں اور دونوں طرف لگے ہوئے برقی قمقمے جل رہے تھے...... میں دروازے کے سامنے سے گزر کر آگے بڑھ گیا...... کچھ دور جانے کے بعد اچانک ہی مجھے ایک جگہ پر باڑھ کی بلندی بہت کم محسوس ہوئی...... باغ کے اندر مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی، میں نے باڑھ کے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو مجھے باغ میں دور دور تک کوئی شخص نظر نہ آیا...... اس جگہ سے بنگلہ بھی اتنی دور تھا کہ اس کی روشنی بہت مدھم نظر آ رہی تھی...... میں نے باڑھ کو ہٹانے کی کوشش کی تو اس میں اتنی جگہ بن گئی کہ میں وہاں سے اندر داخل ہو سکوں، چنانچہ میں باڑھ ہٹا کر باغ میں داخل ہو گیا...... باغ کے جس حصے میں میں پہنچا تھا وہاں گھنے درختوں کی وجہ سے گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی، لیکن دور سے نظر آنے والی روشنیاں رہنمائی کر رہی تھیں...... ایک لمحے رک کر وہاں سے آس پاس کا جائزہ لیا اور پھر تیزی سے ان روشنیوں کی طرف بڑھ گیا...... کچھ دیر کے بعد میں بنگلے کے گرد بنی ہوئی پھولوں کی کیاریوں کے قریب پہنچ گیا تھا، یہاں سے بنگلے کی عمارت بمشکل چالیس گز دور تھی، تھوڑے فاصلے سے سر اٹھا کر میں نے بنگلے کی طرف دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ بنگلے کا عقبی حصہ ہے۔

نگاہوں کے سامنے سفید ستون والا ایک طویل برآمدہ تھا...... برآمدے کی چھت میں ایک ٹیوب لائٹ روشن تھی اور ایک ستون کے قریب کوئی کرسی پر بیٹھا غالباً کچھ پڑھنے میں مصروف تھا...... میں نے نگاہیں جما کر اسے دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ وہ کوئی عورت ہے...... میں ایک باڑھ کے پیچھے جھک کر چلتا ہوا دھیرے دھیرے اس برآمدے کی طرف بڑھنے لگا، پھر ایک ایسی جگہ پہنچ کر جو مکمل تاریکی میں تھی میں نے دوبارہ سر اٹھایا اور برآمدے کی طرف دیکھا۔

جونہی میری نظر اس عورت کے چہرے پر پڑی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا، وہ شکل جانی پہچانی تھی...... میں نے اسے کہیں بہت ہی قریب سے دیکھا تھا...... پھر میں نے اپنے ذہن پر زور دیا، جس نئے کردار میں مجھے ڈھال دیا گیا تھا اس میں لوگوں سے شناسائی بھی عطا کی گئی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

تھی، جیسے میں نے داراب شاہ کو پہچان لیا تھا، اسی طرح شمع بھی میرے ذہن میں آ گئی۔ وہ بیٹھی ہوئی کتاب پڑھ رہی تھی اور ٹیوب لائٹ کی روشنی میں اس کا گلابی چہرہ کنول کی مانند دمک رہا تھا...... اس کے لمبے سیاہ بال فرش پر بکھرے ہوئے تھے اور ایک خوبصورت لباس میں ملبوس وہ بے حد معصوم دکھائی دے رہی تھی۔

اس کا نام شمع تھا، بہر حال مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ داراب شاہ کی بھتیجی ہے، داراب شاہ ہی نے اس کی پرورش کی تھی...... پتہ نہیں اس وقت وہ یہاں کیا کر رہی ہے۔ بہر حال اس کے سامنے سے گزرے بغیر کچھ اور نہیں ہو سکتا تھا، کیونکہ جس جگہ وہ بیٹھی ہوئی تھی اس وقت اس میں تین کمروں کے دروازے کھلتے تھے اور ان میں سے صرف ایک کمرے میں روشنی نظر آ رہی تھی، جبکہ باقی دونوں کمرے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے...... بہر حال اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے، چنانچہ میں نے اس دروازے سے بنگلے میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور دھیرے دھیرے برآمدے کے بائیں حصے کے قریب پہنچ گیا۔

آدھا کھلا ہوا دروازہ میرے سامنے تھا...... میں نے ایک بار سر اٹھا کر شمع کی طرف دیکھ اور پھر بنگلے میں داخل ہو گیا...... میں نے انتہائی کوشش کی تھی کہ کوئی آواز نہ پیدا ہو پائے، مگر برآمدے میں چڑھتے وقت میرے قدموں کی جو ہلکی سی آہٹ ابھری وہ شمع نے س لی اور اس کی آواز اُبھری۔

"کون ہے؟" اب میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس ستو کی آڑ میں ہو جاؤں جو سامنے نظر آ رہا تھا۔

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا لیکن شمع کو شاید پورا پورا یقین ہو گیا تھا کہ کوئی یہاں موج ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھی، کتاب بند کر کے اس نے میز پر رکھی اور پھر اسی ستون کی جان سیدھی آنے لگی...... میرے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہا تھا... ریوالور نکال لوں، جب وہ میرے پاس پہنچی میں نے ہاتھ نکال کر ریوالور کی نال اس کی پیش پر رکھ دی...... اس کے چہرے پر گہرے خوف کے آثار نمودار ہو گئے، لیکن اب وہ اس طر

ے سامنے تھی کہ با آسانی میری شکل دیکھ سکتی تھی...... پھر اس کی آواز اُبھری۔

"شعبان!" میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا، اس کا مطلب ہے کہ شمع مجھے پہچانتی ے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے اپنا سفید ہاتھ اٹھایا اور میری کلائی پر رکھ کر بولی۔

"کیا مجھے مار دو گے۔" عجیب سا سوال تھا...... میں نے کچھ نہ کہا تو وہ بولی۔

"یہ میری پیشانی سے ہٹا لو...... میرے سر میں پہلے ہی بہت درد ہو رہا ہے۔" اس کے لوں اور پر اطمینان لہجے پر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی، لیکن بہر حال میں نے کچھ سوچ کر نول کی نال اس کی پیشانی سے ہٹا لی، اس نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اس طرح یہاں آ جاؤ گے، کیا تم اس بات پر بہت زیادہ خوش دکہ تم یہاں داخل ہو گئے...... ابو کو تمہارا جو خط ملا ہے اس کے بعد جو یہاں انتظامات کئے گئے ں تمہیں یہاں آتے ہوئے ان کا اندازہ ہو گیا ہوگا...... یہ جگہ بالکل غیر محفوظ ہے آؤ...... ہاں آ جاؤ، کیا مجھ پر بھروسہ کرو گے۔" میں نے ایک لمحے تک کچھ سوچا پھر اس کے کئے ہوئے اشارے کی جانب آگے بڑھ گیا...... بہر حال یہ ایک سنسنی خیز لمحہ تھا...... اس حسین ڑکی کو قتل کرنا یا اسے کوئی نقصان پہنچانا میرے لئے انتہائی تکلیف دہ عمل ہوتا لیکن جیسا کہ ں نے داراب شاہ کو اپنے خط میں لکھا تھا کہ اس کے بعد میں اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں روں گا، چنانچہ اب صورت حال ایسی ہی ہو گئی تھی کہ میرے لئے داراب شاہ کے ساتھ کچھ عایت کرنا ایک مشکل کام تھا...... بہر حال میں شمع کے کہنے پر اس طرف ہٹ گیا جہاں واقعی ی آڑ مجھے حاصل ہو گئی تھی کہ کوئی اور ہم دونوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ شمع نے کہا۔

"ایک بات میں تمہیں بتا دوں...... شاید تمہیں میرے بارے میں زیادہ معلومات اصل نہ ہو، لیکن اس گھر کے لوگ مجھے نیم پاگل سمجھتے ہیں...... ان کا یہ سمجھنا حق بجانب بھی ے، کیونکہ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے...... وہیں کے طور طریقے اور اصول اپناتا ہے، لیکن میں ہ سمجھتی ہوں کہ اگر اصول اپنے طور پر سوچ سمجھ کر بنائے جائیں...... تب تو وہ اصول ہوتے ں، باقی سب ڈرامے بازی۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"مطلب۔" میں نے کہا۔

"میں زیادہ تر اپنے گھر والوں سے اختلاف رکھتی ہوں، کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جو میرے علم میں ہی نہیں آتے اور جو علم میں آجاتے اس میں، میں اپنے اصول تراشتی ہوں...... بے شک میں ان لوگوں کا راستہ نہیں روکتی، لیکن اگر کہیں مجھے ان لوگوں کا راستہ روکنے کی ضرورت پیش آجائے تو پھر میں اس سے گریز نہیں کرتی۔"

"میں تمہاری بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں...... سمجھا نہیں ہوں۔"

"میں یہ کہنا چاہتی تھی تم سے کہ جب میں تمہارے بارے میں یہ سب کچھ جانتی ہوں تو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارے بہت ہی عزیز دوست رحیم کو جسے تم اپنے بھائیوں سے زیادہ چاہتے ہو...... داراب شاہ نے اپنی قید میں رکھا ہے، ان کی وجوہات کیا ہیں...... پس منظر کیا ہے، یہ میں نہیں جانتی لیکن بہر حال یہ جانتی ہوں کہ جب کسی کو اس طرح مجبور کر دیا جائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ رحیم کا معاملہ میرے علم میں آگیا تھا...... خیر میں اس سلسلے میں براہ راست تو کوئی مداخلت نہیں کر سکتی تھی، لیکن ان لوگوں کی بھاگ دوڑ سے مجھے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا، بلکہ یہ بات بھی میرے ذہن میں کئی بار آئی تھی کہ تم یہاں داخل ہونے کی کوشش کرو گے۔"

"گویا رحیم کو قید رکھنا آپ کے اصولوں کے خلاف ہے مس شمع!"

"ہاں...... بات اگر تمہاری اور ابو کی ہے تو میرا خیال ہے کہ ابو کو براہ راست تم سے اس سلسلے میں رابطہ کرنا چاہئے...... انہوں نے تمہیں پتہ کہ اس سلسلے میں کیا کیا اقدامات کئے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ اگر انہوں نے تمام تر وسائل سے کام لے کر تمہارے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش کر دی ہے، لیکن میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں......" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بولی۔

"اور مجھے معلوم ہے کہ رحیم کہاں اور کس حال میں ہے۔"

"کیا واقعی!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں۔"

"کیا تم مجھے اس کے پاس لے جا سکتی ہو۔"

"کوشش کر سکتی ہوں...... ویسے تو میں بتاؤں اس تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے، وہ اس ...کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانے میں قید ہے...... بنگلے کے دائیں جانب ایک مختصر سا کمرہ ...، جہاں سے اس تہہ خانے کی سیڑھیاں جاتی ہیں، مگر اس کمرے میں مسلسل ہر وقت تین ...آدمی پہرہ دیتے ہیں اور وہاں جانا بالکل ممکن نہیں ہے۔"

"تت...... تو پھر...... پھر تم میری کیا مدد کر سکتی ہو۔"

"میں نے کہا نا...... اصول اصول ہوتے ہیں اور میں نے اصولی طور پر یہ سوچا تھا کہ اگر ...مجھے موقع مل گیا تو میں رحیم کو رہا کرانے کی کوشش ضرور کروں گی، اس تہہ خانے تک ...نے کا ایک اور راستہ بھی ہے...... پھر اتفاقیہ طور پر مجھے معلوم ہو گیا...... بنگلہ کی دائیں ...ب سے کچھ دور ایک چھوٹا سا کاٹیج ہے، کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ میں اس کاٹیج کے ...یب ٹہل رہی تھی...... میں نے دیکھا کہ بنگلے کا ایک نوکر رائفل لئے اس کاٹیج کے باہر کھڑا ...... مجھے شک سا ہوا، میں ٹہلتی ہوئی اس کے پاس چلی گئی اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی ...ی...... کچھ دیر کے بعد اس ملازم نے ہچکچاتے ہوئے مجھ سے کہا کہ بی بی مجھے ذرا ایک کام ...نے جانا ہے، آپ یہاں کچھ دیر ٹھہر جائیں، میں نے کہا کیوں نہیں میں ابھی یہیں ہوں تم ...ؤ...... ملازم جب اپنے کوارٹر میں چلا گیا تو میں کاٹیج میں داخل ہو گئی...... کاٹیج کی ایک دیوار ...ا لکڑی کی ایک الماری نصب تھی...... میں نے اس الماری کو کھولا تو مجھے ایک دروازہ نظر ...یا...... پھر جب میں نے دروازہ کھولا تو مجھے نیچے کی طرف جاتا ہوا ایک زینہ نظر آیا...... میں ...ا زینے سے اتری اور تہہ خانے میں پہنچ گئی، جہاں رحیم کو قید کیا گیا ہے۔"

میرے سارے وجود میں شدید سنسنی دوڑ رہی تھی، میں نے کہا۔

"کیا تم مجھے وہاں تک لے جا سکتی ہو۔"

"میں جانتی ہوں کہ یہ تمہارے لئے بہت مشکل ہو گا لیکن میرا ایک مشورہ ہے جہاں

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

تم نے اتنے دن صبر کیا ہے دو تین دن اور انتظار کرلو۔"

"کیوں؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"ابو دو تین دن کے بعد یہاں سے جا رہے ہیں، تین چار دن کا پروگرام ہوگا تم تیاری کرلینا...... میں تمہیں وہاں تک لے جاؤں گی۔"

"آہ...... اگر آج یہ کام کردو تو کیا زیادہ بہتر نہیں ہوگا۔"

"چلو میں کوشش کرتی ہوں، لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا...... جلد بازی کی تو نقصان اٹھاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے...... میں جلد بازی نہیں کروں گا۔"

"اگر اپنے بھائی تک پہنچ بھی جاؤ تو اسے یہاں سے لے جانے کی کوشش نہ کرنا اور اس کے لئے انتظار کرلینا...... بہر حال دیکھ لو...... فیصلہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے، پھر میں اس کے ساتھ بنگلے کی جانب چل پڑا...... شمع نے مجھے ایک درخت کی آڑ میں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود اس کاٹیج کی جانب بڑھ گئی جو بنگلے کی دیوار سے تقریباً بیس گز دور ایک جھنڈ میں بنا ہوا تھا...... کاٹیج میں روشنی ہو رہی تھی اور ایک اُونچے سے قد کا آدمی رائفل لئے اس کاٹیج میں کھڑا ہوا تھا...... شمع اس کے قریب گئی اور اس سے باتیں کرنے لگی...... چند منٹ کے بعد وہ آدمی کاٹیج سے نکلا اور بنگلے کے سامنے والے حصے کی طرف چل دیا، جونہی وہ نگاہوں سے اوجھل ہوا شمع نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا...... میں درخت کی اُوٹ سے نکلا اور تیز قدموں سے چل کر کاٹیج کی طرف چل دیا...... کاٹیج میں داخل ہوا، شمع لکڑی کی الماری کھولنے کے بعد اس کے آگے بنا ہوا چھوٹا سا دروازہ کھول رہی تھی...... دروازہ کھلتے ہی مجھے ایک تنگ سا زینہ نظر آیا جو نیچے کی طرف جا رہا تھا...... شمع نے مجھے اتر جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی میرے پیچھے پیچھے زینے سے اترنے لگی...... سیڑھیاں ختم ہوئیں تو میں نے خود کو ایک لمبی سی راہداری میں پایا...... اس راہداری کے آخری سرے پر ایک چھوٹی سی کھڑکی روشن نظر آ رہی تھی اس کھڑکی میں لوہے کی موٹی سلاخیں نصب نظر آ رہی تھیں اور ان سلاخوں کے پیچھے کوئی

کائے بیٹھا نظر آ رہا تھا...... میں اس روشن کھڑکی کی طرف بڑھا مگر اس وقت مجھے کچھ ں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی...... یہ آوازیں اس روشن کمرے کی طرف سے تھیں...... شمع نے میرے بازو پر ہاتھ رکھا اور بولی۔

"آگے مت جاؤ...... تہہ خانے میں وہ تنہا نہیں ہے۔" میں ٹھٹھک کر رک گیا، لیکن ت کھڑکی میں بیٹھے ہوئے شخص نے سر اٹھایا اور پھر میری طرف دیکھا...... میں نے اس ے اداس چہرے کو دیکھا جو کھڑکی کی سلاخوں کے اس پار نظر آ رہا تھا...... وہ چہرہ، وہ چہرہ ے دوست میرے بھائی، میرے پیارے، میرے عزیز رحیم کا چہرہ تھا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دل پر جو بیتی تھی اس کا تذکرہ شاید الفاظ میں نہ کر سکوں...... بچھڑے ہوئے رحیم کو دیکھ کر ماضی کی ساری باتیں یاد آ گئی تھیں...... کیسا شعبان کون سے حالات میں تو رحیم کو جانتا تھا، مجھے اپنا گھر یاد تھا...... ماضی کے وہ سارے کردار یاد تھے...... ہاں یہ بات میں دل و جان سے مانتا تھا کہ میں بھٹک گیا تھا اور بے دین ہوتا جا رہا تھا، لیکن ایسا میں جان بوجھ کر نہیں کر رہا تھا، بلکہ بس وقت، حالات مجھے یہ سب کچھ کرنے پر مجبور کر رہے تھے...... بہر طور یہ ساری باتیں اپنی جگہ جو کچھ مجھ پر بیت رہی وہ میرا دل ہی جانتا تھا...... شمع نے شاید میری جذباتی کیفیت کو محسوس کر لیا...... میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا تھوڑا سا انتظار کر لو اور یہ ذمہ داری مجھے سونپ دو کہ میں تمہارے دوست کو تم تک پہنچاؤں...... دیکھو اس وقت ذرا بھی کوئی غلطی ہوئی تو ہم دونوں مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے...... میں جانتی ہوں...... داراب شاہ میرے والد ہیں، میرے ساتھ تو رعایت ہو جائے گی، لیکن اس کے بعد میرے بارے میں کون کیا سوچے گا...... تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے...... میری بات مان لو گے کیا؟" شمع کے لہجے میں کچھ ایسی عاجزی تھی کہ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا...... میں نے بھی سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"وعدہ کرتی ہو شمع کہ رحیم کو میرے حوالے کر دو گی۔"

"پکا وعدہ...... بس سمجھ لو کہ میں نے تمہاری یہ ذمہ داری اپنے شانوں پر لے لی ہے۔"

"لیکن کب کہاں، کیسے۔"

"آؤ یہاں سے...... تم نے اس کا چہرہ دیکھ لیا ہے...... بس اتنا کافی ہے...... میں تم سے یہ ہیں کہتی کہ تم اسے یہاں چھوڑ کر واپس چلے جاؤ...... یقینی طور پر تم یہ سوچو گے کہ واپس پر تمہارا اس جگہ تک آنا کہیں مشکل نہ ہو جائے، مگر میں تم سے واپس جانے کے لئے نہیں یہ رہی، آؤ تو سہی...... اس کے لہجے میں جو باتیں تھیں، میں نے اس پر اعتبار کیا اور وہاں سے ہر نکل آیا...... وہ بڑی احتیاط سے مجھے لئے ہوئے اسی جگہ پہنچ گئی جہاں میں نے اسے پہلی بار یکھا تھا...... اس نے ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے ہم ایک پتلی راہداری سے اندر جا سکتے تھے...... اسے راہداری نہیں کہا جا سکتا تھا، بلکہ یہ عمارت کے گرد نظر آنے والی گلی تھی، جس ں کوڑا کرکٹ پڑا ہوا تھا...... وہاں سے گزرنے کے بعد وہ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے گئی، ہاں کاٹ کباڑ بھرا ہوا تھا، لیکن سانڈے کی حویلی کا یہ کاٹ کباڑ بھی اپنی نوعیت کا انتہائی انداز تھا...... ٹوٹے ہوئے بستر موٹے موٹے گدے اور دلچسپ بات یہ کہ جیسی جگہ وہ پڑے ئے تھے وہاں شاید مٹی بھی نہیں آتی تھی، کیونکہ یہ سب گرد آلود نہیں تھا...... اس نے ندرت آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ جگہ بے شک کسی مہمان کے قابل نہیں ہے، لیکن تم مہمان نہیں ہو، اگر کبھی ر نے موقع دیا تو میں تمہیں ایک بار مہمان کی حیثیت سے بھی بلاؤں گی اور اس وقت آج اس غلط حرکت کی تلافی کر دوں گی۔"

"غلط حرکت۔"

"ہاں۔"

"وہ کیا۔"

"تمہیں یہاں وقت گزارنا پڑے گا، ہو سکتا ہے ایک دن، ہو سکتا ہے دو دن، ہو سکتا ہے ہ ہفتہ، میں اس دوران ہر لمحہ ایسے حالات کا انتظار کروں گی جس کے تحت رحیم کو یہاں ے نکال کر تم تک پہنچا سکوں...... یہ ذمہ داری چونکہ میں نے قبول کر لی ہے...... اس لئے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میری آرزو ہے کہ تم مجھ پر اعتبار کرو۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"جو کامیابی تم تک پہنچنے کے بعد مجھے حاصل ہوئی ہے...... شمع دل تو چاہتا ہے کہ اس کا اتنا شکریہ ادا کروں، کہ اس کے بعد شکریہ کی ادائیگی کا تصور ختم ہو جائے، لیکن بہر حال یہ سب جذباتی باتیں ہیں...... میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے...... تم اسے احسان سمجھ لو لیکن اس کے جواب میں صرف اتنا کرو کہ یہاں پر سکون رہو...... میں تمہیں صبح کو ناشتہ پہنچاؤں گی، دوپہر کو کھانا، شام کو بھی کھانا...... چائے کا تھرمس بنا کر تمہیں دے جاؤں گی...... تاکہ تمہیں چائے کی دقت نہ ہو۔"

"یہ تمام چیزیں مجھے نہیں چاہئیں شمع، بس تمہاری یہی مہربانی کافی ہو گی کہ جس طرح بھی بن پڑے رحیم کو یہاں سے نکل جانے میں میری مدد کرو۔"

"میں تم سے وعدہ کرتی ہوں...... اصل میں بات صرف یہی ہے کہ میں انہیں بھی تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی...... داراب شاہ بہر حال میرے باپ ہیں، جو انہوں نے سوچا ہے وہ ان کا کام ہے ورنہ پھر وہی بات ہے کہ جب انسان ہر جگہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرے تو اپنے اصول اسے تراشنے ہی نہیں چاہئیں...... اچھا اب میں جاؤں...... دیکھو یہاں آرام کرو...... میں تمہیں پانی وغیرہ پہنچائے دیتی ہوں...... چائے پیو گے، کافی وغیرہ۔"

"نہیں بے حد شکریہ...... نہ چائے، نہ کافی، بلکہ پانی بھی رہنے ہی دو۔"

"نہیں ایسا نہیں، وہ ادھر نکل کر جاؤ گے تو داہنی سمت واش روم ہے، لیکن وہ استعمال نہیں ہوتا...... ہو سکتا ہے تمہیں بہت گندا لگے، لیکن صرف مجبوری کا خیال ذہن میں رکھنا...... او کے۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور وہ مجھے دیکھتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی...... اس لڑکی کی یہ مہربانی بڑی سنسنی خیز تھی میرے لئے، لیکن بہر حال رحیم کا معاملہ تھا، ہر چیز برداشت کر لی تھی، البتہ اس کے جانے کے بعد لاتعداد وسوسے میرے دل میں گھر کرنے لگے...... کہا جاتا ہے کہ سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے...... کہیں ایسا نہ ہو کہ شمع نے میرے لئے

دان بنا دیا ہو اور اس چوہے دان میں میں با آسانی سانڈوں کے ہاتھ آ جاؤں، لیکن کچھ ایسی تھیں جو شمع کی نیک نیتی کی طرف اشارہ کرتی تھیں...... مثلاً میرے پاس ریوالور یا اس کا مجھے رحیم تک پہنچا دینا اگر بد نیت ہوتی تو کبھی اس بارے میں نہ بتاتی...... ویسے شکل و ت سے بھی سادہ طبیعت کی مالک نظر آتی تھی...... اعتبار کرنا ضروری ہوتا ہے، چنانچہ نے اس پر اعتبار کیا...... کوئی پندرہ منٹ کے بعد مجھے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی، اس روشنی نہیں تھی...... نہ میں نے روشنی کرنے کی کوشش کی تھی، پھر ایک سرگوشی سنائی

"میں ہوں۔" شمع کے علاوہ کسی کی آواز نہیں تھی...... دروازہ کھول کر وہ اندر آئی اور نے ایک روشن دان سے چھن کر آنے والی روشنی کی زد میں آ کر پانی کا ایک جگ اور ایک س میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"اس وقت کوئی سرگرمی مناسب نہیں ہے، کیونکہ سب لوگ سو چکے ہیں...... باہر اس ر گہرا سناٹا ہے کہ ذرا سی آواز بھی سنی جا سکتی ہے...... میں نے سوچا کہ تمہارے لئے چائے دوں، لیکن پھر ہمت نہیں پڑی۔"

"مجھے اور شرمندہ نہ کرو شمع! بس اتنا کافی ہے بے حد شکریہ۔"

"اچھا پھر چلتی ہوں خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور شمع باہر نکل گئی، اپنے آرام کے لئے میں ایک جگہ منتخب چکا تھا...... بہتر جگہ تھی پانی کے دو تین گلاس پئے اور اس کے بعد جگ اور گلاس احتیاط سے کر کہ اگر کوئی اتفاق سے آ بھی جائے تو اسے شبہ نہ ہو سکے...... میں اس مسہری پر جا لیٹا جو ری مسہری کے نیچے تھی اور اس پر ایک پرانی چادر پڑی ہوئی تھی...... یعنی اگر کوئی اتفاقیہ ر اندر جھانک کر دیکھے تو میں اسے قطعی نظر نہ آؤں، کیونکہ میری مسہری کے اوپر ری مسہری پڑی ہوئی تھی اور اسی طرح بے ترتیب کہ کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا...... ری کے اس گدے پر لیٹ کر میں نے دل میں ٹھنڈی سانس لی...... رحیم کی صورت دیکھنے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کے بعد اپنے آپ پر قابو پانا، اتنا مشکل کام تھا کہ بیان سے باہر ہے، لیکن بہر حال میں نے برداشت کیا تھا اور اب یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ شمع سے مکمل تعاون کروں گا...... بہر حال وہ میرے حق میں بہترین ثابت ہو گی...... پھر اپنی ذہنی تھکن کو دور کرنے کے لئے یا اپنے جذباتی ہیجان کو برداشت کرنے کے لئے میں نے سو جانا ہی مناسب سمجھا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی...... نیند کے بارے میں جتنی کہاوتیں مشہور ہیں...... بات اس سے کچھ زیادہ ہی ہے...... انسان سونے کے بعد دنیا کی ہر مشکل سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ نے یہ قوت انسان کو دے کر یا پھر یہ کہنا چاہئے کہ اللہ کی طرف سے انسان کے لئے یہ عطیہ بڑا ہی کار آمد ہے...... صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو میں نے یہ محسوس کیا کہ میرے بدن سے تمام تھکن نچڑ گئی ہو...... ایک عجیب سی فرحت کا احساس دل و دماغ پر تھا...... پہلے تو ماحول کا جائزہ لیا، صبح کی روشنی چھن رہی تھی اور اسی روشن دان سے تازہ ہوا بھی اندر آ رہی تھی...... میں نے ایک لمحے کے اندر رات کے واقعات کو ذہن میں تازہ کیا اور ایک دم سنبھل گیا...... اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش بہت غلط ثابت ہوئی، کیونکہ سر اوپر والی مسہری سے ٹکرایا، چنانچہ لیٹے لیٹے کھسک کر اپنی جگہ سے باہر نکلا پہلے دروازے پر آ کر سن گن لی...... دُور دُور تک کوئی چاپ نہیں سنائی دے رہی تھی...... ویسے بھی جس راستے سے گزر کر میں یہاں پہنچا تھا، وہ ایسا تھا کہ اس کے استعمال کا ایک فیصد امکان نہیں ہو سکتا تھا...... سوا اس کے کہ ڈیرے کا کاٹ کباڑ اٹھا کر یہاں لایا جاتا ہو، لیکن ایسا کام روزانہ تو نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ اس بات کے امکانات نہیں تھے کہ کوئی خاص طور سے اس طرف آئے، جب تک کہ کوئی کام نہ ہو...... بہر حال میں شمع کا انتظار کرنے لگا، کہہ کر گئی تھی کہ میرا بھرپور خیال رکھے گی، ویسے تقدیر بھی بڑی کارساز ہوتی ہے...... انسان کی مشکل کا حل کہیں نہ کہیں سے نکل ہی آتا ہے اور یہاں تو یہ کہنا چاہئے کہ قدرت نے میرے لئے خاص بندوبست کیا تھا اور دشمنوں کے گھر میں ہی ایک دوست پیدا کر دیا تھا...... بہر حال یہ بہت بڑی بات تھی...... وقت گزرتا رہا، روشنی خوب چڑھ گئی اور میں شمع کا انتظار کرتا رہا، لیکن شمع نہیں آئی تھی...... تھوڑی سی اُلجھن دل میں پیدا ہو گئی...... جس

ز میں اس لڑکی نے میری پذیرائی کی تھی، اس کے بعد اس کا آنا بنیادی حیثیت رکھتا تھا...... ے وغیرہ پر تو خیر کوئی تبصرہ نہیں کیا جا سکتا تھا...... ہو سکتا ہے کہ کسی کام میں مصروف ئی ہو، یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخر کار باپ کی محبت رنگ لائی ہو...... اگر ایسا ہے تو بڑی ناک بات ہو جائے گی...... نتیجہ کیا ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ داراب شاہ اپنے میوں کے ساتھ آئے اور اپنے گھر ہی میں اپنے دشمن کا خاتمہ کر دے...... واقعی اس بات ، امکانات تو موجود تھے...... نجانے کیسے کیسے خیالات دل میں آتے رہے اور میں انتظار تا رہا...... دو ہی باتیں تھیں، یا تو خطرہ مول لے کر یہیں پر شمع کی آمد کا انتظار کیا جائے...... ع آئے یا نہ آئے، ایک وقت یہاں گزارنا انتہائی ضروری تھا...... میں اس سلسلے میں کوئی واضح م نہیں اٹھا سکتا تھا...... دوسری بات یہ تھی کہ یہاں سے نکلا جائے، لیکن کسی اور جگہ دیکھا ی تو جا سکتا ہے...... بڑی اُلجھن کا شکار رہا...... شمع نہیں آئی، غالباً دوپہر ہو گئی اور اس کے د شام کے سائے ڈھلنے لگے...... یقیناً گڑبڑ ہو گئی، کسی نہ کسی وقت تو اسے موقع مل سکتا ا...... آخر کیا وجہ ہوئی کیوں نہیں آئی...... اب اس وجہ کا پتہ لگانا بھی تو ممکن نہیں تھا، ہر لمحے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے...... کوئی گڑبڑ ہو تو دیکھوں غور کروں، لیکن کچھ بھی یں...... شام ہو گئی اور آخر کار اندھیرا پھیل گیا...... میرے ذہن پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ شمع کا نا بھی ایک سنسنی خیز امر تھا...... میں نے اپنے ذہن میں وہ راستے دہرائے جہاں سے میں گزر ر شمع کے ساتھ رحیم کے پاس پہنچا تھا...... راستے میرے ذہن میں محفوظ تھے...... آہ کیا روں، کیا کرنا چاہئے مجھے، وقت کا اندازہ ماحول سے مسلسل ہو رہا تھا...... شمع یقیناً کسی حادثے اشکار ہوئی ہے...... کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس سے وہ بغیر کسی اطلاع کے غائب ہو گئی ہے...... کیا بات ہو سکتی ہے، وہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا...... ذہن پر ہتھوڑے پڑ رہے تھے اور ں سوچ رہا تھا کہ اب مفلوج ہو کر بیٹھے رہنا بالکل مناسب نہیں ہے...... کام شروع کرنا ہئے، قدم اٹھانا چاہئے اور اس کے بعد ہی کوئی راستہ نکلے گا...... ورنہ یہاں بیٹھے بیٹھے دوسرا ن نہیں گزارہ جا سکتا...... اس خیال کے تحت میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر آہستگی سے دروازہ

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کھول کر باہر نکل آیا...... ایک ہولناک سناٹا، ایک خاموشی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور یہ خاموشی چیخ چیخ کر مجھے یہ احساس دلا رہی تھی کہ اپنا کام کرو، اپنا کام کرو...... دنیا کے بھروسے پر رہنا...... حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے، کام کا آغاز کرو اور اس کے بعد نتیجے کا انتظار...... میرے قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے...... فاصلے طے ہوئے، خوش قسمتی تھی کہ راستے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی...... معمولات جوں کے توں تھے اور اس سے یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ اور کچھ ہے یا نہیں ہے، لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ حویلی کے ذمہ داروں کو کسی خاص شخص کی یہاں موجودگی کا شبہ ہے...... بلاشبہ ایسا نہیں ہوا تھا...... تقدیر میرا ساتھ دے رہی تھی...... تھوڑی دیر کے بعد میں اس تہہ خانے میں داخل ہو گیا اور خوش قسمتی یہ تھی کہ آج یہاں کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، بلکہ ایک عجیب سا سناٹا پھیلا ہوا تھا...... کچھ اس طرح کا جیسے وہاں موجود ذمہ داروں کو یہ خیال ہو کہ کوئی یہاں آنے والا ہے...... در و دیوار منتظر تھے جیسے کسی اچانک چیخ پر خود بھی چیخ پڑیں گے...... دماغ پھاڑ دینے والا سناٹا...... انتہائی ہولناک تھا، میرے قدم آہستہ آہستہ اس سلاخوں والے دروازے کی جانب اُٹھ رہے تھے...... جہاں زمین پر میں ایک شخص کو کھیس اوڑھے سوئے ہوئے دیکھ رہا تھا...... جیسا کہ میرا پچھلی رات کا تجربہ تھا...... یہ رحیم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا...... آخرکار میں سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچ گیا...... دروازے میں پڑے ہوئے تالے کا جائزہ لے کر میں نے جیب سے وہ تار نکالا جو تالے کھولنے میں معاون ثابت ہو سکتا تھا...... تالا کھولنے سے پہلے میں رحیم کو مخاطب نہیں کرنا چاہتا تھا...... بہت سے انوکھے خیالات میرے دل میں تھے...... کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تالا نہ کھول سکوں...... رحیم کو میری یہاں تک موجودگی کا علم ہو جائے اور مجھے اسے ساتھ لئے بغیر یہاں سے واپس جانا پڑے...... ایسی صورت میں ہم دونوں کی تڑپ ناقابل برداشت ہو گی، چنانچہ پہلے میں تالا کھولنے میں کامیاب ہو جاؤں...... اس کے بعد رحیم کو مخاطب کروں یا پھر تالا کھولنے کی کوشش میں رحیم جاگ جائے تو مجبوری ہے...... تالے پر تھوڑی سی زور آزمائی کی

جیساکہ میں کہہ چکا ہوں کہ آج تقدیر کی مہربانیوں کا دن تھا، یا پھر بعد کے حالات کو حد رکھتے ہوئے یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ تقدیر نے کم از کم رحیم کی رہائی کا بندوبست کر دیا تھا، تو نہیں ہو گا، کیونکہ تھوڑی سی کوششوں سے تالا کھل گیا تھا اور میرا دل خوشی سے اُچھل پڑا...... اس کوشش میں رحیم کی آنکھ بھی نہیں کھلی تھی، البتہ جب میں نے لوہے کی وزنی ...ی سرکائی تو اس کی چرچراہٹ سے رحیم جاگ گیا...... رات کے سناٹے میں یہ خوف بھی ...کہ یہ آواز کوئی اور بھی سن سکتا ہے، کم از کم وہ پہریدار ضرور جو اس وقت پہرے پر مستعد ...گا، یا پھر اسے بھی تدبیر کی کاری گری ہی کہا جا سکتا تھا کہ پہریدار بھی شاید آج سو ہی گیا تھا۔ ...یم ایک دم ہڑبڑا کر اُٹھ گیا...... نجانے اسے کیا احساس ہوا تھا...... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ...ھے دیکھ رہا تھا اور پھر اس کے منہ سے بے اختیار آواز نکلی۔

"تو؟"

✿ ✿ ✿

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"کسی بہت ہی اپنے کو کسی مشکل سے نکال کر جو خوشی انسان کو نصیب ہوتی ہے، اس کا تصور آپ خود بھی کر سکتے ہیں...... رحیم پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں محبت کے طوفان اُمنڈ رہے تھے...... پھر رحیم خود ہی آگے بڑھا اور اس نے لوہے کے سلاخوں والے دروازے کو دھکیلا، دروازہ کھلا تو رحیم ایک دم سے دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔

"میں خواب نہیں دیکھتا، مجھے خواب دیکھنے کی عادت ہی نہیں ہے...... اس لئے میں ان لمحات کو خواب نہیں کہہ سکتا...... یقیناً یہ تم ہی ہو...... سکندر یہ تم ہی ہو اور کوئی نہیں ہو سکتا میرے سامنے اور کوئی بھی نہیں ہے، اس کائنات میں جو مشکلات اٹھانے کے بعد مجھ تک پہنچ سکے...... یہ تم ہی ہو...... یہ تم ہی ہو۔" میں نے بھی رحیم کو لپٹا لیا، لیکن ایک لمحے کے اندر اندر ہوش و حواس قائم ہوئے تو میں نے کہا۔

"نہیں یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ ہم دونوں جذباتی ہو جائیں، آؤ...... جلدی آؤ، یہاں سے نکلیں۔" رحیم بھی ایک دم سنبھل گیا اور اس کے بعد وہ تیزی سے میرے پاس واپس پلٹا، ہم دونوں ایک ایک قدم پھونک کر اٹھاتے ہوئے آخر کار تہہ خانے سے پھر اس کے بعد اس کمرے سے باہر نکل آئے، جہاں تہہ خانے میں داخل ہونے کا راستہ تھا...... باہر کی فضا مکمل طور پر پر سکوت تھی، یہ آسان کام نہیں تھا کہ ہم تہہ خانے سے نکل آنے کے بعد اس علاقے سے بھی باہر نکل جائیں...... بنگلہ جس قدر خوفناک جگہ تھی اس کا ہمیں بخوبی اندازہ

بن آخر کار ہم ٹہلتے ٹہلتے چھپتے چھپاتے، اس جگہ پر آ گئے جہاں سے میں اندر داخل ہوا میں نے جس قدر خطرہ مول لیا تھا...... اتنا خطرہ رحیم مول نہیں لے سکتا تھا، میں نے ندھوں پر رحیم کو کھڑا کر کے دیوار تک پہنچنے کی پیشکش کی اور رحیم ہچکچا کر بولا۔

"پہلے تم اوپر چڑھ جاؤ اس کے بعد۔"

"کیا یہاں ضد کرو گے تم۔"

"نہیں مگر اس کے بعد تم کیسے آؤ گے۔"

"تم جب اوپر پہنچو گے تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر اُوپر آ جاؤں گا۔" رحیم اس کام کے لئے ہو گیا...... میں نے جھک کر اسے کندھوں پر کھڑا کیا اور پھر رانوں پر ہاتھ رکھ کر آہستہ اٹھ کھڑا ہوا...... رحیم دیوار تک پہنچ گیا تھا، پھر اس نے اپنا وزن سنبھالا اور دیوار پر پاؤں جھکنے کی کوشش کرنے لگا، لیکن اس وقت اچانک ہی ٹارچ کی تیز روشنی ہم دونوں پر پڑی م دونوں روشنی میں نہا گئے...... دفعتاً ہی کوئی چیخ کر بولا۔

"وہ...... دیکھو...... وہ دیکھو...... وہ...... وہ۔" اس آواز کو سنتے ہی میرا جسم کانپ گیا اور بے چارہ دوسری جانب اُلٹ گیا...... وہ دیوار کی دوسری طرف گر پڑا تھا، اب جس طرح دیوار کو دوسری طرف سے پھلانگ کر اوپر آیا تھا، رحیم اگر وہی کوشش کرتا تو شاید دیوار پہنچ سکتا، لیکن ادھر سے بھاگ دوڑ شروع ہو گئی تھی...... سیٹیاں بجنے لگیں تھیں اور لوگ چلاتے غالباً دیوار کی جانب دوڑ پڑے تھے...... رحیم کا انتظار کرنا بے وقوفی کے سوا اور کچھ تھا، چنانچہ میں نے پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی اور تقریباً دس فٹ کا فاصلہ لے کر میں دوڑ لگائی اور دوڑ کر میں دیوار کے اوپری سرے پر پہنچ گیا...... اپنی اس کوشش پر مجھے ت انگیز حد تک کامیابی حاصل ہوئی تھی، دیوار پر چڑھنے کے بعد رکنے کا تصور بھی نہیں جا سکتا تھا اور یہ عقل ہی کی بات تھی، کیونکہ میں فوراً دوسری طرف کودا تھا...... میرے بے گولیوں کی ایک بوچھاڑ نکل گئی تھی...... رحیم اس طرف بے چینی سے کھڑا میرا انتظار رہا تھا اس نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی تھی، لیکن جیسے ہی میں نیچے کودا اس نے میرا ہاتھ

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

پکڑا اور اس کے بعد ہم دونوں نے آگے کی طرف دوڑ لگا دی...... اب ہمیں صاف احساس ہو رہا تھا کہ ہمیں دیکھ لینے والے دوڑ کر دیوار تک آ گئے ہیں...... دیوار کی دوسری جانب خوب ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی اور ہمیں اس دوران موقع مل گیا تھا...... پھر شاید وہ لوگ بھی کسی نہ کسی طرح دیوار پر چڑھ آئے اور دیوار پر چڑھ کر ہم پر گولیاں چلانے لگے، بڑی سنسنی خیز کیفیت تھی...... ایک سمت میں دوڑتے رہنے کا مطلب یہ تھا کہ گولیوں کا شکار ہو جائیں...... میں نے رحیم سے کہا۔

”رحیم مجھ سے فاصلہ اختیار کر لو اور سیدھے دوڑتے رہو......“ ہم دونوں نے اپنے درمیان تقریباً تیس گز کا فاصلہ اختیار کر لیا اور اس کے بعد ہم دونوں زگ زیگ دوڑنے لگے، غالباً ادھر سے بھی لوگ دیوار سے نیچے دوڑ آئے تھے...... ہم ہی تیس مار خاں نہیں تھے...... وہ لوگ بھی بہر حال انسان تھے اور جان رکھتے تھے، چنانچہ وہ دوڑ کر ہمارا تعاقب کرنے لگے۔ ساتھ ہی ساتھ چنگاریاں ہمارے آس پاس سے گزر رہی تھیں...... سرخ سرخ چنگاریاں پتا نہیں کیوں ہمارے ساتھ رعایت کر رہی تھیں، ورنہ ان لوگوں کی تعداد اچھی خاصی معلوم ہوتی تھی، البتہ ہمیں کافی دور نکل آنے کا موقع مل گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ ہم پر صحیح نشانہ نہیں لگا پا رہے تھے...... اس طرح ہم کافی دور نکل آئے، آموں کا باغ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا...... ہم اس باغ کے پاس پہنچ کر اپنے آپ کو محفوظ تصور کر سکتے تھے، ورنہ صورت حال مشکل ہو جاتی...... ہماری انتہائی کوشش تھی کہ ہم کسی نہ کسی طرح اس باغ تک پہنچ جائیں، لیکن اس وقت ہم بہت ہی خوف کا شکار ہو گئے...... جب ہمیں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی...... آہ! وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر حویلی کے دوسرے راستے سے باہر نکل آئے تھے اور اب ہمارے پیچھے دوڑ رہے تھے، لیکن دوسرا بہتر عمل یہ ہوا کہ ہم نے اس باغ کو اپنے بالکل قریب پایا، چنانچہ ہم دوڑتے ہوئے باغ میں گھس گئے...... اب سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ اپنی حفاظت کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے، اس کے لئے ایک ہی ترکیب ہو سکتی تھی، میں نے رحیم سے کہا۔

”رحیم! جس طرح بھی بن پڑے کسی درخت پر چڑھ جاؤ...... چلو جلدی کرو۔“

رحیم نے انتہائی پھرتی سے ایک چوڑے درخت کے تنے پر چڑھنا شروع کر دیا...... ہم جانتے تھے کہ گھوڑے چند لمحوں کے بعد ہمارے پاس پہنچ جائیں گے اور ہم ان کی زد میں آ جائیں گے...... اس لئے بھاگنے کے بجائے بہتر یہ تھا کہ درخت پر بیٹھ کر تقدیر کے فیصلے کا انتظار کیا جائے، میں بھی شاید اپنی ساری زندگی میں اس سے زیادہ تیز رفتاری سے کسی درخت پر نہیں چڑھا تھا...... بہر حال اس چوڑے درخت کے تنے نے مجھے بھی اپنے پتوں میں چھپا لیا جس پر میں چڑھا تھا...... مجھ سے بیس پچیس گز کے فاصلے پر رحیم دوسرے درخت پر چڑھ گیا تھا...... رحیم دم سادھے کھڑا ہوا تھا...... پھر ہم نے گھوڑے سواروں کو قریب آتے ہوئے دیکھا...... دو گھوڑے تھے اور دونوں سوار مسلح تھے...... ان کے پیچھے پیچھے وہ لوگ جو پیدل تعاقب کر رہے تھے...... چیختے چلاتے چلے آ رہے تھے...... ان لوگوں نے اس بات پر بس نہیں کی تھی کہ وہیں رک جائیں اور انتظار کریں، میں چاہتا تو ریوالور استعمال کر سکتا تھا، لیکن ریوالور استعمال کرنے کا مطلب یہ تھا کہ انہیں اپنی سمت دکھا دی جائے...... ہاں اگر کوئی ایسی ہی صورت حال ہوئی اور کسی کو مارنا ضروری ہوا، تب دیکھا جائے گا...... میں دم سادھے انتظار کر رہا تھا...... گھوڑے سوار ہمارے قریب سے آ کر آگے نکل گئے۔ غالباً وہ یہ اندازہ نہیں لگا پائے تھے کہ ہم درمیان میں رک گئے ہیں...... پیدل آنے والے بھی تیز رفتاری سے چلے آ رہے تھے اور اپنی زوردار آوازوں میں چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو ہدایات دے رہے تھے...... پھر وہ ہمارے بالکل قریب سے گزرے اور وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے...... ہم اپنی اس کوشش پر خوش تھے کہ ان کو کم از کم یہ اندازہ نہیں ہوا ہے اور نہ ان میں سے کسی نے یہ نہیں سوچا ہے کہ ہم درخت پر چڑھ سکتے ہیں...... وہ کافی آگے نکل گئے تو میں نے سرگوشی کے انداز میں رحیم کو آواز دی...... لیکن رحیم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تھا، میں نے سوچا کہ احتیاط کے پیش نظر وہ جواب نہیں دے رہا ہے، لیکن پھر مجھے ایک دم سے ایک سیٹی کی سی آواز سنائی دی اور مجھے یاد آ گیا کہ رحیم خاص قسم کے اشارے اسی طرح دیا کرتا ہے، میں

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

مطمئن ہو گیا اور میں نے بھی سیٹی بجا کر رحیم کو اطمینان دلایا کہ صورت حال ہمارے حق میں ہے اور بہتر ہے، بہر حال یہ ساری باتیں اپنی جگہ رہیں...... دوڑنے والے دوڑ دوڑ کر تھک گئے...... وہ باغ میں چاروں طرف پھیل گئے تھے اور طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے...... اس کے بعد گھوڑے سوار بھی واپس آ گئے اور وہ ان لوگوں سے مشورے کرنے لگے...... میں اور رحیم دم سادھے ہوئے خاموش کھڑے ہوئے تھے...... پھر پیدل آنے والے واپس چلے گئے، لیکن گھوڑے سوار وہیں رُک گئے...... شاید کوئی خاص منصوبہ بندی کی جا رہی تھی...... اب ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کیا کریں...... گھوڑے سوار اتنے قریب تھے کہ ہماری سرسراہٹ بھی با آسانی سنی جا سکتی تھی...... مجھے یقین تھا کہ رحیم نے بھی اس سنسنی خیز صورت حال کو محسوس کر کے اپنے آپ کو محتاط کر لیا ہوگا، لیکن بس کیا کہا جا سکتا ہے...... کبھی کبھی وہ بھی ہو جایا کرتا تھا جو بظاہر بڑا سنسنی خیز ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس پر ہنسنے کو دل چاہتا ہے...... رحیم نے یقیناً وہ چھینک روکنے کی آخری حد تک کوشش کی ہوگی، جو آخر کار اس نے نہ روک سکی اور اس کی چھینک کی آواز سے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی بم کا دھماکہ ہوا ہو...... اس کے ساتھ ہی گھوڑے سوار بھی بری طرح اُچھل پڑے تھے اور انہوں نے ٹارچوں کی روشنی اس درخت پر ڈالی تھی جس پر رحیم موجود تھا...... پھر وہ دوڑ کر اس درخت پر پہنچ گئے تھے اور ان میں سے ایک کی کڑک دار آواز اُبھری تھی۔

"خبردار! تم گولیوں کی زد پر ہو...... ذرا بھی حرکت کی تو بھون کر رکھ دیئے جاؤ گے...... میرے اعصاب بری طرح تن گئے تھے...... اب میں کیا کرتا میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا...... رحیم روشنی کی زد میں تھا اور وہ لوگ اس پر بندوقیں تانے ہوئے تھے...... پھر ان میں سے ایک نے اس طرح چیخ کر کہا۔

"چلو! نیچے اتر آؤ...... خبردار! زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرنا۔" رحیم آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا...... ٹارچ کی روشنیاں اس کا احاطہ کئے ہوئے تھیں...... البتہ ایسا لگ رہا تھا، جیسے ان دونوں کو یہ اندازہ نہ ہو کہ ہم ایک ہیں یا دو اور وہ خاموشی سے رحیم کے نیچے

اُترنے کا انتظار کر رہے تھے...... رحیم نے نیچے اتر کر دونوں ہاتھ اٹھا لئے...... گھوڑے سوار اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر آئے...... اب میرے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں تھا کہ میں مداخلت کروں اور یہ مداخلت ایسی ویسی نہیں ہو سکتی تھی، کیونکہ وہ لوگ بھی زیادہ دُور نہیں گئے تھے جو پیدل تھے اور جن کی تعداد خاصی معلوم ہو رہی تھی اور اگر یہ لوگ یہاں سے چیخ کر انہیں آواز دیتے تو وہ واپس پلٹ سکتے تھے، چنانچہ میں نے ریوالور نکالا اور اس کے بعد دو فائر ہوئے اور میں نے ان دونوں کو نشانہ بنا دیا...... رحیم ایک دم درخت کے تنے کی آڑ میں ہو گیا تھا...... میں دوڑتا ہوا رحیم کی طرف بڑھا، اس نے کہا۔

"رحیم...... گھوڑے...... گھوڑے۔" بات رحیم کی سمجھ میں آ گئی، دونوں گرنے والے تڑپ رہے تھے...... میرا نشانہ اتنا غلط نہیں تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے رہتے، البتہ میں نے ان کے جسم کے ایسے حصوں کو نشانہ بنایا تھا، جن سے ان کی موت واقع نہ ہو...... رحیم نے فوراً ہی گھوڑے کی پشت پر چھلانگ لگائی اور ادھر میں دوڑتا ہوا اپنے گھوڑے پر پہنچا...... ان فائروں کی آواز سننے کے بعد دوسری طرف سے پھر اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی تھی، چنانچہ رحیم نے اپنے گھوڑے کی پشت سنبھالتے ہوئے گھوڑا دوڑا دیا...... ادھر میں بھی دوڑتا ہوا اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر میں نے گھوڑے کو زور سے ہاتھ مارا...... گھوڑے نے لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں اور دوڑنے لگا...... ادھر پیچھے سے فائرنگ ہو رہی تھی اور کم بخت نشانہ بھی صحیح لے رہے تھے...... ان کا رخ ہماری ہی طرف تھا اور ہمیں اندھا دھند بھاگنا پڑ رہا تھا، چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد باغ کا فاصلہ طے ہو گیا اور ہم کھیتوں میں آ گئے، لیکن اس وقت ایک دوسرے کا خیال رکھنا انتہائی مشکل کام تھا اور پھر میں نے باہر نکل کر یہ محسوس کر لیا تھا کہ رحیم کا گھوڑا اس طرف نہیں ہے...... ایک لمحے کے لئے تو میرے دل میں پریشانی کا احساس جاگا تھا، لیکن یہ سوچ کر میں نے مطمئن کر لیا تھا...... بہر حال رحیم خود بھی اپنی حفاظت کا بندوبست کر سکتا ہے...... میرے لئے بس اتنا ہی کافی تھا کہ میں اسے سانڈوں کی قید سے نکال لایا تھا اور اب یہ دیکھنا تھا کہ اب میرا اس سے کیسے سامنا ہوتا ہے...... میں گھوڑا

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دوڑاتا رہا اور اس وقت راستوں کا کوئی تعین نہیں تھا...... تھوڑی ہی دیر کے بعد ان لوگوں کی آوازیں ختم ہو گئی تھیں...... ظاہر ہے وہ کتنی تیزی سے ہمارا پیچھا کر سکتے تھے...... گولیوں کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں، لیکن وہ یقیناً ہوا میں فائرنگ کر رہے تھے...... تھوڑی دیر کے بعد یہ آوازیں بھی معدوم ہو گئیں...... رحیم کے گھوڑے کا دُور دُور تک پتہ نہیں تھا...... ہم دونوں ملنے کے بعد ایک بار پھر جدا ہو چکے تھے...... ایک لمحے تک ہم دونوں نے کوئی بات چیت بھی نہیں کی تھی...... غرض یہ کہ خاصی مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا...... بہت دُور نکلنے کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوا کہ میں کون سی جگہ پر ہوں، اتفاق کی بات یہ تھی کہ بھٹے والی جگہ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھی...... مجھے ایک لمحے کے اندر اندر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے...... تقدیر نے میرے لئے یہی جگہ متعین کر دی تھی تو بھلا میں اس سے گریز کیسے کر سکتا تھا، البتہ اب اس گھوڑے سے پیچھا چھڑانا بہت ضروری تھا...... بھٹہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا...... میں نے گھوڑے کا رخ بدل کر زور زور سے اس کے دو تین ہنٹر مارے اور گھوڑا تیز رفتاری سے مخالف سمت دوڑ گیا...... گھوڑے کی سمت بدلنے کے بعد میں بہت دُور تک اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا...... جب گھوڑا میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ ہمارا تعاقب کرنے والے کم از کم گھوڑے کی قربت سے یہ اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ میں بھٹے کے آس پاس موجود ہوں تو میں بھٹے کی جانب چل پڑا...... تھوڑی دیر کے بعد میں پھر اس منحوس جگہ واپس آ گیا، جو بہر حال مجھے اتنی زیادہ پسند نہیں تھی، حالانکہ وہ میرے لئے ایک بہترین پناہ گاہ تھی...... البتہ یہاں آنے کے بعد جب میں نے سکون سے اپنے آپ کو اپنی مخصوص جگہ آرام کے لئے لیٹا ہوا محسوس کیا تو میرے دل میں ایک خوشی کا احساس جاگا اور وہ خوشی یہ تھی کہ کم از کم اور کچھ نہ صحیح لیکن میں رحیم کو آزادی دلانے میں کامیاب ہو چکا ہوں اور اس احساس نے مجھے کافی سکون بخشا تھا...... میں سونے کی کوشش کرنے لگا، سارا وجود جس تھکن کا شکار تھا، اس نے مجھے نیند لانے میں آسانی پیدا کی، پھر دوسری صبح ہو گئی...... میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا...... یہاں موجود رہ کر میں رحیم کو تلاش نہیں

کر سکتا تھا...... رحیم نکل جانے میں کامیاب ہوا ہو گا یا نہیں...... یہ بہت سے خیالات دل میں آ رہے تھے اور میں گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا...... بہر طور سارا دن گزر گیا، بھوک پیاس نے تھوڑا سا پریشان کیا، لیکن میں نے یہ سوچا کہ رات کی تاریکی میں نکلوں گا اور کھانے پینے کی چیزیں حاصل کر لوں گا...... بہت سے باغات تھے اور ان سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو سکتا تھا، چنانچہ رات کو میں نے ایسا ہی کیا، البتہ اس کا خطرہ مول نہیں لیا تھا کہ کہیں جاؤں اور رحیم کو تلاش کروں...... تقدیر نے جب رحیم کو مجھ سے ملایا تھا اور اسے آزادی بھی حاصل ہو گئی تھی تو میں تقدیر ہی پر بھروسہ کرنا مناسب سمجھتا تھا...... دیکھوں گا کہ تقدیر کے فیصلے کیا ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ میرے لئے آسانیاں ہی آسانیاں ہوں، چنانچہ تھوڑا سا انتظار کر لینا چاہئے...... ہاں البتہ زیادہ بھاگ دوڑ مناسب نہیں ہو گی، کیونکہ بہر طور ساندوں کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی اور داراب شاہ کے آدمی چپے چپے پر گردش کر رہے ہوں گے اور مجھے تلاش کر رہے ہوں گے...... رحیم کے بارے میں بس خدا سے دعا ہی کر سکتا تھا کہ وہ بھی اس طرح کسی محفوظ ہاتھوں میں پہنچ چکا ہوں...... یہ زیادہ بہتر رہے گا، میں دوسری رات بھی گزارنے میں کامیاب ہو گیا...... دوسرے دن تقریباً شام کے ساڑھے چار بجے ہوں گے، جب مجھے دور سے دو افراد آتے ہوئے نظر آئے، دونوں گھوڑوں پر سوار تھے اور میں نے بلندی سے انہیں دیکھ کر پہچان لیا...... یہ نیاز اور رحمان تھے جو اس طرف چلے آ رہے تھے...... تھوڑی دیر تک تو مکمل خاموشی رہی، میں نے یہ سوچا کہ ذرا آس پاس کا بھی جائزہ لے لوں...... پھر جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ دُور دُور تک کوئی نہیں ہے تو میں باہر نکل آیا اور ان دونوں کو آوازیں دینے لگا۔ دونوں نے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی اور کچھ لمحوں میں میرے پاس پہنچ گئے...... نیاز کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی تھی...... وہ اپنے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں بھی لے کر آئے تھے...... نیاز نے نیچے اتر کر مجھے گلے سے لگا لیا اور بولا۔

"کیوں...... رحمان میرا خیال ٹھیک تھا یا غلط۔"

"صاحب جی! آپ جو کچھ سوچ سکتے ہو وہ دوسرے کہاں سوچ سکتے ہیں۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

رحمان نے مسخرے پن سے کہا تھا...... نیاز دیر تک اس سے لپٹا رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

"بھلا میں تمہیں یہاں کے علاوہ کہاں تلاش کر سکتا تھا...... ہاں مجھے پورا پورا یقین تھا کہ تم یہاں ہی ملو گے، لیکن میں انتظار کرتا رہا اور دیکھتا رہا کہ کوئی ایسی صورت حال تو نہیں پیش آ رہی جو تمہارے لئے نقصان دہ ہو، کیا تم یقین کرو گے کہ اگر داراب شاہ کے آدمی بھٹے کی جانب بڑھتے تو میں ان پر گولیوں کی بارش کر دیتا اور ان میں سے کوئی بھی زندہ سلامت یہاں نہ پہنچتا...... کیوں رحمان میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔"

"واقعی...... ہم یہ طے کر چکے تھے کہ تم بھٹے پر ہی موجود ہو اور ہم بھٹے کے آس پاس پر نگاہ رکھ کر تمہاری حفاظت کریں گے...... یہ ہمارا آخری فیصلہ تھا۔"

"میرے دوست کیا تمہیں ساری صورت حال کا علم ہے۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں تم نے جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں وہ بڑے سنسنی خیز ہیں...... اچھا رحمان! ایسا کرو کہ رک کر ذرا آس پاس نگاہ رکھو...... تم گھوڑوں کو آڑ میں کھڑا کر دو تا کہ کسی گزرنے والے کی نگاہ ان پر نہ پڑے، ورنہ کسی کو بھی شبہ ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" رحمان نے کہا اور نیاز مجھے ساتھ لے کر اندر آ گیا...... وہاں جہاں میرا قیام تھا، اس نے کہا مجھے یقین ہے کہ کھانے پینے کا تمہارے پاس مکمل انتظام نہیں ہوگا، اس لئے سب سے پہلے یہ چائے اور کھانے پینے کا تھوڑا سا سامان ہے، اس پر شروع ہو جاؤ۔"

"واقعی میں بھوکا ہوں اور ساری باتیں سننے سے پہلے پیٹ بھرنا پسند کروں گا۔" میں نے کہا اور ان چیزوں پر ٹوٹ پڑا...... نیاز مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا...... چائے میں وہ میرے ساتھ شریک ہوا...... میرے اندر بہت سے سوالات تھے، میں جاننا چاہتا تھا کہ نیاز کو کہاں تک صورت حال کا علم ہے...... اس نے جو الفاظ کہے تھے وہ بھی میرے لئے بڑے سنسنی خیز تھے...... یعنی بھٹے کے اِردگرد کی نگرانی، بہرحال اس کا مطلب ہے کہ کچھ تھوڑی بہت صورت حال نیاز کو معلوم ہے...... جب کھانے پینے سے اچھی طرح فراغت حاصل ہو گئی تو میں نے پرسکون انداز میں نیاز سے کہا۔

"نیاز! پہلی بات تو یہ کہ تم بغیر کسی کو اطلاع کئے باہر چلے گئے...... میں کتنا پریشان تھا تمہارے لئے، تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"بس دوست! زمینوں کا ایک ایسا جھگڑا کھڑا ہو گیا تھا کہ اگر میں فوری طور پر وہاں نہ پہنچتا تو بڑی خون ریزی ہوتی...... دو چار بندے مارے جاتے...... میں نے جا کر وہ معاملہ سلجھایا، میرے جائے بغیر معاملہ سلجھ نہیں سکتا تھا اور بات وہاں تک پہنچ گئی تھی، جہاں ان دونوں گروپوں میں آپس میں جھگڑا ہونا ہی تھا، مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ مسئلہ ختم ہو گیا اور جھگڑا نہیں ہوا...... واپس آیا تو تمہارے لئے اتنا پریشان تھا کہ بتا نہیں سکتا...... رحمان نے صورت حال بتائی تھی اور تھوڑا سا سکون ہوا تھا...... پھر بھٹے پر آیا تو تم موجود نہیں تھے اور اس کے بعد جب واپس پلٹا اور گھر پہنچا تو مجھے رحیم ملا۔" نیاز کے الفاظ سن کر میں بری طرح اُچھل پڑا تھا۔

"رحیم کی تم سے ملاقات ہوئی۔"

"ہاں...... اس نے ساری صورت حال بتائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ ساندوں کے دو آدمی تمہاری گولیوں کا شکار ہوئے ہیں...... تمہیں اس بات کا پتہ ہے کہ وہ دونوں مر گئے۔"

"مر گئے۔" میں نے حیرت بھری آواز میں کہا۔

"ہاں...... گولیاں چلائیں تھیں تم نے ان پر۔"

"مگر میں نے اس کا خیال رکھا تھا کہ وہ دونوں مرنے نہ پائیں۔"

"خیر! تو مطلب یہ تھا میرا کہ رحیم سے مجھے ساری تفصیلات معلوم ہوئیں اور میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے، اس کے علاوہ کوئی اور بات میرے ذہن میں نہیں آئی کہ میں کل رات رحیم کو لے کر نکلوں اور اسے یہاں سے کہیں باہر پہنچا دوں، چنانچہ صبح ساڑھے [illegible] بجے میں نے اسے کراچی بھجوا دیا...... خود ریل میں بٹھا کر آیا، کراچی میں میں نے اسے ایک [illegible] جگہ پہنچا دیا ہے اور وہ اب ذرا بہتر حالت میں ہے۔"

"رحیم کو تم نے کراچی بھیج دیا۔" میں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں...... اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا، کیونکہ میں جانتا تھا کہ داراب شاہ

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کے لئے رحیم کیا حیثیت رکھتا ہے اور اس کے اس طرح نکل جانے سے خود داراب شاہ کی کیا حالت ہوگی...... وہ خود بھی خطرے میں پڑ سکتا تھا۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

"بہر حال سب سے بڑی بات رحیم کی تلاش اور پھر اس کی بازیابی تھی جو ہو گئی۔"

"ہاں...... تم نے واقعی کمال کیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور سنسنی خیز خبر بھی ہے۔"

"اس سے بھی زیادہ کوئی سنسنی خیز خبر ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔"

"چلو وہ بھی سنا دو...... میں بڑے مضبوط اعصاب کا مالک ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جس رات تم رحیم کو لے کر وہاں سے نکلے اسی رات داراب شاہ بھی قتل ہو گیا۔"

"کیا؟" میں شدت حیرت سے اچھل پڑا...... نیاز میری صورت دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی...... پھر اس نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں یہ تو نہیں کہتا کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپاؤ گے، لیکن مجھے بتاؤ کیا تم نے ہی داراب شاہ کو قتل کیا ہے۔" میرے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی، داراب شاہ کی تو میں نے صورت بھی نہیں دیکھی تھی، بھلا اسے قتل کیسے کر سکتا تھا اور پھر سچی بات یہ تھی کہ داراب شاہ کو قتل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی...... وہ تو معاملہ ہی بالکل مختلف تھا بلکہ جب سے میرے ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی تھی کہ جو کچھ میں ہوں وہ نہیں ہوں اور جو کچھ تھا وہی ہوں، ایک عجیب سا احساس میرے سارے وجود میں رچ بس گیا تھا اور وہ احساس یہی تھا کہ وقت نے اگر مجھے ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے تو جس قدر ہو سکے اپنے آپ کو سنبھالے رکھوں، خونریزی کوئی اچھی بات تو نہیں ہے، ماضی میں جس طرح انسان میرے ہاتھ سے ہلاک ہوئے تھے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی...... بس یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ وقت نے ایسا ہی ماحول میرے لئے پیدا کر دیا تھا کہ میں وہ سب کرنے پر مجبور ہو گیا

بلکہ ابتداء شیر محمد نے کی تھی...... اگر وہ میرے ساتھ سارے سلوک نہ کرتا تو ہو سکتا ہے
بھی معاشرے کا ایک بہتر کردار ہوتا اور ایک اچھی زندگی گزار رہا ہوتا، لیکن ایسا ہی ہوتا
کوئی نہ کوئی مجرم اگر کسی اچھے خاصے انسان کو مجرم بنا دیتا ہے اور اس کے بعد معاشرہ
بھگتتا ہے اور اس وقت ایسا ہی ہوا تھا...... یہ الگ بات ہے کہ میرا کھیل ہی مختلف ہو گیا تھا
ں نیکی اور بدی کی قوتوں کے درمیان جا پھنسا تھا...... بہر حال اب جو کچھ تھا اس پر کف
س ملنے سے کیا حاصل، بات صرف اتنی ہی تھی کہ مجھے ایک نیا ماحول مہیا کیا گیا تھا اور
ت کی گئی تھی کہ اپنے آپ کو وہی سمجھوں جو سمجھایا جا رہا ہے، داراب شاہ کے مسئلے کو
کے بعد میں دنگ رہ گیا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے نیاز کو دیکھ رہا تھا...... نیاز کو بھی
یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ صورت حال وہ نہیں ہے جو وہ سمجھ رہا ہے...... اس نے آنکھیں بند
کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے میرے تمام سوالات کا جواب مل گیا ہے، میں خود یہی سمجھتا تھا کہ تم اس حد
نہیں جاؤ گے، لیکن بہر حال داراب شاہ کی بھتیجی شمع نے تم پر قتل کا الزام لگایا ہے اور
ں کو بیان دیا ہے کہ تم وہاں پہنچے تھے، اسے مجبور کر کے تم نے رحیم کے بارے میں
مات حاصل کی تھیں اور پھر اسے زخمی کر کے ایک کمرے میں ڈال دیا تھا...... یہ
مات حاصل کرنے کے بعد تم نے داراب شاہ کو قتل کیا اور وہاں سے نکل بھاگے...... یہ
ٹ شمع نے درج کرائی ہے اور شاید تمہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ اس وقت پولیس
پورے ملک کے چپے چپے پر تمہیں تلاش کر رہی ہے، اصل میں داراب شاہ کی ایک
حیثیت بھی تھی...... یہ بات تو تمہیں معلوم ہے اور اس قتل کو سیاسی رنگ دینے کی
ش بھی کی جا رہی ہے، گو تمہارا نام بنیادی طور پر منظر عام پر ہے، لیکن اس کے پس پردہ
ب شاہ کے ان دشمنوں کو بھی ٹٹولا جا رہا ہے، جن کا کہیں نہ کہیں کوئی ذکر ضرور
...... بس ایسے ہی ہوتا ہے اور اگر تم نے واقعی کسی جذبے کے تحت داراب شاہ کو قتل
کیا تو پھر اس بات کے امکانات ہیں کہ داراب شاہ کا قتل اس کے کسی سیاسی حریف نے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہی کرایا ہوگا...... کھیل تو ہوتے ہیں، ایسے ہی کھیل ہوتے ہیں اور واقعات کی نوعیت الٹ پلٹ ہو جاتی ہے۔"

"ایک منٹ، ایک منٹ، پہلے میں سب سے الگ ہٹ کر تمہیں یہ بات بتا دوں نیاز، کہ نہ تو میں نے داراب شاہ کو قتل کیا ہے اور نہ میں نے شمع کو کوئی نقصان پہنچایا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس لڑکی نے میری مدد کی تھی اور اسی کے ذریعے مجھے رحیم کا پتہ معلوم ہوا تھا، اس نے مجھ سے بھرپور تعاون کیا تھا جس کے لئے میں اس کا انتہائی شکر گزار تھا...... دوسرے دن اس نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا، لیکن وہ نہیں آئی۔" میں نے ساری تفصیل نیاز کو بتا دی کہ کس طرح شمع مجھے ملی تھی اور کس طرح اس نے مجھے رحیم کا پتہ بتا کر میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا، لیکن پھر دوسرے دن وہ غیر متوقع طور پر غائب ہو گئی تھی اور مجھے بحالت مجبوری یہ قدم اٹھانا پڑا تھا...... نیاز پوری توجہ سے میری باتیں سن رہا تھا، جب میں خاموش ہوا تو اس نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بات سمجھ میں آ گئی ہے، شمع دوسرے دن کہاں مصروف ہو گئی، اس بارے میں تمہیں نہیں کہہ سکتا لیکن بہرحال یہ بات طے ہے کہ جب اسے اپنے چچا کے قتل کا علم ہوا اور اس نے رحیم کو غائب پایا تو اس کے دل میں یہی خیال پیدا ہوا ہوگا کہ تم داراب شاہ کو ہلاک کر کے رحیم کو لے کر نکل بھاگے...... بہرحال اپنی حیثیت اور اپنے سارے معاملات سے فائدہ اٹھا کر داراب شاہ کے قتل کے الزام میں اتنی زبردست کوششیں شروع کر دی گئی ہیں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے، وہ تو واپس آنے کے بعد اس طرح اچانک ان سارے معاملات میں ملوث ہوا ہوں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے، وہ تو شکر ہے کہ رحیم تم سے جدا ہو کر سیدھا میرے پاس پہنچا تھا اور میں نے انتہائی برق رفتاری سے اسے کراچی بھجوا دیا تھا۔"

"ایک منٹ...... رحیم کراچی میں کہاں ہے؟"

"گلشن اقبال میں نیپا چورنگی کے پاس پرندہ سکوائر نامی ایک پراجیکٹ ہے، اس کے ایک فلیٹ میں میرا ایک دوست بابو خان رہتا ہے...... بڑا قابل اعتماد آدمی ہے، میں نے

حیم کو اس کے پاس بھیج دیا ہے...... مجھے پورا پورا یقین ہے کہ رحیم بابو خاں کے پاس بالکل فوظ ہوگا...... مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ایک دم سے حالات ایسے سنگین نوعیت اختیار ر جائیں گے، میں نے یہی سوچا تھا کہ بعد میں بابو خاں اور تم سے بات کر کے رحیم کے ارے میں کوئی مناسب فیصلہ کر لیں گے، لیکن ادھر سے بڑی برق رفتاری سے کام کیا جا رہا ہے...... تمہیں حیرت ہوگی اس بات پر کہ تمہاری تلاش میں میری حویلی پر چھاپہ پڑ چکا ہے، ایک ڈی ایس پی ہے جو بذات خود داراب شاہ کا گہرا دوست بلکہ میں نے تو سنا ہے ہ اس کا کزن ہے، بڑی سرگرمی دکھا رہا ہے اور بڑے بھرپور طریقے سے سارے کام کر رہا ہے۔"

"تمہاری حویلی پر چھاپہ پڑ چکا ہے؟" میں نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"ہاں، تمہاری تلاش میں وہ لوگ وہاں تک پہنچے تھے، غالباً اس کی نشاندہی شمع نے ہی کی تھی اور اسے اس بات کا علم پہلے سے تھا، اصل میں ہمارا معاملہ جو ہے نا کچھ اس طرح ایک دوسرے میں الجھا ہوا ہے کہ ہماری دشمنی بھی ہم جانتے ہیں، سانڈوں سے ہمارے تعلقات وہ نہیں رہے، لیکن ہو جاتا ہے اس طرح بھی ہو جاتا ہے...... اب حالات بالکل مختلف ہیں میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا۔"

"ہاں بے شک...... واقعی بڑی اُلجھن کی بات ہے، مجھے انتہائی افسوس ہے نیاز کہ۔"

"ایک منٹ...... ایک منٹ...... اگر تم اس بات پر افسوس ظاہر کر رہے ہو کہ میری حویلی پر چھاپہ پڑا ہے تو براہ کرم میرا دل خراب مت کرو، تمہارے لئے میں ہر طرح کی تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہوں، نہ صرف میں بلکہ شاید تمہیں یقین نہ آئے کہ جب حویلی پر چھاپہ پڑا تو اباجی نے مجھ سے اس بارے میں سوالات کئے تو میں نے بہت ہی مختصر طریقے سے انہیں تفصیل بتا دی، وہ خود سانڈوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر میں نے تمہاری مدد نہیں بھی کی اور اگر تم کبھی ہاتھ آ جاؤ تو میں بھرپور طریقے سے تمہاری مدد کروں۔" میں نے نیاز مندی سے سر جھکا لیا تھا...... نیاز نے پھر کہا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"اس کے علاوہ اب جبکہ یہ ساری مجبوری سامنے آئی تو میں نے ایک اور کام کیا ہے۔"

"کیا؟"

"انسپکٹر فرہاد کو تو جانتے ہی ہو نا، ہمارا مشترکہ دوست ہے۔"

"ہاں وہ تو شاید ایبٹ آباد میں تعینات تھا؟"

"ہاں یار زیادہ عرصہ نہیں ہوا، مل کر گیا تھا نا، شاید تم سے بھی ملا تھا۔"

"بالکل۔"

"میں نے ساری تفصیل اسے بتادی ہے اور یہ بھی بتادیا ہے کہ اصل قصہ کیا تھا، اسے ذرا جلدی تھی وہ چلا گیا، لیکن وعدہ کر کے گیا ہے کہ اس سلسلے میں وہ اپنی ٹانگ ضرور اڑائے گا اور اس سارے معاملے کو دیکھے گا۔"

"خیر یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے...... فرہاد واقعی کام کا آدمی ہے...... وہ محکمہ پولیس کے لئے بالکل فٹ تھا اور صحیح جگہ پہنچا ہے، لیکن اب مجھے بتاؤ نیاز میں کیا کروں...... میرا خیال ہے میں کراچی چلا جاتا ہوں؟"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے۔" نیاز نے کہا۔

"مطلب؟"

"دیکھو سانڈوں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور داراب شاہ کے قتل کے مسئلے میں، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ایک طرح سے اسے سیاسی حیثیت بھی حاصل ہو گئی ہے...... بہت سوں کو ٹٹولا جائے گا، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم ماموں حیات خاں کے پاس چلے جاؤ۔"

"گاؤں۔"

"ہاں...... تمہیں ماموں حیات خاں کے بارے میں معلوم ہے، بہت ہی اعلیٰ درجے کے انسان ہیں۔"

"میں ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں...... تم مجھ سے ان کا تعارف کرا رہے ہو۔ سائرہ سے بھی تھوڑے ہی عرصے پہلے ملاقات ہوئی تھی، وہ جس قدر اچھی لڑکی ہے مجھے اس

اندازہ ہے، مگر ماموں حیات۔"

"یہاں سے سیدھے میانوالی جاؤ اور اس کے بعد گاؤں چلے جاؤ، ماموں حیات کے پاس اس وقت تم بہت اچھے طریقے سے محفوظ رہ سکتے ہو۔"

"ہوں ویسے باقی ساری باتیں تو اپنی جگہ، لیکن نیاز رحیم کے سلسلے میں میری فکر اسی طرح قائم ہے۔"

"اب ہم پر بھی بھروسہ کرلو، ساری باتیں اپنی جگہ لیکن ہم نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں، اصل میں داراب شاہ کے قتل سے معاملہ ذرا سا بگڑ گیا ہے، ویسے تو سب کچھ سنبھالا جاسکتا تھا لیکن، اب یہ جو سارا معاملہ ہے، یہ الگ نوعیت کا حامل ہے، تم ایسا کرو ماموں حیات کے پاس جاکر سارے مسئلوں کو بھول جاؤ، تم سے رابطہ تو رہے گا ہی، سائرہ بھی تمہارا بھرپور ساتھ دے گی، ویسے بھی وہ ایک ایڈونچر پسند لڑکی ہے۔"

"ماموں حیات یہ تو نہیں محسوس کریں گے کہ ایک مشکل ان پر مسلط ہو گئی۔"

"شعبان کیسی باتیں کررہے ہو، چلو تیاریاں کرو، سمجھ رہے ہو۔"

"ہوں۔"

"بس تم ذہنی طور پر وہاں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ، باقی سارے انتظامات میں کئے لیتا ہوں۔"

"اب میں کچھ کہوں گا تو تم مجھے ڈانٹنے لگو گے۔"

"ہاں میں سمجھ رہا ہوں جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو، لیکن میرے دوست ہم بچپن کے دوست ہیں، تم پر جو مشکل پڑی ہے اس میں تمہارا ساتھ دینا میرا فرض ہے ورنہ دوستی کس کام کی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا...... لیکن دل ہی دل میں، میں عجیب سے احساس کا شکار تھا...... کیا سکندر کی حیثیت سے بھی مجھے کسی ایسے ہی شخص کی دوستی حاصل ہو سکتی تھی...... ماضی کے سارے کردار ایک بار پھر میری نگاہوں کے سامنے گھوم گئے، لیکن اسی وقت نیاز

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

نے مجھے چونکا دیا۔

"اب میں اٹھتا ہوں، انتظامات کر کے تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں خود میانوالی روانہ کر دوں گا۔" میں نے ممنون انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

❁❁❁

ماموں حیات کی حویلی تک پہنچنا ایک مشکل کام تھا، لیکن بے چارے نیاز نے ہر مشکل آسان کر دی تھی، حویلی میں خود حیات علی نے میرا استقبال کیا تھا۔

"مجھے تمہارے آنے کی خبر مل گئی تھی...... سائرہ تو بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی، حیات علی نے اپنی بیٹی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور سائرہ مسکرا دی...... حیات علی نے کہا، میں نے سنا ہے کہ داراب شاہ کی بیٹی نے اپنے باپ کے قتل کا الزام تم پر لگایا ہے، اسے یہ شبہ ہی کیسے ہوا۔

میں نے ایک لمحے سوچا...... پھر انہیں ساری حقیقت بتا دی تو حیات علی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا...... وہ کچھ تھا ہی ایسا بلکہ دنیا میں اس نے صرف دشمن پیدا کئے تھے...... جاؤ آرام کرو...... یہاں میری بڑی عزت کی جا رہی تھی...... سائرہ اس کی بہن اور بہنوئی سب میرے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے پیش آ رہے تھے...... دوسری رات سائرہ مجھے ساتھ لے کر حیات علی کے پاس پہنچ گئی۔

"میں نے تمہیں بلایا تھا، اصل میں ایک مشکل پیش آ گئی ہے...... میں تمہیں وہ بتا رہا ہوں جو کوئی کسی کو نہیں بتاتا...... اس داراب شاہ کو میں نے قتل کرایا تھا...... اس سے میری بہنوں کا جھگڑا چل رہا تھا اور اسے ختم کرا دینا میری مجبوری بن چکی تھی، لیکن جس سسرے سے میں نے یہ کام کرایا تھا وہ پکڑا گیا اور اس نے زبان کھول دی ہے...... ڈی ایس پی زمان خاں اس کیس پر کام کر رہا ہے اور اس کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ داراب شاہ کا کزن ہے...... مجھے شبہ ہے کہ یہاں ریڈ ہو سکتا ہے۔

ابھی حیات علی نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر سے دوڑو، بھاگو، پکڑو کی آوازیں سنائی دینے

ں اور حیات علی منہ کھول کر رہ گیا...... سائرہ بھی سکتے میں رہ گئی تھی، پھر کچھ پولیس والے ھس آئے...... ان میں کچھ اعلیٰ افسران بھی تھے، ایک قوی ہیکل شخص کی وردی پر ڈی پی کے بیج لگے ہوئے تھے۔

"مجھے اس حویلی کے ایک ایک فرد کی گرفتاری کی ہدایات ملی ہیں...... آپ سب زیر ست ہیں...... پولیس کے جوانوں نے ہمیں تحویل میں لے لیا...... پھر حیات علی کو الگ اور رہ کو الگ گاڑیوں میں بٹھایا گیا اور یہ گاڑیاں ہمیں لے کر چل پڑیں۔"

میرا سارا وجود سنسنی کا شکار تھا...... ڈی ایس پی زمان خاں نے مجھے حیات علی کے لے سے پکڑا تھا اور ہمارے ساتھ نرمی بھی نہیں برتی جا رہی تھی...... اگر کہیں اسے میری یت معلوم ہو جائے تو وہ میرا برا حال کر دے...... گاڑیوں کا سفر بہت دیر تک جاری ...... پھر نہ جانے کیا ہوا کہ گاڑیاں رک گئیں، حالانکہ جنگل تھا...... گیدڑوں کے بولنے کی زیں آ رہی تھیں...... گاڑیوں کے رکنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آ سکی...... اچھا خاصا سفر طے چکا تھا...... تھوڑے ہی فاصلے پر کہیں دریا بہہ رہا تھا۔

ڈی ایس پی زماں کو بھی شاید گاڑیوں کے رکنے کی وجہ نہیں معلوم تھی، وہ پہلے تو زور ، چیخا...... اوئے کیا مصیبت آ گئی، کیوں رک گئے...... کوئی جواب نہیں ملا تو معلومات مل کرنے کے لئے نیچے اتر گیا...... اچانک میری نگاہ بائیں سمت کی سیٹ کی طرف اُٹھ ۔ جہاں زماں خاں کا ریوالور رکھا ہوا تھا...... زمان خاں نے یہ ریوالور آرام سے بیٹھنے کی وجہ ، نکال کر رکھ لیا تھا اور اترتے ہوئے اسے بھول گیا تھا۔

اچانک میرا ذہن بھک سے اُڑ گیا...... اور میں نے سائرہ کو آواز دی۔

"سائرہ۔"

سائرہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی...... ہوں۔

"یہ دیکھو...... میں نے اشارہ کیا۔

"مطلب؟" سائرہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"چلیں۔"

"کہاں؟"

"کہیں بھی......" میں نے سرسراتی آواز میں کہا...... اور سائرہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ "آؤ......" میں نے کہا اور ریوالور اٹھا کر قبضے میں لے لیا...... سائرہ بھی تیار ہو گئی تھی......

ہم دونوں نیچے اتر آئے...... رات کے تاریک ماحول میں پولیس کی گاڑیوں کے آس پاس کچھ جدوجہد ہو رہی تھی...... نیچے آتے ہی ہم نے دوڑنا شروع کر دیا...... اصل میں مجھے سب سے بڑا خطرہ یہی تھا کہ جب انہیں میری اصلیت معلوم ہو گئی تو حیات علی وغیرہ سب پیچھے رہ جائیں گے اور میرے خلاف کارروائی شروع ہو جائے گی...... ایک لمحے میں انہیں یہاں خطرے کا علم ہو گیا اور چیخ و پکار مچنے لگی...... ٹارچوں کی روشنیاں چاروں طرف گردش کرنے لگیں، پھر اچانک فائرنگ شروع ہو گئی۔

کسی ٹارچ کی روشنی میں ہمیں دریا نظر آیا اور اس کے علاوہ چارہ کار کیا تھا کہ ہم دریا میں چھلانگ لگا دیں...... گولیاں ہمارے اوپر سے گزر رہی تھیں...... ہم دونوں دریا کے دوسرے کنارے کی طرف تیرنے لگے...... سائرہ کسی طرح مجھ سے پیچھے ہٹتی رہی تھی۔

اس وقت سائرہ نے ایک بہترین ساتھی ہونے کا ثبوت دیا تھا اور کسی بھی مرحلے پر یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ لڑکی ہے...... کچھ لمحے کے بعد ہم دوسرے کنارے پر پہنچ گئے اور پھر دریا سے نکل کر کھڑے ہو گئے...... "کیا تم ٹھیک ہو سائرہ......" میں نے سوال کیا۔

"ہاں......" اس نے جواب دیا اور میں اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔"

دریا کے کنارے سے ایستادہ، گھنے درختوں کا یہ سلسلہ کچھ ہی دور جا کر ختم ہو گیا، اب ہمارے سامنے ایک وسیع ویرانہ تھا، جس میں جابجا تاریک دھبوں کی صورت، جھاڑیاں، اکا دکا درخت اور کھائیاں نظر آ رہی تھیں...... اس ویرانے کے اختتام پر پہاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا جن کی چوٹیاں، تاروں بھرے نیم روشن آسمان کے مقابل واضح طور پر نظر آ رہی تھیں۔

اس وسیع اور ناہموار میدان میں سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا...... گو رات تاریک

تھی، مگر تاروں کی مدہم لو میں، ہمارے تاریک ہیولوں کو دیکھ لیا جانا ناممکن نہیں تھا، لیکن ہم درختوں کے سائے میں بھی نہیں رہ سکتے تھے...... درختوں کا یہ طویل سلسلہ دریا کے کنارے کنارے دُور تک چلا گیا تھا اور ہماری کھوج میں نکلنے والے یقیناً اس تاریک کنارے کو کھنگالنے کے ارادے سے نکلے تھے...... ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ ہم اسی میدان میں اتریں اور جلد سے جلد ان پہاڑیوں تک پہنچنے کی کوشش کریں، جو بظاہر زیادہ دور معلوم نہیں ہوتی تھیں۔

زمان خاں کا ریوالور جو میں نے دریا میں چھلانگ لگانے سے پہلے پتلون کی جیب میں ڈال لیا تھا...... نکال کر بائیں ہاتھ میں تھاما اور دائیں ہاتھ سے سائرہ کا ہاتھ پکڑ کر میں اس میدان میں اتر آیا...... درختوں کے نیچے تاریکی کے باعث میں سائرہ کو واضح طور پر نہیں دیکھ سکا، لیکن اب کسی قدر اجالے میں آنے کے بعد میں نے اس کی طرف دیکھا تو پتا چلا کہ اپنی چھٹی قمیض کے دونوں سروں کو اس نے گردن کے پیچ گرہ دے لی تھی اور شانوں کے گرد چادر لپیٹ لی تھی، لیکن اس کا لباس اور وہ چادر بھیگی ہوئی تھی...... رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا، ویرانے کی تیز، بے روک ہوا اتنی تیز تھی کہ ہم دونوں ہی کپکپا رہے تھے۔

"تیز چلو، سائرہ...... بہت تیز۔" میں نے کہا...... اس سے سردی کا احساس بھی کم ہو گا اور ہم جلد سے جلد خطرے کی زد سے بھی دور ہو سکیں گے۔"

سائرہ نے میری بات سنتے ہی تیزی سے قدم آگے بڑھانے شروع کر دیئے...... میں کوشش میں تھا کہ ہم دونوں حتی الامکان جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو کر چلیں اور خوش قسمتی سے یہ گھنی جھاڑیاں اس ویرانے میں جابجا بکھری ہوئی تھیں۔

چند منٹ میں ہم اس میدان کے تقریباً وسط میں پہنچ چکے تھے...... دریا کی جانب سے کبھی کبھار اکا دکا فائر کی آواز سنائی دے جاتی، لیکن ابھی تک میدان کی جانب کوئی گولی نہیں آئی تھی...... اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ابھی تک ان کی نگاہوں سے اوجھل رہنے میں کامیاب رہے تھے۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میدان کے باقی ماندہ حصے میں جگہ جگہ چھوٹے بڑے کھڈے تھے اور پہاڑوں سے ٹوٹ کر گرنے والی چٹانیں جابجا بکھری ہوئی تھیں...... دریا کے کنارے سے اب ہم اتنی دور آ چکے تھے کہ وہاں سے کوئی شخص دوربین کی مدد کے بغیر ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا...... اس لئے ہم دونوں پہلے کی نسبت آزادی اور بے نیازی سے آگے بڑھ رہے تھے...... اس کے باوجود میری یہ کوشش تھی کہ ہم لوگ خود کو زیادہ سے زیادہ وقت چٹانوں کی اوٹ میں رکھیں۔

ایک گھیرے اور وسیع و عریض کھڈ میں اترنے کے بعد جب ہم دوبارہ اونچائی کی جانب جانے لگے تو سائرہ اچانک چلتے چلتے رُک گئی اور قریب پڑی چٹان پر بیٹھ کر ہانپنے لگی۔

"رک جاؤ شعبان...... تھوڑی دیر کو ٹھہر جاؤ۔" وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "مجھ سے اب اور آگے نہیں چلا جاتا۔"

خطرے کے احساس نے اب تک تھکنا، سردی اور زخموں کی تکلیف کے احساس کو میرے ذہن سے محو کر رکھا تھا، مگر سائرہ کی حالت دیکھتے ہی جیسے متعدی مرض کی طرح اچانک مجھ پر بھی شدید نقاہت طاری ہوگئی اور اپنی ٹانگ اور کندھے میں مزید تکلیف محسوس ہونے لگی...... میں بھی اس کے قریب ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور ہانپنے لگا۔

"شعبان ہم کہاں جائیں گے۔" سائرہ نے پھولی سانسوں کے درمیان کہا۔

"اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔" میں اطمینان سے بولا۔ "تم یہ بتاؤ کہ تم نے یہ علاقہ پہلے کبھی دیکھا ہے...... میرا مطلب ہے کہ تمہیں کوئی اندازہ ہے کہ وہ جگہ جہاں سے ہم فرار ہو کر آئے ہیں کون سی ہے، کیا نام ہے اس کا اور کس ضلع کی حدود میں ہے۔"

"مجھے کچھ اندازہ نہیں، میں پہلے کبھی یہاں نہیں آئی۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم اس بستی سے، جہاں سے ہمیں لایا گیا تھا...... زیادہ سے زیادہ پینتیس چالیس میل کے فاصلے پر ہیں...... لہٰذا ہم تمہارے گاؤں سے بھی زیادہ دُور نہیں ہیں۔"

"یہ اندازہ تمہیں کیسے ہوا۔"

"ہمیں جن گاڑیوں میں لایا گیا تھا، ان کی رفتار اور سفر کے وقت سے۔"

"اگر تمہارا اندازہ درست بھی ہے تو اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"جہاں تک مجھے اندازہ ہے، ان علاقوں کے چھوٹے راستوں کے لئے بسیں وغیرہ چلتی ں ہیں...... اگر ہم یہاں سے بس یا ویگن میں سوار ہوں تو ڈیڑھ دو گھنٹے میں تمہارے گاؤں یا ؤالی پہنچ سکتے ہیں۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس ویرانے میں تمہیں بس یا ویگن کہاں سے مل جائے گی۔"

"میرا اندازہ ہے اس میدان کے اختتام پر جو پہاڑیاں ہیں، ان کے دوسری طرف کوئی ک موجود ہے۔"

"ایک تو تم بیٹھے بیٹھے اٹکل پچو اندازے بہت لگاتے رہتے ہو۔" سائرہ تیزی سے بولی۔

"تمہیں یہ اندازہ کیسے ہوا کہ ان پہاڑیوں کے پیچھے سڑک موجود ہے۔"

"تمہاری پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ میرے اٹکل پچو اندازے عموماً درست نکلتے ں...... اس کا تم بھی اعتراف کرو گی۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اطمینان سے کہا۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ جب ہم اس میدان میں سفر کر رہے تھے تو میں نے ڑیوں کے پیچھے روشنیوں کو نمودار ہوتے، حرکت کرتے اور پھر غائب ہوتے دیکھا تھا...... روشنیاں یقیناً متحرک گاڑیوں، مثلاً ٹرکوں یا بسوں کی تھیں اور اتنا تو تم بھی جانتی ہو کہ یاں عموماً سڑکوں پر چلا کرتی ہیں۔"

"چلو فرض کیا کہ تمہارا اندازہ درست ہے اور ان پہاڑیوں کے پیچھے واقعی کوئی سڑک جود ہے اور یہ بھی کہ اس میں بسیں چلتی ہیں، مگر ہم ان بسوں پر سفر کیسے کریں گے، کیا مارے پاس کوئی پیسہ ٹکا موجود ہے؟"

"بات یہ ہے سائرہ بیگم کہ حالات و واقعات اور حادثات اور تجربات نے مجھے خاصا دور یش بنا دیا ہے۔" میں نے شوخی سے کہا...... میں دراصل اپنے اور سائرہ کے اعصاب پر ری وہ تناؤ اور اضطراب کم کرنا چاہتا تھا جو پچھلے چند گھنٹوں سے ہمارے دل و ذہن کو جکڑے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہوئے تھے...... میں نے لہجے کی شگفتگی برقرار رکھتے ہوئے کہا...... توقع پر مس سائرہ کہ آج صبح ہم جب جنگل کی سیر کے لئے نکل رہے تھے، میں نے اس وقت احتیاطاً اپنا بٹوا اٹھا کر جیب میں ڈال لیا تھا اور ابھی ابھی ٹٹول کر میں نے اطمینان کر لیا ہے کہ وہ بٹوہ میری پتلون کی جیب میں موجود ہے، یہ اور بات ہے کہ اس میں موجود پونجی ساٹھ ستر روپے سے زیادہ نہیں ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ اس رقم سے ہم دونوں تمہارے گاؤں تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

لیکن گاؤں جا کر ہم کیا کریں گے۔

"اس لئے کہ وہاں تمہاری حویلی میں یقیناً تمہارا کچھ نہ کچھ ذاتی سرمایہ موجود ہوگا اور اگر نہیں ہوگا تو عشر بھائی یا تمہاری حنا باجی سے کچھ رقم ادھار لے لیں گے اور اس رقم سے ہم کچھ عرصہ کسی محفوظ جگہ مثلاً لاہور، راولپنڈی یا کہیں اور۔"

"ٹھہرو شعبان۔" سائرہ نے میری بات کاٹی۔ "تم شاید بھول گئے کہ ہماری حویلی کی ابھی تک نگرانی ہو رہی ہے۔ ہم اس میں داخل کیسے ہوں گے۔"

"نہیں سائرہ میں یہ بات بھولا نہیں ہوں، لیکن میرا خیال ہے کہ ان احمق نگرانوں کو جل دینا یا ان پر قابو پانا زیادہ مشکل نہ ہوگا...... اس کے علاوہ ہم حویلی میں داخل ہونے کے لئے وہی راستہ اختیار کریں گے جس سے ہم نکلے تھے...... میرا مطلب سرنگ والے راستے سے ہے۔"

"ارے ہاں...... یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔" سائرہ کا لہجہ اچانک پرجوش ہو گیا...... "وہ نگران تو یقیناً حویلی کے سامنے والے حصے پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے...... ہم باآسانی سرنگ والے راستے سے حویلی میں داخل ہو سکتے ہیں اور میں یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ ہمیں عشر بھائی یا باجی سے کوئی رقم مانگنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی...... میرے کمرے میں خاصی بڑی رقم موجود ہے اور وہ سو فیصد میری ذاتی رقم ہے...... اس سے ہم باآسانی لاہور جیسے شہر میں ہفتوں بلکہ مہینوں رہ سکتے ہیں۔"

"لاہور میں کیوں!" میں نے پوچھا...... "کیا وہاں تمہارے کوئی رشتے دار رہتے ہیں۔"

"رشتے دار تو نہیں ہیں...... لیکن میری وہاں ایک بہت پرانی اور عزیز سہیلی ثانیہ شاہ ہے...... وہ مجھے کئی بار اپنے ہاں آنے اور رہنے کی دعوت دے چکی ہے...... وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوگی کہ تم اندازہ نہیں کر سکتے اس کے گھر والے بھی بہت اچھے، بہت نستعلیق قسم لوگ ہیں اور وہ خود تو اتنی اچھی اور حسین ہے کہ اس پر عاشق ہونے کے سوا تمہارے کوئی چارہ نہ ہوگا۔"

"اچھا اچھا دیکھیں گے تمہاری اس حسینہ عالم کو بھی، فی الحال یہاں سے نکلنے کی کرو۔" نے بات بدلتے ہوئے تیزی سے کہا...... ایسا نہ ہو کہ دشمن ہمارا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک جائے اور یہ سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں۔"

ہم اس کھڈ سے نکلے اور تھوڑی ہی دیر میں پہاڑی تک پہنچ گئے...... پہاڑیاں اگرچہ زیادہ نہ تھیں، مگر ان پر جا بجا گھنی جھاڑیاں اور کہیں کہیں درخت نظر آ رہے تھے...... ہم ہوئے پہاڑی کے اوپر پہنچے تو فوراً ہی ہمیں وہ سڑک نظر آ گئی جو دوسری طرف پہاڑی بالکل قریب سے گزر رہی تھی...... سائرہ نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور سلیوٹ مارتے بولی۔

"مان گئے حضور آپ کو...... آپ کے اٹکل پچو اندازے واقعی سو فیصد درست ہیں۔"

ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر دوسری طرف اترنے لگے، مگر سڑک تک کے بجائے اس سے چند قدم ادھر، پہاڑی کے ڈھلان پر اگے ہوئے درخت کے ایک سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور منتظر نظروں سے سڑک کی جانب دیکھنے لگے۔

بہت دیر گزر گئی...... اس دوران کئی ٹرک اور کاریں ہمارے سامنے سے گزریں، لیکن بس یا ویگن کسی بھی طرف سے آتی دکھائی نہ دی، تب اچانک سائرہ نے میرے ہاتھ پر مارا اور بولی۔

"ہم دونوں بھی نرے احمق ہیں...... بولو ہاں۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"کیوں......" میں نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔

"اس لئے کہ مسٹر شعبان ہم دونوں کو یہ بات یاد نہیں رہی کہ اس علاقے میں غروب آفتاب کے بعد کوئی بس یا ویگن نہیں چلتی، جبکہ اس وقت آدھی رات ہو چکی ہے...... اب ہمیں صبح سویرے سے پہلے کوئی بس وس نہیں مل سکتی۔"

"یہ تو بہت گڑبڑ ہو گئی ہم رات کہاں گزاریں گے۔" میں نے تشویش سے کہا۔

"یہیں پہاڑی پر۔"

"یہاں۔" میں نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا...... "مارے سردی کے اکڑ کر لاش ہو جائیں گے صبح تک۔"

"نہیں...... ادھر پہاڑی کی چوٹی پر میں نے دیکھا تھا...... ایک جگہ بہت ہی بڑی بڑی چٹانیں تھیں...... ان کی اوٹ میں یقیناً ہوا نہیں لگے گی...... آؤ چلیں۔"

ہم دونوں ہانپتے ہوئے دوبارہ اوپر کی جانب چل دیئے...... پہاڑی کی چوٹی پر واقعی ایک جگہ چھوٹی بڑی چٹانیں، نیم دائرے کی صورت پڑی ہوئی تھیں اور ان کی اوٹ میں ہوا اور سردی محسوس نہیں ہوتی تھی...... ہم ایک چٹان سے ٹیک لگا کر اور ٹانگیں پسار کر بیٹھ گئے...... سائرہ کا سر تو کچھ ہی دیر بعد لڑھک کر میری گود میں آ گرا، مگر مجھے دیر تک نیند نہ آ سکی۔

✿✿✿

میری آنکھ کھلی تو چاروں طرف دن کا اجالا پھیلا ہوا تھا...... سائرہ میرے قریب ہی مٹی کے فرش پر بے سدھ پڑی تھی...... میں نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا...... سائرہ کی چادر سے ہم دونوں نے اپنے چہروں پر جمی ہوئی گرد کو صاف کیا...... ہاتھوں کی مدد سے بال سنوارے اور پہاڑی سے اتر کر سڑک پر آ گئے۔

کچھ ہی دیر میں دائیں طرف سے ایک بس آتی دکھائی دی...... میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ بس ہمارے قریب آکر رک گئی...... دروازے پر کھڑے کنڈیکٹر سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ بس سائرہ کے گاؤں تک جاتی ہے...... ہم فوراً بس میں سوار ہو گئے۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد بس نے ہمیں سائرہ کے گاؤں کے سٹاپ پر اتار دیا، لیکن دن کے اُجالے میں ہم حویلی میں داخل ہونے کا رسک نہیں لے سکتے تھے...... سائرہ اس کا حل پہلے ہی سوچ چکی تھی...... وہ مجھے لے کر اپنے ایک مزارعے کے ڈیرے پر چلی گئی، جو گاؤں سے تقریباً میل بھر دور، جنوب میں تھا۔

ہم رات گئے تک اس ڈیرے میں رہے...... پھر جب پہلی رات گزر گئی تو ہم وہاں سے نکل کر گاؤں کی جانب چل دیئے اور چند ہی منٹ کے بعد گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔

گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے ہم کھیتوں میں رک کر صورت حال کا جائزہ لیتے رہے...... بغور دیکھنے سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ دو مسلح افراد حویلی کی نگرانی پر معمور ہیں

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ان میں سے ایک تو حویلی کے سامنے پھاٹک سے کم و بیش ستر اسی گز کے فاصلے پر ایک ہی جگہ کھڑا تھا، جب کہ دوسرا است روی سے حویلی کے چاروں طرف چکر لگا رہا تھا۔

میں نے سائرہ کا ہاتھ تھاما اور کھیتوں سے نکل کر ہم دبے پاؤں درختوں کے اس جھنڈ کی طرف چل دیئے جو حویلی کے پچھواڑے تھا اور جن کے درمیان خفیہ سرنگ کا دہانہ تھا...... اس وقت وہ مسلح پہریدار، ان درختوں کے قریب سے گزر کر بائیں طرف جا رہا تھا...... جیسے ہی وہ حویلی کی نکڑ سے مڑ کر آنکھوں سے اوجھل ہوا، میں نے سائرہ کو اشارہ کیا اور وہ گربہ قدمی سے دوڑتی ہوئی درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گئی۔

طے یہ پایا تھا کہ سائرہ حویلی میں اکیلی داخل ہو گی اور میں باہر رہ کر مسلح نگران پر نظر رکھوں گا...... میں ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور پہریدار کے دوسرے راؤنڈ کا انتظار کرنے لگا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد کوئی حویلی کی بائیں نکڑ کے قریب آتا ہوا محسوس ہوا، میں نے سانس روک لی اور درخت کے تنے سے ذرا سا سر نکال کر اس طرف دیکھنے لگا۔

درختوں کے نیچے گہری تاریکی تھی...... اس لئے میرے دیکھ لئے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا، لیکن جب وہ مسلح شخص دائیں طرف سے نمودار ہو کر درختوں کی جانب بڑھا تو میں اسے واضح طور پر دیکھ رہا تھا۔

چند سیکنڈ کے بعد وہ شخص میرے قریب سے گزرا اور آگے بڑھ گیا...... میں اس لمحے کے لئے پوری طرح مستعد تھا...... بے آواز قدموں سے میں آگے بڑھا اور ایک ہی جست میں اس کے سر پر جا پہنچا...... بائیں طرف سے ہاتھ پھیلا کر میں نے اس کے منہ پر رکھا تاکہ وہ چیخ کر اپنے ساتھی کو خبردار نہ کر سکے اور دائیں ہاتھ سے کراٹے کا ایک نہایت زوردار وار اس کی گردن کے پچھلے حصے پر کیا...... اگلے ہی لمحے وہ شخص کوئی آواز نکالے بغیر کٹے ہوئے تنے کی مانند منہ کے بل زمین پر آ رہا۔

میں نے احتیاطاً جھک کر ایک اور ضرب اس کی دائیں کنپٹی پر لگائی تاکہ وہ جلد ہوش میں

یے...... اس کی رائفل دور جا گری تھی...... میں نے اسے اٹھا کر پوری طاقت سے دور گھنے
ں میں پھینک دیا۔

اب مجھے یہ اندیشہ لاحق تھا کہ اگر سائرہ کو واپس آنے میں دیر ہو گئی تو دوسرا نگران
ساتھی کو پہرے پر موجود نہ پا کر کہیں اس طرف نہ آ نکلے...... اگرچہ میں اس سے نمٹنے
لئے بھی پوری طرح تیار تھا، مگر اس کی نوبت نہ آئی...... سائرہ کچھ ہی دیر کے بعد اس
ں سے باہر آتی دکھائی دی، اس کے ہاتھ میں ایک بڑا بریف کیس نظر آ رہا تھا۔

"کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔" میں نے اس کے قریب جا کر نیچی آواز میں پوچھا۔

"بالکل نہیں۔" سائرہ سرنگ کے بھاری ڈھکن کو اپنی جگہ پر رکھ کر، اس کے اوپر
ں اور خشک پتے پھیلاتے ہوئے بولی...... باجی اور عنصر بھائی تو اُوپر سونے کے لئے اپنے
روم میں جا چکے تھے...... چاچا جی البتہ جاگ رہے تھے...... میں نے اسے ہدایت کر دی ہے
وہ عشر بھائی کو پاپا کی گرفتاری کے بارے میں بتا دے...... مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ چھوٹی بی بی
پ کہاں جا رہی ہیں، مگر میں نے اسے فرضی بہانہ کر کے ٹال دیا ہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا...... اب جلد سے جلد یہاں سے بھاگنے کی کرو، ورنہ دوسرا
ان اپنے ساتھی کی خبر لینے کو آتا ہو گا۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھیتوں کی طرف جاتے
ئے کہا۔

"دوسرا نگران۔" سائرہ نے چلتے چلتے میری طرف دیکھا...... "کیا مطلب ہے، اس کے
اتھی کو کیا ہوا۔"

"وہ ادھر درختوں میں بے ہوش پڑا ہے اور کم از کم مزید دو گھنٹے تک ہوش میں نہیں
ئے گا۔" میں نے لاتعلقی سے کہا۔

"چچ...... چچ...... بیچارہ غریب۔" سائرہ نے تاسف سے سر ہلایا۔ "تمہیں ایسا نہیں کرنا
ہئے تھا۔"

"میں ایسا نہ کرتا سائرہ بی بی تو اس وقت تمہارے اس بیچارے کے بجائے ہم دونوں

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

حالت بے چارگی میں ہوتے۔"

رات کی تاریکی میں کھیتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم دوبارہ اسی مزارعے کے ڈیرے پر پہنچے...... رات ہم نے اس ڈیرے پر بسر کی اور صبح منہ اندھیرے نکل کر بس سٹاپ کی جانب روانہ ہوگئے۔

پہلی بس ہمارے سٹاپ پر پہنچنے کے چند منٹ ہی کے بعد آگئی اور اس نے پون گھنٹے میں ہمیں میانوالی پہنچادیا...... بس اڈے کے قریب ہی ایک ہوٹل سے ہم نے ناشتہ کیا اور پھر لاہور جانے والی کوسٹر وین میں سوار ہوگئے۔

لاہور پہنچ کر سائرہ نے اسی ٹرانسپورٹ کمپنی کے آفس سے فون کر کے اپنی سہیلی کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دی اور پھر ہم دونوں ٹیکسی میں سوار ہو کر وحدت کالونی کی طرف روانہ ہوگئے۔

ثانیہ شاہ کے متعلق سائرہ نے جو کچھ بتایا تھا وہ مبالغہ نہیں تھا...... وہ واقعی اس قدر حسین اور پرکشش تھی کہ چند ثانیوں تک میں اس کے چہرے سے نگاہ نہ ہٹا سکا، لیکن اس کے گھر والے جس کے متعلق سائرہ نے کہا تھا کہ بڑے "نستعلیق لوگ" ہیں، مجھے نستعلیق کے بجائے کچھ کچھ "نسخ" بلکہ "شکستہ" معلوم ہوئے...... ان کے رویئے میں سرد مہری یا بیزاری نہیں تو لاتعلقی ضرور تھی۔

ان کے رویئے کو میں نے کچھ زیادہ ہی محسوس کیا اور دوپہر کے کھانے کے بعد جب مجھے سائرہ سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع ملا تو میں نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔

"اچھا؟" سائرہ نے قدرے حیرانی سے کہا...... "اگر واقعی تم یہاں ان ایزی فیل کر رہے ہو تو ہم دونوں کسی اور جگہ، میرا مطلب ہے کسی ہوٹل میں شفٹ ہو جاتے ہیں...... میرے پاس اللہ کے فضل و کرم سے خاصی بڑی رقم موجود ہے۔"

"نہیں سائرہ اس کی ضرورت نہیں ہے...... میں تو ایک آدھ دن میں یہاں سے چلا جاؤں گا، تم مزے سے اپنی سہیلی کے ساتھ رہنا۔"

"تم چلے جاؤ گے؟ کہاں؟" سائرہ نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"تمہیں شاید یاد ہو سائرہ میں نے اپنے دوست انسپکٹر فرہاد کو پنڈی ٹیلی فون کیا تھا، میں پہلی فرصت میں اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ بہت جلد پنڈی جانا پڑے گا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم خود کو آخر بلا ضرورت اس مصیبت میں ڈالنے کے اتنے بے قرار کیوں ہو، حالانکہ تم با آسانی آزادی کی زندگی گزار سکتے ہو...... یہیں رہیں تمہیں اچھی سے اچھی ملازمت مل سکتی ہے...... میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں اور اگر تمہارے پاس مناسب سرمایہ موجود ہے تو تم کوئی اچھا بزنس کر سکتے ہو...... پھر اس سرمائے سے تم جو چاہو خرید سکتے ہو...... حتیٰ کہ انصاف بھی اور...... آزادی بے خطر آزادی۔"

"نہیں سائرہ...... میں اب اس روز روز کی بھاگ دوڑ اور اس چوہے بلی کی دوڑ سے تنگ آ گیا ہوں...... میں ایک ہی بار خود کو اس جھنجھٹ سے آزاد کرا لینا چاہتا ہوں، ہمیشہ کے لئے۔"

سائرہ کچھ دیر خاموشی سے میری طرف دیکھتی رہی، پھر آہستگی سے بولی۔

"کیا واقعی تم چلے جاؤ گے۔"

"ہاں سائرہ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کب۔"

"جلد سے جلد۔" میں نے کہا...... میں آج ہی انسپکٹر فرہاد سے بات کروں گا اور میرا خیال ہے کہ کل صبح پہلی کوچ سے پنڈی روانہ ہو جاؤں۔"

"ٹھیک ہے...... میں...... میں کل صبح دیر تک سوؤں گی...... تم مجھے جگانے یا ملنے پر اصرار نہ کرنا، چپ چاپ چلے جانا۔" سائرہ نے اٹکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں سائرہ یہ تو بڑی بے رخی اور بے مروتی کی بات ہے۔"

"نہیں شعبان...... بات اس کے برعکس ہے۔" سائرہ نے آہستگی سے کہا اور سر جھکاتے ہوئے بولی۔ "کسی اپنے کسی پیارے کی جدائی کا لمحہ میرے لئے بڑا کٹھن ہوتا ہے......

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میں اتنی اُداس، اتنی رنجیدہ ہو جاتی ہوں کہ رونے لگتی ہوں...... بری طرح سے...... اور پھر دیر تک روتی رہتی ہوں۔"

"اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ میں بھی آج رات سونے سے پہلے ہی تمہیں خدا حافظ کہہ لوں۔"

سائرہ نے سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا، کئی لمحوں تک محویت عالم میں میرے چہرے تکتی رہی، پھر عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کیا واقعی تم چلے جاؤ گے شعبان۔"

"ہاں سائرہ مجھے جانا ہی ہوگا۔"

"ایسا کیوں ہوتا ہے شعبان! وہ لوگ جو اچھے لگتے ہیں، جو بہت اپنے ہوتے ہیں...... آ وہی کیوں چلے جاتے ہیں...... پہلے پہل پاپا گئے اور اب...... اب تم۔" یہ کہہ کر اس نے میر چہرے سے نگاہیں ہٹائیں اور خلا میں دیکھتے ہوئے جیسے اپنے آپ سے بولیں۔" یہ پچھلے دن اتنے اچھے، اتنے یادگار، اتنے سہانے گزرے تھے کہ مجھے یوں لگتا تھا کہ دونوں سالوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں...... بچپن سے اور جیسے آئندہ بھی اسی طرح رہیں گے، اکٹھے ہمیشہ ہمیشہ۔"

"میں بھی تمہیں بہت مس کروں گا سائرہ۔"

"سچ۔" سائرہ نے بے اختیار میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور میری آنکھوں دیکھتے ہوئے التجا آمیز لہجے میں بولی۔ "پھر آؤ گے مجھ سے ملنے۔"

"کیوں نہیں ضرور آؤں گا۔"

"وعدہ۔"

"ہاں...... وعدہ۔"

"یوں نہیں...... قسم کھاؤ۔"

"جس کی کہو، قسم کھا سکتا ہوں۔"

سائرہ نے نظریں میرے چہرے پر جمادیں...... اس کی اُداس آنکھوں میں شرارت کی رن سی جگمگائی۔ "قسم کھاؤ۔"

"اوہ میرے خدا...... تم نے میرا آنا یقینی بنا لیا ہے...... ٹھیک ہے۔" میں نے ہار مانتے ہ کہا۔

سائرہ کے چہرے پر کسی قدر طمانیت کا احساس اُبھرا...... چند سیکنڈ کی خاموشی کے بعد تم کل ونگین سے نہیں ہوائی جہاز سے جاؤ گے...... میں بڑی سخت سرمایہ دار ہو رہی فی الحال۔

"سرمایہ تو میرا بھی یہاں کے ایک بنک میں جمع ہے، مگر مشکل یہ کہ فی الحال میرے اس بنک کی چیک بک نہیں ہے...... بہر حال میں وعدہ کرتا ہوں کہ پنڈی پہنچتے ہی ی یہ رقم۔"

"دیکھو شعبان۔" سائرہ نے میری بات کاٹی۔ جیسے میں اپنا سمجھوں اگر وہ مجھ سے اس ی غیریت برتے تو میں بے تکلف چانٹا مار دیا کرتی ہوں۔

"او...... کے...... او کے!" میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔

اس شام میں نے انسپکٹر فرہاد کو فون کیا...... اس نے حسب توقع چند جدید اور نامانوس ی صلواتیں سنانے کے بعد فی الفور پنڈی پہنچنے کی ہدایت کی...... میں نے جب اسے بتایا کہ اگلے روز کی فلائٹ سے آرہا ہوں تو اس نے یقین دلایا کہ وہ خود یا اس کا کوئی آدمی اسلام ایئر پورٹ کے پسنجر لاؤنج میں مجھے ریسیو کرنے کے لئے موجود ہوگا۔

اگلے روز ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ہمارے جہاز نے رن وے چھوڑا اور فضا میں بلند گیا...... میں کھڑکی کے قریب بیٹھا...... نیچے دور تک پھیلے ہوئے کھلونا ایسے مکانوں اور ور جیسے سرسبز کھیتوں اور باغوں اور نہروں کو دیکھ رہا تھا اور آنے والے وقت کے موہوم دیشے میرے ذہن کے کونوں، کھدروں میں کلبلا رہے تھے۔

جہاز سطح زمین سے ہزاروں فیٹ کی بلندی پر، یکساں رفتار سے اپنی منزل کی طرف محو

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

پرواز تھا...... باہر کی فضا خوشگوار اور منظر انتہائی دلفریب تھا، مگر میرا ذہن آنے والے و
کے بارے میں طرح طرح کے اندیشے بننے میں محو تھا۔

"سگریٹ پینا پسند کریں گے آپ۔" اچانک برابر والی نشست سے ایک نرم آواز
دی تو میں محویت سے چونکا...... میں نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا تو وہ صورت
کسی قدر مانوس سی محسوس ہوئی۔

"جی نہیں...... شکریہ۔" میں نے شائستگی سے کہا اور پھر بھرپور نظر اس کے چہرے
ڈالی، وہ چالیس بیالیس برس کا ایک پرکشش شخص تھا...... اس نے ایک قیمتی سوٹ پہن رکھا
اور اس کے لباس سے ایک مہنگے پرفیوم کی ہلکی ہلکی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

"کون ہے یہ!" میں نے اُلجھن سے سوچا، مگر مجھے کچھ بھی یاد نہ آسکا...... ایک جانا پہ
سا اضطراب میرے رگ و پے میں رینگنے لگا تھا...... اس نے سگریٹ کا پیکٹ بند کر کے جیب
میں ڈال دیا تھا اور لائٹر کی مدد سے اپنے ہونٹوں میں دبے ہوئے سگریٹ کو سلگا رہا تھا...... میں
نے ایک بار پھر غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا...... ایک ثانئے کو مانوسیت کی وہی مخصوص
چمک سی میرے ذہن میں لہرائی، مگر مجھے اب بھی یاد نہ آسکا کہ اس شخص کو میں نے کب او
کہاں دیکھا ہے اور دیکھا بھی ہے یا محض وہم ہے یہ میرا...... وہ شخص اس ایک جملے کی ادائ
کے بعد سے میری طرف سے لاتعلق سا ہو گیا تھا اور اپنے آپ میں مگن سگریٹ کے گہرے
کش لے رہا تھا...... اس کے انداز میں مجھے کوئی بناوٹ کوئی مصنوعی پن محسوس نہ ہوا...... میں
نے اگر اسے کہیں دیکھا بھی تھا تو وہ بہرحال میرا صورت آشنا نہ تھا۔

میں نے اس کے چہرے سے نظر ہٹائی اور گردن گھما کر جہاز کے دوسرے مسافروں کا
جائزہ لینے لگا اور اسی وقت مجھے ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا...... جہاز کے مسافروں میں کم از
کم دو افراد مسلح تھے اور ان کی نشستیں مجھ سے زیادہ دُور نہیں تھیں۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔"
میں نے چونک کر باری باری دونوں کی طرف دیکھا...... ان میں سے ایک نشستوں کی پچھلی
قطار میں بیٹھا تھا، جبکہ دوسرا جہاز کی سب سے اگلی نشستوں میں سے ایک پر تھا...... اس شخص

ورت دیکھنا میرے لئے ممکن نہ تھا، لیکن میں نے پچھلی سمت کے مسافر کا بغور جائزہ لیا
...وہ اُونچے قد کا ایک تنومند شخص تھا...... وہ تقریباً میری ہی عمر کا تھا اور گردوپیش سے
باز نہایت اطمینان اور محویت سے کھڑکی سے باہر کا نظارہ کر رہا تھا۔

مجھے اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ یہ دونوں ہتھیاروں کے ساتھ جہاز میں کیسے
ہو گئے...... چند برس پیشتر پی آئی اے کا طیارہ اغوا کیا گیا تھا اور تب سے مسافروں کے
اور سامان کی سخت چیکنگ کی جاتی تھی، لیکن یہ دونوں مسافر بلاشبہ ہتھیاروں سے مسلح
اور میری نظروں کے سامنے جہاز کے اندر موجود تھے...... یہ یقیناً حیرت کی بات تھی،
اس سے زیادہ حیرانی اور اُلجھن مجھے یہ سوچ کر ہو رہی تھی کہ یہ دونوں آخر ہیں کون اور
مقصد کیا ہے۔

میں اپنی اُلجھنوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک ایک اور حیران کن بات ہوئی...... سامنے کی
توں والے مسلح شخص نے پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک
سا اشارہ کیا...... ایک ثانئے کو مجھے ایسا لگا جیسے وہ میری طرف متوجہ ہے، مگر جب اگلے
لمحے میرے برابر والی نشست کا خوش پوش مسافر اُٹھ کر اس کی طرف بڑھا تو مجھے احساس
لہ یہ اشارہ اسے کیا گیا تھا۔

میرا اضطراب اور اندیشے ایک نیا رخ اختیار کر گئے...... یہ دونوں مسلح افراد، ان کا ایک
رے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھنا، پھر ایک مانوس صورت شخص کا میرے برابر والی
ست پر موجود ہونا اور پھر اچانک ایک معنی خیز اشارہ پا کر اس مسلح شخص کی طرف جانا......
ب کچھ انتہائی پراسرار اور اُلجھا دینے والا تھا...... کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور تھی۔

میرا ساتھی مسافر چند لمحوں تک اس مسلح شخص سے باتیں کرتا رہا، پھر اطمینان سے
ہوا واپس اپنی نشست کی طرف آیا...... میری نگاہیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، مگر
اس کے چہرے پر کوئی خفیف سا تاثر اور آنکھوں میں کوئی غیر معمولی چمک دکھائی نہ دے
...... وہ قطعی مطمئن اور اپنے خیالوں میں گم دھیرے دھیرے چلا آرہا تھا...... جب وہ

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میرے بالکل قریب آیا تو شاید میری تیز اور متجسس نگاہوں کو محسوس کر کے ذرا ٹھٹھکا، لیکن دوسرے ہی لمحے ایک شائستہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور وہ اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا۔

"کیا بات ہے پارٹنر...... کچھ پریشان سے لگ رہے ہیں آپ۔"

"نن...... نہیں تو۔" میں مسکرایا۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔

"خیر...... کوئی بات تو ضرور ہے۔" وہ اطمینان سے نشست پر ٹک گیا۔ "اگر پریشان نہیں تو بور یقیناً ہو رہے ہیں آپ۔"

"یہ آپ نے کیسے جانا۔"

"آپ کے انداز سے۔" وہ میرے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔ "آپ بہت کھوئے کھوئے ہیں، بلکہ...... بلکہ نروس سے لگ رہے ہیں...... جب سے سفر شروع ہوا ہے یا کسی گہری سوچ میں کھوئے ہوئے ہیں...... یا کبھی کبھی چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگتے ہیں...... معاف کیجئے، ہو سکتا ہے کہ بہت ذاتی نوعیت کی وجہ ہو، لیکن اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے بتائیں کہ کیا پریشانی ہے...... ممکن ہے کہ میں آپ کے کسی کام آسکوں۔"

"نہیں جناب! ایسی کوئی خاص پریشانی نہیں ہے مجھے...... میری عادت ہی کچھ ایسی ہے۔" میں نے بات بنائی۔

"عادت کی بھی خوب کہی۔" وہ اپنے مخصوص، پر اطمینان انداز سے بولا...... "سنجیدہ مزاج یا خاموش طبع ہونا عادت ہو سکتی ہے، مگر آپ تو...... آپ تو کچھ نروس اور ہراساں معلوم ہو رہے ہیں...... ابھی آپ مجھے بھی ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے کوئی مفرور مجرم کسی پولیس والے کو دیکھتا ہے۔"

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے حضور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل آپ کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا...... نجانے کیوں مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں نے آپ کو پہلے

بھی کہیں دیکھا ہے، مگر کہاں...... یہ معمہ حل نہیں ہو رہا...... شاید آپ میری اس الجھن کو حل کر سکیں۔"

اس میں الجھنے یا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ اپنے کوٹ کے کالر کو جھاڑتے ہوئے بولا۔ "آپ نے یقیناً مجھے دیکھا ہوگا...... میرا مطلب ہے، تصویر دیکھی ہوگی میری اخبارات میں، یا ہو سکتا ہے کہ کبھی ٹی وی پر بھی دیکھا ہو۔"

"اخبارات...... ٹی وی؟" میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا...... "آپ...... آپ کون ہیں...... میرا مطلب ہے کہ آپ کا نام کیا ہے۔"

"میرا نام علی احتشام ہے۔" اس نے ایک بار پھر میری جانب دیکھے بغیر کہا۔

"اوہ...... علی احتشام!" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا...... "آئی ایم سوری میں آپ کو فوراً پہچان نہ سکا...... میں نے واقعی آپ کی تصاویر اخبارات میں دیکھی ہیں۔" میں نے مصافحے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نیور مائنڈ مسٹر۔"

"شعبان علی۔" میں نے بے ساختگی سے کہا۔

"شعبان علی۔" اس نے آہستگی سے کہا اور میرے ہاتھ کو ہولے سے تھپکا۔

علی احتشام خاص مصروف شخصیت تھا...... وہ اسمبلی کا ممبر ہونے کے علاوہ چند مہینے پہلے تک سرکاری پارٹی کا سیکرٹری جنرل بھی تھا، لیکن سرکاری پارٹی سے متعلق ہونے کے باوجود انتہائی بے باک اور جرات مند شخص سمجھا جاتا تھا...... اکثر وزیروں پر ان کی کارگزاری پر اس کی تنقید آئے دن اخبار کی زینت بنتی رہتی تھی...... پھر چند ماہ پیشتر ایک انتہائی بارسوخ اور لاڈلے وزیر سے اس کے اختلافات کی افواہیں پھیلیں اور کچھ ہی دن کے بعد اسے پارٹی کی سیکرٹری شپ سے ہٹا دیا گیا...... گو اس نے ابھی تک سرکاری پارٹی کو نہیں چھوڑا تھا، مگر ایک عام افواہ تھی کہ جلد ہی وہ حزب اختلاف کی ایک پارٹی میں شمولیت کا اعلان کرنے والا ہے۔

"میں نے پچھلے دنوں آپ کے بارے میں خاص گرما گرم خبریں اور تبصرے سنے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہیں...... کیا ارادے ہیں آپ کے، مستقبل کے۔"

"پلیز مسٹر شعبان...... نو پالیٹیکس!" وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے شگفتگی سے بولا۔

"کوئی اور بات کیجئے۔"

"مثلاً!"...... میرا اضطراب، اب پوری طرح دور ہو چکا تھا اور مستقبل کے بارے میں اندیشے بھی میرے ذہن سے محو ہو گئے تھے۔

"مثلاً یہ کہ موسم کیسا ہے...... یا مثلاً یہ کہ آپ کون ہیں...... کہاں سے آرہے ہیں، کہاں جا رہے ہیں اور...... اور...... مثلاً یہ کہ آپ اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں۔"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں اختشام صاحب کہ مجھے ہرگز کوئی پریشانی نہیں ہے، ایک الجھن تھی آپ کے بارے میں، وہ آپ نے دور کر دی ہے...... باقی سب خیریت ہے۔"

"سب خیریت نہیں ہے۔" علی اختشام نے میری طرف دیکھے بغیر زیر لب، جیسے اپنے آپ سے کہا، پھر اچانک نظریں میرے چہرے پر جمائیں اور بولا...... "کوئی نہ کوئی شدید پریشانی ضرور لاحق ہے آپ کو اور مسٹر شعبان ایک پریشان بلکہ ایک الجھن مجھے بھی لاحق ہو گئی ہے ابھی ابھی...... آپ کا نام سن کر۔"

"نام سن کر؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں...... شعبان مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے یہ نام شعبان پہلے کبھی سنا ہے اور...... شاید آپ کی صورت...... میرا مطلب ہے کہ آپ کی تصویر بھی پہلے کبھی دیکھی ہے، مگر نہیں شاید یہ میرا وہم ہے۔"

"شاید نہیں یقیناً کیسے اختشام صاحب!" میں نے اپنا اندرونی اضطراب دباتے ہوئے تیزی سے کہا...... "میں آپ کی طرح کوئی مشہور ہستی تو ہوں نہیں جو آپ نے میرا نام کہیں اخبار میں دیکھا ہو اور جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے...... بچپن سے لے کر اب تک میری تصویر بھی کسی اخبار یا رسالے میں نہیں چھپی...... یہ یقیناً آپ کا وہم ہے، میں تو بہت معمولی اور قطعی گمنام شخص ہوں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں شاید...... یہ میرا وہم ہی ہو گا۔" اس نے بات کو ختم کرنے کے انداز میں کہا۔

"یہ دونوں حضرات شاید آپ کے باڈی گارڈ ہیں۔" بے ساختہ میرے ہونٹوں سے نکلا، مگر دوسرے ہی لمحے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا...... یہ ایک خطرناک سوال تھا اور بلاشبہ ایک سنگین غلطی تھی۔"

"باڈی گارڈ۔" علی اختشام نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"میرا مطلب اس شخص سے ہے، جس کے پاس آپ ابھی اُٹھ کر گئے تھے۔"

"مگر وہ تو ایک آدمی تھا۔" علی احتشام کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ "آپ دوسرے شخص کا ذکر کر رہے ہیں۔"

"وہ...... دراصل...... بات یہ تھی کہ جب آپ جہاز میں سوار ہو رہے تھے تو میں نے یکھا کہ دو آدمی آپ کے ساتھ ساتھ تھے...... اور...... اور آپ شاید ان سے باتیں بھی ررہے تھے۔" میں نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

"خیر...... میرے ساتھ تو دو سے زیادہ آدمی تھے، لیکن آپ نے ہمیں کہاں سے دیکھ ا۔" علی اختشام کی تیکھی نظریں، نوکیلے تیروں کی مانند میری آنکھوں میں پیوست یں...... جہاں تک مجھے یاد ہے آپ میرے سوار ہونے سے کم از کم تین چار منٹ کے بعد از میں داخل ہوئے تھے۔" اس نے ایک ثانئے توقف کے بعد کہا۔

"میں...... میں اس وقت پسنجر لاؤنج سے نکل کر رن وے کی طرف آرہا تھا...... اس ت میں نے آپ کو دیکھا تھا۔"

"نظر بہت تیز ہے آپ کی؟" علی اختشام نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا، پھر چند ئے خاموش رہنے کے بعد اگلی نشستوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولے...... وہ صاحب ناسب ہے میں ابھی مل کر آرہا ہوں وہ میرا باڈی گارڈ نہیں، بلکہ ایک قابل احترام دوست ہیں، زاضر غام بیگ نام ہے ان کا...... شاید آپ نے یہ نام بھی سنا ہو...... ان کے بڑے بھائی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

پنجاب اسمبلی کے رکن ہیں، زیریں پنجاب کے ایک بڑے اور معروف جاگیر دار گھرانے سے تعلق ہے ان کا۔"

"اوہ، ضرغام بیگ صاحب میں نے واقعی ان کا نام اکثر سنا ہے، مگر یہ تو شاید لندن اور امریکہ وغیرہ میں کہیں مقیم تھے۔"

"ہاں...... یہ ابھی حال ہی میں وطن واپس آئے ہیں اور اب مستقلاً یہیں رہنے کا ارادہ ہے ان کا۔" علی احتشام نے کہا۔

لاہور سے پنڈی کا فضائی سفر ایک نہایت مختصر سفر ہے، کچھ ہی دیر بعد پائلٹ نے اسلام آباد پہنچنے کی اطلاع دی اور مسافروں نے سیٹ بیلٹ باندھنا شروع کر دیئے۔

جہاز سے اتر کر پسنجر لاؤنج کی طرف جاتے ہوئے احتشام صاحب میرے ہمراہ تھے، ہم دونوں کے علاوہ پانچ یا چھ افراد بھی ہمارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، وہ اگرچہ احتشام سے محو گفتگو نہ تھے، مگر میں نے محسوس کیا کہ وہ سب اس کے ساتھی ہیں...... وہ دونوں مسلح افراد بھی ان میں شامل تھے...... ان میں سے ایک تو اس طرح علی احتشام کے ساتھ لگ کر چل رہا تھا جیسے واقعی اس کا باڈی گارڈ ہو...... جہاز کے باقی مسافر ہم سے کافی آگے یا پیچھے دو دو، تین تین کی ٹولیوں میں چلے جا رہے تھے۔

ہم ابھی پسنجر لاؤنج سے کچھ دور ہی تھے، جب اچانک اضطراب کی ایک مانوس لہر میرے اعصاب پر سنسنا اُٹھی...... میری نظر بے اختیار اس جانب اُٹھ گئی۔

وہ لوگ تعداد میں دس بارہ سے کم نہ تھے...... گو وہ سب سادہ لباس میں تھے، لیکن ان کی صورت اور انداز سے اور ہیئر کٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے ہے...... وہ بظاہر لاتعلقانہ انداز میں ادھر ادھر دیکھنے اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہے تھے، مگر ان کا رخ ہماری طرف تھا اور جب بھی کنکھیوں سے وہ ہماری جانب دیکھتے، مجھے ان کی نظریں اپنے چہرے پر مرکوز محسوس ہوتیں۔

میں نے مستعدی سے گردوپیش کا جائزہ لیا...... پسنجر لاؤنج اب بھی ہم سے کم و بیش

تیس پینتیس گز کے فاصلے پر تھا اور انسپکٹر فرہاد کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"یہ کون لوگ ہیں۔" میں نے الجھن سے سوچا...... یہ امکان بعید از قیاس تھا کہ ان کا تعلق پولیس سے ہوگا...... میں گزشتہ روز انسپکٹر فرہاد کو واضح طور پر بتا چکا تھا کہ میں کون سی فلائٹ سے اور کس وقت اسلام آباد پہنچوں گا...... اس کے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہ تھا کہ پولیس والے اس انداز سے میری پذیرائی کریں۔

اگر یہ پولیس والے نہیں ہیں تو پھر کون ہیں...... میں نے یہ سوچتے ہوئے ایک بار پھر غور سے ان کی طرف دیکھا اور فوراً ہی مجھے یہ احساس ہو گیا کہ یہ لوگ بلاشبہ کسی سرکاری ایجنسی کے افراد تھے اور قریب سے دیکھنے پر مجھے اندازہ ہو گیا کہ ان کے تیور انتہائی جارحانہ تھے۔

میں نے ایک بار پھر اچٹتی نظروں سے ان مسلح افراد کی جانب دیکھا...... وہ لوگ ہمارے کچھ اور قریب آ چکے تھے اور اسی وقت میں نے دیکھا کہ ان میں سے چند افراد نے اپنے ہاتھ جیبوں میں ڈال لئے ہیں...... وہ یقیناً اپنے ہتھیار نکال رہے تھے۔

میں نے کنکھیوں سے اپنے ہمراہیوں کا جائزہ لیا، لیکن اُن میں سے کوئی بھی ان مسلح افراد کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

میرا ذہن پوری طرح مستعد اور مصروف تھا، مگر مجھے فرار کی کوئی صورت، کوئی راہ سجھ نہ دے رہی تھی...... میں نے پسنجر لاؤنج کی جانب دیکھا...... وہاں چند لوگ موجود تھے، مگر ان میں انسپکٹر فرہاد نہیں تھا۔

فرہاد کہاں رہ گیا آخر...... مجھ پر جھنجلاہٹ طاری ہو گئی...... گزشتہ روز جب میں نے ٹیلی فون پر اس سے گفتگو کی تھی تو اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ خود یا اس کا کوئی با اعتماد آدمی مجھے ریسیو کرنے کے لئے ایئر پورٹ پر موجود ہوگا...... یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی اہم بات اسے یاد نہ رہی ہو۔

میں اسی اُلجھن میں تھا کہ یکایک دائیں طرف سے فائر ہوا...... غیر اختیاری طور پر میں نے فوراً خود کو نیچے جھکایا...... اگلے لمحے گولی کی تیز سنسناہٹ مجھے اپنے بالکل قریب سنائی دی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اوراس کے ساتھ ہی میرے اردگرد ایک بھگدڑ مچ گئی۔

میرے ہمراہی اندھا دھند ایک طرف کو دوڑے چلے جارہے تھے...... میں بھی ان میں شامل ہو گیا، چند سیکنڈ بعد ایک بار پھر فائر کی آواز گونجی، میں نے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچایا لیکن وہ گولی کسی اور آدمی کو زخمی کر گئی۔

میں نے اپنے ساتھ بھاگنے والوں میں ایک کو لڑکھڑا کر گرتے اور پھر اُٹھ کر بھاگتے ہوئے دیکھا، مگر اس کے ساتھ ہی میں نے ایک اور حیران کن بات بھی نوٹ کی...... ضرغام بیگ اور علی احتشام کے باڈی گارڈ نے اپنے اپنے ریوالور نکال لئے تھے۔

مسلح افراد کا گروہ اس غیر موقع جوابی اقدام پر ٹھٹک کر رہ گیا...... ان میں سے چند وہیں گر کر اوندھے لیٹ گئے اور باقی، قریب کھڑی ہوئی وین کی اوٹ میں جا چھپے۔

فائرنگ کا سلسلہ کچھ دیر کو رکا تو میں نے قدرے اطمینان سے گردوپیش کا جائزہ لیا...... میں اور میرے ہمراہی، اس وقت پسنجر لاؤنج سے کافی آگے جنگلے کے قریب پہنچ چکے تھے...... لاؤنج کے سامنے کی جگہ خالی ہو چکی تھی...... جہاز سے اترنے والے بیشتر مسافر دوڑ کر لاؤنج میں چلے گئے تھے...... کچھ لوگ سامنے کھڑی ہوئی پی آئی اے کی بس میں سوار ہو گئے تھے اور سیٹوں پر دبکے ہوئے تھے...... سیکورٹی سٹاف کے بہت سے باوردی افراد دوڑتے ہوئے ان لوگوں کی جانب آرہے تھے جنہوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور اب ایک وین کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے...... انسپکٹر فرہاد کا ابھی تک کہیں پتہ نہیں تھا۔

میں ابھی اس شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں...... تب ہی اچانک ایک جانب سے دو گاڑیاں نمودار ہوئیں اور چشم زدن میں ہمارے پاس آکر رُک گئیں...... علی احتشام اور ضرغام بیگ اور ان کے دو ساتھی فوراً اگلی وین میں سوار ہو گئے، اگلے ہی لمحے وہ کار دوبارہ حرکت میں آگئی۔

میرے باقی ہمراہی دوسری کار کی طرف لپکے، اسی وقت کسی نے درشت آواز میں کہا۔

"ٹھہر جاؤ...... کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا تو مجھے سیکورٹی فوج کے چند افراد نظر آئے جو دوڑتے ہوئے

میری طرف آرہے تھے...... میں ایک ثانیئے کو بوکھلا کر رہ گیا...... میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں، اسی لمحے کسی نے میرے بازو کو کھینچا اور نیچی آواز میں چیخا۔

"پاگل ہو گئے ہو؟ مرنے کا ارادہ ہے کیا...... جلدی چلو۔"

دوسرے ہی لمحے میں ایک کار کی پچھلی سیٹ پر دو آدمیوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا...... کار ایک جھٹکے سے حرکت میں آئی اور گولی کی طرح آگے بڑھی...... چند لمحوں بعد ہم ایئرپورٹ کی حدود سے نکل کر انتہائی تیز رفتاری سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر پہلے ایئرپورٹ پر جو ہوا تھا، اس کے متعلق میں ابھی تک شدید حیرت اور الجھن میں گرفتار تھا...... وہ کون لوگ تھے جو اچانک نمودار ہوئے اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی اور یہ کون لوگ ہیں جو میرے ساتھ کسی انجانی منزل کی طرف جارہے ہیں...... یا انسپکٹر فرہاد کے آدمی؟

میں نے اطمینان سے اپنے ہمسفروں کا جائزہ لیا...... وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے، مگر ان میں سے کوئی بھی میری طرف متوجہ نہ تھا...... یہ یقیناً انسپکٹر فرہاد کے بھیجے ہوئے لوگ ں...... اسے کسی نہ کسی طرح یہ علم ہو گیا ہو گا کہ ایئرپورٹ پر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے گی...... شاید اس لئے اچانک اس کے آدمی میرے پاس گاڑیاں لے کر پہنچ گئے تاکہ مجھے خطرے کی حدود سے جلد سے جلد دور لے جائیں۔

لیکن اگلی کار میں تو علی احتشام اور اس کے ساتھی سوار ہوئے تھے...... میں نے اُلجھ کر سوچا اور پھر اچانک مجھے احساس ہوا کہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے دونوں افراد بھی علی احتشام کے ہمراہیوں میں سے ہیں۔

"یہ سارا چکر کیا ہے آخر؟" ایک نیا خیال میرے ذہن میں اُبھرا کہیں ایسا تو نہیں کہ ان مسلح افراد نے میرے بجائے علی احتشام اور ضرغام بیگ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی، اس خیال کے ساتھ ہی مجھے یاد آیا کہ ضرغام بیگ اور علی احتشام کے باڈی گارڈ نے بھی مسلح افراد پر جوابی فائر کیا تھا اور دوسرے مسافروں کی طرح انہوں نے بھی دوڑ کر لاؤنج

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

میں جا چھپنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اس خیال کے ساتھ ہی میرا ذہن نئے انداز سے سوچنے لگا...... یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا...... وہ حملہ مجھ پر نہیں بلکہ علی احتشام پر کیا گیا ہوگا...... حکومت کے چند اہلکاروں سے اس کے اختلافات کوئی بہت پرانی بات نہیں تھی...... ہوسکتا ہے ان اہلکاروں نے علی احتشام کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا ہو...... اس کے علاوہ یہ بات بھی بعید از قیاس تھی کہ ضرغام بیگ یا علی احتشام کے باڈی گارڈ نے محض میرے لئے ان مسلح افراد پر جوابی فائر کیا ہو...... انہیں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

"اگر واقعی ایسا ہے تو مجھے بلا تاخیر ان لوگوں سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔" میں نے فیصلہ کیا...... "مجھے فوراً ایئرپورٹ پر پہنچنا چاہئے، انسپکٹر فرہاد یا اس کا کوئی آدمی وہاں میرا منتظر ہوگا، مجھے جلد سے جلد ان کے پاس پہنچنا چاہئے ورنہ عین مشکل ہے کہ میں کسی نئی مشکل میں گرفتار ہو جاؤں۔"

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔" میں نے نیچی آواز میں اپنے دائیں طرف بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا۔

"کہاں جا رہے ہیں۔" اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا...... "کیا تمہیں معلوم نہیں ہے۔"

"نہیں مجھے تو بالکل علم نہیں ہے۔"

"علی احتشام نے تمہیں نہیں بتایا۔" اس نے اُلجھن بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

احتشام صاحب نے...... نہیں تو؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "پھر فوراً مجھے خیال آیا کہ مجھے جلد سے جلد ان کی غلط فہمی دور کر دینی چاہئے...... میں نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا، مگر پھر مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے علی احتشام کے ساتھی کسی غلط فہمی کی بنا پر جلدی ہی میں اس کار میں سوار ہو گئے ہوں اور یہ کار واقعی میرے لئے انسپکٹر فرہاد نے بھجوائی ہو۔

"یہ گاڑی انسپکٹر فرہاد نے نہیں بھیجی۔" میں نے دانستہ اونچی آواز میں کہا تاکہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص بھی سن لے اور یہی ہوا بھی، وہ چونک کر مڑا اور بولا۔

"انسپکٹر فرہاد...... یہ کون ہے۔"

"میرا دوست ہے...... اس نے مجھے ریسیو کرنے کے لئے آنا تھا...... میں تو یہی سمجھ رہا تھا یہ گاڑی اس نے بھجوائی ہے۔"

"یہ کون ہے پرویز۔" اس نے میری بات کاٹی اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا۔

"ہم...... میں...... نہیں جانتا...... میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ علی احتشام کے ساتھیوں میں سے ہے...... یہ...... یہ...... جہاز میں بھی ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا...... یہ دونوں باتیں کر رہے تھے، پھر...... پھر جہاز سے اتر کر بھی یہ ہم لوگوں کے ساتھ ہی آیا تھا میں تو یہی سمجھا تھا۔"

"آپ لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا...... "علی احتشام صاحب سے میرا تعارف جہاز میں ہی ہوا تھا، میں ان کا ساتھی ہرگز نہیں ہوں۔"

"اوہ...... خدایا پرویز تم بالکل احمق ہو۔" ڈرائیور نے میرے ساتھی سے کہا اور سامنے کی طرف نگاہ کرتے ہوئے بولا۔

"اس سے پوچھو کہ یہ کون ہے اور...... علی احتشام سے اس کا کیا تعلق ہے اور اگر نہیں ہے تو ان کے ساتھ کیوں آ رہا تھا۔"

"میں بات کی وضاحت پہلے ہی کر چکا ہوں۔" میں نے کہا...... "علی احتشام سے میں پہلی بار آج ہی ملا تھا...... آپ مہربانی فرما کر مجھے یہیں اتار دیں...... میرا دوست ایئرپورٹ پر میرا انتظار کر رہا ہوگا۔"

"ٹھہرو تم نے اپنے دوست کا کیا نام بتایا تھا۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے مجھ سے پوچھا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"انسپکٹر فرہاد۔"

"انسپکٹر...... کس محکمہ کا انسپکٹر ہے آپ کا یہ دوست۔"

"پولیس۔" اس نے چونک کر میری طرف دیکھا...... "کیا تم بھی پولیس کے آدمی ہو۔"

"جی نہیں...... میرا پولیس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر یہ انسپکٹر آپ کو ریسیو کرنے کے لئے کیوں آ رہا تھا۔"

"میں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "انسپکٹر فرہاد میرا دوست ہے اور یہ بات میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں...... آپ پلیز مجھے یہیں گاڑی سے اتار دیں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" اس نے پر سکون مگر حتمی لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔" میں نے چیخ کر کہا۔

"جب تک علی احتشام ہمیں اجازت نہیں دیں گے ہم ایسا نہیں کر سکتے اور تمہیں چھوڑ نہیں سکتے۔"

"یہ کیا بکواس ہے گاڑی روکئے اور مجھے یہاں اتاریئے...... آپ مجھے زبردستی کہیں نہیں لے جا سکتے۔" میں نے چلاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو مسٹر۔" اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھتے ہوئے پر سکون لہجے میں کہا۔

"تم نے ہمیں اپنے بارے میں شک میں مبتلا کر دیا ہے، مجھے لگتا ہے تمہیں مخالف گروپ نے کسی خاص مقصد سے اسی فلائٹ سے بھیجا ہے۔"

"میرا اس مخالف گروپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔

"مگر ہم تمہاری کس بات پر کیسے یقین کر لیں۔" اس نے دوبارہ ونڈ سکرین پر نظر جمائیں اور بولا۔ "جب تک علی احتشام اجازت نہیں دیں گے ہم تمہیں نہیں چھوڑ سکتے۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہو۔"

"لیکن علی احتشام کہاں ہیں۔"

"گھبراؤ نہیں...... ہم انہی کے پاس جا رہے ہیں۔"

میں نے پھر کچھ کہنے کا ارادہ کیا، مگر اسی وقت عقب سے پولیس کا سائرن سنائی دیا اور ں کے سنتے ہی ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا...... میں نے پلٹ کر دیکھا تو مجھے دور لیس کی ایک گاڑی دکھائی دی جو اسی طرف آ رہی تھی...... چند ہی لمحوں بعد ہم زیرو پوائنٹ پہنچ گئے۔

زیرو پوائنٹ پر ٹریفک کا زیادہ ہجوم تھا، ہماری کار کا ڈرائیور نہایت مہارت سے گاڑی ائیں بائیں لہراتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا رہا اور کچھ دور جانے کے بعد مری جانے والی ڑک پر رُک گیا...... میں نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا، مگر پولیس کی گاڑی کا دُور دُور تک ہیں پتہ نہ تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہم مری پہنچ گئے...... مال روڈ سے گزر کر کار قصبے کے اس حصے یں آ گئی جہاں پہاڑی چٹانوں پر دور دور بنگلے بنے ہوئے تھے...... ایک وسیع بنگلے کے سامنے پہنچ کر کار چند لمحوں کے لئے رُکی، پھر جیسے ہی گیٹ نکلا...... کار بنگلے کے احاطے میں داخل ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی گیٹ دوبارہ بند ہو گیا۔

وہ دوسری کار جو ہم سے پہلے ایئرپورٹ سے روانہ ہوئی تھی...... بنگلے کے پورٹیکو ں موجود تھی...... ہماری کار بھی اس کے قریب جا کر رُک گئی...... ہم کار سے اترے تو بنگلے ے صدر دروازے میں ضرغام بیگ نمودار ہوا، جیسے ہی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی، وہ چونکا...... ربے اختیار مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔

"ارے بھئی ان صاحب کو کیوں تم لوگ اپنے ساتھ لے آئے۔" وہ ہماری کار کے رائیور سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میں بھی سارے راستے ان کو یہی سمجھاتا رہا ہوں کہ میں علی احتشام کے ساتھ نہیں یا ہوں۔ مجھے جانے دو۔" میں نے تیزی سے کہا۔

ضرغام بیگ نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا، مگر اسی وقت وہ شخص آگے بڑھا اور ضرغام بیگ کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگا...... اس کی بات سنتے ہوئے ضرغام بیگ نے دو ایک بار مجھے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

چونک کر دیکھا اور رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہوتی گئی۔

"ٹھیک ہے تم اس کو اور دوسرے لوگوں کو اندر لے چلو...... احتشام علی ابھی تھوڑی دیر میں آرہے ہیں...... ان سے پوچھے بغیر ہم کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔" ضرغام بیگ نے آہستگی سے کہا۔

"دیکھئے ضرغام بیگ صاحب۔" میں تیزی سے آگے بڑھ کر بولا۔ "یہ لوگ مجھے غلط فہمی کی بنا پر اپنے ساتھ لے آئے ہیں، مگر آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں احتشام صاحب کے ساتھیوں میں سے نہیں ہوں...... آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں...... میرا جلد سے جلد ایئرپورٹ پہنچنا بہت ضروری ہے۔"

"آئی...... ایم سوری مسٹر...... آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا...... علی احتشام آجائیں تو ہم خود آپ کو وہاں تک پہنچا کر آئیں گے جہاں آپ کہیں گے۔"

"لیکن کیوں آخر؟" میں جھنجھلا کر چیخا...... "آپ مجھے روک نہیں سکتے، میں ابھی اور اسی وقت جا رہا ہوں۔"

میں یہ کہہ کر باہر کی طرف چلا، مگر ابھی بمشکل دو قدم گیا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، پھر اس سے پہلے کہ میں پلٹ کر دیکھتا یا سنبھل سکتا، کسی نے سخت اور وزنی چیز سے میرے سر کے پچھلے حصے پر ضرب لگائی...... میری آنکھوں کے سامنے ستارے ناچے اور پھر میرے اعضاء بے جان ہو گئے۔

✿✿✿

میری آنکھ کھلی تو میں ایک نیم تاریک کمرے میں، نرم بستر پر پڑا تھا...... بستر کے قریب ہی دو کھڑکیاں تھیں جو کھلی ہوئی تھیں، مگر ان میں سفید رنگ کی آہنی جالی لگی ہوئی تھی...... کمرے کے دو دروازے تھے جو بند تھے۔

یہ صورت حال میرے لئے نئی نہیں تھی...... مجھے یقین تھا کہ کمرے کے دونوں دروازے مقفل ہوں گے اور باہر کوئی نہ کوئی مسلح شخص میری نگرانی کے لئے موجود ہوگا، پھر بھی میں آنکھ کھلتے ہی بستر سے اترا اور دونوں دروازوں کے ہینڈل کھینچ کر دیکھنے لگا...... دروازے باہر سے بند تھے، میں نے تالے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بستر کے سامنے والا دروازہ ایک کاریڈور میں کھلتا ہے، جب کہ دوسرا دروازہ ایک اور کشادہ کمرے میں کھلتا ہے۔

اس کمرے میں بہت سے لوگ موجود تھے جو جوشیلی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے۔ تالے کے سوراخ سے میں کمرے کا ایک مختصر سا حصہ ہی دیکھ پایا، مگر میں نے ضرغام بیگ کو دیکھ لیا تھا جو دروازے کے بالمقابل ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا...... اس کے علاوہ بھی مجھے کچھ صورتیں دکھائی دیں، مگر وہ سب میرے لئے اجنبی تھیں۔

وہ سب اونچی آوازوں میں کسی بحث میں مصروف تھے، مگر ان باتوں کا مطلب سمجھنا اصا مشکل تھا...... میں نے تالے کے سوراخ پر اپنا کان رکھا تو آوازیں خاصی واضح ہو گئیں۔

"وہ جو کوئی بھی ہے، ہمیں لوگوں میں سے کوئی ایک ہے اور اس کا پتہ چلانا انتہائی مشکل

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ہے۔" ضرغام بیگ جھنجھلائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"یہ کسی سرکاری خفیہ ایجنسی کا کام بھی ہو سکتا ہے۔" کسی نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"نہیں ہو سکتا۔" ضرغام بیگ تیزی سے بولا۔ "آج کے پروگرام سے صرف میں اور علی احتشام اور ہمارے قریب ترین ساتھی ہی آگاہ تھے اور دشمنوں کو ہماری اس بات سے کسی ساتھی نے آگاہ کیا ہے۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ اب جلد سے جلد اس غدار کا سراغ لگایا جائے، ورنہ ہمارے اگلے تمام منصوبے بھی اسی طرح ناکامی کا شکار ہوتے رہیں گے۔" اسی اجنبی آواز نے کہا۔

"عین ممکن ہے کہ وہ غدار اس وقت بھی ہمارے ساتھ اس کمرے میں موجود ہو۔" یہ علی احتشام کی آواز تھی اور میں اسے سنتے ہی چونک اُٹھا، علی احتشام کے آنے کے بعد یقیناً ضرغام بیگ یا اس کے دوسرے ساتھیوں کی غلط فہمی دور ہو گئی ہو گی...... پھر آخر کس لئے انہوں نے مجھے اس کمرے میں بند کر رکھا ہے...... میں دروازے پر دستک دینے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اندر سے آنے والی ایک آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"مگر کیسے علی احتشام۔"

"یہ کوئی بڑا یا مشکل مسئلہ نہیں ہے...... تم دیکھو گے کہ ایک آدھ دن میں ہی وہ حرام خور بے نقاب ہو جائے گا اور پھر اس کا جو حشر ہم کریں گے وہ بھی سب کے لئے انتہائی عبرت ناک ہو گا۔"

"اس کے لئے کوئی طریقہ کار آپ کے ذہن میں ہے...... میرا مطلب ہے اس غدار کا پتہ چلانے کے لئے۔" کسی نے پوچھا۔

"میں تو کہتا ہوں ڈان پیڈرو سے رجوع کیا جائے...... وہ ہمیں جلد سے جلد اس سے آگاہ کر دے گا۔" یہ آواز ضرغام بیگ کی تھی اور میں یہ سن کر چونک اُٹھا...... ڈان پیڈرو ایک بہت بڑے ملک کا پاکستان میں سفیر تھا۔

"ہرگز نہیں...... وہ انتہائی ناقابل اعتبار شخص ہے...... اس سے ہم ایک اور کام لیں

ے۔" علی احتشام تیزی سے بولا۔
"ناقابل اعتبار؟ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ...... اس سے تو ہماری ساری امیدیں وابستہ
ے۔" ضرغام بیگ کے لہجے میں حیرت تھی۔
"نہیں ضرغام بیگ...... اب ہمیں کوئی اور حکمت عملی اختیار کرنا ہو گی، ڈان پیڈرو بلکہ
ں کہیے کہ اس کا ملک بہت مفاد پرست اور موقع پرست ہے...... وہ لوگ ہر روز دوست
لتے ہیں اور اپنے مفاد کے لئے، اپنے وفادار دوستوں کو یوں نظر انداز کر دیتے ہیں...... جیسے
ں کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو۔"
"یہ آپ ایک نئی بات بتا رہے ہیں...... علی احتشام اس نے تو ہماری پوری مدد کرنے کا
دہ کیا تھا...... کیا...... کیا کوئی نیا انکشاف ہوا ہے۔" ضرغام بیگ نے کہا۔
"ہاں...... ضرغام بیگ۔" علی احتشام کے لہجے میں تاسف تھا...... "میں جو راستے میں
دگوں سے الگ ہوا تھا تو سیدھا ہوٹل گیا تھا...... وہاں سے مجھے یہ علم ہوا کہ ڈان پیڈرو
سوں اور کل شیخ فرید سے اور اس کے ساتھیوں سے طویل ملاقاتیں کی ہیں۔"
"اوہ...... یہ تو بہت برا ہوا۔" ضرغام بیگ آہستگی سے بولا...... "اگر ڈان پیڈرو اس
ے سے مل گیا ہے تو پھر...... پھر ہمارے لئے کیا امید باقی رہ گئی ہے...... ہمیں چاہئے کہ
اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ رہنا چاہئے۔"
"نہیں ضرغام صاحب...... اتنا ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... ہم کوئی
ی صورت اختیار کریں گے...... اپنے مقصد کے لئے ہم ڈان پیڈرو سے بھی فی الحال
ت برقرار رکھیں گے۔"
"یہ کیوں علی احتشام! جب وہ کمینہ اس قدر ناقابل اعتبار اور دغا باز شخص ہے تو اس سے
ت کیا معنی...... میں تو کہتا ہوں کہ جس غدار کو ہم تلاش کر رہے ہیں وہ خود ڈان پیڈرو ہی
اس نے شیخ گروپ کو ہمارے منصوبے کے بارے میں بتایا ہو گا۔"
"نہیں ضرغام صاحب ایسا نہیں ہے...... وہ لوگ حد سے زیادہ مفاد پرست ضرور ہیں،

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

جوڑ توڑ کرنے کے بھی عادی ہیں، مگر اتنے گھٹیا طریقے اختیار نہیں کرتے...... شیخ گروپ ک
ہمارے منصوبے سے آگاہ کرنا اس کی حرکت نہیں ہے۔"

کچھ دیر تک سب خاموش رہے، پھر اچانک کسی نے کہا۔

"علی احتشام آپ فرما رہے تھے کہ ہم ڈان سے کوئی اور کام لیں گے، وہ کام کون سا ہے۔"

"میں اس نوجوان کے بارے میں کیا نام ہے اس کا شعبان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں...... مجھے بھی شک سا ہے کہ آج جو کچھ ہوا، اس کا اس نوجوان سے کو نہ کوئی تعلق ہوگا...... وہ کوئی پراسرار غیر معمولی شخص ہے...... اگر واقعی وہ شیخ گروپ کا آد ہے اور آج کی کارروائی میں اس کا بھی کوئی ہاتھ ہے تو سی آئی اے والوں کے پاس اس ریکارڈ ضرور ہوگا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں علی احتشام! بھلا اتنے معمولی آدمی کا ریکارڈ سی آئی اے والے کیو رکھیں گے۔" ضرغام بیگ بولا۔

"نہیں ضرغام بیگ...... آپ ان لوگوں کو نہیں جانتے، مگر میں نے ان کے کام کے انداز اور طریقہ کار کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔" علی احتشام یہ کہہ کر ثانیوں کے لئے خاموش ہوا، پھر توصیفی لہجے میں بولا...... ضرغام بیگ کیا آپ یقین کر گے کہ ان کے پاس ہمارے ملک کے ہر چھوٹے بڑے شہر اور وہاں کے چیدہ چیدہ لوگوں بارے میں اتنا تفصیلی ریکارڈ موجود ہے کہ خود ہمارے پاس بھی نہیں ہوگا...... عہدیدارو صنعت کاروں، سیاسی پارٹیوں، پروفیسروں، طلبہ لیڈروں، لیبر لیڈروں اور نجانے کس کے بارے میں ان کے پاس الگ الگ فائلیں موجود ہیں، جن میں ان کی زندگی کے حالا ان کے ماضی، ان کی پسند ناپسند اور امن کی قیمت تک کے بارے میں تمام تفصیل موجود ہے۔"

"قیمت۔"

"ہاں...... ضرغام بیگ...... ان لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ ہر شخص کی کوئی نہ کوئی ق ضرور ہوتی ہے، جس پر ان کی خدمات یا ان کا تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔" علی احتشام

پر وثوق لہجے میں کہا...... "مثلاً کچھ افراد دولت کے عوض بکتے ہیں تو کچھ محض شہرت کے لالچ میں، کچھ کے لئے عورت کا لالچ ناقابل انکار ہوتا ہے اور کچھ پر ان کے مجرمانہ ماضی سے پردہ اٹھانے کی دھمکی پر خریدا جاتا ہے اور تو اور مذہبی عقائد پر بھی لوگوں کو خریدا جاتا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"ضرغام صاحب...... میں اپنے ملک کے کئی لوگوں کو جانتا ہوں، جو حقیقت میں ان لوگوں کے لئے کام کرتے ہیں اور اس کے عوض بھاری رقم وصول کرتے ہیں، لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ انہیں اس بات کا، اس حقیقت کا علم ہی نہیں ہوپاتا کہ وہ کسی کے لئے کام کر رہے ہیں اور نہ ان کے ضمیر پر کوئی بوجھ آتا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے علی احتشام۔"

"میں بتاتا ہوں آپ کو۔" علی احتشام کی آواز سنائی دی...... پہلے تو وہ لوگ کھل کر ان لوگوں کے کردار اور ان کی خدمات کی تعریف کرتے ہیں، پھر انہیں یہ پیشکش کرتے ہیں...... یہ جو لوگ رہنما آئے دن لندن یا یورپ کی یاترا کے لئے جاتے ہیں...... تم کیا سمجھتے ہو کہ انہیں کون بلاتا ہے اور کس مقصد سے۔"

"ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں وہاں مقیم پاکستانی بلاتے ہیں۔" ضرغام بیگ بولا۔

"ہاں...... بظاہر یہی کہا جاتا ہے، مگر ان دوروں کا اصل منتظم اور محرک کوئی اور ہوتا ہے...... پھر انہی دوروں کے درمیان انہیں بڑی رقمیں دی جاتی ہیں، جو درحقیقت اپنے مقاصد کے لئے رشوت ہوتی ہے، مگر ان رہنماؤں کو یہی باور کرایا جاتا ہے کہ یہ رقم ان کے دینی اور فلاحی کاموں کے لئے دی جا رہی ہیں۔"

"لیکن احتشام صاحب...... یہ رہنما خاصے پڑھے لکھے اور ذی فہم شخص ہوتے ہیں...... کیا انہیں یہ اندازہ نہیں ہوپاتا کہ یہ رقم کون دے رہا ہے اور کس مقصد کے لئے...... پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کا ضمیر بھی مطمئن رہتا ہو۔"

"انہیں علم ہوتا ہے...... ضرغام صاحب، لیکن ان کے ضمیر کو یہ کہہ کر سلا دیا جاتا ہے

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کہ ہم در حقیقت کمیونزم کا راستہ روکنا چاہتے ہیں، وہ اپنا امیج کچھ بلند کرنے کے لئے ان رہنماؤں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ہم کمیونسٹوں کی طرح تنگ نظر نہیں ہیں...... ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا ملک ناقابل تسخیر ہو جائے اور یہ کام آپ لوگ یعنی رہنما ہی سرانجام دے سکتے ہیں...... ہمارے دینی رہنما ان کے جھانسے میں آجاتے ہیں اور ان کی رشوت کو مذہب کے فروغ کے لئے عطیات سمجھ کر قبول کر لیا جاتا ہے، کچھ لوگ ان عطیات کو یا رشوت کو اپنی ذاتی عیش و عشرت کے لئے استعمال کرتے ہیں، مگر بیشتر رہنما اس رقم کو واقعی فلاحی کاموں کے فروغ پر خرچ کرتے ہیں اور یوں ان کے ضمیر مطمئن رہتے ہیں۔"

"لیکن علی احتشام صاحب...... اتنی بھاری رشوتیں دینے سے لوگوں کا کون سا مقصد پورا ہوتا ہے۔" ضرغام بیگ نے کسی قدر اُلجھن سے کہا۔

"ان عطیات کے عوض انہیں بااثر لوگوں کا غیر مشروط تعاون حاصل ہو جاتا ہے اور یہی ان کا اصل مقصد ہے۔"

"آپ کی یہ باتیں ہمارے لئے انکشاف سے کم نہیں...... حیرت انگیز انکشاف۔" ضرغام بیگ نے کہا...... علی احتشام صاحب آپ ہمیں ان انوکھی انٹیلی جنس ایجنسی کے بارے میں کچھ اور بتائیں...... آخر وہ لوگ کیسے ہمارے ملک اور ہمارے ملک کے آدمیوں کے بارے میں اتنی معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔"

"معلومات کا حاصل کر لینا تو کوئی کارنامہ نہیں ہے، اصل بات تو ان معلومات کو محفوظ رکھنا اور استعمال کرنا ہے۔" علی احتشام بولا...... اس ایجنسی میں ہر ملک کے لئے ایک الگ سیکشن ہے اور ہر سیکشن میں درجنوں افراد کام کرتے ہیں...... وہ افراد اپنے اپنے شعبے میں سپیشلسٹ کی حیثیت رکھتے ہیں...... میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں...... گزشتہ برس جب میں وہاں گیا تو ایک روز پاکستانی سیکشن کے ایک ماہر سے کسی منصوبے پر بات ہو رہی تھی...... اس ماہر نے کہا کہ اس منصوبے کے لئے لاہور کے صنعت کار میاں فلاں اور گوجرانوالہ کے وکیل چوہدری فلاں اور فیصل آباد کے فلاں سرکاری محکمے کے اہلکار، فلاں خاں

صاحب اور ڈی آئی خاں کے طالب علم رہنما فلاں بن فلاں لودھی کی خدمات اور تعاون حاصل کیا جاتا ہے...... اس نے مجھے ان سب کے ماضی اور حال کے علاوہ ان کی دلچسپیوں، ان کی پسند ناپسند اور دوستوں کی تفصیل بھی بتائی اور گھر کے پتے بھی، پھر یہ بھی کہ کس کس لالچ سے ان کا تعاون حاصل ہو سکتا ہے اور ضرغام بیگ کیا آپ یقین کریں گے کہ یہ ساری معلومات اس نے گفتگو کے دوران زبانی بتائیں...... بس اس مثال سے اس بات کا اندازہ کر لیں کہ ان لوگوں کا طریقہ کار کیا ہے اور کس طرح وہ ساری دنیا کو اپنے اشاروں پر نچاتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ بہت حیرت انگیز ہے۔" ضرغام بیگ توصیفی لہجے میں بولا۔ "اگر واقعی ایسا ہے تو پھر انہیں شعبان کے بارے میں بھی ضرور علم ہوگا، یہ کون ہے۔"

بشرطیکہ وہ واقعی کوئی اہم شخص ہو، جیسا کہ میرا اندازہ ہے۔" علی احتشام بولا۔

"آپ کے خیال میں یہ معلومات ہمیں کتنے عرصے میں ہو جائیں گی۔" ضرغام بیگ نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے میں۔" علی احتشام چند ثانیوں کے توقف کے بعد بولا۔

"میں ابھی کچھ دیر بعد ڈان پیڈرو سے ملاقات کر رہا ہوں...... اس سے میں کہوں گا کہ ہمیں شعبان کے متعلق کچھ معلومات درکار ہیں...... باقی کام صرف یہ ہوگا کہ یہ لوگ کتنی دیر میں اپنی ایجنسی سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں، کیونکہ وہاں تو صرف انہیں کمپیوٹر کا بٹن دبانا ہوگا اور ساری معلومات ایک سیکنڈ میں سامنے آجائیں گی...... شرط یہ ہے کہ اس کے متعلق واقعی وہاں معلومات محفوظ ہوں۔"

"اگر ہم اپنے طور پر اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش کریں تو......" کسی نے قدرے تذبذب سے کہا۔

علی احتشام نے جواب میں ذرا تامل کیا، پھر جیسے سوچتے ہوئے بولا۔

"ہاں...... یہ کوشش بھی کی جاسکتی ہے، مگر میں نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی ہلکا اور کمزور شخص ثابت ہوگا...... میں نے اس نوجوان کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اس سے گفتگو بھی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کی ہے، میرا اندازہ یہ ہے کہ وہ کوئی غیر معمولی شخص ہے اور اسی اندازے کی بنا پر مجھے توقع ہے کہ ڈان کے ملک میں اس کا ریکارڈ ضرور موجود ہوگا۔"

میرے جی میں آئی کہ وہ دروازہ جس میں، میں کان لگائے کھڑا تھا...... زور زور سے کھٹکھٹاؤں اور علی احتشام کو یہ یقین دلانے کی کوشش کروں کہ میں وہ ہرگز نہیں ہوں، جو وہ سمجھ رہے ہیں، لیکن ابھی میں اپنے اس ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنا سکا تھا کہ مجھے اس کمرے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی...... میں فوراً اس دروازے سے ہٹ کر اپنے بستر پر آ گیا۔

اگلے ہی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور دو لمبے تڑنگے، قوی آدمی اندر داخل ہوئے، ان دونوں کے پاس جدید طرز کی آٹومیٹک رائفلیں تھیں...... ان میں سے ایک آگے بڑھ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"آؤ...... شعبان صاحب...... ہمارے ساتھ چلو۔"

"کہاں......" میں نے اعتماد سے کہا۔

"جب وہاں پہنچو گے تو خود ہی جان لو گے۔" اس کا لہجہ تمسخر آمیز تھا۔

"میں علی احتشام سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں بستر سے اُٹھتے ہوئے بولا۔

"علی احتشام سے بھی ملاقات ہو جائے گی...... آپ۔"

"نہیں...... میں ابھی اسی وقت علی احتشام سے ملوں گا اور ان کے سوا کسی سے بات نہیں کروں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

میری بات سن کر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا...... ان کی نظروں میں مجھے ایک طنز آمیز سی چمک محسوس ہوئی...... پھر ان میں سے ایک مجھ سے مخاطب ہوا۔

"ٹھیک ہے...... آپ علی احتشام سے ہی بات کرنا، پر چلو تو سہی۔"

میں ان کے ہمراہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا...... میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے برابر والے کمرے میں لے جائیں گے، مگر وہ اس دروازے کے آگے سے گزر کر آگے بڑھ گئے۔

"کہاں لے جا رہے ہو تم مجھے؟" میں رُک گیا۔

"مگر وہ تو شاید اس کمرے میں ہیں۔" میں نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا۔" وہ چونک کر بولا۔

"میں...... میں نے ابھی ان کی آواز سنی ہے۔"

"اپنے کانوں کا علاج کراؤ شعبان صاحب...... علی احتشام اس کمرے میں نہیں ہیں...... وہ تو اوپر والی منزل پر ہیں۔"

"نہیں وہ اسی کمرے میں ہیں۔" میں نے سختی سے کہا...... "میں ان سے یہیں بات کروں گا۔"

"یار انور دروازہ کھول کر دکھا دو...... ان صاحب کو، ان کا شک دُور ہو جائے۔"

اس نے جھنجھلا کر اپنے رائفل بردار ساتھی سے کہا۔

رائفل بردار نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا...... میں نے قریب جا کر اندر کا جائزہ لیا...... یہ بلاشبہ وہی کمرہ تھا جس میں کچھ دیر پہلے میں نے ضرغام بیگ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا تھا، مگر اب اس میں دو نامانوس چہروں والے شخص بیٹھے تھے...... کمرے میں نہ علی احتشام تھا اور نہ ضرغام بیگ۔

"ہو گئی تسلی...... آؤ اب ہمارے ساتھ۔" رائفل بردار نے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"میں چل رہا ہوں...... ہاتھ چھوڑ دو میرا۔" میں نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

چند لمحوں کے بعد ہم بالائی منزل پر پہنچ گئے...... برآمدے میں سے گزرتے ہوئے میں نے جھانک کر نیچے دیکھا تو مجھے ایک گاڑی عمارت سے باہر جاتی ہوئی دکھائی دی۔

میرے رائفل بردار نگران مجھے ایک کشادہ کمرے میں لے گئے...... اس میں سستا سا فرنیچر بے ترتیبی سے بکھرا ہوا تھا۔

"کہاں ہے...... علی احتشام۔" میں نے لہجے کی سختی کو برقرار رکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ ادھر ہی بیٹھو...... ہم انہیں جا کر خبر کرتے ہیں۔" ایک رائفل بردار نے کہا اور

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دوسرے ہی لمحے وہ دونوں نہایت پھرتی سے باہر نکل گئے...... میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور علی اختشام کا انتظار کرنے لگا۔

چند منٹ کے صبر آمیز انتظار کے بعد، باہر کسی کے قدموں کی چاپ اُبھری، مگر جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ آنے والے میں علی اختشام ہے نہ ضرغام بیگ، وہ تعداد میں تین تھے اور تینوں میرے لئے قطعی اجنبی۔

وہ تینوں کمرے میں داخل ہوئے اور میرے قریب آکھڑے ہوئے...... اس کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ بند ہو گیا...... آنے والوں میں سے ایک جو دوسروں کی نسبت قدرے عمر رسیدہ تھا، ایک کرسی کھینچ کر میرے مقابل بیٹھ گیا۔

"کیسے ہو آپ شعبان صاحب۔" اس نے چند ثانیوں کے بعد گہری نظروں سے میرے چہرے کا جائزہ لیتے رہنے کے بعد کہا۔

"میں ٹھیک ہوں مگر آپ کون ہیں۔" میں نے لاتعلقانہ سنجیدگی سے کہا۔

"میرا نام فضل ہے اور میں آپ سے چند سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔" اس نے لہجے کو دانستہ مضبوط اور تحکمانہ بناتے ہوئے کہا۔

"مگر میں آپ کے یا کسی کے بھی سوالات کے جوابات دینے کا پابند نہیں ہوں...... میں علی اختشام سے بات کرنا چاہتا ہوں اور جلد سے جلد یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں شعبان صاحب کہ آپ جلد از جلد چلے جائیں، مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جب ہماری غلط فہمی دُور ہو جائے۔"

کیسی غلط فہمی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میرا۔"

"ٹھہریئے شعبان صاحب۔" وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولا...... "سوالات میں پوچھوں گا...... آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب بالکل سچ سچ دیں، کیونکہ اسی طرح ہماری غلط فہمی دور ہو سکتی ہے۔"

"مگر آپ ہیں کون اور کس حیثیت سے مجھ سے سوال کر رہے ہیں۔" میں نے آگے

کی طرف جھکتے ہوئے درشتی سے کہا...... "میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں کسی کے سوالات کے جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔"

"شعبان صاحب...... دوراندیش وہ ہوتا ہے جو صورت حال کی حقیقت کو تسلیم کرے۔" فضل پر سکون لہجے میں بولا۔ "اور حقیقت یہ ہے کہ آپ اس وقت ہماری تحویل میں ہیں، ہمیں یہ شک ہے کہ آپ کا تعلق ہمارے دشمنوں سے ہے...... ہم اپنا یہ شک دُور کرنا چاہتے ہیں اور اسی لئے چند سوالات۔"

"پہلے یہ بتائیے کہ آپ کی اصلیت کیا ہے اور آپ کے دشمن کون ہیں۔"

"یہ...... بتانا ہم ضروری نہیں سمجھتے اور نہ میرے خیال میں اس کا جاننا آپ کے لئے ضروری ہے۔"

"تو پھر میں بھی کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھتا اور نہ یہ جاننا آپ کے لئے ضروری ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

میرے قریب بیٹھے ہوئے شخص کا چہرہ ایک لمحے کے لئے تاریک ہو گیا، مگر فوراً ہی اس نے اپنے آپ پر قابو پالیا اور خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"دیکھئے شعبان صاحب! آپ اپنے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔"

"یہی بات میں آپ کے لئے بھی کہہ سکتا ہوں۔"

"دھمکی دے رہے ہو تم!" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خشونت آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ جو چاہیں سمجھ لیں۔" میں نے کندھے اچکا کر کہا۔

میری یہ بات سنتے ہی فضل کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکلنے لگیں...... اس نے اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا اور میرے چہرے پر ضرب لگانے کی کوشش کی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس میں کامیاب ہو سکتا، میں نے اس کی کلائی کو مضبوطی سے جکڑ لیا...... اس نے ایک ایک ہاتھ سے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی، مگر میری گرفت مضبوط تھی۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

فضل کے دونوں ساتھی جو قریب کھڑے خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، تیزی سے میری طرف بڑھے...... میں فوراً کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہوا، فضل کی کلائی ابھی تک میرے ہاتھ میں تھی...... میں نے پوری قوت سے اسے اپنی طرف جھٹکا دیا...... وہ سر کے بل اس کرسی پر جاگرا، جس پر میں چند سیکنڈ پیشتر بیٹھا ہوا تھا...... میں پھرتی سے ایک طرف ہٹا اور اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ دونوں میرے بالکل قریب آپہنچے تھے...... میں نے وقت کے مختصر ترین وقفے میں ان دونوں کا جائزہ لیا...... ان میں سے ایک جو نسبتاً مجھ سے زیادہ قریب تھا...... چھریرے بدن کا ایک نوجوان تھا، جبکہ دوسرا قدرے پختہ جسم کا تنومند شخص تھا۔

وہ نہایت تیزی سے میری طرف لپکے تھے اور مجھ پر جھپٹنے ہی والے تھے، مگر شدت شوق میں وہ زیادہ چوکس نہیں رہ سکے تھے...... میں نے جھکائی دے کر خود کو ان کی ضرب سے بچایا اور پھر فوراً ہی پلٹ کر کراٹے کی ایک بھرپور ضرب چھریرے بدن والے نوجوان کی گردن پر لگائی، جو بے اختیار نیچے جھکتا چلا گیا...... اس دوسرے شخص نے میری کمر کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا...... میں پھرتی سے اپنے پیروں پر گھوم گیا...... اگلے ہی لمحے میں خود کو اس کی گرفت سے آزاد کر چکا تھا اور اس سے کم از کم چار فٹ پر پہنچ چکا تھا۔

مجھے اس کے اگلے اقدام کا بخوبی اندازہ تھا...... میری توقع کے عین مطابق وہ جھنجھلا کر دانت پیستا ہوا اس طرح میری طرف بڑھا کہ اس کا سر اور کندھے ذرا سے جھکے ہوئے تھے اور دونوں ہاتھ دوبارہ مجھے گرفت میں لینے کے لئے پھیلے ہوئے تھے...... میں جوابی اقدام کے لئے پوری طرح مستعد اور چوکس تھا، جیسے ہی وہ آگے بڑھا میری دائیں ٹانگ فضا میں بلند ہوئی اور میرے جوتے کی ایڑی پوری قوت سے اس کے سینے سے ٹکرائی۔

ضرب اتنی شدید تھی کہ اس کے قدم فرش سے اُکھڑ گئے اور وہ کمر کے بل، کونے میں پڑے ہوئے آہنی پلنگ پر جاگرا، لیکن مجھے سنبھلنے کا موقع نہ ملا...... ہماری کشمکش کے دوران فضل نجانے کب اُٹھ کر میری پشت پر آپہنچا...... جیسے ہی وہ تنومند شخص پلنگ پر گرا، کسی

نے سخت اور وزنی چیز سے میرے شانوں کے درمیان ضرب لگائی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا تو میری نظر فضل پر پڑی...... اس کے ہاتھ میں ایک لوہے کی راڈ نظر آرہی تھی...... وہ دوسرا وار کرنے کے لئے اسے فضا میں بلند کئے ہوئے تھا...... میں نے نہایت پھرتی سے اور بروقت ایک طرف ہٹ کر خود کو اس ضرب سے بچایا، ورنہ شاید اس آہنی راڈ سے میرا سر دولخت ہو چکا ہوتا۔

میں اسے تیسرا وار کرنے کی مہلت نہیں دے سکتا تھا...... وہ آہنی راڈ فضا میں گھوم کر یسے ہی فرش سے ٹکرائی، میں نے لپک کر اس کا دوسرا سرا تھام لیا۔

فضل نے جھنجھلائے ہوئے وحشیانہ انداز میں اس راڈ کو میری گرفت سے چھڑانے کے لئے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا، اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ایسے کاموں میں تجربہ کار یا بیت یافتہ ہرگز نہیں ہے...... میں نے راڈ کے دوسرے سرے پر اپنی گرفت مضبوط رکھی رو قفے وقفے سے اپنی طرف جھٹکے دیتا رہا...... پھر جب میں نے محسوس کیا کہ وہ دونوں ہاتھ ے راڈ کو تھام کر اپنے جسم کی تمام تر قوت سے اپنی جانب کھینچ رہا ہے تو میں نے راڈ کو اچانک وڑ دیا۔

فضل اپنے ہی زور میں پیچھے کی طرف لڑکھڑایا اور اس کا دایاں ہاتھ جس سے وہ راڈ کو ے ہوئے تھا...... بے اختیار فضا میں بلند ہو گیا...... میں اسی لمحے کا منتظر تھا، میری دائیں ب ایک بار پھر فضا میں بلند ہوئی اور میرے جوتے کی نوک پوری طاقت سے اس کی کلائی ے ٹکرائی۔

فضل کے حلق سے ایک کراہ بلند ہوئی...... راڈ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جاگری وہ بری طرح اپنا ہاتھ جھٹکنے لگا...... اپنی دوسری ناکامی پر وہ بری طرح جھنجھلا گیا...... شدید ں میں چیختا اور دانت پیستا ہوا، دیوانہ وار مجھ پر جھپٹا، مگر اس کا یہ غیظ و غضب اس کے بجائے ے لئے مفید ثابت ہوا...... میں نے پہلے تو اس کے دونوں پھیلے ہوئے بازوؤں پر کراٹے وار کئے، پھر جب وہ پیچھے ہٹنے لگا تو میں نے اسے گھونسوں پر رکھ دیا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

چند ہی لمحوں کے بعد فضل فرش پر بے ہوش پڑا تھا، اس کے چہرے پر جا بجا نیل پڑ چکے تھے اور ناک اور ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا...... اس دوران فضل کے دونوں ساتھی پوری طرح ہوش میں آ چکے تھے...... چھریرے بدن کا آدمی جو بڑے جوش میں میری طرف بڑھا تھا...... فضل کا حشر دیکھ کر اچانک پیچھے ہٹا اور دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا، مگر فضل کا دوسرا ساتھی نہایت بے خوفی سے مجھ پر حملہ آور ہوا۔

میں اس دروازے کی جانب رخ کئے کھڑا تھا...... جب اچانک اس کا زوردار گھونسا میری گردن پر پڑا، میں نہایت پھرتی سے اس کی طرف مڑا مگر وہ دوسری ضرب میرے جبڑے پر لگانے میں کامیاب ہو گیا۔

ضرب خاصی شدید تھی، مجھے یوں لگا جیسے میرے منہ کے اندر گوشت کٹ گیا ہے، پھر جب خون کا ذائقہ میں نے اپنی زبان پر محسوس کیا تو طیش کی ایک لہر میرے رگ و پے میں جھنجھلا گئی۔

وہ مجھ پر ضرب لگانے کے بعد نہایت مستعدی کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا تھا، اتنا پیچھے کہ میرا ہاتھ اس کے چہرے یا جسم تک نہیں پہنچ سکتا تھا...... میرے پاس اپنی ٹانگ استعمال کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور میں نے بلا سوچے سمجھے یہی کیا بھی، لیکن یہ میری غلطی تھی۔

فضل کا وہ تنومند ساتھی، میرا یہی داؤ ابھی چند منٹ پہلے بھگت چکا تھا، اس لئے وہ میری طرف سے غافل نہ تھا، بلکہ شاید وہ میرے اسی داؤ کا منتظر تھا...... اس کی نظریں میری ٹانگ پر ہی جمی ہوئی تھیں...... نہایت تیزی سے پیچھے ہٹ کر اس نے اپنے آپ کو میری اس ضرب سے بچایا اور پھر اس سے پہلے کہ میرا پاؤں دوبارہ اپنے مقام پر آتا...... اس نے دونوں ہاتھوں سے میری پنڈلی کو جکڑ لیا اور پوری طاقت سے اپنی طرف جھٹکا دیا۔

میرے لئے اس کی یہ حرکت قطعی غیر متوقع تھی...... میں ایک پیر پر اپنے جسم کا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور کمر کے بل فرش پر آ رہا...... اس نے مجھے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور دھاڑتا ہوا مجھ پر آن گرا...... دونوں گھٹنے میرے پیٹ پر رکھ کر اس نے چند زوردار ضربیں

برے چہرے پر لگائیں۔

میں نے بایاں ہاتھ اٹھا کر اس کے اگلے وار کو روکا اور دائیں ہاتھ سے اس کے نرخرے کو دبوچ لیا، میری انگلیاں چشم زدن میں، اس کے گلے میں اتنی مضبوط اور گہری پیوست ہو گئیں کہ وہ بے اختیار تڑپنے لگا...... جب مجھے یہ احساس ہو گیا کہ چند ثانیوں تک وہ مجھ پر دوسری ضرب لگانے کے قابل نہیں رہا تو میں نے اس کا بازو چھوڑا اور بائیں ہاتھ سے کراٹے کی چند ضربیں اس کی پیشانی، ناک اور کنپٹی پر لگائیں۔

وہ شخص اُچھل کر میرے پیٹ پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بے اختیار اپنا گلا سہلانے لگا...... اب اسے مزید ایک سیکنڈ کی مہلت دینا بھی خطرناک تھا...... میں بھی اچھل کر فرش سے اٹھا اور فضل کی طرح اس پر بھی لگاتار گھونسوں کی بارش کر دی۔

اس کے حلق سے چند زوردار چیخیں اور کراہیں بلند ہوئیں اور پھر کچھ ہی دیر کے بعد وہ بھی منہ کے بل فرش پر آ گرا، میں منتظر نظروں سے اس کی طرف اور فضل کی طرف دیکھ رہا تھا، مگر وہ دونوں بے حرکت تھے...... میں مطمئن ہو کر دروازے کی جانب لپکا مگر میرا یہ اطمینان لمحاتی ثابت ہوا۔

ابھی میں دروازے سے ایک دو قدم دور ہی تھا کہ دروازہ ایک زوردار دھماکے سے کھلا اور اس کے ساتھ ہی پانچ چھ آدمی اندر آ گئے...... ان میں سے دو تو وہی رائفل بردار تھے، جو مجھے اس کمرے میں لائے تھے ان کی رائفلوں کی نالیں میری طرف اُٹھی ہوئی تھیں اور ان کی انگلیاں ٹریگر پر جمی تھیں...... باقی تین افراد میں سے بھی ایک کے ہاتھ میں ریوالور اور ایک کے ہاتھ میں چاقو نظر آ رہا تھا، جبکہ تیسرا شخص غیر مسلح تھا اور وہی سب سے آگے تھا۔

"ہاتھ اُوپر اٹھالو!" غیر مسلح شخص نے مجھ سے مخاطب ہو کر درشتی سے کہا اور اچٹتی نظر سے فرش پر پڑے فضل اور اس کے ساتھی کے بے ساکت جسموں کو دیکھا۔

تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا...... میں نے دونوں ہاتھ اٹھا لئے...... وہ شخص میری طرف سے مطمئن ہو کر تیزی سے فضل اور اس کے بے ہوش ساتھی کی طرف بڑھا...... چند

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سیکنڈ تک ان کی نبضیں ٹٹولتا رہا، پھر پلٹ کر اپنے ساتھ آنے والوں سے مخاطب ہوا......

"جلدی سے کسی ڈاکٹر کو فون کرو...... اور ہاں...... اس حرام زادے کو بھی نیچے لے جاؤ اور بند کر دو۔"

دونوں رائفل بردار مستعدی سے آگے بڑھے اور رائفلوں کی نالیں میرے پہلو سے لگا دیں...... میں نے ایک نظر ان پر ڈالی، پھر غیر مسلح شخص سے مخاطب ہو کر اطمینان سے بولا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں کہیں......"

میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ پشت کی جانب سے کسی نے شاید ریوالور کا دستہ پوری طاقت سے میری کنپٹی پر مارا...... میری آنکھوں میں چنگاریاں سی پھوٹیں اور مجھے یوں لگا...... جیسے میری کھوپڑی چیخ گئی ہو...... چند سیکنڈ کے لئے میرا ذہن معطل ہو کر رہ گیا اور آس پاس کی ہر شے میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی، مگر جلد ہی میں سنبھل گیا...... سر جھٹک کر میں تیزی سے مڑا کہ اس شخص سے نمٹ سکوں، جس نے مجھے ضرب لگائی تھی کہ میں ابھی اس کی صورت بھی واضح طور پر نہ دیکھ سکا تھا کہ ریوالور کا دستہ، دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ قوت سے اسی جگہ پر پڑا اور اس کے ساتھ ہی اندھیرے تیزی سے میرے وجود سے لپٹتے چلے گئے۔

✿✿✿

اس بار میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے چاروں طرف گہری تاریکی کو مسلط پایا...... میں فوراً اُٹھ کر بیٹھ گیا...... ہاتھوں سے اِدھر اُدھر ٹٹول کر دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ میں کسی ہموار مگر سخت فرش پر پڑا ہوں...... وہیں بیٹھے بیٹھے میں نے بغور چاروں طرف دیکھا...... ایک جانب مجھے روشنی کی ایک باریک، عمودی لکیر دکھائی دی...... یہ شاید کسی دروازے کی جھری تھی۔

میں فوراً روشنی کی اس لکیر کی جانب لپکا، مگر فرش سے اُٹھتے ہی مجھے چکر آ گیا اور کنپٹی پر

بت کی تیکھی لکیر سی کھینچ گئی...... میرا ہاتھ بے اختیار کنپٹی پر پہنچ گیا، وہاں ایک گومڑ نمودار
چکا تھا اور خون جما ہوا تھا۔

میں اپنی کنپٹی کو سہلاتا ہوا...... اس باریک روشن لکیر کے پاس پہنچا...... وہ واقعی دروازہ
، میں نے اس جھری سے جھانک کر دیکھا تو دروازے کے اس پار مجھے ایک مختصر سا صحن
ائی دیا، صحن میں تیز روشنی تھی، مگر صحن کی آخری دیوار کے اوپر گہری تاریکی تھی...... میں
، سر کو دائیں بائیں ہلا کر دور تک دیکھنے کی کوشش کی، مگر وہ جھری اتنی باریک تھی کہ صحن
یک انتہائی مختصر سا حصہ ہی مجھے دکھائی دے سکا۔

دروازہ باہر سے بند تھا...... میں نے اس جھری سے نگاہیں ہٹائیں اور غور سے سونگھنے
...... دروازے کے قریب ہی بائیں جانب کوئی موجود تھا...... غیر ارادی طور پر میرے ہاتھ
ازہ دھڑ دھڑانے کو اُٹھے، مگر پھر میں نے اپنے ہاتھ پیچھے ہٹا لئے۔

میں دروازے کے قریب سے ہٹ کر دوبارہ فرش پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا، یہ درست تھا
طیش کے عالم میں، میری اضطراری حرکتیں لاحاصل اور بے مقصد رہی تھیں، مگر میں ہاتھ
اتھ دھرے بیٹھے رہنے کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتا تھا...... اس عمارت سے اور ان
ں کے چنگل سے جلد از جلد فرار ہونا میرے لئے انتہائی ضروری تھا...... علی احتشام کے
ے کے مطابق اگر واقعی انہوں نے سی آئی اے سے میرے متعلق معلومات حاصل کر لیں
ہرے لئے نئی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں، مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہاں سے فرار کیسے ہوا جائے۔

میں کافی دیر تک اسی اُلجھن کو سلجھانے کی کوشش میں مصروف رہا، مگر کوئی تسلی بخش
مجھے سجھائی نہ دیا، لیکن بہت عام اور بچگانہ سی ترکیب یہ تھی کہ میں دروازہ کھٹکھٹا کر یا پکار کر
کو اپنے کمرے میں بلاؤں اور پھر کسی طرح اس پر قابو پا کر کمرے سے نکل جاؤں، مگر اس
لئے ضروری تھا کہ باہر میری نگرانی پر صرف ایک ہی آدمی مامور اور کمرے سے...... نکل
ارت کی چار دیواری سے باہر پہنچنے تک مجھے کسی اور مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے، جس کا
ن بہت کم تھا۔

میں اس ترکیب کو رد کر کے فرار کے دوسرے امکانات پر غور کرنے لگا، مگر پھر اچانک

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

مجھے خیال آیا کہ کمرے کے باہر گہری خاموشی طاری ہے...... دور و نزدیک کہیں سے بھی نہ تو انسانی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور نہ ٹریفک وغیرہ کا کوئی شور تھا...... میں فوراً اٹھ کر دروازے کے پاس گیا اور اس سے کان لگا کر باہر کی آوازیں سننے کی کوشش کرتا رہا، مگر مجھے کوئی آواز نہ سنائی دے سکی۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ عمارت بالکل ویران ہو چکی ہو، مگر یہ ممکن نہ تھا...... اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ اس وقت آدھی رات یا اس کے بعد کا کوئی وقت ہے اور عمارت کے تمام یا بیشتر مکین سو رہے ہیں...... یہ وقت اور یہ خاموشی میرے لئے مفید ثابت ہو سکتی تھی۔

میں نے ایک بار پھر دروازے کی روشن جھری سے آنکھ لگائی اور باہر کا منظر دیکھنے لگا...... صحن کا جو انتہائی مختصر حصہ مجھے دکھائی دیا، وہ پہلے کی طرح اب بھی کسی ذی روح کے وجود سے خالی تھا اور بیرونی دیوار کے اوپر جو گہری تاریکی نظر آ رہی تھی...... اس سے پتا چلتا تھا کہ وقت کے بارے میں میرا اندازہ غلط نہیں ہو گا۔

میں نے چند لمحوں کے لئے اپنے اگلے اقدام پر غور کیا، پھر دھیرے دھیرے کراہنا شروع کر دیا...... لمحہ بہ لمحہ، میں اپنی آواز بلند کرتا رہا...... پھر آگے بڑھ کر میں نے دروازے پر دستک دی اور کسی قدر اونچی آواز میں پکارا۔

"کوئی ہے۔"

"دروازے کہ اس بار قدموں کی آواز ابھری، جو دروازے کے بالکل قریب آ کر رک گئی...... چند ثانیے باہر خاموش رہی، اس دوران میں ہولے ہولے کراہتا رہا، پھر آخر کار باہر سے آواز آئی۔

"کیا بات ہے کیوں چیخ رہے ہو۔"

"پپ...... پا...... پانی!" میں نے ایسی آواز میں کہا، جیسے میں شدید اذیت میں مبتلا ہوں۔

"صبر کرو...... پانی صبح ملے گا......" باہر سے آواز ابھری۔

"خدا کے لئے...... بھائی...... میں...... میں مر رہا ہوں پیاس سے اور...... تکلیف سے...... تھوڑا سا...... صرف تھوڑا سا پانی...... پلا دو۔" میں نے انتہائی لجاجت سے کہا۔

"تکلیف...... کیا تکلیف ہے تمہیں۔"

"مجھے...... تیز بخار ہو رہا ہے...... اور...... اور...... سر بھی درد کے مارے پھٹا جاتا ہے اور پیاس...... ہائے۔" میں کراہتے ہوئے بولا۔

"اچھا......" باہر ہے، ذرا توقف سے کہا گیا۔ "کہو تو کسی کو خبر کروں۔"

"جس کو جی چاہے خبر کر دو...... مگر...... پہلے مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو...... تمہاری مہربانی ہو گی۔" میں نے لہجے کو التجائیہ بناتے ہوئے کہا۔

باہر کچھ دیر خاموشی رہی، پھر بہت دھیمی آواز آئی۔

"اچھا...... ایک منٹ ٹھہرو، میں پانی لاتا ہوں۔"

دور جاتے ہوئے قدموں کی چاپ ابھری تو میں دروازے کے پاس سے ہٹ کر کمرے کے وسط میں فرش پر آ کر لیٹ گیا...... کچھ دیر کے بعد پھر قدموں کی چاپ سنائی دی، جو دروازے کے بالکل سامنے پہنچ کر رک گئی...... میں بے تابی سے دروازہ کھلنے کا منتظر تھا، مگر دروازہ کا ہینڈل چند سیکنڈ کی خاموشی کے بعد گھوما...... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دروازہ کھولنے سے پہلے کسی جھری سے یا تالے کے سوراخ سے میرا جائزہ لیتا رہا ہے...... میں نڈھال انداز میں فرش پر پڑا ہولے ہولے کراہتا رہا۔

دروازہ کھلا، اس کے ساتھ ہی باہر سے روشنی کی ایک لکیر کمرے کے اندر داخل ہوئی...... میں نے سر اٹھا کر آنے والے کا جائزہ لیا اور پھر نقاہت بھرے انداز میں فرش پر گرا دیا...... اس ایک نظر میں میں اس شخص کا جائزہ لے چکا تھا...... وہ درمیانے قد اور درمیانی جسامت کا مالک تھا...... ایک آٹومیٹک رائفل اس کے دائیں ہاتھ میں تھی، جبکہ بائیں ہاتھ میں وہ ایک پلاسٹک کی چھوٹی بالٹی اٹھائے ہوئے تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے سوئچ دبا کر لائٹ جلائی...... میں نے فوراً آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور کراہتے ہوئے بولا۔

"یہ روشنی بھی مجھے تکلیف دے رہی ہے، بھائی...... اسے بند ہی رہنے دو۔"

"ابھی بند کر دیتا ہوں...... تم پہلے پانی پی لو۔" اس نے بالٹی میرے پیروں کے پاس

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

رکھ دی۔

"ذرا مجھے سہارا دے کر اٹھا دو...... میرے لئے تو سر اٹھانا بھی دشوار ہو رہا ہے۔" میں نے رُک رُک کر نقاہت بھری آواز میں کہا...... وہ شخص غیر ارادی طور پر میری طرف بڑھا، مگر پھر کچھ سوچ کر رُک گیا۔

"ہمت کرو اور خود ہی اُٹھ کر پانی پی لو...... جلدی کرو مالک کو پتہ چل گیا تو وہ میری کھال کھنچوا دیں گے۔"

میں نے کہنیاں فرش پر ٹیکتے ہوئے اُٹھنے کی کوشش کی، مگر ذرا سا اُٹھ کر کراہتے ہوئے دوبارہ سر فرش پر ڈال دیا...... پھر پہلو کے بل ہو کر میں نے دایاں ہاتھ فرش پر لٹکایا اور دوبارہ آہستہ آہستہ اپنے دھڑ کو اُوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا...... اس دوران میں ہولے ہولے کراہتا ہی رہا...... جیسے ہی میرا آدھا دھڑ فرش سے علیحدہ ہوا، میں نے زور کی ہائے کی اور پھر اپنے آپ کو فرش پر گرا دیا۔

میں نے کنکھیوں سے رائفل بردار کا جائزہ لیا، اس کے چہرے پر فکرمندی اور ترحم کا تاثر تھا...... مزے کی بات یہ تھی کہ اس کے یہ تاثر دیکھ کر میرے دل میں اس کے لئے جذبہ ترحم پیدا ہوا، اس لئے کہ میں اس کے نیک اور قابل تحسین جذبے سے ناجائز فائدہ اٹھانے والا تھا۔

اس نے رائفل کی نالی کو مضبوطی سے تھاما اور دوسرا ہاتھ پھیلا کر میری جانب بڑھا، تاکہ مجھے سہارا دے کر کھڑا کر سکے...... میری آنکھیں بظاہر نیم وا تھیں، لیکن میں اس کی ہر حرکت کا بغور جائزہ لے رہا تھا، وہ ایک لمحے کو بھی اس بات سے غافل نہیں ہوا تھا کہ میری حیثیت ایک قیدی کی ہے اور اسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا ہے...... اس نے اپنا بایاں ہاتھ مجھے سہارا دینے کے لئے ضرور آگے بڑھایا تھا، مگر اس کا دایاں ہاتھ بدستور رائفل کے دستے پر تھا اور انگلی ٹریگر پر، لیکن یہ محض اس کی خوش فہمی تھی، بائیں ہاتھ کی مدد کے بغیر وہ نشانہ نہیں لے سکتا تھا۔

وہ انتہائی محتاط انداز میں چلتا ہوا بالآخر میرے قریب آ بیٹھا اور بایاں ہاتھ میری گردن

ے نیچے رکھ کر اٹھایا...... میں نے دانستہ اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا، تاکہ اسے یہ اندازہ نہ ہو سکے ہ میں بیماری اور نڈھال ہونے کی اداکاری کر رہا ہوں۔

میں کراہتا ہوا اُٹھ کر بیٹھ گیا...... پانی کی بالٹی میری پہنچ سے اب بھی خاصی دُور تھی، ں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر لگائیں اور ہانپتے ہوئے اٹک اٹک کر بولا۔

"بہت مہربانی تمہاری بھائی...... اس نیکی کا اجر تمہیں اللہ دے گا...... اب...... اب ذرا یہ ہربانی...... بھی کرو کے بالٹی اٹھا کر مجھے پکڑا دو۔"

وہ کچھ دیر تک شک بھری نظروں سے مجھے دیکھتا رہا...... میں سر جھکائے دائیں بائیں س طرح جھولتا رہا...... جیسے بیٹھنے کا یہ عمل بھی میرے لئے اذیت ناک ہو رہا ہے...... وہ طمئن سا ہو کر اُٹھا اور بالٹی کی طرف بڑھا۔

یہی لمحہ ہے!" میں نے اپنے آپ سے کہا اور اس کے ساتھ ہی میرے اعصاب تن لئے...... اس نے جیسے ہی دوسری طرف رُخ کیا، میں نے پھرتی سے اپنی ٹانگ اٹھائی اور اس نداز سے اس کی ٹانگوں میں اڑائی کہ وہ منہ کے بل فرش پر آ رہا۔

مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں گرتے ہوئے اس کی انگلی ٹریگر پر نہ دب جائے...... میں نے لک جھپکنے میں اپنی ٹانگ پیچھے کھینچی اور اُچھل کر اس کی رائفل کو مضبوطی سے تھاما اور ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ لیا۔

وہ گرتے ہی فوراً سیدھا ہو گیا، مگر اب رائفل میرے ہاتھ میں تھی اور اس کی نال اس کے سینے کو چھو رہی تھی...... اس نے چیخنے کے لئے منہ کھولا، مگر فوراً ہی اسے صورت حال کی نگینی کا احساس ہو گیا...... چیخ اس کے گلے میں گھٹ کر رہ گئی۔

"خود...... خدا...... کے لئے...... مم...... مجھے...... نہ مارنا...... میرا...... میرا کوئی قصور ہیں ہے...... میں غریب۔"

آنکھوں کے سامنے موت کو دیکھ کر اس کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا اور زبان ہکلا ہی تھی...... اس کی بات پوری ہونے سے پہلے میرا ہاتھ اٹھا اور نہایت تیزی اور بھرپور قوت کے ساتھ اس کی گردن پر پڑا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

کھڑے ہاتھ کا یہ بھرپور وار گردن کے ایک مخصوص حصے پر پڑا تھا...... اسے چیخنے یا کسی کو پکارنے کی مہلت ہی نہ مل سکی...... دوسرے ہی لمحے وہ میرے قدموں میں بے حرکت پڑا تھا۔

میں نے بالٹی اٹھا کر منہ سے لگائی، پانی پیا اور پھر رائفل کو مضبوطی سے تھام کر دروازے میں آ گیا...... دروازہ ایک مختصر سے برآمدے میں کھلتا تھا...... برآمدے کے دائیں سرے پر ایک بند دروازہ تھا اور برآمدے کے آگے ایک مختصر سا صحن تھا۔

صحن کے اختتام پر غالباً بنگلے کی بیرونی دیوار تھی، جو زیادہ اُونچی نہیں تھی، دیوار کے ساتھ ایک لمبی سی کیاری تھی، جسمیں بوگن ویلیا کی بیلیں تھیں...... پھولوں کے پودے تھے اور دو چھوٹے چھوٹے درخت صحن اور برآمدے میں کوئی شخص موجود نہ تھا۔

میں دبے پاؤں چلتا ہوا برآمدے سے نکلا، صحن عبور کیا اور بیرونی دیوار تک جا پہنچا...... بوگن ویلیا کی گھنی بیل کی اوٹ میں رک کر میں نے پھر پیچھے کی طرف دیکھا...... کہیں کوئی حرکت تھی، نہ کوئی آواز۔

میں نے سر اُٹھا کر دیوار کا جائزہ لیا...... دیوار میرے قد سے کم و بیش چار فٹ بلند تھی، مگر میں بیل کو تھام کر اس کے بالائی سرے تک پہنچ سکتا تھا...... دیوار پر چڑھنے سے پہلے چند سیکنڈ تک میں بہت غور کرتا رہا۔

بنگلے کے باہر مسلح چوکیدار موجود تھا جو ٹہلتا ہوا مسلسل بنگلے کے چکر لگا رہا تھا...... انتہائی صبر سے میں اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ وہ پہریدار، دیوار کے اس پار میرے قریب سے گزر کر آگے بڑھ جائے...... چند لمحوں کے بعد وہ مکان کے دائیں کونے پر محسوس ہوا، پھر دھیرے دھیرے حرکت کرتا میرے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔

جیسے ہی وہ مکان کے بائیں کونے سے مڑا، میں نے بوگن ویلیا کی بیل کو تھاما اور اُچھل کر ایک ہی جست میں دیوار کے بالائی سرے کو تھام لیا۔

آہستہ آہستہ میں نے اپنا دھڑ اُوپر اُٹھا لیا...... جب میرا چہرہ دیوار سے بلند ہوا تو میں اپنے جسم کا سارا بوجھ دونوں ہاتھوں پر ڈال کر چند سیکنڈ تک باہر کا جائزہ لیتا رہا۔

میرے سامنے ایک وسیع ڈھلان تھا، جس پر کہیں کہیں اکا دکا روشنیاں نظر آ رہی

تھیں، مگر خوش قسمتی سے اس مکان کے قریب کوئی مکان نہیں تھا...... میں نے مطمئن ہو کر اپنے دھڑ کو جھٹکے سے اُوپر اٹھایا اور دیوار پر چڑھ گیا۔

عمارت کا اندرونی فرش خاصا اُونچا تھا...... اس لئے باہر کی جانب دیوار نسبتاً زیادہ اُونچی تھی...... رات تاریک تھی، مگر دُور سے آنے والی مدہم روشنی میں مجھے اتنا اندازہ ہو گیا کہ باہر کی جانب اُونچی گھاس اور جھاڑیاں موجود ہیں...... میں نے اللہ کا نام لیا اور دیوار سے چھلانگ لگا دی۔

جھاڑیاں خاردار تھی اور گھاس کی پتیاں نوکدار، میرے بازوؤں، پنڈلیوں اور پیروں پر خراشیں آ گئیں، مگر مجھے اس کی زیادہ پروانہ تھی...... اس سے پہلے دیوار پر چڑھتے وقت بوگین ویلیا کے کئی نوکیلے کانٹے بھی میرے ہاتھ کو زخمی کر چکے تھے۔

میں نے اندازہ لگایا کہ مسلح پہریدار عمارت کے گرد اپنا چکر پورا کرنے کے بعد دوبارہ اس طرف آنے والا ہے، مگر میں اس کی طرف سے فکرمند نہیں تھا...... ڈھلان کی اُونچی، گھاس گھنی جھاڑیاں اور تاریکی، مجھے اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دینے کے لئے کافی تھیں۔

میں جانوروں کی طرح چاروں ہاتھوں پاؤں پر چلتا ہوا ڈھلان پر تیزی سے اترنے لگا، کافی دُور جا کر میں رکا اور ذرا سا سر اُٹھا کر پیچھے کی طرف دیکھا...... پہریدار، بنگلے کی عقبی، دیوار کا چکر پورا کر کے دائیں کونے پر مڑ رہا تھا...... اس کی مطمئن اور تھکی تھکی چال سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے نہ تو میرے فرار کا کوئی اندازہ ہے اور نہ وہ مسلح شخص جسے میں بے ہوش کر کے آیا ہوں، ابھی تک ہوش میں آیا ہے۔

چند ہی منٹ کے بعد میں قصبے کے آباد اور روشن علاقے میں پہنچ گیا...... ایک نکڑ پر روشنی کے کھمبے کے نیچے رک کر میں نے اپنا جائزہ لیا...... میرا لباس میلا اور شکن آلود تھا، مگر کہیں سے پھٹا ہوا نہیں تھا...... میرے ہاتھوں اور بازوؤں پر خراشیں پڑی ہوئی تھیں اور کہیں کہیں خون کے قطرے جمے ہوئے تھے۔

ایک جگہ مجھے پانی کا نل نظر آیا...... میں نے اپنے ہاتھ اور بازو وغیرہ اچھی طرح دھوئے ہاتھوں کی مدد سے بالوں کو سنوارہ اور مطمئن انداز سے چلتا ہوا مال کی جانب بڑھ گیا۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

مری کا سیزن ابھی شروع نہیں ہوا تھا، مگر مال پر اس وقت بھی تھوڑی بہت رونق موجود تھی...... دکانیں بند تھیں، لیکن ہوٹل کھلے ہوئے تھے...... ایک بڑے ہوٹل کے سامنے تو ابھی تک کاریں کھڑی ہوئی تھیں اور شیشوں کے بڑے دروازے کے اس طرف چند لوگ کھانے میں مشغول نظر آرہے تھے......اس ہوٹل کے سامنے سے گزرتے ہوئے، مجھے ڈائننگ ہال کا کلاک دکھائی دیا، جس کی سوئیاں ڈیڑھ بجا رہی تھیں۔

میں اس ہوٹل کے سامنے سے گزر کر آگے بڑھ گیا...... خوش قسمتی سے چند سو روپے ابھی تک میری جیب میں پڑے رہ گئے تھے...... علی احتشام کے ساتھیوں نے میرے لباس کی اچھی طرح تلاشی لی تھی، لیکن ان نوٹوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا...... میں مری کے کسی نچلے یا درمیانے درجے کے ہوٹل میں ایک رات باآسانی گزار سکتا تھا۔

چند قدم آگے جانے کے بعد مجھے ایک ہوٹل کا کھلا ہوا دروازہ دکھائی دیا...... میں بے دھڑک اس کے اندر داخل ہو گیا...... دروازے کے بالکل سامنے کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک عمر رسیدہ شخص کرسی پر نیم دراز بے سدھ پڑا تھا۔

میں نے اس کے سامنے پہنچ کر کاؤنٹر پر انگلیاں بجائیں تو وہ ہڑبڑا کر اُٹھ گیا۔

"ک...... کون ہو تم...... کیا بات ہے۔" وہ آنکھیں ملتے ہوئے سراسیمگی سے بولا۔

"مسافر!" "اس وقت؟ "اس نے سامنے لگے کلاک کو دیکھا...... پھر آگے کی طرف جھک کر میرا جائزہ لینے لگا۔

"ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی...... اس لئے دیر ہو گئی۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"گاڑی کہاں ہے تمہاری۔" اس نے دروازے سے باہر دیکھتے ہوئے شک بھری آواز میں کہا۔

"گاڑی...... وہ تو وہیں کھڑی ہے راستے میں، جہاں خراب ہوئی تھی...... میں تو لفٹ لے کر یہاں پہنچا ہوں۔" میں نے بلا توقف کہا۔

"سامان کہاں ہے آپ کا؟" اس کا لہجہ ذرا سا تبدیل ہوا۔

"سامان کوئی نہیں ہے میرے پاس...... میں یہاں کام سے آیا ہوں...... صرف ایک

دن کے لئے۔"

"اچھا خیر...... ٹھیک ہے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولا اور سامنے پڑا ہوا رجسٹر کھول لیا۔

"سو روپے کرایہ ہو گا، چوبیس گھنٹے کا، ایڈوانس...... نام کیا ہے آپ کا۔"

نام پتے کے اندراج سے فارغ ہو کر اس نے بورڈ سے ایک چابی اتاری اور میری طرف بڑھا دی۔

"چار نمبر کمرہ ہے نچلی منزل پر...... آپ خود چلے جائیں گے یا بیرے کو بلا دوں۔"

"نہیں چچا جان میں خود ہی چلا جاؤں گا، مگر...... کیا کچھ کھانے کو مل سکے گا، اس وقت۔" مجھے واقعی شدید بھوک محسوس ہو رہی تھی...... پچھلے چوبیس گھنٹوں سے میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔

"ہاں، ہاں...... کیوں نہیں...... آپ وہاں میز پر تشریف رکھیں...... میں ابھی ویٹر کو بلاتا ہوں۔"

کھانا زیادہ اچھا نہیں تھا، مگر شدید بھوک کی وجہ سے میں پیٹ بھر کر کھا گیا...... کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں کاؤنٹر پر جا کھڑا ہوا۔

"چچا جان فون تو ہو گا آپ کے پاس۔" میں نے نیم خوابیدہ منیجر کا شانہ ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... فون تو ہے، مگر اس وقت آپ کسے فون کرنا چاہتے ہیں۔"

"اسلام آباد اپنے ایک دوست کو۔"

منیجر نے ٹیلی فون دراز سے نکال کر میرے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دیا...... میں نے انسپکٹر رہاد کے دفتر کا نمبر ملایا، مگر وہاں سے معلوم ہوا کہ وہ بہت دیر پہلے گھر جا چکے ہیں...... میں ہن پر زور ڈالتے ہوئے یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ اس کے گھر کا فون نمبر کیا ہے، مگر نہ آسکا...... میں نے دوبارہ اس کے دفتر فون کیا اور گھر کا نمبر پوچھا، مگر انہوں نے یہ کہہ کر ل دیا کہ اس کے گھر کا کوئی نمبر نہیں ہے۔

اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں اگلی صبح کا انتظار کروں، میں نے ٹیلی فون سیٹ منیجر کی رف سرکا دیا، جو ایک بار پھر غنودگی کے عالم میں تھا اور چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

چل دیا۔

سوتے وقت میں نے اپنے دل میں طے کیا کہ صبح ہر قیمت پر میں سویرے جاگوں گا، تاکہ فرہاد سے بات کرنے کے بعد جلد اسلام آباد پہنچ سکوں...... مجھے معلوم تھا کہ وہ میری آواز سنتے ہی پہلے جی بھر کر گالیاں دے گا...... پھر تاکید کرے گا کہ مزید ایک منٹ ضائع کئے بغیر اس کے پاس پہنچوں، مگر اپنے اس ارادے کے باوجود صبح میری آنکھ بہت دیر سے کھلی۔ میں اُچھل کر بستر سے اترا، جلدی جلدی ہاتھ منہ دھویا اور اپنے کمرے سے نکل کر سیدھا کاؤنٹر پر آیا...... وہاں رات والے عمر رسیدہ شخص کے بجائے ایک بیزار صورت نوجوان بیٹھا ہوا تھا، مگر میرے کہنے پر اس نے بغیر کسی بے زاری کے ٹیلی فون سیٹ نیچے سے نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

میں نے فرہاد کا نمبر ڈائل کیا اور خود کو اس کی گالیاں سننے کے لئے تیار کرنے لگا...... دوسری طرف سے ہیلو کیا گیا تو میں نے فرہاد کی آواز فوراً پہچان لی۔

"میں شعبان بول رہا ہوں۔"

"ارے شعبان خدا کا شکر ہے تمہاری آواز سنی...... تم خیریت سے تو ہو ناں۔" میں اس کی یہ بات اور اس کی پر سکون آواز سن کر کسی قدر حیران سا ہو گیا، خلاف توقع اس نے گالیوں کی بوچھاڑ نہیں کی تھی۔

"کیا بات ہے فرہاد۔" میں پوچھے بغیر نہ رہ سکا...... میں تو یہ توقع کر رہا تھا کہ میری آواز سنتے ہی تم پہلے دس بارہ گالیاں نان سٹاپ پر برساؤ گے اور پھر فوراً اپنے پاس پہنچنے کا حکم صادر کر دو گے۔"

"یار شعبان......" فرہاد کی آواز اچانک بہت دھیمی ہو گئی...... "تھوڑی سی گڑبڑ ہو گئی ہے، تم ایسا کرو کہ اپنا ٹیلی فون نمبر مجھے بتاؤ اور اس کے قریب ہی رہو...... میں پانچ منٹ کے اندر خود تمہیں رنگ کروں گا۔"

فرہاد کے لہجے نے مجھے فکر مند کر دیا...... میں نے اسے ٹیلی فون کا نمبر بتایا اور ریسیو

رکھ دیا...... گھنٹی بجنے تک کا عرصہ میرے لئے طویل اور صبر آزما ثابت ہوا...... پھر جیسے ہی گھنٹی بجی، میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو...... شعبان۔"

"ہاں فرہاد یہ میں ہوں...... خیریت تو ہے نا۔" میں بے تابی سے بولا۔

"ہاں...... ہاں بالکل خیریت ہے...... تم سناؤ کل سے اب تک کہاں رہے اور یہ علی احتشام وغیرہ سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"

"علی احتشام۔" میں چونک کر رہ گیا...... "تمہیں یہ کیسے علم ہوا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ تھا۔"

"بھئی تم جہاز سے اتر کر ان لوگوں کے ساتھ کہیں چلے گئے تھے، یہ کیا چکر ہے۔"

"میرا ان کم بختوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، مگر تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی، کیا تم ایئرپورٹ پر موجود تھے۔"

"میں نہیں آسکا تھا...... میری اس روز اچانک ہی ایک اور جگہ ڈیوٹی لگا دی گئی تھی، مگر میں نے اپنے ایک ماتحت افتخار کو بھیجا تھا...... تمہیں ریسیو کرنے کے لئے تم شاید اسے نہ پہچان سکو، مگر وہ تمہیں پہچانتا ہے...... میں نے ایک مرتبہ اسے پہلے تمہارے پنڈی والے مکان پر بھیجا تھا۔"

"مگر تمہارا وہ ماتحت تو مجھے کل ایئرپورٹ پر کہیں نہیں دکھائی دیا۔"

"وہ لاؤنج میں تمہارا انتظار کر رہا تھا...... وہ شاید لاؤنج سے نکل کر تم تک پہنچ جاتا، مگر اس نے جب تمہیں احتشام علی کے ساتھ دیکھا تو وہ رُک گیا...... اس کے بعد وہاں ہنگامہ ہو گیا...... تب وہ لاؤنج سے نکل کر تمہاری طرف دوڑا، مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی تم احتشام علی وغیرہ کے ساتھ کار میں بیٹھ کر بھاگ گئے...... یہ حماقت تم نے کیوں کی...... علی احتشام وغیرہ کو تم کیسے جانتے ہو۔"

"اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے...... یہ محض اتفاق تھا کہ کل کی فلائٹ میں اس کی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

نشست میرے ساتھ تھی...... بس وہیں جہاز میں میرا اس سے تعارف ہوا اور جہاز سے اتر کر میں اس سے باتیں کرتا ہوا لاؤنج کی طرف چل دیا...... اب تم اسے میری حماقت کہہ لو یا محض اتفاق۔"

"یہ تو اتفاق سمجھا جاسکتا ہے، مگر تمہیں ان لوگوں کے ساتھ ایئرپورٹ سے فرار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ بھی میری ایک اور حماقت تھی، مگر اس وقت مجھے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا، میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ مسلح افراد صرف مجھے گرفتار یا ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں...... پھر جب تم بھی کہیں نظر نہ آئے تو میں نے یہی جانا کہ کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے اور اب میری زندگی خطرے میں ہے، بس اس لئے میں نے ایئرپورٹ سے فرار ہونے میں عافیت سمجھی۔"

"ایئرپورٹ سے فرار ہو کر تم کہاں گئے اور اب تک کہاں تھے۔"

میں نے تفصیل سے اسے گزشتہ ہونے والے واقعات کے متعلق بتایا اور پھر پوچھا۔

"یہ علی احتشام کا کیا چکر ہے...... وہ لوگ جنہوں نے کل ایئرپورٹ پر اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی...... کیا تمہارے محکمے کے لوگ تھے۔"

"نن...... نہیں...... وہ...... وہ ایک دوسرا گروہ ہے۔" فرہاد نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اچھا خیر...... اس بات کو گولی مارو...... اب مجھے بتاؤ کہ کیا کروں...... میں شاید کل رات ہی تمہارے پاس پہنچ جاتا مگر اس وقت یہاں سے سواری ملنا ناممکن تھا...... بہرحال اب میں گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے تک تمہارے پاس پہنچ سکتا ہوں۔"

"ابھی ٹھہر جاؤ شعبان۔"

"ٹھہر جاؤ، مگر کیوں۔" میں حیرانی سے بولا...... "میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کہ تھوڑی سی گڑبڑ ہوگئی ہے...... تمہیں دو تین دن انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کیسی گڑبڑ۔" میں جھنجھلا کر بولا۔

"اس گڑبڑ کا تعلق بھی علی احتشام سے ہے۔"

"علی احتشام...... میں کچھ سمجھا نہیں...... کھل کر بتاؤ۔"

"دیکھو یار شعبان...... تمہیں یہ تو یقیناً علم ہوگا کہ علی احتشام کو چند ماہ پہلے حکمران پارٹی کی سیکرٹری شپ سے ہٹا دیا گیا تھا، اس کارروائی کے پیچھے ایک گروپ کا ہاتھ تھا مگر گزشتہ رات تم نے جو باتیں علی احتشام کی چھپ کر سنی ہیں...... ان سے بھی تمہیں دونوں کی چپقلش کا اندازہ ہو گیا ہوگا...... چند برس پہلے تک یہ دونوں گروپ سابق حکمران پارٹی میں شامل تھے۔ یہ لوگ وقت کے ساتھ عقائد اور وفاداریاں بھی بدلتے رہتے ہیں اور ان کا نصب العین حصول منفعت کے سوا کچھ نہیں ہوتا...... ابن الوقتوں کے یہ گروہ چونکہ ہر دور میں بااختیار رہے ہیں، اس لئے ایک دوسرے کے ماضی، حال اور سرگرمیوں سے بھی پوری طرح آگاہ۔"

"لیکن یار...... ان ساری باتوں کا بھلا مجھ سے کیا تعلق۔" میں اس کی بات کاٹ کر بولا۔

"بتا رہا ہوں...... صبر سے سنو۔" فرہاد نے ڈانٹتے ہوئے کہا...... "میں تمہیں بتا رہا تھا کہ دونوں گروپ ایک دوسرے کے کرتوتوں سے بخوبی آگاہ ہیں...... علی احتشام اپنی شکست کا بدلہ لینے کو بے تاب تھا...... انہوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ اس گروپ کے کرتا دھرتا افراد کو ایسی مجرمانہ سرگرمیوں میں رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا جائے کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں...... کل کو فلائٹ سے علی احتشام اور ضرغام بیگ اور ان کے ساتھیوں کی یہاں آمد اسی سلسلے کی کڑی تھی، لیکن انہی کے کسی ساتھی کی بروقت مخبری سے مخالف گروپ اس منصوبے سے آگاہ ہو گیا اور انہوں نے راتوں رات ایسا چکر چلایا کہ علی احتشام گروپ کو لینے کے دینے پڑ گئے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ اس سیاسی چکر سے میری صحت کیسے خراب ہو سکتی ہے۔"

"میں اسی طرف آرہا ہوں۔" انسپکٹر فرہاد بولا۔

ہمارا سابق ایس ایس پی علی احتشام کے مداحوں میں سے تھا اور علی احتشام گروپ کے منصوبے سے اس کا گہرا تعلق تھا...... مخالف گروپ کے آدمیوں کی گرفتاری وغیرہ اسی کے ذریعے عمل میں آنے والی تھی...... تمہاری بدقسمتی یہ تھی کہ میں نے اسی سابق ایس ایس پی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سے تمہارے متعلق تفصیلی بات کی تھی اور اس نے مجھے اس سلسلے میں مکمل تعاون اور مدد کا یقین دلایا تھا...... پرسوں شام جب تم نے لاہور سے ٹیلی فون پر مجھ سے بات کی تھی...... اس وقت تک وہی ہمارا ایس ایس پی تھا اور میں تمہارے لئے انتظامات میں مصروف تھا، لیکن جب ان گروپوں کا چکر چلا تو مخالف گروپ نے اسی رات اعلیٰ سطح پر کارروائی کی...... رات گئے اس ایس ایس پی کی تبدیلی اور نئے ایس ایس پی کی تقرری کے احکامات آگئے...... پھر نہ صرف وہ ایس ایس پی بلکہ محکمے کے کئی دوسرے اعلیٰ افسروں کے بھی فوری تبادلے کر دیئے گئے...... پروگرام کے مطابق کل صبح مجھے ایئر پورٹ آنا تھا، لیکن اس کے سیول میں میری ڈیوٹی بھی ایک اور جگہ پر لگا دی گئی اور میرے سارے انتظامات پر پانی پھر گیا...... مجھے اور کوئی نہ مل سکا تو میں نے افتخار کو بھیجا کہ وہ ایئر پورٹ پر تم سے مل کر صورت حال سے آگاہ کر دیئے۔"

"یہ تو واقعی بڑی گڑبڑ ہو گئی...... اب مجھے کیا کرنا ہو گا۔" میں تشویش سے بولا۔

"تمہیں چند دن انتظار کرنا ہو گا، بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ابھی پنڈی یا اسلام آباد آنے کے بجائے تم مری ہی میں رہو تو بہتر ہے...... یہ سیاسی ہنگامہ ذرا سرد پڑ جائے تو میں نئے ایس ایس پی سے بات کروں گا اور از سر نو انتظامات کروں گا...... تم مجھ سے رابطہ رکھنا، جیسے ہی حالات سازگار ہوئے، میں تمہیں بلوا لوں گا...... فی الحال مزے کرو...... رقم کی ضرورت ہو تو بتاؤ، میں انتظام کر دوں گا۔"

"یار...... رقم تو میری اپنی بھی اچھی خاصی پنڈی کے ایک بنک میں جمع ہے...... میرے لئے مشکل یہ ہے کہ میں اپنے اکاؤنٹ سے رقم نہیں نکلوا سکتا، ہاں اگر چیک بک بنوا دو تو میرا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔"

"چیک بک بھی بن جائے گی، لیکن میں اپنے ایک آدمی کو کچھ رقم دے کر ابھی تمہارے پاس بھجواتا ہوں...... اس رقم کو تم اپنی رقم سمجھ کر خرچ کرو...... وہ آدمی نئی چیک بک کے لئے بنک سے ایک فارم بھی لیتا آئے گا...... تم دستخط کر کے اسے دے دینا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی بتا دو۔"

"نہیں فی الحال...... کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے...... بس تم کسی طرح جلد سے جلد میرا مسئلہ حل کروا دو۔"

"تم مطمئن رہو...... میری طرف سے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہو گی...... بس تم اپنا خیال رکھنا اور خود کو علی احتشام گروپ کے آدمیوں سے بھی دور رکھنا...... وہ لوگ اب تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے، اب مجھے اجازت دو تاکہ میں کسی کو تمہارے پاس بھجوانے کے انتظامات کر سکوں اور ہاں، اپنے ہوٹل کا نام تو تم نے بتایا ہی نہیں۔"

میں نے اسے ہوٹل کا نام بتایا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا...... ریسیور رکھ کر میں ڈائننگ ہال کی ایک خالی میز پر آ بیٹھا اور اس نئی صورت حال پر غور کرنے لگا۔

یہ اسی سہ پہر کی بات ہے...... میں مال روڈ پر ٹہل رہا تھا...... فرہاد کا بھیجا ہوا آدمی دوپہر سے بھی پہلے میرے پاس پہنچ گیا تھا اور دس ہزار روپے کی ایک گڈی دے کر جا چکا تھا...... میرے پاس سوائے اس جوڑے کے جو میں نے پہن رکھا تھا، کوئی اور لباس نہ تھا...... میں کچھ نئے کپڑے اور جوتے وغیرہ خریدنے کے ارادے سے ہوٹل سے نکلا تھا اور مال روڈ کے سٹورز میں جھانکتا پھر رہا تھا۔

ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور میں مجھے ایک شوکیس میں ملبوسات کے پیکٹ نظر آئے تو میں اس میں داخل ہو گیا۔

میں نے چند ملبوسات منتخب کئے اور پھر جوتوں کی الماری کی جانب چل دیا...... پسند کے جوتے وغیرہ خریدے...... موسم بے حد خوشگوار تھا...... بہت دیر تک گھومتا پھرتا رہا...... آخر کار واپس اپنے ہوٹل آ گیا اور کمرے میں بیٹھ کر سوچ میں گم ہو گیا۔

ایک عجیب سی بے چینی دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی...... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کیفیت کی وجہ کیا ہے...... ویسے تو خیر پوری زندگی ہی مختلف ہنگاموں کا شکار رہی تھی۔ زندگی کے رخ جس طرح بدلے تھے، وہ بھی ایک عجیب کہانی تھی...... لاہور کے ایک محلے میں رہنے والا ایک معصوم سا لڑکا جسے وقت کے ساتھ ساتھ بہت سے عجیب عجیب رنگ

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

بدلنے پڑے تھے......ایک انتہائی حیرت انگیز کہانی وجود میں آئی تھی اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

بدی کی قوتیں، بدی کے راستوں پر، بہت دُور تک لے گئی تھیں، کسی مفکر کے قول میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ بدی بہت خوبصورت ہوتی ہے، لیکن اس کا انجام بے حد بھیانک، شکر تھا کہ انجام سے پہلے ہی میرا راستہ روک دیا گیا تھا۔

لیکن اس کے بعد جس جنجال میں پھنسا تھا وہ بھی میرے لئے ناقابل فہم تھا اور اس کو ایک بے کلی کا احساس ہوتا تھا...... بہر حال میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، نیکیوں کی جانب راغب ہوا ہوں تو الجھنیں ہی الجھنیں پیش آگئی ہیں۔ عقل نے ساتھ چھوڑ دیا ہے، کسی نہ کسی کے رحم و کرم پر پڑا ہوا ہوں، کوئی الجھن میری اپنی نہیں ہے، سب وقت کی دین ہے، آخر ایسا کیوں اور کب تک ایسا کرنا چاہئے، کوئی تو ایسا ساتھی ہو زندگی کا جس سے الفت کے راستے استوار کئے جائیں، کوئی تو ایسا ہو، لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا...... پھر اسی رات بالکل غیر متوقع طور پر انسپکٹر فرہاد نے مجھ سے میری رہائش گاہ پر ملاقات کی...... میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا...... فرہاد کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آرہے تھے، اس نے کہا۔

"سنو! میں تم سے بالکل دوستانہ طور پر ایک بات کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جن مسئلوں میں تم اُلجھ گئے ہو، ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے...... یہ سیاست دانوں کا کھیل ہے اور اگر تم درمیان میں آگئے تو ایسے پسو گے کہ تمہاری ہڈیاں تک سرمہ ہو جائیں گی...... میری مانو تو خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ، بلکہ کل صبح کو نیاز یہاں آرہا ہے، میں نے اسے خاص طور سے بلایا ہے، ہو سکتا ہے وہ تمہیں کوئی بہتر مشورہ دے سکے۔" میں خاموشی سے فرہاد کی صورت دیکھتا رہا...... پھر میں نے کہا۔

"تم جانتے ہو دوست کہ یہ واقعی میرا ذاتی معاملہ نہیں ہے، بلکہ بس تقدیر نے مجھے اُلجھا دیا ہے، میں اگر اپنی پرانی شخصیت میں آجاؤں تو بہتوں کو نقصان ہو سکتا ہے، لیکن میں نہیں چاہتا کہ ایسا کروں۔"

"اور میں بھی یہ نہیں چاہتا کہ تم کوئی جرائم پیشہ شخص کہلاؤ۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"بس ایسا کرلو کل یوں کرتے ہیں کہ میں اور نیاز دونوں تمہارے پاس آجاتے ہیں، پھر صحیح فیصلہ کرلیں گے۔"

پھر دوسرے دن نیاز فرہاد کے ساتھ آگیا تھا، اس نے آکر بتایا کہ اس کے ماموں کی ضمانت ہوگئی ہے اور خوش قسمتی سے کچھ ایسے شواہد مل گئے ہیں جن سے ماموں حیات داراب شاہ کے قتل میں ملوث نظر نہیں آتے...... ادھر سے کافی حد تک اطمینان ہوگیا ہے، لیکن تمہارا مسئلہ سنگین ہے، تم یوں کرو کہ اب کراچی نکل جاؤ، بذریعہ ٹرین یہ سفر مناسب رہے گا، چنانچہ میں انتظام کئے دیتا ہوں، کوئی اعتراض ہو تو بتادو۔"

"نہیں رحیم بھی تو کراچی میں ہے۔"

"ہاں...... میں تمہیں کراچی روانہ کئے دیتا ہوں، بس وہاں یوں سمجھ لو کہ تمہاری رہنمائی ہوگی۔"

میں تیار ہوگیا...... ان لوگوں نے میری روانگی کا بندوبست کردیا اور آخر کار میں کراچی کے لئے چل پڑا...... ٹرین کا سفر بھلا تنہائی میں کیا خوشگوار ہوتا اور خاص طور سے اس وقت جب بہت سے برے خیالات ذہن میں آرہے ہوں...... رات کا سفر تھا جس کمپارٹمنٹ میں میں سفر کررہا تھا اس میں بے شمار لوگ تھے، تقریباً سبھی سو رہے تھے، کہیں کہیں بچوں کے رونے کی آوازیں آجاتی تھیں...... میں نے مسافروں پر غور بھی نہیں کیا تھا، بس آنکھیں بند کئے اپنی برتھ پر لیٹا ہچکولے لے رہا تھا...... ذہن خیالات کا خزانہ بنا ہوا تھا، ماضی کے بے شمار کردار یاد آرہے تھے، پشپا نے درحقیقت زندگی کو جو خوبصورت رنگ دیا تھا اس کی بات ہی کچھ اور تھی اور واقعی لطف آرہا تھا...... سادھو بابا، شانتی اور بہت سے کردار، ساری باتیں اپنی جگہ تھیں، لیکن بہر حال ان سب نے کسی اُلجھن کا شکار نہیں ہونے دیا تھا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ ان تمام چیزوں سے مستقبل میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تھا، بلکہ ایک طرح سے نقصان کے

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

امکانات زیادہ تھے اور اس چیز کو ذہن میں رکھنا تھا، اچانک ہی میرے کانوں میں ایک ہلکی سی سرگوشی اُبھری۔

"یہ تصور تیرے ذہن میں موجود ہے کہ برائی کے راستے بہر طور تباہی کے غاروں پر ختم ہوتے ہیں...... یہ مان چھن رہا تھا تیرا، کاغذ کے ٹکڑے اگر انسان کو سکون بخشتے ہیں تو بتا تجھے کاغذ کے کتنے ٹکڑے چاہئیں، یہ تعویذ تیرے گلے میں ڈالا جارہا ہے...... جتنی رقم جتنی دولت اس تعویذ پر ہاتھ رکھ کر طلب کرے گا تجھے مل جائے گی، دیکھ دولت زیادہ سکون دیتی ہے یا نیک عمل، تھوڑا سا تجزیہ کرلے۔" یہ آواز میرے اندر سے اُبھر رہی تھی، بے اختیار میری آنکھ کھل گئی، میں سوچنے لگا کہ یہ تو میرے لئے نشاندہی ہے اچھے راستوں کی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی جو کچھ کہا گیا تھا، وہ ذرا قابل غور تھا...... میں نے اپنی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور یہ دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے کہ میرے گلے میں ایک تعویذ پڑا ہوا ہے، باقی ساری باتیں تو خواب و خیال کی باتیں کہی جاسکتی تھیں، لیکن اس تعویذ کی روشنی میں نہ خواب کا تصور کیا جاسکتا تھا نہ خیال کا۔

ٹرین کی سب سے اُوپری برتھ پر لیٹا ہوا تھا، اُٹھ کر بیٹھ گیا...... اِدھر اُدھر دیکھا سب لوگ سو رہے تھے...... میری کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی، بڑی ہمت کر کے میں نے تعویذ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"سو روپے کا نوٹ درکار ہے، صرف سو روپے کا نوٹ۔" اور دوسرے لمحے سو روپے کا ایک نوٹ مجھے اپنی گود میں پڑا ہوا نظر آیا۔ "میرے خدا، میرے خدا۔" میں نے دل ہی دل میں سوچا...... بہت دیر تک اس نوٹ کو ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا، پھر بدن میں مسرتیں پھوٹنے لگیں...... کچھ بھی ہے، دولت بہر طور اپنا ایک مقام رکھتی ہے اور پشپا کے ذریعے مجھے جو حاصل ہوا تھا، اس میں دولت کی کارفرمائی سب سے زیادہ تھی...... اگر اب بھی ایسا ہے تو یقینی طور پر اپنے آئندہ کے مشن میں کامیاب ہو جاؤں گا...... بات صرف اپنی ذات کی نہیں ہوتی، انسان کے اندر ایک لگن پیدا ہوتی ہے، خیال پیدا ہوتا ہے اور اس لگن، اس خیال کو

جامہ پہنانے کے لئے کچھ سہارے ضروری درکار ہوتے ہیں...... بہر حال اس کے بعد میرے دل میں خوشی کا جو طوفان اُمنڈ آیا تھا، میں اسے آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

کراچی پہنچ گیا، جو پتہ مجھے بتایا گیا تھا اس پتے پر پہنچا تو رنگ ڈھنگ ہی نرالے ملے، رحیم کا رنگ و روپ بدل گیا تھا، حالانکہ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا، لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے رحیم یہاں آنے کے بعد بہت خوش ہو...... میں اس سے ملا تو وہ دیوانوں کی طرح مجھ سے لپٹ گیا، جس گھرانے میں ہم لوگ موجود تھے، اس کے سربراہ فیروز بھائی تھے...... عمر پینتیس چھتیس سال، انتہائی خوش مزاج اور بڑی اچھی شخصیت کے مالک، ان کی مسز ناہید تھیں، ناہید باجی کا تو کوئی جواب ہی نہیں تھا...... رحیم ان کی تعریفیں کرتے کرتے تھک گیا، رحیم سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں اور مجھے پتہ چلا کہ رحیم یہاں بے حد خوش ہے، اس نے کہا۔

"میری تو یہاں شخصیت ہی بدل گئی ہے، مگر تم سناؤ وہاں کی کیا کیفیت رہی۔" میں نے رحیم کو پوری تفصیل بتائی، پھر میں نے کہا۔

"کچھ کر رہے ہو رحیم؟"

"ابھی تک تو نہیں، لیکن بہت جلد گھر سے باہر نکل کر کچھ کرنا ہوگا، بیچارے فیروز بھائی ملازمت کرتے ہیں، درمیانے سے درجے کا مکان ہے ان کا، ناہید باجی اسی سلسلے میں کام کرتی ہیں اور گھر کے سارے معاملات سنبھالتی ہیں، ویسے ان لوگوں کا سلوک میرے ساتھ اتنا اچھا ہے کہ میں تمہیں کیا بتاؤں۔"

"نیاز ہی کے حوالے سے یہ لوگ تم سے متعارف ہیں۔"

"ہاں...... نیاز ان کا دور کا عزیز ہے، لیکن بہر حال ان لوگوں نے جس طرح میری پذیرائی کی ہے وہ نیاز کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ لوگ ہیں ہی بہت اچھے انسان۔"

"بچے وغیرہ نہیں ہیں ان کے؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک۔" اس میں کوئی شک نہیں کہ فیروز، ناہید باجی اتنے اچھے تھے کہ تھوڑے ہی

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

دنوں میں، میں بھی ان کا بری طرح گرویدہ ہو گیا، بلکہ بعد میں مجھے ایک دلچسپ صورت حال کا پتہ چلا، ناہید باجی کے کالج کی کچھ خواتین تھیں...... جن میں سے دو لڑکیاں یہاں آتی تھیں، ایک نشاط اور ایک نویدہ، دونوں کی دونوں بہت ہی دلکش اور دلچسپ شخصیت کی مالک تھیں...... بعد میں مجھے پتہ چلا نویدہ صاحبہ کا سلسلہ رحیم سے جاری ہو چکا ہے اور امکانات اس بات کے پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر رحیم کوئی بہتر صورت حال اپنے لئے مہیا کر لے تو شاید نویدہ کی شادی رحیم سے ہو جائے...... ویسے رحیم صاحب کا باقاعدہ عشق چل رہا تھا، جس کے بارے میں انہوں نے مجھے بڑی جھینپی جھینپی آواز میں بتا دیا تھا...... میں نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ابے...... تو تو بڑا ہو گیا۔"

"یار بس کیا بتاؤں...... یہ عشق جو ہے نا، یہ بڑی عجیب و غریب چیز ہے...... خود بخود ہو جاتا ہے مجھے تو پہلے پتہ ہی نہیں تھا۔"

"ہوں...... ٹھیک" ناہید باجی نے کچھ اور ہی چکر چلا ڈالا، جس گھرانے کی یہ دونوں لڑکیاں تھیں وہ بڑا صاحب حیثیت تھا...... ناہید باجی نے مجھے بتایا کہ شیخ صاحب بہت اچھے انسان ہیں، اپنا کاروبار کرتے ہیں، بچیوں کے سلسلے میں ان کا ایک الگ نظریہ ہے...... کہتے ہیں کہ بس کوئی شریف زادہ مل جائے تو وہ لڑکیوں کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں...... دولت کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے ظاہر ہے یہ جو کچھ انہوں نے کمایا ہے ان بچیوں کے نام ہے، وہ اپنے دامادوں میں تقسیم کر دیں گے۔

"بس تو میں یہ کہنا چاہتی تھی بھائی شعبان کہ جب یہ سارا مسئلہ اس انداز میں چل ر ہے تو رحیم اور شعبان دونوں ہی کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔"

میں نے نشاط کو دیکھا، خوبصورت اور پیاری لڑکی تھی، ایسی کہ اگر اسے زندگی می شامل کرنے کے بارے میں سوچا جائے تو کوئی الجھن نہ ہو، لیکن کچھ سنجیدہ سنجیدہ تھی ج اس کی نسبت نویدہ تھوڑی سی شوخ، ویسے وہ چھوٹی بھی تھی، دونوں بہنوں میں ایک سال فرق تھا، ہم ان خاندانوں میں اس طرح گھل مل گئے کہ ماضی کی بے شمار باتیں ذہن سے د

ہو گئیں...... ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، ناہید باجی کی ایک بہن نورین تھی، نورین بھی بہت اچھی طبیعت کی مالک تھی...... اس دوران اس سے میری بہت سی ملاقاتیں ہو چکی تھیں، اس کے شوہر فرید احمد بہت ہی نفیس انسان تھے اور وہ بھی کسی فرم میں ملازمت کرتے تھے، ان دنوں ناہید باجی کچھ پریشان پریشان سی نظر آئی تھیں...... ایک رات میں نے فیروز بھائی اور ان کی گفتگو سن لی...... ناہید باجی کہہ رہی تھیں۔

"اگر فرید بھائی وہ رقم ادا نہ کر سکے تو ان پر مقدمہ قائم ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے انہیں سزا بھی ہو جائے۔"

"بات بڑی اُلجھی ہوئی ہے، رقم اتنی بڑی ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"بیس لاکھ روپے، میرے خدا انسان کو اگر کبھی حاصل ہو جائیں تو تقدیر ہی بدل جائے، ہم جیسے لوگ تو اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا ہو گا؟"

"آپ سوچ بھی نہیں سکتے کس طرح ان لوگوں کی زندگی گزر رہی ہے...... سولی پر لٹکے ہوئے ہیں، نورین کو غور سے نہیں دیکھا آپ نے، آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں؟"

"خدا اس کی مشکل حل کرے۔" میں نے یہ الفاظ سن لئے تھے، ایک بار پھر میرے ذہن میں ایک تصور ابھرا اور میں نے سوچا کہ اگر کسی کے لئے کچھ کرنا ہے تو کھل کر ہی کیوں کیا جائے، ابھی تک مجھے تو اس کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی، ان بے چارے لوگوں نے ں طرح ہم دونوں کو سنبھالا ہوا تھا کہ کبھی پیشانی پر شکن نہیں آنے دی تھی...... ہر چیز مہیا رتے تھے، میرے دل میں ایک تصور جاگا اور اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں رحیم سے ت کی، رحیم ہنس کر بولا۔

"مگر کرو گے کیا میرے بھائی، دل تو بہت کچھ چاہتا ہے کسی کے لئے کچھ کرنے کو، مجھے س بارے میں معلومات ہو چکی ہیں، مگر تم جانتے ہو کہ میں بالکل ہی قلاش آدمی ہوں...... یں کیا کر سکتا ہوں اس سلسلے میں؟"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"میں کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"بیس لاکھ کا معاملہ ہے، پتہ ہے۔"

"ہاں۔"

"دے سکو گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"یار کیوں مذاق کر رہے ہو؟" رحیم نے بے یقینی کے سے انداز میں کہا۔

"تم پہلے ناہید باجی سے اس بارے میں بات کر لو۔"

رحیم نے ناہید باجی سے بات کی تو ناہید باجی حیرت زدہ رہ گئیں۔

"تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا اس بارے میں؟"

"بس ناہید باجی...... کسی نہ کسی طرح معلوم ہو ہی گیا، لیکن آپ جانتی ہیں کہ یہ اپنے تیس مار خاں کیا کہہ رہے ہیں؟"

"کون؟"

"یہ ہمارے بھائی صاحب شعبان میاں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں؟"

"ان کا کہنا ہے کہ یہ بیس لاکھ روپے آپ کو دیں گے اور آپ یہ رقم فرید احمد صاحب کو دے دیں گی۔"

"کیا؟" ناہید باجی کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں...... اب دیکھئے یہ مداری اپنی پٹاری میں سے کیا نکالتے ہیں آپ تیار تو ہو جائیں۔

"ارے ارے کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، اللہ نہ کرے آپ کو اس مشکل میں ڈالا میں۔" ناہید باجی نے کہا۔

"تو پھر ہم آپ کو کس خوشی میں اس مشکل میں کیوں ڈالے ہوئے ہیں۔" میں ناہید باجی سے کہا۔

"کس مشکل میں؟"

"آپ کے ہاں رہ رہے ہیں...... کھا رہے ہیں...... پی رہے ہیں۔" ناہید باجی کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے، انہوں نے کہا۔

"بھائی ہو تم دونوں میرے، سمجھے میرے بھائی ہو تم دونوں، بہن ہوں بڑی تمہاری، اگر یہ تھوڑی سی خدمت کر رہی ہوں تمہاری تو یہ احسان نہیں ہے تم پر۔"

"ٹھیک ہے نا، پھر اگر ہم بھی آپ کی تھوڑی سی خدمت کر دیں تو یہ بھی آپ پر کوئی احسان نہیں ہوگا، آپ اس سلسلے میں مکمل خاموشی اختیار کر لیں۔" رحیم نے تنہائی میں مجھ سے کہا۔

"یار ذلیل مت کرا دینا، بڑا اچھا گھرانہ ہے، کہاں سے لاؤ گے بیس لاکھ روپے؟"

"تم کل صبح مجھ سے بات کرنا۔" میں نے کہا اور پھر میں اس تعویذ کو آزمانے کے لئے تیار ہو گیا۔

واقعی وقت سے کچھ پہلے ہی میں نے ان لوگوں پر اس بات کا انکشاف کر دیا تھا اور اب یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھو کام ہوتا ہے یا نہیں...... بہر حال رات ہو گئی تھی اور صبح کو مجھے اپنے اس عمل کا اظہار کرنا تھا...... یہ رات میرے لئے بڑی اہمیت کی حامل تھی اور میں اپنا کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

✿ ✿ ✿

یقین اور بے یقینی کے درمیانی لمحات کیا ہوتے ہیں...... کوئی اس وقت میرے دل سے پوچھتا اپنے قیام گاہ میں تنہا تھا...... رحیم کسی کام سے گیا ہوا تھا...... غالباً نوید نے اسے بلایا تھا اور رحیم اس کے چکر میں نکلا ہوا تھا...... میں نے کمرہ بند کر لیا تھا اور پھر اس کے بعد دھڑکتے دل کے ساتھ میں ایک گوشے میں جا بیٹھا تھا...... تعویذ پر انگلی رکھ کر میں نے کہا۔

"مجھے بیس لاکھ روپے درکار ہیں۔" میری آنکھیں بند تھیں...... میں پوری ایمانداری کے ساتھ بتا رہا ہوں کہ اس وقت میں دعوے سے یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا کہ جو کچھ میں کہہ

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

رہا ہوں وہ ہو ہی جائے گا...... دل کی دھڑکنوں کو جس طرح میں نے اپنے قابو میں کیا تھا وہ ناقابل یقین سا عمل تھا، لیکن بہر حال میں نے آنکھیں کھولیں اور اپنے سامنے میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر ایک بار پھر میری آنکھیں بند ہونے لگی تھیں...... ہزار ہزار کے نوٹوں کی بیس گڈیاں میرے سامنے پڑی تھیں...... مجھے یقین نہیں آ رہا تھا یہ سب ایک خواب نظر آ رہا تھا...... ایک ایسا تصور جو خوشی کا باعث ہوتا ہے...... بڑی مشکل سے میں نے خود کو یقین دلانے کے لئے ان گڈیوں کو چھو کر دیکھا اور مجھے اپنے ہاتھوں میں ان کا لمس محسوس ہوا...... آہستہ آہستہ یقین کی منزل میں داخل ہو گیا...... آپ یقین کریں کہ مجھے اس بات کی خوشی نہیں تھی کہ میرے پاس دولت کمانے کا ایسا ذریعہ آ چکا ہے...... سو روپے کے اس نوٹ کے بعد سے آج تک مجھے رقم کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی...... اگر میں کوئی پرجوش انسان ہوتا تو لازمی طور پر یہ کوشش کرتا کہ میرے اعتراف میں دولت کے ڈھیر لگ جائیں، لیکن قدرت نے میرے اندر ایک فراخدلی پیدا کی تھی...... زندگی کا ایک دور بڑا وحشت زدہ گزرا تھا...... استاد چھنگا کی تربیت نے سکندر کو نجانے کیا سے کیا بنا دیا تھا، لیکن اب ایسا نہیں تھا...... اب طبیعت میں ایک ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا...... سکندر سے شعبان بن کر مجھے زیادہ سکون ملا تھا...... پتہ نہیں ان دونوں ناموں میں کیا تضاد تھا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ شعبان بننے کے بعد میری شخصیت میں خاصی تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں...... کسی کو نقصان پہنچاتے ہوئے دکھ ہوتا تھا، جبکہ سکندر کی حیثیت سے میں نے استاد چھنگا کی تربیت میں بے شمار افراد کو زندگی سے محروم کیا تھا اور اس طرح میں نے ان لوگوں کو شدید جسمانی اذیتیں پہنچائی تھیں...... بہر حال بیس لاکھ میرے پاس موجود تھے اور اب میرا اعتماد مکمل طور پر یقین کی صورت اختیار کر چکا تھا...... میرے دل میں بڑی خوشی تھی کہ چلو! ویسے تو میں نے بہت سے ایسے عمل کئے تھے جو کبھی کسی کے فائدے کے لئے ہوئے اور کبھی کسی کے نقصان کے لئے لیکن یہ عمل ایک معصوم خاندان کو نئی زندگی دینے کا باعث بن سکتا ہے...... ذریعہ رحیم ہی کو بنایا...... رحیم کو بھی صورت حال کا علم تھا اور وہ تھوڑا سا متاثر بھی نظر آ رہا تھا، کہنے لگا۔

"یار یہ لوگ اتنے اچھے ہیں کہ میں تمہیں کیا بتاؤں، اتنے اچھے لوگوں کو اگر کوئی ذہنی

کرب مل جائے اور وہ دکھی نظر آنے لگیں تو تم خود سوچو کہ کون ان کے دکھ سے خوش ہو سکتا ہے۔"

"دکھ دُور کرنے کی کوشش بھی کی جا سکتی ہے۔"

"پتا ہے کتنی رقم کا معاملہ ہے۔"

"ہاں...... تقریباً بیس لاکھ۔"

"تو پھر کیا کوشش کی جا سکتی ہے...... ہمیں توڈاکے وغیرہ بھی نہیں ڈالنا آتے۔" رحیم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے آتے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور رحیم چونک کر مجھے دیکھنے لگا، پھر بولا۔

"یار خدا کے لئے ایسی ہولناک باتیں نہ کرو...... میں نہیں چاہتا کہ شعبان پھر سے سکندر بن جائے۔"

"شعبان تو سکندر نہیں بنے گا، لیکن شعبان سکندر کے لئے بڑا اچھا ثابت ہوا ہے۔"

"کیا مطلب...... اصل میں تمہارے چہرے کی سنجیدگی مجھے خوفزدہ کر رہی ہے، کیا کہنا چاہتے ہو...... براہ کرم کہہ ڈالو...... میں شدید سنسنی کا شکار ہوں۔"

"میں تمہیں یہ بیس لاکھ روپے دے رہا ہوں...... طریقہ کار کچھ بھی اختیار کرو مجھے اعتراض نہیں ہوگا، لیکن بس یہ کام کر ڈالو۔" رحیم مسخرے پن سے مجھے دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

"تو نکالئے بیس لاکھ۔" میں نے الماری میں سے جب لاکھ لاکھ روپے کی گڈیاں اس کے سامنے لگائیں تو رحیم پر سکتا طاری ہو گیا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر سامنے بے ہوش ہونے کی اداکاری کی، میں نے کہا۔

"مسخرہ پن مت کرو...... بس یہ سمجھ لو کہ یہ کام ہو گیا ہے۔"

"یار کیا کہہ رہے ہو، تمہیں خدا کا واسطہ کیوں مجھے پاگل کرنے پر تلے ہوئے ہو۔"

"نہیں پاگل ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... عملی زندگی میں آؤ۔" میں نے کہا دل ہی دل میں، میں سوچ رہا تھا کہ قدرت نے مجھے ہر طرح کی سہولت دے دی ہے...... جن قوتوں کو برائی سے حاصل کر رہا تھا، وہ بہتر انداز میں حاصل ہو گئے ہیں...... جب انسان کی

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

ضرورتیں اچھے انداز میں پوری ہو جائیں تو میں تو یہ سمجھتا ہوں، جبکہ دلی طور پر کوئی بھی برا نہیں ہوتا اور برائیوں کو اپنانا پسند نہیں کرتا...... بس مشکلات ہی اسے برے راستوں پر لے جاتی ہیں...... مجھے دولت کی کوئی طلب نہیں تھی، جن مراحل سے گزر چکا تھا اس کے بعد دنیا میری نگاہوں میں بہت نیچی جگہ ہو کر رہ گئی تھی...... ماں باپ نہیں تھے، لے دے کر اگر کوئی رشتہ تھا تو صرف رحیم سے...... بھائی بھی تھا، دوست بھی تھا، دل و جان تھا میری اور اب وہ میرے پاس تھا...... مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دنیا کی ہر خوشی مجھے حاصل ہو گئی ہے...... رحیم کو میں نے فری ہینڈ دے دیا تھا کہ جس طرح دل چاہے کرے، لیکن بہرحال وہ جس طرح کا انسان تھا اس کا اظہار بھی ہو گیا اور نورین اور اس کا شوہر میرے پاس آیا...... انہوں نے میرے قدم پکڑ لئے تو میں نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہیں، پلیز ایسا نہ کریں...... کوئی ایسی بات نہیں ہے...... بہت کچھ ایسے ہوتا ہے کہ انسان کی اپنی ضرورت نہیں ہوتی، کوئی کسی کے کام آ جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرا اس کے پاؤں پکڑ لے۔"

"تم انسان کی شکل میں فرشتہ ہو...... یا فرشتوں کی شکل میں انسان ورنہ اس دنیا میں کوئی کسی کے لئے اتنا کچھ کرتا ہے۔" بہرحال یہاں اس گھر میں بڑی پذیرائی ہو رہی تھی میری، وہ لوگ یہ اندازہ لگانے میں ناکام تھے کہ میری مالی حیثیت کیا ہے اور کس طرح میں نے انہیں یہ بیس لاکھ روپے دیئے، لیکن بات یہیں تک محدود نہیں رہی...... جب قدرت نے مجھے ایک انعام سے نوازا تھا تو میں دوسروں کو اس سے محروم کیوں رکھتا...... نتیجے میں فیروز بھائی اور باقی افراد کو ایک بہتر زندگی گزارنے کا کام شروع کر دیا...... یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا...... میں اپنے آپ کو دنیا سے چھپائے ہوئے تھا...... شعبان کی حیثیت سے میرا نام بھی منظر عام پر نہیں تھا...... رحیم کو چونکہ ساری صورت حال کا علم تھا، چنانچہ اس نے بھی خاموشی اختیار کئے رکھی تھی...... البتہ میرا ذہن کبھی کبھی نیاز وغیرہ کے بارے میں الجھ جاتا تھا...... پتہ نہیں ان بے چاروں کے ساتھ کیا صورت حال رہی، لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد مجھے ان کی خیریت کا بھی علم ہو گیا...... خوش قسمتی سے ماموں حیات اس الزام سے

بری ہو گئے تھے اور شمع کی کوشش سے داراب شاہ کے قتل کا الزام مجھ پر ہی عائد ہوا تھا...... لیکن میں صورت حال بدل چکا تھا اور اس میں مجھے خاص کامیابی حاصل ہو گئی تھی...... رفتہ رفتہ ان تمام باتوں کو بھولتا جا رہا تھا اور ہم لوگ خاصی دلچسپی سے ساری باتیں کیا کرتے تھے...... عام طور سے رات کو نورین، ناہید، بھابی، فرید احمد اور فیروز بھائی اکٹھے ہو جاتے تھے...... ادھر نشاط اور نویدہ کے خاندان والے بھی اب خاص طور سے اس طرف متوجہ ہو گئے تھے، کیونکہ فیروز بھائی کی حالت رفتہ رفتہ بدلتی جا رہی تھی...... گھر بھی شاندار ہو گیا تھا...... وہ لوگ میرے ممنون تھے اور میں اللہ کا کہ اس نے مجھے اس گھر کو پرسکون بنانے کی توفیق دی تھی...... عام طور سے ہم لوگ خاصی رات گئے تک باتیں کرتے رہتے تھے......

پھر ایک دن رحیم نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"دونوں آ رہی ہیں۔"

"کون۔"

"یار یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے...... جان جگر، نورِ نظر وغیرہ، یعنی نشاط اور نویدہ۔"

میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

"تمہاری رفتار کافی تیز ہے۔"

"بس اب تو ایک ہی خواہش ہے، دل چاہتا ہے کہ زندگی کو یہ راستہ اور مل جائے، میرا خیال ہے ہمارا کام پورا ہو جائے گا۔"

"کب آ رہی ہیں...... کیا تم نے ناہید باجی کو اس بارے میں بتایا ہے۔"

"نہیں...... گھر تھوڑی آ رہی ہیں۔"

"تو پھر۔"

"کلفٹن پر...... سندھ باد کے پیچھے ٹھیک چار بجے۔" رحیم نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"مگر کیوں...... وہاں آ کر کیا معاملات طے ہونے ہیں۔"

"یار اللہ کے واسطے۔" رحیم نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"پوری بات تو بتاؤ...... آدھی بات تو تم کرتے ہو۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"یہ پروگرام میں نے بنایا ہے...... تمہیں اندازہ ہے کہ یہاں سب لوگ ہوتے ہیں کوئی بات چیت نہیں ہوتی۔"

"اور وہاں تو ساری پبلک ہوگی۔"

"پبلک کی ایسی تیسی، بس تم سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"خوب...... کرو۔"

"اس غریب کو اگر تھوڑی دیر گفتگو کا موقع مل جائے تو بڑا احسان ہوگا۔"

"وہ کیسے۔"

"یار تم نشاط کو دور لے جانا اور بس۔" رحیم نے ایسے انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی، پھر میں نے کہا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ...... کیا نشاط کو یہ تمام تفصیلات معلوم ہیں۔"

"ایک بات کہوں تم سے، لڑکیاں اگر ہم عمر ہوں اور بہنیں ہوں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا...... ویسے جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ نشاط کا مسئلہ بڑی سنجیدگی سے ڈسکس ہو رہا ہے اور ان کے والدین میرے سلسلے میں کچھ کہیں نہ کہیں مگر تمہارے سلسلے میں یقینی طور پر سلسلہ شروع کیا جانے والا ہے...... ویسے مجھے ایک بات بتاؤ...... کیا تم ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... رحیم نے خوب تیاریاں کی تھیں...... پھر ہم دونوں کلفٹن چل پڑے...... سندھ باد پہنچ کر ہم دیوار سے نیچے ریت پر اتر گئے اور لہروں کے ساتھ ساتھ چلتے رہے...... دونوں بہنوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی...... پھر وہ آ گئیں، موسم کے خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھیں...... ہم نے ان کا پرجوش استقبال کیا تھا...... پھر ہم سمندر کے کنارے کنارے ٹہلنے لگے...... نشاط نے کہا۔

"واقعی! ایک عجیب سا حسن ہے اس موسم میں، بڑی اچھی لگ رہی ہے یہ زیت، ویسے آپ لوگوں کو یہ کیا سوجھی۔"

"بس سوچا آج سمندر سے شناسائی حاصل کریں...... ویسے ہم دونوں اگر الگ ہو جاتے ہیں، کم از کم اپنے اپنے طور پر اظہار خیال کر سکیں گے۔" میں نے بھونڈے انداز میں تجویز

پیش کی...... تجربہ تو تھا نہیں، بس یہی جملے زبان سے نکل گئے تھے، لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ نشاط نے اس کی تائید کی تھی...... اس نے کہا۔

"نویدہ تم رحیم کے ساتھ مخالف سمت جاؤ...... دیکھیں ہم دونوں ایک دوسرے سے کتنا دور ہو سکتے ہیں۔" یہ الفاظ بہت عجیب تھے...... مجھے تو کس قدر حیرت ہوئی تھی، لیکن رحیم بہت خوش نظر آ رہا تھا اور اس کے بعد وہ نویدہ کو لے کر وہاں سے آگے بڑھ گیا...... نشاط میرے ساتھ چل رہی تھی، وہ بالکل خاموش تھی...... میں نے ابھی تک نشاط سے کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا، لیکن یہ بات ہم دونوں کے کانوں تک پہنچ گئی تھی کہ نشاط کے گھر والے اور ادھر ناہید باجی اور نورین باجی ہم دونوں کے بارے میں بڑے غور سے سوچ رہی تھیں...... اچانک ہی نشاط نے کہا۔

"ایک بات بتائیں گے شعبان صاحب۔"

"جی۔"

"آج کا یہ پروگرام آپ نے بنایا تھا۔"

"کچھ ایسا ہی سمجھ لیجئے۔" میں نے جواب دیا، پھر میں نے کہا۔

"کیا آپ کو اس پر کچھ اعتراض ہے۔"

"بالکل نہیں...... دراصل میں خود یہ چاہتی تھی کہ کبھی آپ کے ساتھ تنہائی کا کوئی موقع ملے۔"

"جی۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اصل میں مجھے آپ سے کچھ بات کرنا تھی اور اس کے لئے تنہائی ضروری تھی...... بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو قریب سے قریب لوگوں کے سامنے نہیں کی جاتیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے...... بتایئے کیا بات ہے۔"

"ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں آپ سے۔"

"پوچھ ڈالئے۔"

"میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"آپ بہت اچھی لڑکی ہیں...... بہت اچھی دوست ہیں۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے۔"

"مطلب۔"

"میرا مطلب ہے کہ...... کہ...... معاف کیجئے گا کہ ذرا سی بے باکی کی اجازت چاہتی ہوں۔"

"اجازت ہے۔" میں نے کسی قدر مسکرا کر کہا۔

"کیا آپ مجھ سے شادی کرنا چاہیں گے۔" میں چونک کر اسے دیکھنے لگا تو وہ جلدی سے بولی۔

"واقعی عجیب سا سوال ہے مگر بے حد ضروری، بلکہ یہ سمجھ لیجئے کہ یہ سوال میری مجبوری ہے۔"

"جواب بھی اتنی صاف گوئی سے دوں۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔"

"میرے دل میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔"

"کیا مطلب......" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"میں آپ کو بہت اچھا دوست سمجھتا ہوں، لیکن آپ سے عشق نہیں کرتا۔" میں نے پوری سنجیدگی سے کہا اور وہ بغور مجھے دیکھنے لگی...... اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی...... میرا خیال تھا کہ میری اس صاف گوئی کو وہ پسند نہیں کرے گی...... لڑکیاں بہر طور اپنی پذیرائی چاہتی ہیں...... میں نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے اس کی آنکھوں میں خوشی اُبھر رہی ہو، پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... اس نے کہا۔

"اللہ آپ کو سارے جہان کی خوشیاں دے، آپ نے میرے دل کا بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے...... اصل میں شعبان صاحب میری بھی یہی آرزو تھی کہ آپ بس مجھ سے دوستی رکھیں لیکن۔"

"جی...... لیکن کیا۔"

"آپ کو بھی علم ہے اور میں بھی جانتی ہوں کہ ہمارے قرب و جوار میں ہمارے سرپرست ہم دونوں کی شادی کی کوششیں کر رہے ہیں...... میں اپنے والدین کی بات آپ سے کر رہی ہوں......ان کی ہدایت ہے کہ میں آپ کا دل مٹھی میں لوں...... آپ کو اپنی محبت کے جال میں پھانس لوں اور میں دعوے سے کہتی ہوں کہ ایسا وہ آپ کی دولت کی وجہ سے کر رہے ہیں...... میں بالکل یہ الزام نہیں لگاؤں گی ان پر کہ وہ آپ کی دولت کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتے ہیں، لیکن بے وقوف ماں باپ کی طرح ان کی بھی ایک خواہش ہے کہ میرا مستقبل روشن ہو جائے اور میں راج کروں...... کیا کہا جائے شعبان صاحب! والدین اسی انداز میں سوچتے ہیں...... آپ انہیں ہی برا نہ سمجھیں وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپ ان کے قریب ہو جائیں اور اس کا ذریعہ وہ مجھے بنانا چاہتے ہیں۔" میں دلچسپی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا...... میں نے کہا۔

"ایک اور سوال میرے ذہن میں اُبھر رہا ہے۔"

"ہاں...... میں دل کھول کر آپ کے سامنے ہر بات کہہ دینا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر آپ خود ہی کھول دیجئے...... آپ یہ بتائیے کہ اگر آپ کے والدین یہ بات چاہتے ہیں تو آپ مجھ سے شادی کرنا کیوں نہیں چاہتیں...... دیکھئے ہم دوستوں کی حیثیت سے بات کر رہے ہیں۔"

"ہاں...... میں آپ کو سب کچھ بتانا چاہتی ہوں...... میں ایک غریب سے لڑکے سے دوستی رکھتی ہوں، بلکہ اس سے محبت کرتی ہوں...... ہم دونوں ایک دوسرے کو طویل عرصے سے چاہتے ہیں، لیکن وہ بہت غریب ہے۔"

"ویری گڈ...... غربت کوئی جرم تو نہیں ہے...... میں آپ کو مبارک باد دے سکتا ہوں، اس سلسلے میں۔"

"خاک مبارک باد قبول کروں روشنی کی ایک کرن بھی ہمارے سامنے نہیں ہے...... میں اگر اس کا نام بھی اپنی زبان سے اپنے گھر میں لوں تو میرے لئے قبر تیار کر دی جائے گی...... آپ نہیں جانتے میرے اہل خاندان بڑے سخت دل ہیں۔"

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے...... جب آپ نے مجھے دوست بنالیا اور دوست کہہ رہی ہیں تو پھر دوستی کے کچھ فرائض بھی ہوتے ہیں...... میں وہ فرض پورا کروں گا۔"

"کیا مطلب۔" وہ چلتے چلتے رُک گئی۔

"میں نے کہا نا آپ کا دوست آپ کا ساتھی ہوں...... آپ کے لئے یہ نہ کیا تو اس دنیا میں کچھ بھی نہیں جیا۔" میں نے مسکرا کر کہا اور اچانک ہی اس کی آنکھوں میں نمی آگئی...... اس نے گردن جھکا لی تھی...... ہم دونوں کافی دور نکل آئے تھے...... ہمارے آس پاس اکا دکا افراد سمندر کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتے نظر آرہے تھے...... نویدہ اور رحیم کافی دُور تھے، میں نشاط سے کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک ہمارے قریب سے گزرنے والے ایک قوی ہیکل آدمی نے مجھ پر جھپٹا مارا اور اس طرح اچانک جھپٹا تھا کہ میں گرتے گرتے بچا...... اس نے میری گردن پر ہاتھ مارا تھا...... نشاط کے حلق سے چیخ سی نکل گئی اور میں ہکا بکا رہ گیا...... ایک لمحے کے لئے میں کچھ بھی نہیں سمجھ پایا تھا...... مجھ پر جھپٹا مارنے والا کافی دُور نکل گیا تھا......

اس وقت میں قمیض اور شلوار پہنے ہوئے تھا اور حملہ آور نے میرا کالر پکڑ کر گھسیٹا تھا، مگر میں کچھ سمجھ نہیں سکا تھا...... البتہ گردن کی پشت پر ایک ہلکی سی جلن ہو رہی تھی...... ہم دونوں حیرت سے اسے بھاگتے ہوئے دیکھ رہے تھے، لیکن پھر میں اُچھل پڑا...... مجھے اندازہ نہیں تھا کہ رحیم نے بھی یہ عمل دیکھ لیا ہے...... حملہ آور اسی طرف دوڑا تھا، جدھر رحیم اور نویدہ موجود تھے...... میں نے دیکھا کہ اچانک ہی رحیم نے اس شخص پر چھلانگ لگادی اور اسے لپیٹے ہوئے زمین پر آگرا...... اس نے اس کی ٹانگوں میں قینچی لگائی اور اسے اُلٹا کردیا...... رحیم کو گرانے کی ہر ممکن کوشش ناکام ہوگئی تھی، اسی وقت میں نے نشاط کو اشارہ کیا اور ہم دونوں بھی اس طرف تیزی سے دوڑنے لگے...... تھوڑی دیر کے بعد میں بھی اس شخص کے قریب پہنچ گیا اور میں نے کئی ٹھوکریں اس کی ریڑھ کی ہڈی پر رسید کیں...... میرا تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا...... اگر میں چاہتا تو اسے ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر سکتا تھا، لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا قصہ تھا...... لوگ کافی فاصلے پر تھے، اس لئے یہاں بھیڑ جمع نہ ہو سکی، لیکن اس شخص کو ہم نے بالکل نڈھال کر دیا تھا...... میں نے اس پر غور کیا تو بری طرح میری آنکھیں حیرت سے

پھیل گئیں...... وہ تعویذ جو میرے گلے میں موجود تھا اور جو صحیح معنوں میں میرے لئے عزت کا باعث بنا تھا...... اب اس شخص کی مٹھی میں تھا...... اب مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ میری گردن میں جو جلن ہو رہی ہے...... اس کی وجہ کیا ہے...... اس شخص نے تعویذ کا موٹا دھاگہ توڑ دیا تھا اور اس دھاگے کی رگڑ سے میری گردن کی عقبی کھال چھل گئی تھی...... میں نے آگے ہاتھ بڑھا کر تعویذ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پھر ایک اور ٹھوکر اس کی پسلیوں پر رسید کی تو وہ کراہ کر دونوں ہاتھ جوڑنے لگا۔

"معاف کردو صاحب! تمہیں اللہ کا واسطہ معاف کردو مجھے، میرے کئے کی سزا مل گئی...... معاف کردو صاحب! اللہ تمہارا بھلا کرے گا، میں بہت غریب آدمی ہوں...... تین دنوں سے کھانا نہیں کھایا...... بڑا لاچار اور مجبور تھا۔"

"تو کیا یہ تعویذ ہیرے کا ہے۔"

"وہ دیکھو صاحب! ادھر دیکھو وہ جو بھاگ رہا ہے...... ادھر دیکھو صاحب! اصل مجرم ادھر بھاگ رہا ہے......" اس نے ایک جانب اشارہ کیا اور بے اختیار میری نگاہیں اس اشارے کی سمت اُٹھ گئیں...... ایک بار پھر میرے ذہن پر شدید دھماکہ ہوا تھا اور مجھ پر ایک بوجھ سا طاری ہو گیا تھا...... طویل عرصے کے بعد بہت طویل عرصے کے بعد میں نے سادھو بابا کو پہچانا تھا...... آہ! وہی سادھو بابا ہے، جس نے میری زندگی بدلنے کی کوشش کی تھی، جو میرا دوست اور میرا محب بنا تھا، لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس نے مجھے میرے دین سے بھٹکانے کی کوشش کی تھی اور اب اس کی حفاظت کی جارہی تھی...... صورت حال کافی حد تک میری سمجھ میں آگئی...... سادھو بابا بدستور میرے پیچھے لگا ہوا تھا...... لازمی بات ہے کہ وہ لوگ پراسرار قوتوں کے مالک تھے اور یقینی طور پر انہیں اس تعویذ کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا...... ہو سکتا ہے اس سے پہلے انہوں نے یہ سوچا ہو کہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن ضرورتیں مجھے دوبارہ ان کے قدموں میں لے آئیں گی اور جب یہ تعویذ مجھے ملا تھا تو ان لوگوں کی یہ امیدیں خاک میں مل گئی تھیں...... انسان کی سب سے بڑی کمزوری دولت ہوتی ہے...... سادھو بابا کے ذریعے، پشپا کے ذریعے، نرگس کے ذریعے جو دولت مجھے ملتی رہی تھی اور اس کے بعد

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

اس کی کمی ہو گئی تھی، چنانچہ اب جب میرا یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے تو ان لوگوں کو پھر تشویش ہوئی تھی اور سادھو بابا نے اس طرح یہ تعویذ غائب کرانے کی کوشش کی تھی...... بڑی گھٹیا حرکت تھی، ادھر تو میں یہ تمام باتیں سوچ رہا تھا اور ادھر وہ شخص مسلسل کہہ رہا تھا۔

"صاحب! پولیس کے حوالے مت کرنا مجھے مار مار کے حلیہ بگاڑ دے گی...... غریب آدمی ہوں ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی میری صاحب! بچے بھی ہیں میرے، بہت ہی غریب ہوں میں، دو سو روپے دیئے تھے اس نے مجھے...... دیکھئے صاحب! میری جیب میں رکھے ہوئے ہیں۔"

"کیا کہا تھا اس نے تم سے۔" میں نے سوال کیا۔

"بس یہی کہ آپ کی گردن میں پڑا ہوا تعویذ توڑ کر بھاگ جاؤں اور وہ یہ تعویذ مجھ سے لے لے گا...... بس صاحب دو سو روپے کے لئے کر ڈالا...... معاف کر دو صاحب! میری پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں...... میں...... صاحب میں...... تین دن کا بھوکا ہوں۔" ایک ایسی لجاجت کچھ ایسی عاجزی تھی اس کے لہجے میں کہ میرے دل میں بھی اس کے لئے رحم پیدا ہو گیا...... رحیم البتہ کھا جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا...... ادھر میں سادھو بابا کو دیکھ رہا تھا جو اب کافی آگے بڑھ گیا تھا اور اب انسانوں کی بھیڑ میں گم ہوتا جا رہا تھا...... نویدہ اور نشاط بھی میرے گرد کھڑے ہوئے تھے...... نویدہ کہنے لگی۔

"یہ کیسا تعویذ ہے شعبان بھائی۔"

"بس برکتوں کا تعویذ ہے، مگر لوگ انسان سے ایسی چیزیں بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔"

ان لوگوں کی سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا تھا، لیکن ظاہر ہے میں انہیں اور تفصیلات نہیں بتانا چاہتا تھا، رحیم نے کہا۔

"کیا پروگرام ہے آپ کا میرا خیال ہے ذہن کچھ الجھ سا گیا ہے، کیا خیال ہے واپس چلیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ چل پڑے...... پھر نویدہ اور نشاط وہاں سے رخصت ہو گئیں، رحیم عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگا اور اس نے کہا۔

"بڑی عجیب صورت حال ہو گئی تھی۔"

"کیا۔" میں نے سوال کیا۔

"ہم لوگ بڑی اہم گفتگو کر رہے تھے کہ میں نے اس کم بخت کو آپ پر حملہ آور ہوتے اور پھر بھاگتے ہوئے دیکھا، تو یہی سمجھا تھا کہ آپ کا یا نشاط کا پرس وغیرہ لے بھاگا ہے...... لیکن یہ عجیب و غریب بات میں نے سنی، ویسے یہ سب کیا قصہ تھا...... کسی نے اسے آپ کے گلے سے تعویذ حاصل کرنے کے لئے دو سو روپے دیئے تھے...... کیسا ہے یہ تعویذ؟

بس یہ سمجھ لو کہ کسی کا عطیہ ہے اور میرے لئے بڑا کارآمد۔"

"ہوں...... مجھے واقعی بڑا عجیب سا لگا ہے...... یہ سب کچھ۔" رحیم نے کہا۔

"چھوڑو! تمہاری نویدہ سے کیا گفتگو رہی۔"

"بہت اچھی ویسے نویدہ نے ایک انکشاف کیا ہے...... تمہیں بتانا بہت ضروری ہے۔"

"انکشاف۔"

"ہاں! یہ جو ہماری محترمہ نشاط صاحبہ ہیں ناں...... ان کے بارے میں نویدہ نے بتایا ہے کہ یہ ایک انتہا پسند دوشیزہ ہیں...... ایسی سنجیدگی سے مذاق کرتی ہیں اور پھر اس کا رد عمل دیکھتی ہیں کہ انسان تصور بھی نہ کر پائے...... اپنی گفتگو کو حقیقت کا وہ رنگ دیتی ہیں کہ سوچا بھی نہ جا سکے...... یہ ان کی تفریح ہے، تم سے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی۔" میں ایک دم سے چونک پڑا اور اس پر غور کرنے لگا...... نشاط نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط تو نہیں لگتا تھا...... وہ تو بڑی سنجیدہ تھی اور بعد میں جب میں نے اس سے یہ بات کہی تھی تو اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی بھی آ گئی تھی...... ساری باتیں اپنی جگہ یہ کم از کم مذاق نہیں ہو سکتا تھا پھر اگر مذاق تھا تو بلاشبہ نہایت پایہ کی اداکاری تھی...... گھر واپس آ گئے...... معمولات توجوں کے توں تھے اور کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی، لیکن دوسرے دن صبح رحیم نے ایک عجیب سا انکشاف کیا جس نے مجھے کچھ دیر کے لئے پریشان کر دیا تھا۔

✿✿✿

ناشتے کی میز پر میں اور رحیم تنہا تھے...... رحیم کچھ اُلجھا اُلجھا سا نظر آ رہا تھا، پھر اس نے کہا۔

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

"ہم ماضی میں جن خوفناک واقعات سے گزر چکے ہیں...... اب ان کا تصور کر کے بھی وحشت محسوس ہوتی ہے...... میں سوچتا ہوں کہ کہیں یہ سب خواب تو نہیں ہے...... یقین کرو سکندر کے اس خواب سے جاگنے کو دل نہیں چاہتا، ہم لوگوں نے جو یہ زندگی گزاری ہے...... اس میں ہم انسانوں کی مانند جینا بھول چکے تھے...... بہت سے کردار زندگی میں آئے تھے، لیکن اب یہاں آنے کے بعد یوں محسوس ہوتا تھا...... جیسے وہ سارے کردار کہانیوں کے کردار ہوں...... ہمارا ان سے کوئی تعلق نہ ہو اور یہ لاتعلقی خاص دلکش محسوس ہوتی تھی، لیکن یہ تصور انتہائی بھیانک ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لاتعلقی ختم ہو جائے اور ہم پھر اس منزل میں آکھڑے ہوں...... میرے بدن پر ایک جھرجھری سی طاری ہو گئی، میں نے کہا۔

"ایسی خوفناک باتیں کیوں کر رہے ہو رحیم! واقعی یہ تصور بے حد ہولناک ہے۔"

"رات کو اصل میں، میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس خواب نے مجھے تھوڑا سے اُلجھا بھی دیا ہے۔"

"کیا خواب ہے۔"

"میں صرف یادداشت کی بنا پر یہ بات کہہ رہا ہوں، لیکن میرے دل میں آرزو ہے کہ ہم لوگ اس کی تصدیق کر لیں، کیا خیال ہے۔"

"بات تو بتاؤ۔"

"ایک جگہ ہے یہاں میمن گوٹھ تم اس کے بارے میں جانتے ہو۔"

"کافی حد تک۔"

"یہاں سے ایک کچا راستہ آگے چلا جاتا ہے اور اس کے بعد ایک اور چھوٹی سی آبادی آتی ہے جس کا نام مجھے نہیں معلوم...... سندھیوں کی ایک چھوٹی سی گوٹھ ہے اور اس کے بعد بائیں سمت ایک کچی پگڈنڈی جاتی ہے...... وہاں شاید ایک مسجد بھی ہے اور اس مسجد میں ایک بزرگ رہتے ہیں...... مجھے رات کو خواب میں یہ سب کچھ بتایا گیا ہے، ورنہ یقین کرو میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا...... خوابوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بدہضمی کا نتیجہ ہوتے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بعض خواب ایسے نہیں ہوتے...... مجھے باقاعدہ وہاں کا

راستہ بتایا گیا تھا، اس لئے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ تم سے کھل کر بات کروں۔"

"تم نے کیا خواب دیکھا۔"

"میں نے دیکھا کہ ایک وسیع و عریض میدان ہے...... اس کے درمیان ایک چبوترہ ہے، بہت ہی بھیانک جگہ ہے...... چبوترے پر لاتعداد تابوت رکھے ہوئے ہیں اور ایک آدمی سفید لباس اوڑھے سر جھکائے بیٹھا ہوا ہے...... میں اس چبوترے کی جانب جا رہا ہوں اور میں جب اس چبوترے کی سیڑھیاں طے کرنے لگتا ہوں تو اچانک ان تابوتوں کے ڈھکن ہٹا کر ایک عجیب و غریب مخلوق باہر نکل آتی ہے...... ان کی شکلیں بے حد بھیانک تھیں اور وہ میرے گرد رقص کر رہے تھے...... تھوڑی دیر کے بعد درمیان میں بیٹھا ہوا سفید لباس والا آدمی اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ سیڑھیاں طے کرتا ہوا دوسری جانب چلا جاتا ہے...... پھر میں نے تھوڑی دیر کے بعد اس شخص کو واپس آتے ہوئے دیکھا اور اس نے انگلی کے اشارے سے ہم دونوں کو قریب بلایا...... بس میں تمہیں بتاؤں کہ قریب جانے کے بعد اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور وہاں مجھے ایک سادھو جیسا شخص نظر آیا جو ہماری طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا...... بس اتنا خواب دیکھا ہے میں نے اور نجانے کیوں میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ وہ سفید پوش ہمیں اس جگہ بلانا چاہتے ہیں...... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ایک بار ہمیں اس طرف ضرور چلنا چاہئے...... کچھ پتہ تو چلے۔"

"ذرا سادھو کا حلیہ بتاؤ۔" میں نے کسی خیال کے تحت کہا اور رحیم نے مجھے جو حلیہ بتایا اسے سن کر میں دنگ رہ گیا...... یہ انہی سادھو بابا کا حلیہ تھا...... بہرحال بات سمجھ میں نہیں آئی تھی، لیکن میرے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ذرا جا کر دیکھوں تو سہی کہ کیا قصہ ہے اور میں نے رحیم سے آمادگی کا اظہار کر دیا...... رحیم نے دوسرے دن تیاریاں کر لیں...... راستے کے بارے میں مجھ سے زیادہ اسے معلومات حاصل تھیں، چنانچہ دوسرے دن ہم چل پڑے...... رحیم قرب و جوار سے مکمل طور پر واقفیت حاصل کر چکا تھا، چنانچہ اس کے بعد ہم چل پڑے...... شہری علاقے کو عبور کر کے آخر کار ہم اس سر سبز و شاداب علاقے میں داخل ہو گئے، جو میمن گوٹھ کے نام سے مشہور تھا...... یہاں باقاعدہ سڑکیں نہیں تھیں......

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

باقاعدہ سڑک تو سیدھی چلی گئی تھی...... ہمیں سڑک سے کٹ کر چلنا پڑا تھا...... یہاں تک کہ وہ علاقہ آ گیا، پھر اس کے خاتمے کے بعد ہم اس دوسرے کچے راستے پر چل پڑے...... یہ تپلی سی ایک پگڈنڈی تھی جو جھاڑیوں کے درمیان سے گزر رہی تھی......ویران علاقے میں گاڑی بھی چلانا آسان کام نہیں تھا...... ہم بڑی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے...... دھوپ کافی تیز تھی، حالانکہ ابھی پوری دوپہر نہیں ہوئی تھی، لیکن دھوپ کی شدت کا زبردست احساس ہو رہا تھا...... رحیم نے مدہم لہجے میں کہا۔

"ذرا سی غلطی ہو گئی...... پانی وغیرہ لے کر چلتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔"

"ہوں...... بس ذرا راستہ خراب ہے ورنہ باقی اور کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا، رحیم خاموشی سے کار آگے بڑھ رہا تھا...... پگڈنڈی بہت طویل تھی...... چاروں طرف ہو کا عالم دوپہر کے اس سناٹے میں ایک بھیانک سی کیفیت کا احساس ہوتا تھا...... کبھی کبھی اکادکا جانور بھی دوڑتے نظر آ جاتے تھے...... فاصلہ کافی طویل تھا...... آخر کار ہمیں کچھ ٹوٹے پھوٹے کھنڈر نظر آئے...... جگہ جگہ اینٹوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے...... کہیں کہیں زرد ہوئی جھاڑیاں اور کہیں قبروں جیسے نشان دور تک بکھرے ہوئے تھے، اس کے بعد کچی مٹی کی بنی ہوئی وہ مسجد نظر آئی جسے دیکھ کر رحیم نے کار کے بریکوں پر پاؤں دبا دیا...... میں نے حیرت سے کہا۔

"کیوں خیریت...... کیا بات ہے۔"

"وہ دیکھو وہ مسجد قسم لے لو مجھ سے، میں نے یہ مسجد اپنے خواب میں دیکھی تھی۔"

"چلتے رہو......" میں نے آہستہ سے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم مسجد کے قریب پہنچ گئے...... سامنے کی دیوار بالکل ٹوٹی پھوٹی ہوئی تھی...... سرخ اینٹیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں...... رحیم نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہ درخت اور جھاڑیاں ہیں، گاڑی وہیں پر روکتا ہوں۔"

"چلو......" میں نے کہا تھوڑی دیر کے بعد ہم مسجد کے دروازے کے پاس پہنچ گئے...... یہاں گھاس کا ایک سائبان بنا ہوا تھا، جس کے نیچے ایک بہت بڑا پانی کا مٹکا نظر آ رہا تھا......

سلور کے گلاس بھی رکھے ہوئے تھے...... مٹکے میں پانی بھرا ہوا تھا، جسے دیکھ کر جان میں جان آئی...... شدید پیاس لگ رہی تھی...... ہم دونوں تیزی سے مٹکے کے پاس پہنچ گئے...... گلاس سے پانی نکال کر پیا اور اس بات پر شدید حیران ہوئے کہ اس شدید گرمی کے باوجود پانی انتہائی ٹھنڈا تھا...... کچھ لمحوں کے بعد ہم ایک ایک قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے اور برآمدے میں پہنچ گئے...... بڑی ٹھنڈک تھی یہاں باہر کی چلچلاتی ہوئی دھوپ اس علاقے کو گرم کرنے میں ناکام رہی تھی...... رحیم نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"میرا خیال ہے یہاں کوئی موجود نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو رحیم نے زور سے آواز لگائی۔

"کوئی ہے یہاں۔" جواب میں ایک ہلکی سی آواز سنائی دی، جیسے کوئی گلا صاف کرتا ہے یا کسی کو اپنی موجودگی کا پتہ دیتا ہے...... ہم اس آواز کے سہارے آگے بڑھ گئے...... اندرونی حصے میں ایک دروازہ تھا اور آواز اسی دروازے سے آئی تھی...... ہم نے جوتے اتار لئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ گئے...... یہاں مکمل خاموشی طاری تھی، لیکن چند ہی لمحوں کے بعد ایک آواز آئی۔

"اندر آ جاؤ۔" اس آواز کو سن کر دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی...... بہر حال ہم دونوں گرتے پڑتے اندر داخل ہو گئے...... یہ بھی ایک وسیع و عریض کمرہ تھا...... بالکل ٹھنڈا صاف اور شفاف نیچے دریاں بچھی ہوئی تھیں اور دیوار کے ساتھ ایک بزرگ صورت شخص بیٹھے ہوئے تھے...... ہم نے ان کی صورت دیکھی، کیا اعلیٰ درجے کی شخصیت تھی، چوڑا چکلا بدن، سفید داڑھی، کافی عمر تھی...... وہ غالباً کچھ پڑھ رہے تھے...... میری نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لینے لگیں...... نجانے کیوں مجھے ایک عجیب سی خوشبو کا احساس ہو رہا تھا...... ایک ایسی خوشبو جو مانوس تھی...... دیواروں میں طاق بنے ہوئے تھے اور ان میں بجھی ہوئی موم بتیاں لگی ہوئی تھیں...... ایک طرف غلاف میں لپٹا ہوا قرآن پاک ایک طاق میں رکھا ہوا تھا...... ایک کیل میں مختلف رنگوں کی تصویریں لٹکی ہوئی تھیں...... ایک کونے میں لوٹا اور مٹی کا گھڑا رکھا ہوا تھا، دیواریں کچی تھیں اور ان پر چکنی مٹی لیپی ہوئی تھی......

www.paksociety.com
Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

غالباً اسی وجہ سے کمرہ بے حد ٹھنڈا تھا...... دائیں طرف کی دیوار پر بہت نیچے ایک کھڑکی تھی، جس پر ایک میلا سا پردہ پڑا ہوا تھا...... بس یہ تھی اس کمرے کی کل کائنات بزرگ نے کچھ دیر کے بعد آنکھیں بند کر کے ٭یوں پر کچھ پھونکا اور پھر ایک ہاتھ آگے بڑھادیا اور آہستہ سے بولے۔

"لو......" میں نے اور رحیم نے ہاتھ آگے بڑھادیئے تو انہوں نے مٹھیاں ہمارے ہاتھوں میں پھونک دیں، الائچیاں تھیں...... ہم نے بڑے احترام سے یہ الائچیاں لے لیں اور آپس میں تقسیم کرلیں...... بزرگ نے آہستہ سے کہا۔

"اصل چیز قوت ایمانی ہے، مل تو بہت کچھ جاتا ہے، لیکن جب صورت حال اپنے بس میں نہ ہو تو جو کچھ ملے اس پر تکیہ کرنا چاہئے...... زیادہ کی آرزو ایمان چھین لیتی ہے، جو کچھ عطا ہو گیا، اس سے فائدہ اٹھاؤ...... محنت مزدوری کرو کہ بدن کا اخراج ہے...... عمر کا اخراج ہے...... ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا اگر پسندیدہ عمل ہوتا تو من و سلوا کا سلسلہ بند نہ ہوتا...... جدوجہد ہی حیات ہے اور جہاں جدوجہد ترک کی گئی، وہیں سے موت کا آغاز ہو جاتا ہے...... جدوجہد کرتے رہو تاکہ زندگی کا آغاز رہے...... میرے ذہن میں ایک دم سے ایک سوال پیدا ہوا اور فوراً ہی مجھے اس کا جواب ملا۔

"ہاں...... امانتیں واپس کردینی چاہئیں...... وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمہاری بقاء اس میں ہے تو مانگو اور کھاؤ...... ان کی دانست میں اگر تم سے سہولتیں چھین لی جائیں تو تم ان کی جانب راغب ہو سکو گے...... یہ غلط فہمی بھی ان کے دل سے نکال دو، وقت نے جس طرح تمہاری مدد کی ہے تم کو خود اس کا اندازہ ہے...... چنانچہ اس بات پر بھروسہ رکھو کہ جو کچھ ہے وہ تمہارے اندر ہے اور باہر کی ہر چیز تمہارے لئے بیکار، لاؤ...... وہ دے جاؤ جو تمہارا نہیں ہے، جو تمہیں جدوجہد سے روک سکتا ہے...... بس جتنا ثواب حاصل کر سکتے تھے وہ کر لیا دوسروں کو بھی جدوجہد سے روکنا غیر مناسب ہوگا...... ہاں اگر کبھی یہ چاہو کہ یہ تمہیں واپس مل جائے تو دعا کرنا لیکن بات کچھ مناسب نہ ہوگی۔" رحیم تو کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا، لیکن میں ایک ایک لفظ سمجھ رہا تھا...... میں نے بڑے احترام کے ساتھ وہ تعویذ گردن سے اتارا اور

اسے دونوں ہاتھوں میں رکھ کر بزرگ کو پیش کر دیا...... کچھ دیر کے بعد بزرگ نے ہاتھ بڑھائے، تعویذ لیا اور اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیا...... پھر اس کے بعد انہوں نے آنکھیں بند کرلیں...... مقصد یہ تھا کہ اب سلسلہ ختم ہو گیا ہے اور ہمیں چلے جانا چاہئے، جب ہم وہاں سے واپس پلٹے تو رحیم کسی قدر افسردہ نظر آ رہا تھا...... اس نے کہا۔

"ساری باتیں اپنی جگہ لیکن کیا واقعی یہ تعویذ تمہارے لئے اہمیت رکھتا تھا۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، میں نے کہا۔

"یہ تو بہت بہتر تھا کہ امانت امانت داروں کو واپس مل گئی...... بجائے اس کے کہ میں اس بار کو اٹھائے رکھتا، رحیم نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"قدرت نے تمہیں بڑی فراغدلی سے نوازا ہے اور یہ اس کا بڑا احسان ہے...... بہرحال ہمیں ایک راستہ دیا گیا ہے اور اب وہی راستہ ہمارا معاون ہوگا...... دل کو بڑی تقویت کا احساس ہوا تھا...... زندگی کی یہ طویل جدوجہد اب شاید ان منازل میں داخل ہو رہی تھی، جن میں سکون ہوتا ہے...... رحیم میرا بہترین دوست تھا...... بہترین ساتھی تھا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے نویدہ سے محبت تھی، لیکن شاید اس نے نویدہ کو بتا بھی دیا تھا کہ وہ لوگ اب زندگی کے نئے راستے تلاش کرنے کے لئے سرگرداں ہو رہے ہیں...... بہرحال ہم نے جدوجہد شروع کر دی...... میں جن لوگوں کو جو کچھ بھی دے چکا تھا، ان سے واپسی کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا تھا کبھی، لیکن ہم نے کچھ کاروبار شروع کیا اور ہمیں اس طرح ترقی حاصل ہونے لگی جو بیان سے باہر ہے اور اس دوران بڑے بڑے دلچسپ واقعات بھی ہوئے تھے...... مثلاً ایک دن ایک ایسے شخص نے مجھ سے ملاقات کی جو جدید زمانے کا تھا، لیکن اس کی شکل بوڑھے سادھو سے ملتی جلتی تھی...... وہ کاروباری انداز میں مجھ سے ملا تھا...... کہاں ایک سادھو اور کہاں جدید سوٹ میں ملبوس یہ شخص اس نے مجھ سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام ہری چند ہے اور میں آپ کا بڑا نام سن کر یہاں آیا ہوں...... آپ کے ساتھ کاروبار کرنا ہمارے لئے خوش بختی کا باعث ہوگا...... ویسے آپ نے تو ہمیں چھوڑ ہی دیا...... یہ

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

سارے کام آپ کے لئے نہیں تھے...... ہم نے تو سنسار کی ہر چیز آپ کے قدموں میں ڈال دی تھی اور آپ نجانے کہاں دین دھرم کے چکر میں پڑ گئے۔" میں دانتوں میں انگلی دبا کر رہ گیا تھا...... میرے ذہن میں تو صرف اس شبے نے ہی سر ابھارا تھا کہ یہ شخص سادھو بابا سے کتنا ملتا جلتا ہے، لیکن اس نے ہری چند کے نام سے اپنا تعارف کرانے کے بعد اپنی اصلیت بھی بتادی تھی، میں نے کہا۔

"اب جبکہ تم نے میرے شبے کی تصدیق کر دی ہے...... بابا جی! تو میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تمہاری تصحیح کر دوں...... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے مجھے بہت سے مسئلوں میں آسانی حاصل ہوئی تھی، لیکن تم ایک بات جانتے ہو کہ ہم دین دھرم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں...... ہمارے مذہب میں یہی تو ایک خوبی ہے کہ ایک مرتبہ جب یہ ہماری رگوں میں اتر جائے تو ہم لوگ کتنا ہی بھٹک جائیں، لیکن دنیا کی قوت ہمیں ہمارے دین سے ہٹا نہیں سکتی۔" ہری چند نے مایوسی سے گردن ہلائی اور بولا۔

"پھر تم سے کاروبار کرنے سے کیا فائدہ، ہم نے تو یہ سوچا تھا کہ تمہیں اچھے برے کی تمیز دلائیں گے، پر تم تو آخری حد تک پہنچ چکے ہو...... یہ کہہ کر وہ اُٹھ کر چلا گیا تھا......

دوسری اہم شخصیت پشپا کی تھی...... ایک خوبصورت لڑکی کے روپ میں وہ مجھے ایک ہوٹل میں ملی تھی، جبکہ میں ہوٹل میں بیٹھا ہوا رحیم کا انتظار کر رہا تھا...... پشپا ایک خوبصورت لباس میں جدید لڑکی کے طور پر میرے پاس پہنچی اور بولی۔

"میں بیٹھ سکتی ہوں...... میں اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا...... تاہم میں نے خوش اخلاقی سے کہا"۔

"بیٹھو!"

"اور میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گی جو بے مقصد اور بیکار ہو...... میں نے زندگی میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کیا...... کیا تمہاری یہ بے رخی ایک اچھا عمل ہے۔"

"نہیں پشپا...... لیکن تمہیں ضرور اس بات کا علم ہوگا کہ سادھو بابا! کو میں اپنا موقف بتا چکا ہوں...... تم سب جس طرح بھی میرے ساتھ پیش آئے، یا میرے اور تمہارے

درمیان جو بھی رابطے رہے، وہ بہت اچھے تھے لیکن میرے دین کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے...... معافی چاہتا ہوں پشپا۔" پشپا جب وہاں سے مایوس واپس پلٹی تو میں نے دیکھا کہ دروازے میں نرگس بھی موجود ہے...... دونوں خاموشی سے باہر نکل گئی تھیں...... یہ انوکھا کٹھ جوڑ تھا میرے لئے ناقابل فہم لیکن بے شمار چیزیں ناقابل فہم ہوتی ہیں...... پھر رحیم آگیا...... یہ معاملات ایسے تھے، جن کے بارے میں کسی کو کچھ بتانا بھی ممکن نہیں تھا......

زندگی کی ڈگر بدل گئی تھی...... میں سکندر سے شعبان بن گیا تھا اور ہم اپنی کوششوں میں کامیابی کی منازل طے کرتے جا رہے تھے...... بہت سی بڑی بڑی محفلوں میں میری شناسائی ہو گئی تھی، لیکن ایک کاروباری کی حیثیت سے، بڑی عزت ہو گئی تھی میری اور بہت بڑا مقام مل گیا تھا مجھے...... ہم نے اپنی شاندار کوٹھی بنائی، لیکن آپ یقین کریں اپنی محنت کی کمائی سے...... ادھر نویدہ اور نشاط بھی مجھ سے اور رحیم سے برابر ملتی رہی تھیں...... ان کے والدین بھی ہم سے بہت زیادہ متاثر تھے...... پھر ایک دن جب نورین باجی، ناہید، فرید بھائی اور فیروز بھائی نے ہمارا گھیراؤ کیا اور کہنے لگے کہ اب ہم شادی کے بندھنوں میں بندھ جائیں...... ذکر نویدہ کا نکلا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی نشاط کا بھی تو میں نے کھلے لہجے میں کہا۔

"میں نشاط سے شادی نہیں کروں گا۔" وہ لوگ دنگ رہ گئے تھے۔

"کیوں۔" فیروز بھائی۔

"بس وہ مجھے پسند نہیں...... میرے، حتمی لہجے پر سب دنگ رہ گئے تھے...... بات نشاط کے گھر تک پہنچی تو ان لوگوں کو بھی بہت افسوس ہوا...... نویدہ کا مسئلہ حل ہو چکا تھا...... اسی رات نویدہ بادل ناخواستہ ہمارے گھر آ گئی...... ہنگامی طور پر اس نے مجھ سے ملاقات کی تھی...... آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں...... لگتا تھا خوب رو کر آئی تھی۔

"ارے...... کیا بات ہے نویدہ۔"

"شعبان بھائی...... کیا بات ہو گئی...... پہلے تو آپ نے ایسا کوئی اظہار نہیں کیا تھا...... میں تو یہ معلوم تھا کہ آپ نشاط باجی کو پسند کرتے ہیں۔"

"آپ نے یہ بات نشاط سے پوچھی ہے نویدہ۔"

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint

”کیا مطلب۔“

”پہلے نشاط سے اس بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے آپ کو۔“

”بری حالت ہے ان کی۔“

”کیوں......؟ میں نے حیرت سے کہا۔

”آپ نے ان سے شادی کرنے سے انکار جو کر دیا۔“

”میرا خیال ہے وہ بہت خوش ہوں گی۔“

”آپ ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں...... نوید ہ نے کہا۔

”نوید ہ...... نشاط سے بات تو کرو۔“

”آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔“

”نشاط مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی، پوچھ لو اس سے۔“

”رو رو کر بری حالت کر لی ہے انہوں نے...... کہہ رہی ہیں آہ...... یہ کیا ہو گیا...... آہ...... یہ کیا ہو گیا...... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا ہو گیا ہے...... نوید ہ پھر رو پڑی، رحیم بھی بہت غمزدہ نظر آ رہا تھا...... مجبوراً میں نے ان دونوں کو ساری تفصیل بتائی اور وہ دونوں سر پیٹنے لگے۔

”ارے ایسی کوئی بات نہیں ہے...... نشاط باجی کو ایسے سنجیدہ مذاق کرنے کی عادت ہے...... وہ تو دل ہی سے آپ کو چاہتی ہیں۔

بات بن گئی...... نشاط اب میری بیوی ہے...... نوید ہ رحیم کی بیگم...... خدا کا شکر ہے اچھی زندگی گزر رہی ہے...... اب بھی کبھی ماضی یاد آ جاتا ہے تو ہفتوں نیند اڑی رہتی ہے...... انسان کہاں سے آغاز کرتا ہے، کہاں تک آتا ہے اور آگے کیا ہے...... کوئی نہیں جانتا...... بس اللہ تعالیٰ اپنی امان عطاء فرمائے۔

www.paksociety.com

Scanned By Waqar Azeem Pakistanipoint